تذکرہ علمائے ہند

تالیف

مولوی رحمان علی

مرتبہ و مترجمہ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم

مع مقدمہ

ڈاکٹر سید معین الحق

اشاعتِ دوم معہ تصحیح و ترمیم

ڈاکٹر خضر نوشاہی

ڈاکٹر انصار زاہد خاں

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

بیت الحکمۃ، مدینۃ الحکمۃ، شاہراہ مدینۃ الحکمۃ

کراچی

تذکرۂ علمائے ہند

تالیف

مولوی رحمان علی

مرتبہ و مترجمہ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم

مع مقدمہ

ڈاکٹر سید معین الحق

اشاعتِ دوم معہ تصحیح و اصلاح

ڈاکٹر خضر نوشاہی

ڈاکٹر انصار زاہد خاں

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

بیت الحکمہ مدینتہ الحکمتہ، شاہراہ مدینتہ الحکمتہ

کراچی

نام	:	تذکرہ علمائے ہند
تالیف	:	مولوی رحمان علی
مرتبہ ومترجمہ اول	:	محمد ایوب قادری
اشاعت اول	:	۱۹۶۱ء
اشاعت دوم	:	۲۰۰۳ء
معاایڈیٹنگ وتصحیح	:	ڈاکٹر خضر نوشاہی
		ڈاکٹر انصار زاہد خاں
کمپوزنگ	:	محمد غیاث الدین
قیمت	:	۸۰۰
تعداد اشاعت	:	۵۰۰

طباعت زیر اہتمام: مطبع شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی

ملنے کا پتہ

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

بیت الحکمہ، مدینتہ الحکمتہ

شاہراہ مدینتہ الحکمتہ

کراچی

فہرست

نام : تذکرۂ علمائے ہند

تالیف : مولوی رحمان علی

مرتبہ ومترجمہ اول : محمد ایوب قادری

اشاعت اول : ۱۹۶۱ء

اشاعت دوم : ۲۰۰۳ء

معاایڈیٹنگ وتصحیح : ڈاکٹر خضر نوشاہی

ڈاکٹر انصار زاہد خاں

کمپوزنگ : محمد غیاث الدین

قیمت : ۸۰۰

تعداد اشاعت : ۵۰۰

طباعت زیر اہتمام: مطبع شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی

ملنے کا پتہ

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

بیت الحکمہ، مدینتہ الحکمتہ

شاہراہ مدینتہ الحکمتہ

کراچی

فہرست

ب

ت

خ

د

ذ

ر

غ

ف

ن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵ / ذوالحجہ ۱۴۲۳ ہجری

17- فروری 2003 عیسوی

پیش لفظ

مسلمانوں نے تاریخ نویسی اور اس کے مختلف شعبوں میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور اضافہ کیا ہے اس میں تذکرہ نگاری بھی شامل ہے- تذکروں میں معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کے سوانح تحریر کیے جاتے ہیں- تذکروں سے ہمیں معاشرہ کے ان مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے جو عام تاریخی کتب سے ممکن نہیں- برصغیر کے مسلمان بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے اور اس میں انھوں نے وقیع اضافے کیے- ان تذکروں میں ایک معروف اور معتبر تذکرہ مولوی رحمان علی بلگرامی کا ''تذکرہ علمائے ہند'' ہے- اس دور کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ تذکرہ فارسی میں تحریر کیا گیا تھا-

پاکستان کے قیام کے بعد جنوبی ایشیائی مسلم ملت کی صحیح تاریخ نویسی کے سلسلے میں ۱۹۵۰ میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی قائم ہوئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مستشرقین اور متعصب مورخین نے مسلم دور کی تاریخ کو مسخ کرنے کی جو کوششیں کی تھیں انھیں درست کیا جائے اور آنے والی نسلوں کو اپنے تاریخی ورثہ سے بھی متعارف کرایا جائے- اس مقصد سے جہاں اہم تاریخی کتابیں تصنیف کی گئیں اور دیگر اقدامات کیے گئے وہاں ایک اہم قدم یہ بھی تھا کہ چونکہ اب فارسی سے واقفیت عام نہیں رہی لہذا اہم تاریخی کتب کا اردو ترجمہ بھی کیا

جائے۔اس سلسلے میں جناب ڈاکٹر معین الحق صاحب سیکرٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے ''تذکرہ علمائے ہند'' کا انتخاب کیا اور یہ کام ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم کے سپرد کیا گیا۔یہ اردو ترجمہ سوسائٹی نے پہلی بار ۱۹۶۱ء میں شائع کیا اور اسے مقبولیت حاصل ہوئی۔البتہ بعض مورخین نے اس نقش اول میں کچھ خامیوں کی نشاندہی کی۔یہ اصرار بھی مسلسل کیا گیا کہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے۔

جب شہید حکیم محمد سعید نے جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کے بعد سوسائٹی کے صدر کی ذمہ داری سنبھالی تو اس میں گویا نئی جان ڈال دی اور اسے متحرک و زندہ رکھا۔حکیم صاحب کی ہمت افزائی کی بنا پر اس تذکرہ کے تقابل و تدوین اور تصحیح کا کام ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹر خضر نوشاہی اور مزید نظر ثانی کے لیے ڈاکٹر انصار زاہد خان کے سپرد کیا گیا۔

حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد سوسائٹی کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے میں الحمدللہ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے اپنی کاوشیں جاری رکھی ہیں۔اس سلسلہ میں ۲۰۰۱ء میں سوسائٹی کی گولڈن جوبلی کانفرنس کا انعقاد اور ۲۰۰۲ء میں سوسائٹی کے رسالہ (ہسٹاریکس) کا گولڈن جوبلی قائداعظم نمبر کی اشاعت قابل ذکر ہیں۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ''تذکرہ علمائے ہند'' کے تقابل و تدوین اور تصحیح نو کا یہ کام بھی تکمیل کو پہنچا اور اب اسے اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(سعدیہ راشد)

صدر

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

اس کتاب کی اشاعت میں مالی اعانت کے لیے

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

ہمدرد فاؤنڈیشن

اور

مرکزی وزارت تعلیم حکومت پاکستان

کی مشکور ہے

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

تمہید

تذکرہ علمائے ہند' مولوی رحمان علی (متوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) نے ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں مرتب کیا۔ یہ تذکرہ فارسی زبان میں ہے اور پہلی بار ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں نو لکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے اس کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا تو ڈاکٹر معین الحق (مرحوم) کے مشورے سے ڈاکٹر محمد ایوب قادری (مرحوم) نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر مفید حواشی و تعلیقات کے اضافے کے علاوہ پیش لفظ بھی لکھا' جس میں کتاب اور صاحب کتاب پر خوب روشنی ڈالی۔ علاوہ ازیں علامہ عبدالرشید نعمانی اور ڈاکٹر معین الحق نے بھی علمی و تحقیقی مقدمے لکھے جو کتاب کے شروع میں شامل ہیں۔

یہ ترجمہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ علمی حلقوں میں اس کی بڑی پذیرائی ہوئی اور کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی' نتیجۃً اب یہ کتاب نایاب ہو چکی تھی۔

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کے موجودہ ڈائریکٹر ریسرچ و سیکریٹری محترم جناب ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب نے اسے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا' تو انھوں نے سوچا کہ اشاعت سے قبل ترجمے پر نظر ثانی ہونی چاہیے۔ چناں چہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر جناب محترم حکیم محمد سعید صاحب مدظلہ کی توثیق سے یہ ذمہ داری مجھے سونپی گئی۔ تعمیل ارشاد کے طور پر میں نے اس کتاب پر نظر ثانی کا کام ۲۹ مارچ ۱۹۹۴ء کو شروع کیا جو آج ۱۹ مارچ ۱۹۹۸ء کو مکمل ہوا الحمد للہ ذالک۔

روشِ کار

شروع میں خیال تھا کہ صرف اردو ترجمہ کو پڑھ کر کتابت و طباعت کی کمی بیشی دور کر لی جائے گی۔ لیکن محض چند صفحے بغور پڑھنے سے ہی محسوس ہوا کہ اصل فارسی

متن سے اس ترجمہ کا موازنہ بھی ضروری ہے۔ دریں اثنا ہمدرد یونی ورسٹی نئی دہلی میں تقابل ادیان کے استاد' ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا تبصرہ بعنوان "ترجمہ تذکرہ علمائے ہند پر ایک نظر" بھی نظر سے گزرا جو ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت ماہ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / اپریل ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔ اس سے ہمارے خیال کو مزید تقویت ملی' کہ واقعی اصل متن سے ترجمہ کا تقابل ضروری ہے چناں چہ پھر اول تا آخر اسی فارسی متن سے تقابل کیا گیا ہے جس کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا گیا تھا۔ لہٰذا اب یہ ترجمہ ایک نئی شکل اختیار کر گیا ہے' گویا کہ نظر ثانی بالکل ایک نیا ترجمہ ہے۔ ہم نے اپنے طور پر بھرپور کوشش کی ہے کہ ترجمے کو متن سے قریب ترین رکھا جائے تاکہ متن کا مفہوم بھی واضح ہو اور اصل روح بھی قائم رہے۔ ساتھ ساتھ ترجمہ کے تسامحات کی حواشی میں نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے' قادری صاحب کے حواشی و اضافات کو "ق" اور اپنی طرف سے کیے گئے اضافات یا حواشی کو "ن" (یعنی نوشاہی) کی علامت سے مشخص کیا گیا ہے۔

سابق مترجم کے حواشی و تعلیقات کا ان کے ماخذ سے تقابل نہیں ہو سکا۔ تاہم ان کے پروف کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ ہم نے جن شخصیات کے احوال و آثار میں اضافے کیے ہیں اور مزید معلومات کا اضافہ کیا ہے' وہاں اپنے ماخذ کی تفصیل بھی دے دی ہے۔

کتاب میں شامل قطعات تاریخ میں مادہ ہائے تاریخ مشخص نہیں کیے گئے تھے ہم نے انہیں مشخص کر دیا ہے۔ بعض جگہ الفاظ و اعداد میں مطابقت نہیں تھی۔ وہاں ممکن حد تک تطبیق یا اصلاح کر دی ہے۔

قادری صاحب نے بعض بزرگوں کے بارے میں مصنف کی طرف سے لکھے گئے القابات اور دعائیہ یا تعریفی کلمات کو ترجمہ میں حذف کر دیا تھا۔ انہیں ہم نے شامل کر دیا ہے کیوں کہ ان القاب یا دعائیہ کلمات سے اس شخصیت کے بارے میں مصنف کے جذبات و احساسات اور تعلقات کی نوعیت کے علاوہ مصنف کے اپنے ذہنی اور فکری رویوں کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ نیز اس سے بعض تاریخی معلومات اخذ کرنے میں بھی مدد ملتی ہے مثلاً اگر کسی کے بارے میں مصنف نے سلمہ اللہ تعالیٰ لکھا ہے' تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص مصنف کا معاصر ہے اور کتاب کی تالیف کے وقت زندہ

ہے۔

سابق مترجم نے "ہند" کا ترجمہ ہر جگہ ہند پاکستان" یا "پاکستان و ہند" کیا ہے اور اس کی وضاحت انھوں نے اپنے پیش لفظ (ص ۲۸) میں بھی کی ہے۔ ممکن ہے اس وقت پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کا لائحہ عمل یہ ہو۔ لیکن جب کہ کتاب کی تصنیف کے وقت پاکستان کا وجود ہی نہ تھا تو ترجمہ میں یہ اضافہ سمجھ سے بالا تر ہے اس طرح قاری کو اشتباہ ہوسکتا ہے کہ شاید یہ کتاب قیام پاکستان کے بعد لکھی گئی۔ ہم نے ہند یا ہندوستان کا ترجمہ کرنے کی بجائے مصنف کا لکھا ہوا لفظ ہی نقل کیا ہے اس طرح سابق مترجم نے اپنے حواشی میں جہاں کسی شخصیت کے بارے میں اپنے ذاتی عقائد و نظریات کے تحت اظہار خیال کرتے ہوئے غیر ضروری اضافات کیے ہیں انھیں حذف کروا دیا گیا ہے۔

چوں کہ مولانا عبدالرشید نعمانی اور ڈاکٹر معین الحق کے تحقیقی مقدمے اس کتاب پر پہلے سے موجود ہیں اس لیے ہم نے گزارش احوال پر ہی اکتفا کیا ہے۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ لازم ہے جن کا پر خلوص تعاون اس کام کی تکمیل کا باعث بنا۔ ان میں سب سے پہلے محترم جناب حکیم محمد سعید صاحب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے خاکسار کو اس لائق سمجھا اور یہ کام کرنے کی تاکید فرمائی اس سلسلے میں ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب اور علامہ فضل القدیر ندوی صاحب کی مشفقانہ راہنمائی کا ممنون احسان ہوں۔ بیت الحکمہ ہمدرد یونی ورسٹی لائبریری کے جملہ ارکان بالخصوص مولانا عبدالحمید قلندرانی صاحب، جناب محمد حسین اور محترمہ سلمیٰ عمر کے پر خلوص تعاون پر میں سراپا تشکر ہوں۔

ومن اللہ التوفیق وعلیہ التکلان

ڈاکٹر سید خضر نوشاہی
بیت الحکمہ
ہمدرد یونی ورسٹی مدینۃ الحکمہ
کراچی پاکستان

۱۶ ذیقعد ۱۴۱۸ھ / ۱۶ مارچ ۱۹۹۸ء بروز پیر

عرض مکرر حواشی

تذکرۂ علماء ہند مصنف مولوی رحمان علی کے فارسی متن کا ترجمہ مرحوم ڈاکٹر ایوب قادری صاحب نے ۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر معین الحق صاحب سیکرٹری اساسی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی ایما پر اور علمی طور پر ڈاکٹر صاحب مرحوم کی رہنمائی میں شائع کیا۔ اس میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ایک عالمانہ مقدمہ بھی شامل تھا۔

یہ ترجمہ خاصا مقبول ہوا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا مرحوم قادری صاحب کی ذات کے عالمانہ سفر کی ابتدا دراصل اس ہی سے ہوئی۔ یہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی سولھویں مطبوعہ کتاب تھی اور کافی مقبول ہوئی۔

اس کتاب کی مانگ برابر قائم رہی اور لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے لیکن احتیاطاً یہ بھی طے ہوا کے فارسی متن سے اس کا تقابل کیا جائے جس کے لیے ڈاکٹر خضر نوشاہی سے درخواست کی گئی۔ خیال یہ تھا کہ اس میں تقریباً ۸۰ علماء کا تذکرہ ایک مزید تکملہ کے طور پر شامل کیا جائے۔ لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا۔ اشاعت ثانی کے لیے ترجمہ اول و فارسی ایڈیشن سے تقابل کیا گیا۔ جب تقابل کیا گیا تو اغلاط کا ایک طویل سلسلہ سامنے آیا، کچھ کتابت کی اور کچھ غلط ترجمہ کی، جب کام ختم ہوا تو یہ سوال زیر بحث رہا کہ کیا اغلاط کی نشاندہی کی جائے یا نہیں۔ سینئر اسکالروں کی رائے تھی کہ نشاندہی کی جائے لہٰذا اس سلسلہ میں حواشی قائم کیے گئے۔

جب طباعت کے لیے فائنل کاپی تیار کرنے کا وقت آیا تو پھر تقابل کیا گیا اس وقت تک ڈاکٹر نوشاہی واپس ساہن پال شریف جاچکے تھے۔ لہٰذا مزید تقابل اور حواشی اس محرر تحریر کو انجام دینا پڑے۔

اس سلسلہ میں یہ اہتمام کیا گیا کہ سابق ایڈیشن کے حواشی کے نمبر ہٹا کر ستارے۔ سے نشاندہی کی جائے اور لفظ مترجم کی جگہ ڈاکٹر قادری کی نشاندہی حرف "ق" سے کردی جائے۔ ڈاکٹر نوشاہی کی نشاندہی حرف "ن" سے کی جائے اور اس خادم کی حرف (الف) سے اور نئے حواشی میں نمبر شمار بھی دیے جائیں۔

پورے ترجمے میں ڈاکٹر قادری نے لفظ دانشمند کا ترجمہ فاضل کردیا تھا۔ اس کی جگہ دانشمند واپس تحریر کیا گیا ہے کیوں کہ اس سے علم و حکمت کے ایک علیحدہ معیار کی نشاندہی ہوتی ہے اس بارے میں مولوی رحمان علی نے خود شاہ ولی اللہ کے تذکرہ میں ان کے رسالہ دانشمندی سے فن دانشمندی اور اس کی اسناد پر ایک اقتباس شامل کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ تصحیح شدہ ترجمہ بہتر ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر انصار زاہد خان

جنرل سکریٹری پاکستان

ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی

پیش لفظ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم

(مترجم اول و مرتب)

تذکرہ علمائے ہند کا ترجمہ ناظرین کے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب اپنی اہمیت و افادیت کے باعث علمی حلقوں میں مشہور و معروف رہی ہے۔ عرصہ سے نایاب تھی جناب ڈاکٹر سید معین الحق جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی تجویز و تحریک اور جناب فضل الرحمان صاحب صدر سوسائٹی کی توثیق و تائید پر تذکرہ علمائے ہند کے ترجمہ، ترتیب اور حواشی کا کام میرے سپرد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کی پرخلوص توجہ اور ہمت افزائی خاص طور سے میرے شامل حال رہی جس کے لیے میں موصوف کا منت پذیر ہوں۔

اس تذکرہ کے مولف مولوی رحمان علی کا اصلی نام محمد عبدالشکور بن حکیم شیر علی صدیقی ہے۔ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء میں قصبہ نارہ عرف احمد آباد ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے[۱] ان کے والد اپنے زمانے کے بڑے فاضل اور حاذق طبیب تھے۔ حکیم شیر علی کا انتقال رمضان ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ہوا اس وقت رحمان علی کی عمر قریب بارہ سال تھی اور قرآن کریم ختم کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز ہوچکا تھا، فارسی کی تحصیل اپنے بڑے بھائی حکیم احسان علی (ف ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) سے کی اس کے بعد اپنے زمانے کے مشہور علماء و فضلا مثلاً مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) قاری عبدالرحمان پانی پتی (ف ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء) مولوی محمد شکور مچھلی شہری (ف ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء) مولوی ثابت علی ساکن بکا (ف ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) مولوی سید حسن علی فتح پوری اور مولانا عبداللہ زید پوری سے کتب درسیہ پڑھیں، فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے بھائی مولوی امان علی (ف ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) کے توسط سے ۱۲۶۷ھ

ر ۱۸۵۱ء میں ریواں کے راجہ رگھوراج سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ راجہ نے نام پوچھا انھوں نے محمد عبدالشکور بتایا، اس نے کہا ہمیں اس نام کے لینے میں وقت ہوگی، تمھارے بھائی کا نام امان علی ہے، اسی وزن پر تمھارا نام رحمان علی ٹھیک ہے۔ چناں چہ محمد عبدالشکور سے رحمان علی ہوگئے، اور اسی نام سے مشہور و معروف ہوئے۔

مولوی رحمان علی ریواں ریاست میں اعلیٰ عہدوں پر سرفراز رہے۔ ریواں کی کونسل کے ممبر ہوئے۔ ۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۷ء میں سرکار انگلشیہ سے خان بہادری کا خطاب ملا۔

مولوی رحمان علی نے ریواں میں ۱۲۷۸ھ ر ۲-۱۸۶۱ء میں ایک مسجد بنوائی اور ریاست ریواں کی طرف سے جو گاؤں ان کو معافی دوامی کے طور پر ملا تھا اس کو مسجد کے مصارف کے لیے وقف کردیا۔ مولوی محمد حسین الہ آبادی (ف ۱۳۲۲ھ ر ۱۹۰۵ء) کے مرید تھے اور ان ہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

مولوی رحمان علی کی متعدد تصانیف نظم و نثر میں موجود ہیں۔ اس تذکرہ کی تالیف تک چودہ کتابیں طبع ہو چکی تھیں، چار غیر مطبوعہ اور پانچ زیر تالیف تھیں۔ ان کتابوں کا موضوع مذہب، طب اور تاریخ ہے، تاریخ و سیر پر ریاض الامراء، کرسی نامہ قوم بگھیل، تواریخ بگھیل کھنڈ اور تاریخ التواریخ ہیں۔ پہلی کتاب ان امیروں کے حالات میں ہے جن کو سرکار انگلشیہ کی طرف سے توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ یہ کتاب لکھنؤ میں طبع ہوئی اور آخرالذکر کتاب زیر تالیف کتابوں میں شامل ہے۔ معلوم نہیں مکمل ہوئی یا نہیں۔ مولوی رحمان علی کا انتقال ۱۳۲۵ھ ر ۱۹۰۷ء میں ہوا۔

مولوی رحمان علی کی سب سے مشہور و متداول کتاب تذکرہ علمائے ہند ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۵ھ ر ۸-۱۸۸۷ء میں لکھنی شروع ہوئی جیسا کہ انھوں نے مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی کے ذکر میں خود لکھا ہے۔

سیزدہ صد و پنج ہجری کہ زمانہ تالیف مجموعہ ہذاست

۱۳۰۵ھ ر ۸-۱۸۸۷ء جو اس مجموعہ (تذکرہ علمائے ہند) کی تالیف کا زمانہ ہے۔

بعض قرائین سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کام ۸-۱۳۰۷ھ ر ۱-۱۸۹۰ء میں مکمل ہوگیا۔

پہلا اڈیشن ۱۳۱۲ھ ر ۱۸۹۴ء میں نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔

مولوی رحمان علی نے تذکرۂ علمائے ہند کے آخر میں "خاتمہ کتاب" کے عنوان سے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جو تالیف کتاب کے وقت ان کے پیش نظر تھیں، یہ تعداد ۳۵ کتابوں پر مشتمل ہے ان میں (۱) بہجۃ المرجان فی آثار ہندوستان (۲) منتخب التواریخ (۳) اخبار الاخیار (۴) تاریخ جدولیہ (۵) مفتاح التواریخ (۶) حدیقۃ الاقالیم (۷) طبقات اکبری (۸) خزانہ عامرہ (۹) تاریخ فرشتہ (۱۰) طرب الاماثل فی تراجم الافاضل (۱۱) خزینۃ الاصفیاء (۱۲) تاریخ الاولیاء (۱۳) حدیقۃ الاولیاء (۱۴) گنج تاریخ (۱۵) تاریخ فیروز شاہی (۱۶) ابجد العلوم (۱۷) سیرالمتاخرین (۱۸) حدائق الحنفیہ اور (۱۹) انوار الصفی ایسی تاریخیں یا تذکرے ہیں جن میں ہند پاکستان کے عام علماء و مشائخ کا حال مل جاتا ہے۔

(۱) اغصان اربعہ (۲) آمد نامہ (۳) مسودہ مولوی اشرف علی لکھنوی (۴) بحر ذخار (۵) تذکرۃ الاصفیاء (۶) آئینہ اودھ (۷) انموزج الکمال (۸) مطارح الاذکیاء اور (۹) عماد السعادت ایسی کتابیں ہیں جن میں علمائے اودھ کے حالات پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

(۱) القول الجلی فی ترجمۃ المولوی سخاوت علی (۲) حسرت العالم (۳) کنزالبرکات (۴) الجزواللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف اور (۵) القول الجلی بذکر آثار الولی، مولوی سخاوت علی جون پوری، مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی، مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات میں ہیں۔ ہدیہ مہدویہ اور نجوم السماء مہدوی اور شیعہ علماء کے حالات پر مشتمل ہیں۔ کشمیر کے علماء کے حالات میں واقعات کشمیر المعروف بہ تاریخ اعظمی (از خواجہ محمد اعظم) گجرات کے متعلق مرات احمدی (از علی محمد) سندھ پر تحفۃ الکرام (از علی شیر قانع تتوی) اور بہار کے متعلق تذکرۃ الکرام (از مولوی ابوالحیواۃ پھلواروی) مولف تذکرہ علمائے ہند کے پیش نظر رہی ہیں۔ اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی رحمان علی کو پنجاب، دکن، وسط ہند، مدراس اور بنگال پر قطعاً مواد دستیاب نہیں ہوا۔ اسی لیے ان علاقوں کے علماء کے حالات کتاب میں شامل

ایک خاص مقام رکھتا ہے۔

"تذکرہ علمائے ہند" مولفہ مولوی رحمان علی میں جن علماء کا ذکر آگیا ہے ان میں سے ۵۰ علماء کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جاچکی ہیں ان میں سے بہت سی طبع بھی ہوئی ہیں (۲۴)

"تذکرہ علمائے ہند" ۸ - ۱۳۰۵ھ / ۹۱-۱۸۸۷ء میں مرتب ہوا۔ اس کا پہلا اڈیشن ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ یہ تذکرہ دوسری مرتبہ ۱۹۱۴ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپا۔ بڑا متداول اور مشہور تذکرہ ہے۔ دور آخر کی ثقافتی تاریخ کے لیے اس میں بہت مفید اور اکثر نادر معلومات مل جاتی ہیں، عرصہ سے تقریباً نایاب تھا۔ میری تحریک پر محمد ایوب قادری صاحب کو اس کے اردو ترجمہ، ترتیب اور حواشی کا کام پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی طرف سے سپرد کیا گیا۔ قادری صاحب نے یہ کام بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ایک مفید کام یہ کیا ہے کہ حواشی میں ضروری حالات اور مزید مواد کی نشان دہی کردی ہے۔ تکملہ کتاب میں علماء کی اچھی خاصی تعداد کے حالات فراہم کردیے ہیں جن کو مولف تذکرہ نے چھوڑ دیا تھا کتاب میں کتابیات اور اشاریہ بھی شامل کردیا ہے۔ ان خصوصیات کی بناء پر ترجمہ کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۶۱ء
سید معین الحق

دیباچہ مئولف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہست کلید در گنج حکیم

حمد بے حد اور تعریف بے شمار اس حکیم کو زیبا ہے جس نے قلم سے علم سکھایا (**علم بالقلم**(۱)) اور بے شمار شکر اس علیم کو لائق ہے جس نے "انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا" (**علم الانسان مالم یعلم**) (۲) وہ ایسا حکیم ہے کہ اس نے فرشتوں کی زبان کو **سبحانک لاعلم لنا الا ماعلمتنا** (۳)(پاک ہے تو ہم نہیں جانتے لیکن جو کچھ تو نے سکھایا) کے کلمہ سے گویا فرمایا اور وہ ایسا علیم ہے کہ اس نے انسان ضعیف البیان کے دل کو "**مااوتیتم من العلم الا قلیلا**" (۴) (نہیں دیا علم لیکن قلیل) کے ذکر سے تسلی دی اور "**رب زدنی علما** (۵)" (اے رب! میرے علم کو بڑھا) کی تعلیم میں مشغول کیا۔ اس کی شان اعلیٰ اور اس کی قدرت لازوال ہے۔

قدرت شامہ کو راحت بخشنے والے درود اور سلام کے پھول اس بارگاہ میں نثار ہوں کہ جن کی نبوت کے ڈنکے نے "**العلماء ورثتہ الانبیاء**(علماء انبیاء کے وارث ہیں) کا شور آسمان کی چوٹی پر اور "**انا مدینتہ العلمہ**"(۷) (میں علم کا شہر ہوں) کی شہرت فرشتوں کے کانوں میں پہنچائی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین الہادین المہدیین (اللہ کا درود ان پر، ان کی اولاد پر اور ان کے اصحاب پر ہووے جو پاک مقدس، ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں)

اس کے بعد واضح ہو کہ سرزمین ہندوستان میں کہ جس کا پہلا جزو یعنی ہند جہان کا مساوی ہے☆۔ اسلام کے آغاز سے اس وقت تک بہت سے علمائے عظام اور فضلائے کرام گزرے ہیں اور اپنا نام چھوڑ گئے۔ بقول مولانائے جامی قدس سرہ السامی

ز دانایاں بود ایں نکتہ مشہور
کہ دانش درکتب دانا ست درگور

ان کے اسمائے گرامی کا شمار عالم الغیب کے سوا کون جانتا ہے کہ جوان کو قلمبند کرے۔مگر طبع حریص نے جس کی جبلت مالا یدرک کلہ یترک کلہ (۸) (جس کا سب حاصل نہیں ہوسکتا اس کا سب چھوڑا بھی نہیں جاسکتا) ہے اور اُبھوائے۔

کار دنیا کسے تمام کرد
آنچہ گیرید مختصر گیرید

جو کچھ پایا اس کو نہ چھوڑا پس اس مقدس گروہ کے کچھ حالات جو بزرگوں کی کتابوں اور لائق معزز معاونین کی اعلیٰ تحریرات سے مجھے ملے میں ان کو اس رسالہ میں قلمبند کرتا ہوں جس کا نام تذکرۂ علمائے ہند ملقب بہ تحفۃ الفضلاء فی تراجم الکملاء ہے۔

ناظرین باتمکین کے اخلاق حسنہ سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھ کم استعداد کے ناقص قلم کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو درست فرمائیں گے اور اصلاح کے ساتھ عیب پوشی کریں گے **واللہ المستعان وعلیہ التکلان** (۹)(اور اللہ سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے) یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے تاکہ کتاب کے پڑھنے والے کو کسی عالم کے ترجمہ کے تلاش کرنے میں وقت نہ ہو۔ ماخذ و معاونین کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کتاب کے آخر میں آئے گا۔

(رحمان علی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف الالف

(۱) مولانا ابو حفص ربیع محدث بصری

مولانا ابو حفص ربیع محدث بصری، بن صبیح السعدی البصری۔ تاریخ کے طلبا سے یہ بات مخفی و پوشیدہ نہیں ہے کہ سب سے پہلے ممالک ہند (برصغیر جنوبی ایشیا) میں ملت اسلامیہ کا شیوع محمد بن قاسم ابن عقیل ثقفی کے ہاتھ سے ہوا جو حجاج بن یوسف کا چچازاد بھائی اور داماد تھا، ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ محمد بن قاسم نے سترہ سال کی عمر میں مجاہدین کے لشکر کی مدد سے بروز پنج شنبہ ۱۰ رمضان ۹۳ ھ ر ۷۱۲ء یا ۹۹ ھ ر ۷۱۸ء میں ملک سندھ، داہر بن چچ (۱) سندھ کے راجہ سے فتح کیا(☆) اس علاقہ (سندھ) میں اسلامی پرچم لہرایا۔ داہر مذکور میدان جنگ میں مارا گیا۔ اسی زمانہ میں یا اس کے بعد صاحب ترجمہ (مولانا ابو حفص ربیع محدث) یہاں آئے وہ تبع تابعین اور کاملین محدثین (۲) میں سے ہیں۔ ابو حفص حسن بصری و عطا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے روایت کرنے والے سفیان ثوری، وکیع اور ابن مہدی ہیں رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ صادق، عابد اور مجاہد تھے۔ کہتے ہیں کہ امت اسلامیہ میں وہ پہلے مصنف ہیں جنھوں نے ۱۶۰ ھ ر ۷۷ـ۷۷۶ء میں ملک سندھ میں رحلت فرمائی۔ (☆☆) رضوان اللہ علیہ۔

(۲) مولوی ابوالحسن فرنگی محلی

مولوی ابوالحسن، ابن مولوی عبدالجامع ابن مولوی محمد نافع بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم، قرآن مجید کے حفظ کرنے کے بعد علوم درسیہ کی تحصیل مولوی عبدالحکیم کی خدمت میں کی اور بیعت مولوی حافظ عبدالوالی سے فرمائی۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ ر

۱۸۶۶ء کو عالم جوانی میں انتقال کیا۔ (☆)

(۳) مولوی ابوالحسن نصیر آبادی

مولوی ابوالحسن، قصبہ نصیر آباد مضاف لکھنؤ کے رہنے والے، عالم، عامل، متقی اور پرہیز گار تھے، نقشبندی سلسلہ میں مولوی مراد اللہ سے ان کو بیعت و خلافت حاصل تھی جو فاروقی نسب، مجددی و مظہری مشرب، قصبہ تھانیسر کے رہنے والے تھے اور مولوی نعیم اللہ بہرائچی، مرید و خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، (مولوی ابوالحسن) نے ایک عالم کو شرک و بدعت کی تاریکی سے نجات بخشی، وہ سنت سنیہ کے اتباع میں بہت کوشش کرتے تھے۔ ۲ر شعبان ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۶ء کو رحلت فرمائی اور جنت میں آرام فرما ہوئے۔(☆)

(۴) شاہ ابو سعید عمری دہلوی

مولانا ابو سعید، مفتی شرف الدین رام پوری اور مولانا رفیع الدین دہلوی کے شاگرد تھے، مولانا عبدالعزیز دہلوی سے اجازت عامہ حاصل تھی، نقشبندی سلسلہ میں شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھے عیدالفطر کے دن صبح کے وقت ۱۲۴۹ھ ر ۱۸۳۴ء میں ٹونک میں وفات پائی غفراللہ لہ۔ (☆)

(۵) میر ابوالغیث بخاری

میر ابوالغیث بخاری، جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ کے ایک عالم اور صوفی تھے، گویا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ ان کی مجلس اقدس میں قال اللہ وقال الرسول اور مشائخ کے اذکار کے سوا کوئی دوسرا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ ۹۹۵ھ ر ۷-۱۵۸۶ء میں قولنج کے مرض میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ ان کی لاش دہلی لاکر دفن کی گئی۔ تاریخ انتقال "میر ستودہ سیر" سے نکلتی ہے۔

(۶) شیخ ابوالفیض فیضی

شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک ناگوری کا بڑا بیٹا اور شاگرد تھا، ۹۵۴ھ ر ۷-۱۵۴ء

میں پیدا ہوا۔ ذہن ثاقب اور فکر صائب کا مالک تھا۔ چودہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوگیا۔ مختلف علوم مثلاً شعر، معما، عروض، قافیہ، تفسیر، تاریخ، لغت، طب خط اور انشاء وغیرہ میں بے مثال تھا۔ ابتدا میں شاعری میں فیضی تخلص کرتا تھا، اور آخر میں اپنے چھوٹے بھائی ابوالفضل کی تقریب سے جس کو علامی لکھا جاتا تھا اسی وزن پر تعلی کے طور پر "فیاضی" تخلص اختیار کیا۔ ۹۷۴ھ ر ۷-۱۵۶۶ء میں اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اس کا ایک طویل قصیدہ اکبر بادشاہ کی تعریف میں ہے۔ مواردالکلم علم اخلاق میں عربی زبان میں غیر منقوط لکھی۔ اور سواطع الالہام تفسیر قرآن بھی غیر منقوط عبارت میں تحریر کی۔ اکبر بادشاہ نے اس کا صلہ دو ہزار روپیہ دیا۔ میر حیدر معمائی نے اس کے اتمام کی تاریخ سورۂ اخلاص سے نکالی ہے۔ ترجمہ فارسی لیلاوتی مصنفہ پنڈت بھاسکر بیدری جو ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء میں تصنیف ہوئی تھی، ترجمہ رامائن منظوم فارسی (۱) مثنوی نلدمن، اور دیوان فارسی جس میں پندرہ ہزار اشعار ہیں فیضی کی مشہور تصانیف ہیں (۲) ۱۰ر صفر ۱۰۰۴ھ ر ۱۵۹۵ء میں اکبر آباد میں فوت ہوا اور وہیں دفن ہوا، مشہور ہے کہ فیضی کسی مذہب کا پابند نہ تھا۔ (☆)

(۷) ابوالفضل علامی

ابوالفضل علامی، شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا ہے۔ ۹۵۸ھ ر ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوا، پندرہ سال کی عمر میں علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی، تجرد وگوشہ نشینی کا خیال تھا۔ مگر دوستوں کے اصرار سے ۱۹ سال جلوس اکبری (۱۵۷۵ء) میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تفسیر آیۃ الکرسی موسومہ "تفسیر اکبری" جس سے تاریخ تالیف نکلتی ہے لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی، عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ پہلے منشی گری کی خدمت ملی۔ اس کے بعد عہدۂ وزارت پر سرفراز ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کی طبیعت میں ایسا مقام حاصل کرلیا کہ امراء اور شہزادے حسد کرنے لگے۔ علامی تخلص کرتا تھا۔ دکن سے واپس کے وقت شہزادہ سلیم کے اشارے سے راجہ بیرسنگھ بندیلہ (۱) نے ۴ر ربیع الاول ۱۰۱۱ھ ر ۱۶۰۲ء کو ابوالفضل کو

قتل کردیا اور اس کے سر کو کاٹ کر شہزادہ سلیم (جہانگیر) کے پاس بھیج دیا جو الہ آباد میں مقیم تھا۔ شہزادہ سلیم بہت خوش ہوا۔ اکبر بادشاہ نے افسوس کیا۔ کتاب ابوالفضل، (۲) آئین اکبری، اکبر نامہ، عیار دانش اور رسالہ اخلاق وغیرہ اس کی قابلیت کے مظہر ہیں۔ شہرت ہے کہ وہ بھی کسی مذہب کا پابند نہ تھا۔ (☆)

(۸) حافظ شاہ ابواسحاق

حافظ شاہ ابو اسحاق، شاہ ابوالغوث گرم دیوان فاروقی بھیروی کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ جنھوں نے ۱۱۷۸ھ ر ۵۔۱۷۶۴ء میں رحلت فرمائی۔ ان کو گرم دیوان اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا جسم بعض اوقات خرق عادت کے طور پر اس قدر گرم ہوجاتا تھا کہ اس پر گیہوں کی روٹی پکاسکتے تھے۔ ان کے دو مشہور خلیفہ تھے پہلے شاہ معشوق علی غازی پوری اور دوسرے ان کے فرزند ارجمند اور محاسن اخلاق کے مظہر شاہ ابواسحاق تھے، (موخرالذکر) نادرۂ زمانہ تھے۔ صحابہ کبار کے عادات حسنہ کے ذاکر تھے۔ زہد و تقویٰ ان کا شعار اور اسرار شریعت کی حفاظت ان کی عادت تھی۔ احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی تصحیح و تنقید میں یہ خدا داد ملکہ رکھتے تھے اور علوم ظاہر و باطن کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ سنت سنیہ کی پیروی میں ذرہ بھر غفلت نہیں برتتے تھے۔ امر معروف و نہی منکر میں ہر چھوٹے بڑے اور غنی و فقیر کو یکساں سمجھتے تھے۔ ۱۲۳۴ھ ر ۹۔۱۸۱۸ء میں باغ رضوان میں آرام فرما ہوئے (انتقال فرمایا)۔ بھیروی موضع بھیرا بائے مکسورہ موحدہ مخلوط بہ ہاویای مثناۃ تحتانیہ معروف و رائے مہملہ بعدش الف سے منسوب ہے جو اعظم گڑھ کے ضلع میں چریا کوٹ سے جانب شمال (۱) چھ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔

(۹) حکیم ابوالفتح گیلانی

حکیم ابوالفتح گیلانی، ولد مولانا عبدالرزاق، جامع کمالات اور اکبر بادشاہ کے ملازمین میں سے تھے۔ بروز جمعرات ۱۰ر شوال ۹۹۷ھ ر ۱۵۸۹ء کو انتقال ہوا (☆) (۱)

(۱۰) شیخ ابوالفتح علامی (علائی) (۱) قریشی کالپوی

شیخ ابوالفتح، سید محمد (۲) گیسو دراز کے مرید و خلیفہ اور علوم ظاہر و باطن تھے۔

زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے تھے۔ کتاب عوارف المعارف حضرت سید گیسو دراز سے پڑھی۔ اور خلافت حاصل کی۔ نحو میں "تکمیل" اور تصوف میں "مشاہدہ" (۳) ان کی تصنیفات ہیں۔ ان کی قبر کالپی میں ہے۔ برواللہ مضجعہ (☆)

(۱۱) قاضی ابوالفتح بلگرامی

قاضی ابوالفتح، عرف قاضی کمال، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بلگرام کے عہدۂ قضاء پر سرفراز تھے۔ علوم فقہ میں نہایت شہرت رکھتے تھے۔ ۸۴ سال کی عمر میں ۱۱۰۱ھ ر ۹۔۱۶۸۹ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۱۲) خواجہ ابوالفتح کشمیری

خواجہ ابوالفتح کشمیری، دانشمند محقق اور عالم مدقق تھے خصوصا علم کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خواجہ حیدر چرخی کے شاگرد تھے، مسائل کے استخراج میں بے مثال فقیہ تھے، اہل تشیع کے عقائد کے رد میں ان کی تصنیف "سیف السابئین" ہے۔ ۱۱۰۰ھ ر ۸۹۔۱۶۸۸ء میں راہی دارالبقاء ہوئے۔ جزاء اللہ خیرا "رفت اندر ہزار ویک صد سال" ان کی تاریخ وفات ہے۔ (☆)

(۱۳) شیخ ابوالفتح تھانیسری

شیخ ابوالفتح، اپنے زمانہ کے علماء کے سرخیل تھے اور متبحر جلیل القدر سرکردہ اشخاص میں سے تھے۔ (۱) حدیث کی سند سید رفیع الدین محدث سے حاصل کی۔ پچاس سال اکبر آباد میں علوم عقلی و نقلی کا درس دیا اور بہت سے ذی استعداد ذہین اشخاص (شاگرد) ان کے دامن فیض سے وابستہ رہے (۲) ملا عبدالقادر بدایونی مصنف منتخب التواریخ ان کے شاگرد تھے۔ (☆)

(۱۴) مخدوم ابوالقاسم سندھی

مخدوم ابوالقاسم، ابن مفتی داؤد، علم کے طالب صاحب مدرسہ اور مشہور زمانہ تھے۔ بہت سے طلباء نے ان سے فیض حاصل کیا، اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی طرف

سے ان کو وکیل شرعی مقرر کیا۔ (۱) ۱۱۰۳ھ ۹۲۔۱۶۹۱ء میں فوت ہوئے۔ مخدوم رحمت اللہ سندھی نے "ذہب العلم من السند" سے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے۔ (☆)

(۱۵) قاضی ابوالمعالی ساکن آگرہ

قاضی ابوالمعالی، عزیزان بخارا کے شاگرد، خلیفہ اور داماد تھے، علم فقہ میں ایسی دستگاہ رکھتے تھے کہ بالفرض فقہ حنفی کی تمام کتابیں دنیا سے ختم ہوجائیں تو وہ از سر نو لکھ (۱) سکتے تھے۔ ۹۶۹ھ ر ۶۲۔۱۵۶۱ء میں توران سے ہند آئے اور آگرہ میں مقیم ہوئے، وہیں انتقال ہوا۔ سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔ ملا عبدالقادر بدایونی مولف منتخب التواریخ اور میر غیاث الدین الملقب بہ نقیب خاں نے ان سے استفادہ کیا تھا۔

(۱۶) شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل

شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل، ابن شیخ صفی الدین رودولوی ۱۲ ر (۱) ربیع الثانی ۷۸۹ھ ر ۱۳۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ چالیس دن کے تھے کہ ان کے والد نے اپنے پیر، شاہ اشرف جہانگیر کے قدموں میں ڈال دیا سید موصوف نے فرمایا کہ یہ بھی میرا مرید ہے۔ آخر شیخ ابوالمکارم نے اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم متعارفہ سے فراغت حاصل کرلی۔ رات دن درس و تدریس اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۳ ر ربیع الاول بروز بدھ بوقت عصر ۸۶۰ھ ر ۱۴۵۶ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ ان کے چار بیٹے عبدالصمد، عزیز اللہ، عبدالقدوس اور حبیب اللہ عرف مخدوم مٹھن تھے۔ عبدالصمد، عزیز اللہ اور حبیب اللہ نے اپنے والد ماجد کے فیض تربیت سے خاندان چشتیہ نظامیہ میں ارادت و خلافت حاصل کی، شیخ عبدالقدوس خاندان چشتیہ صابریہ میں مستفیض ہوئے اور قصبہ گنگوہ کو ہدایت و ارشاد کی روشنی سے جگمگا دیا۔ (☆)

(۱۷) حاجی ابراہیم محدث اکبر آبادی

حاجی ابراہیم محدث اکبر آبادی، زہد و تقویٰ، پرہیزگاری اور علم دین خصوصاً علم

حدیث کے درس میں مشغول رہتے تھے شرع کی پابندی اور پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں سے اختلاط و ارتباط نہیں رکھتے تھے، ہمیشہ امر معروف و نہی منکر کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے عبادت خانہ (۱) میں جب کبھی بلانے پر پہنچتے تھے تو مراسم تکلفات اور آداب شاہانہ کی پابندی نہیں کرتے تھے، ہمیشہ وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ ان کا سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ (☆)

(۱۸) سید ابراہیم ایرچی

سید ابراہیم ایرچی، ابن معین بن عبدالقادر حسینی دانشمند کامل، تمام علوم عقلی و نقلی اور رسمی حقیقی میں مہارت رکھتے تھے، ہر علم کی کثیر التعداد کتابیں مطالعہ کی تھیں، ان کی تصحیح فرمائی تھی اور ان مشکلات کو ایسا حل کیا تھا کہ جس کسی کو ادنیٰ مناسبت بھی ہوتی تو (ابراہیم ایرچی) کی کتاب کا مطالعہ ہی کافی ہوتا اور استاد کی ضرورت نہ ہوتی، حق یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں دہلی میں کوئی دوسرا شخص ان کی فہم و فراست کے برابر نہ تھا۔ اہل زمانہ کی ناحق شناسی کی وجہ سے اپنے گھر میں مطالعہ اور تصحیح کتب میں مشغول رہتے، درس کم دیتے تھے۔ اس کے باوجود سلسلہ عالیہ قادریہ کی نسبت تمام معمولات پر غالب تھی، شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے مرید تھے۔ ۹۲۰ھ ر ۱۵۱۴ء میں سلطان سکندر لودی کے آخری زمانہ میں دہلی میں آئے۔ شیخ عبداللہ دہلوی، میاں لاڈن، مولانا عبدالقادر صابون گر اور دوسرے صاحبان علم و فضل ان کی بزرگی کے معترف تھے۔ اسلام شاہ کے عہد میں ۹۵۳ھ ر ۴۷۔۱۵۴۶ء میں وفات پائی۔ مقبرہ سلطان المشائخ میں دفن ہوئے۔

ایرچی، بہ ہمزۂ مکسورہ و یائی تحتانی شاۃ مجہول و رای مہملہ مفتوحہ و جیم فارسی ایرچ کی طرف منسوب ہے جو ملک مالوہ میں ایک قصبہ ہے اب ضلع جالون سے متعلق ہے اور شرفائے مشائخ و سادات کی بستی ہے۔ (☆)

(۱۹) معلم ابراہیم باعکظہ ساکن سورت

معلم ابراہیم دانشمند متبحر، فقیہ اشہر، شافعی المذہب اور جامع مسجد بندر بمبئی میں

خطیب تھے۔ ہمیشہ تفسیر و حدیث و فقہ کے درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ مفتی عبداللطیف و مولوی سید عبدالفتاح عرف مولوی اشرف علی گلشن آبادی اور سید عماد الدین ان کے ارشد شاگرد ہیں۔ ۲۷ رجب ۱۲۸۲ھ ر ۱۸۶۵ء کو رحلت فرمائی۔ ان کی قبر بندر سورت میں ہے، 'گلشن آباد' ناسک کا مشہور نام ہے۔ (☆)

(۲۰) مولوی احسان الغنی ساکن دلمئو

مولوی احسان الغنی، دلمئو مضاف لکھنؤ کے عالم و عامل تھے۔ زہد و پرہیز گاری ان کا معمول تھا، ماہ رجب ۱۲۸۱ھ ر ۱۸۶۴ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۲۱) حکیم احسان علی ساکن احمد آباد نارہ

حکیم احسان علی، بن حکیم علی متوطن احمد آباد نارہ، مولف کتاب (مولوی رحمان علی) کے بڑے بھائی تھے۔ ۲۰ شعبان ۱۲۲۹ھ ر ۱۸۱۳ء میں قصبہ سلون میں پیدا ہوئے مروجہ اور متعارفہ علوم قاضی عبدالکریم قدس سرہ کی خدمت میں رائے بریلی میں حاصل کئے۔ علم طب اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ فن طبابت میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ تمام عمر انگریزی سرکار میں عہدہ وکالت پر اضلاع فتح پور و باندہ میں ممتاز رہے۔ باندہ میں ایک ہفتہ تک بیمار رہے۔ ۹ ر ذی الحجہ آخر شب جمعہ ۱۲۹۴ھ ر ۱۸۷۷ء میں انتقال کیا اور بروز جمعہ بہ مقام باندہ دیوان محمد علی مرحوم کے احاطہ میں شیخ محمد شفیع الزماں کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ ان کا قطعہ تاریخ وفات شیخ محمد فہیم الزماں ساکن سندیلہ نے یوں لکھا ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حکیم احسان علی احمد آبادی

از شیخ محمد فہیم الزماں سندیلوی

حکیم احسان علی رحلت نمودند
جوار حق کم از دو قوس بادا
فہیم از درد دل سالش رقم زد
مقامش جنت الفردوس بادا

۱۲۹۴ھ ر ۱۸۷۷ء

دیگر

از:۔ منشی نعمت حسین افسوں تخلص رئیس باندہ

احسان علی وکیل نے رحلت جہاں سے کی
ذات شریف پاک تھی ہر ایک عیب سے
افسوں کو فکر جب ہوئی سال وفات کی
داخل ہوئے بخلد ندا آئی غیب سے

۱۲۹۴ھ ر ۱۸۷۷ء

ان کی تصنیفات سے طب احسانی (۳) معالجات احسانی، مفردات احسانی، مرکبات احسانی، اوراد احسانی، نکات احسانی اور دیگر کتب یادگار ہیں۔

(۲۲) قاضی احمد مجد نارنولی

قاضی احمد مجد، ابن قاضی مجدالدین بن قاضی تاج الافاضل بن قاضی شمس الدین شیبانی، امام محمد شیبانی (۱) "صاحب امام اعظم ابو حنیفہ" کی اولاد سے تھے۔ ☆ نارنول میں پیدا ہوئے۔ اجمیر میں پرورش پائی اور قبر ناگور میں ہے۔ خواجہ حسین ناگوری کے شاگرد و مرید تھے، اٹھارہ سال (۲) کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کرلی اور مختلف علوم (۳) کا درس دینے لگے۔ ان کے والد قاضی مجدالدین کے سات بیٹے تھے، سب دانشمند پرہیز گار اور دیندار تھے، ان میں سب سے بڑے احمد مجد تھے، علم و عمل میں سب پر فائق، جامع علوم شریعت و طریقت، زہد و پرہیز گاری اور ذوق و حال کی صفات سے متصف تھے۔ امر معروف و نہی منکر میں ایسے بے خوف تھے کہ ان کے سامنے غنی و فقیر اور عزیز و بے گانہ سب برابر تھے، مصلحت کو روا نہ رکھتے تھے۔ ارباب دنیا کی ان کے نزدیک کوئی قدر نہ تھی، طالب علمی کے زمانہ میں دانشمندوں سے بحث کرتے تھے اور عربی و فارسی میں تقریر کرتے تھے۔ بادشاہوں اور امراء کی مجلس میں پہنچ جاتے اور بحث کرتے، عین عالم جوانی میں خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے۔ بحث و جدل اور بادشاہوں کے گھر جانے سے توبہ کی، علم طریقت اپنے پیر

طریقت سے حاصل کیا، اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں نارنول سے اجمیر آئے اور اس مقدس مقام پر ستر سال زہد و پرہیز گاری کے ساتھ گزار دیے۔ مختلف قسم کی نیکیوں میں عمر بسر کی، اجمیر شریف میں ان کی روش یہ تھی کہ آدھی رات کو خواجہ بزرگ (خواجہ معین الدین چشتیؒ) کے روضے پر پہنچتے، تہجد کی نماز ادا کرتے اور نماز چاشت تک بات نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد علوم دینیہ کا درس دیتے تھے، تھوڑی دیر قیلولہ کرنے کے بعد اٹھ بیٹھتے تھے، عصر تک اوراد و ظائف میں مشغول رہتے تھے، اس کے بعد مجلس میں تفسیر مدارک بیان کرتے جیسا کہ ان کے مشائخ کا طریقہ و مسلک تھا۔

نقل

نقل ہے (کہ) وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے عزیزوں کے ہمراہ مدد معاش کے لئے مندو (۱) گیا، میں اس زمانہ میں کم عمر تھا، شیخ محمود دہلوی مندو میں شیخ الاسلام تھے اور علماء کا عہدۂ صدارت ان سے متعلق تھا۔ (شیخ الاسلام) نے نماز میں امام سے پہلے نیت باندھ لی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان دانشمندوں سے جو پہلی صف میں ان کے پہلو میں تھے کسی نے کچھ نہ کہا، جب میں نے دیکھا کہ سب حق پوشی کرتے ہیں تو میں آگے بڑھا اور شیخ الاسلام سے کہا کہ آپ کی یہ نماز درست نہیں ہوئی کیونکہ آپ نے امام سے پہلے نیت باندھ لی تھی۔ شیخ الاسلام شرمندہ ہوئے اور انھوں نے نماز دہرائی۔

نقل ہے کہ مندو کے سلاطین کی یہ رسم تھی کہ لوگ ان کے سامنے پشت خم کر کے اور انگوٹھے کو زمین پر رکھ کر سلام کرتے تھے قاضی احمد مجد اور ادریس دہلوی نے جو کم دانشمندوں سے تھے اس طریقہ پر سلام نہ کیا کیونکہ یہ طریقہ بدعت ہے۔ انھوں نے ''السلام علیکم'' کہا اور بادشاہ کے برابر بیٹھ گئے، بادشاہ نے ان کے ساتھ انصاف کیا قاضی ادریس کو اجمیر (کذا) کا قاضی بنایا اور ان کو چار گاؤں دیے اور منصب افتاء پر قاضی احمد کو برقرار رکھا جو ان کا موروثی عہدہ تھا، قاضی احمد مجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے بہت محبت تھی، وہ عام طور سے معمولی اور

میلا کپڑا پہنتے تھے۔ اکثر اوقات ان کے سر پر صرف ٹوپی ہوتی، نماز کے علاوہ سر پر پگڑی کم باندھتے، مجلس وعظ میں شیر کی طرح بیٹھتے اور ''ما قال اللہ و قال الرسول'' ایسی ہیبت و عظمت کے ساتھ کہتے کہ بادشاہوں کا پتا پانی ہوجاتا۔ اپنی تعظیم کسی سے پسند نہ کرتے۔ ایک مدت کے بعد ناگور گئے جو ان کے پیر کا مسکن تھا۔ ۲۵ ر صفر ۹۲۷ھ ر ۱۵۲۱ء میں اللہ اکبر کہتے ہوئے جاں بحق تسلیم کی اور مخدوم بزرگ سلطان التارکین کے روضہ میں اپنے پیر کے قدموں میں دفن ہوئے۔ ملا محمد نارنولی جو مرد صالح مرید قاضی احمد مجد تھے اپنے زمانہ کے مورخ تھے انھوں نے ان کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال قاضی احمد مجد نارنولی

از ملا محمد نارنولی

نظر بستہ بود احمد مجد شیبانی
زدون خدا ہچو زاہد ز شاہد
کہ تاریخ آن پیر خود نارنولی
بر آورد از جملہ شیخ زاہد

رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ۹۲۷ھ ر ۱۵۲۱ء

(۲۲۳) مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

مولانا شیخ احمد سرہندی، ابن مولانا (۱) شیخ عبدالاحد فاروقی، ان کا نسب اٹھائیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ وہ سرہند کے بزرگوں میں سے تھے، بلکہ برصغیر ہندو پاکستان کے لئے باعث فخر تھے، عالم ربانی مجدد الف ثانی علوم ظاہر و باطن میں فاضل تھے اور انسانی شرافت کے لئے روشن دلیل تھے۔ ۹۷۱ھ ر ۶۴ - ۱۵۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کرلی اور اس کے بعد علوم مروجہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اول اپنے والد ماجد سے بعض علوم حاصل کئے۔ پھر سیال کوٹ گئے اور مولانا کمال الدین کشمیری نزیل سیال کوٹ

سے نہایت محققانہ انداز میں علم معقول کی کتابیں پڑھیں اور علم حدیث مولانا محمد یعقوب کشمیری سے حاصل کیا، پھر مولانا عبدالرحمان محدث (۲) کی خدمت میں حدیث مسلسل بواسطہ واحد اور تفسیر صحاح ستہ (۳) اور دیگر مفردات کی اجازت حاصل کی۔ مولانا عبدالرحمان ہندوستان کے نامور محدث تھے۔ (شیخ احمد سرہندی) سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرکے تدریس و تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد سے خلافت پائی تھی اور سلسلہ قادریہ وغیرہ کی اجازت شیخ سکندر کیتھلی سے ملی' حجاز جانے کے ارادہ سے دہلی پہونچے' وہاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ اکنکی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی' ان سے سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں بیعت کی' دو ماہ اور کچھ دن میں سلسلہ نقشبندیہ میں ان کو نسبت حضوری حاصل ہوگئی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ (باقی باللہ) نے اپنے ایک مخلص سے فرمایا کہ "سرہند کے ایک شخص شیخ احمد نامی نے جو کثیر العلم اور قوی العمل ہے فقیر کے ساتھ کچھ دنوں نشست و برخاست رکھی ہے۔ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا آفتاب ہوگا کہ دنیا اس سے روشن ہوجائے گی۔" اور اسی زمانہ میں ان کی شہرت ہوگئی۔ ان کا آستانہ اہل کمال اور صاحب حال حضرات کا مرکز بن گیا۔ دور و نزدیک کے علماء اور ترک و تاجیک کے امراء حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر بہرہ ور ہوتے اور مشائخ سلسلہ ارادت میں منسلک ہوجاتے' ان کا سلسلہ ہند سے ماوراء النہر' روم' شام اور مغرب تک پہنچا۔ ان کی ذات بابرکات خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی' ہزار سال سے علماء اور صوفیا کے درمیان جو نزاع تھا وہ انھوں نے ختم کردیا اور صلہ کا جو حدیث میں مژدہ ہے اس کا مصداق ہوئے اس لئے کہ علمائے ظاہر اور صوفیاء کے درمیان اتحاد کا باعث ہوئے اور دونوں فریق میں مسئلہ وحدت وجود کے متعلق جو اختلاف تھا اس کو صرف لفظی قرار دیا' صبر و رضا' تسلیم و شفقت اور ارباب حقوق کے ساتھ صلہ رحم و رعایت' سلام میں سبقت اور گفتگو میں مخلوق کے ساتھ نرمی ان کی عادت کریمہ تھی اور ان سب باتوں کے باوجود ہزار فضائل سے مقدم کتاب و سنت کی پابندی تھی۔

منقول ہے کہ علمائے ظاہر بین نے سلطان جہانگیر ابن اکبر شاہ سے شکایت کی کہ شیخ احمد دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا مقام صدیق اکبرؓ کے مقام سے بلند ہے' سلطان نے شیخ کو بلایا اور حقیقت حال پوچھی' شیخ نے جواب دیا کہ آپ کسی خدمت کے لئے اپنے کسی ادنیٰ خادم کو طلب فرمائیں اور از راہ مہربانی اس سے کوئی پوشیدہ بات کہیں تو ضروری ہے کہ وہ ادنیٰ خادم امرائے عالی قدر کے مقام کو طے کرکے آپ تک پہنچے گا اور پھر وہ خادم واپس لوٹ کر اپنے مقام پر کھڑا ہوجاتا ہے' پس اس آمد و رفت سے یہ لازم (۴) نہیں آتا ہے کہ ادنیٰ خادم کا مرتبہ امرائے نامدار سے بلند ہوگیا' بادشاہ خاموش ہوگیا اور غصہ سے منھ پھیرلیا' اسی وقت دربار شاہی کے حاضرین میں سے ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ کے گھمنڈ کو دیکھیے کہ آپ کو سجدہ نہیں کیا' حالانکہ آپ ظل اللہ اور اس کے خلیفہ ہیں بادشاہ کو جلال آگیا۔

شیخ احمد سرہندی کو قلعہ گوالیار میں محبوس کردیا۔ جہانگیر کے بیٹے شاہجہاں نے جو شیخ سے خلوص رکھتا تھا ان کے دربار میں آنے سے پہلے افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو فقہ کی بعض کتابیں دے (۵) کر شیخ کے پاس بھیجا تھا اور پیغام دیا تھا کہ علماء نے بادشاہوں کے لئے سجدۂ تحیت جائز رکھا ہے آپ (شیخ سرہندی) کو چاہیے کہ ملاقات کے وقت بادشاہ کو سجدہ کریں میں ضامن ہوں کہ بادشاہ سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ شیخ نے اس کے جواب میں کہا کہ سجدہ کی اجازت بصورت مجبوری ہے اور عزیمت یہ ہے کہ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ القصہ شیخ تین سال تک قید رہے اس کے بعد جہانگیر نے ان کو اس شرط کے ساتھ قید سے رہا کیا کہ وہ لشکر سلطانی کے ساتھ رہ کر گشت کریں۔ چنانچہ شیخ کچھ دنوں لشکر سلطانی کے ساتھ رہے اس کے بعد بادشاہ سے وطن کی اجازت لے کر سرہند میں رونق افروز ہوئے۔ ۲۸ ر صفر بروز سہ شنبہ ۱۰۳۴ھ ر ۱۶۲۴ء میں وصال ہوا اور سرہند میں دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات "رفیع المراتب" سے نکلتی ہے۔

ن: نور اللہ مضجعہ

تصنیفات

رسالہ تہلیلیہ، رسالہ اثبات نبوت، رسالہ مبداء ومعاد، رسالہ مکاشفات غیبیہ رسالہ آداب المریدین، رسالہ معارف لدنیہ، رسالہ رد اشیعہ، تعلیقات العوارف شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ، مکتوبات (امام ربانی) سہ جلد۔

تذئیل

حدیث شریف **"ان اللہ یبعث لھذہ الامتہ علی راس کل مائتہ من یجدد لھا دینھا"** اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو اس کی تجدید کردیتا ہے۔ سنن ابن داؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں مروی ہے اور اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ "راس مائتہ" سے مراد آخر صدی ہے اور مجدد کی علامات و شرائط یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہر و باطن کا عالم ہو اور اس کے درس و تالیف ووعظ سے مخلوق کو فائدہ ہو اور سنت کے احیاء اور بدعت کے رد میں سرگرم رہے اور اس کے سبب ایک صدی کے آخر میں اور دوسری صدی کے شروع میں علوم کا اشتہار اور فوائد دینیہ کی اشاعت ہووے پس مولانا شیخ احمد کے فضائل و اوصاف بلند آواز سے پکارتے ہیں کہ وہ رحمتہ اللہ علیہ مجدد ہیں اور ایک صدی کے مجدد نہیں بلکہ ہزار سال کے۔ سو اور ہزار میں فرق ظاہر ہے۔ سرہند، دہلی اور لاہور کے درمیان شارع عام پر ایک شہر ہے جس کا ذکر حسان الہند (غلام علی آزاد بلگرامی) نے سبحۃ المرجان میں کیا ہے۔ ☆

(۲۴) مولانا احمد احمد آبادی

مولانا احمدؒ بن مولانا سلیمان قدس سرہما، ان کا اصل وطن "گرد" ہے۔ مولانا سلیمان مذکور احمد آباد (گجرات) چلے آئے۔ شیخ عبدالحق دہلوی کی خدمت میں کسب فیض کرکے فاضل متبحر ہوئے۔ تصانیف عالیہ انھوں نے یادگار چھوڑی ہیں، ان کے بیٹے مولانا احمد جو یگانہ روزگار تھے تمام علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے اور اکثر علوم میں ان کی نادر تصنیفات ہیں۔ علاقہ گجرات میں علوم معقول کو انھوں نے ہی رواج دیا۔ ان کی تصنیفات سے علم کلام میں ایک کتاب "فیوض القدس" ہے کہ اس کو الہامات قدسیہ کہہ سکتے ہیں۔ انھوں نے اکثر علوم مولانا محمد شریف سے حاصل کئے۔ شرح مواقف اور دوسرے علوم عقلیہ مولانا ولی محمد (۱) خانو سے نیز تصوف میاں شیخ فرید سے حاصل کیا۔ ریاضی شاہ قباد مخاطب بہ دیانت خاں سے پڑھی، حدیث نیز بعض دوسرے علوم کی اجازت اپنے والد مولانا محمد سلیمان سے حاصل کی۔ ۲۱ جمادی الثانی ۱۱۱۲ھ ر ۱۷۰۰ء میں انتقال ہوا۔ ان کے شاگرد مولانا نورالدین گجراتی نے ان کی تاریخ انتقال اس مصرع سے نکالی ہے۔

شمع کہ بود بہ انجمن علم، گل شدہ (۱۱۱۲ھ ر ۱۷۰۰ء) (۱)

باپ اور بیٹے کے مزارات احمد آباد (گجرات) میں ہیں۔

(۲۵) ملا احمد رام پوری

ملا احمد رام پوری، "ولایتی" کے نام سے مشہور تھے۔ مولوی برکت اللہ آبادی کے شاگرد تھے۔ علوم درسیہ خصوصاً علم فلسفہ میں ماہر تھے، اکثر علمائے رام پور کا سلسلہ تلمذ ان پر منتہی ہوتا ہے۔ ☆

(۲۶) ملا احمد عبدالحق فرنگی محل

ملا احمد عبدالحق، ابن ملا محمد قطب الدین الشہید سہالوی، اپنے چچا ملا نظام الدین کی خدمت میں تحصیل علم کی اور ان کے ساتھ ہی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ شہر لکھنؤ کے عمائدین و اراکین میں خوب اعتبار پیدا کرلیا۔ امورخانہ داری کی تمام ذمہ داریوں سے اپنے چچا کو سبکدوش کردیا۔ ان کی تصانیف سے شرح سلم اور حواشی زواہد ثلثہ یادگار ہیں۔ ☆

(۲۷) ملا احمد حسین فرنگی محلی

ملا احمد حسین، ابن ملا محمد رضا، ملا قطب الدین شہید السہالوی کے فرزند چہارم، مشہور کتب درسیہ اپنے چچا ملا نظام الدین سے پڑھیں اور فاضل کامل ہوئے۔ اپنی تمام عمر تدریس علوم میں گزاردی، آخر میں ان کو فیض آباد کا سفر پیش آیا۔ وہاں سے بیمار

ہو کر وطن آرہے تھے کہ اثناء راہ میں وفات پائی۔ ملا حبیب اللہ فرنگی محلی ان کے شاگردوں میں تھے۔ ☆

(۲۸) ملا احمد انوار الحق فرنگی محلی

ملا احمد انوار الحق، ابن ملا احمد عبدالحق ابن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین سہالوی۔ چونکہ فطرت (۱) ازلی سے ان کے دل میں اللہ کی محبت ودیعت ہوئی تھی، اس لئے بچپن میں اپنے والد (۲) کی خدمت میں بیٹھتے تھے اور ان کے انفاس طیبہ کی برکات سے استفادہ کرتے تھے، درسی کتابیں مولوی احمد حسین اور ملا محمد حسن سے پڑھیں، علوم ظاہری کی تکمیل مولوی عبدالعلی بحرالعلوم کی خدمت میں کی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد سے بیعت ہوئے۔ ان کی طبیعت معقولات کی طرف راغب نہ تھی، کتب منقولات کی طرف البتہ توجہ کرتے تھے۔ غرض اپنے اوقات عزیز عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے، ایک سانس بھی ذکر و شغل کے بغیر نہیں گزارتے تھے، ان کے خوارق عادات کا مفصل ذکر اغصان اربعہ میں مذکور ہے۔ ۲۶ ر شعبان ۱۲۳۶ھ ر ۱۸۲۱ء بروز منگل ایک پہر دن باقی تھا کہ ان کی روح مبارک حجرہ قالب سے نکل کر رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔ اپنے باغ واقع لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ کسی شاعر نے ان کے انتقال کا مادہ تاریخ اس مصرع سے نکالا ہے۔ (۱)

رحمت حق بروح انور باد (۱۲۳۶ھ ر ۱۸۲۱ء)

(۲۹) شیخ احمد لاہوری

شیخ احمد، ابن عبداللہ بن علی محمد بن محمد جمال الدین دوانی، وہ (شیخ احمد)، مولوی محمد اشرف لکھنوی کے پردادا تھے، ان کے بزرگ دوان کے رہنے والے تھے جو شیراز میں ایک گاؤں ہے۔ جب اہل تشیع نے ایران پر غلبہ حاصل کیا اور ان کے ہاتھوں اہل سنت کی قتل و غارت اور بربادی کا ظہور ہوا تو ان (شیخ احمد) کے دادا پشاور چلے آئے وہاں شیخ احمد پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور پشاور سے موضع نبہ میں اقامت اختیار کی، طبیب حاذق تھے غرباء و فقراء کے ساتھ رعایت فرماتے تھے اور مال

داروں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ ریاضت اور علوم کے درس میں مشغول رہتے۔ ۱۰۷۷ھ ر ۶۷-۱۶۶۶ء میں وفات پائی اور نبہ میں دفن ہوئے۔ نبہ سیال کوٹ مضاف لاہور کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔

(۳۰) مولوی احمد حسن قنوجی

مولوی احمد حسن، مولوی سید آل حسن قنوجی کے بڑے بیٹے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع (۲) تھے۔ بتاریخ ۱۹ ر رمضان بروز ہفتہ وقت اشراق ۱۲۴۶ھ ر ۱۸۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ علوم (۳) مروجہ مختلف شہروں میں کئی اساتذہ سے حاصل کئے۔ ذہین اور قوی حافظہ شاعر تھے۔ آخر میں مولوی عبدالجلیل (☆) ساکن کول (علی گڑھ) کے سلسلہ تلمذ میں منسلک ہوئے اور حدیث کی اجازت حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے حاصل کی۔ ۱۲۷۶ھ ر ۱۸۶۰ء میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہوئے۔ مقام بڑودہ (ملک گجرات) میں پہنچے اور مولوی غلام حسین قنوجی کے پاس مقیم ہوئے۔ وہاں بخار کے مرض میں مبتلا ہوگئے اور ۹ ر جمادی الاول بروز جمعہ ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء میں انتقال ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد تکیہ ماتریدیہ میں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ (☆☆)

(۳۱) مولوی احمد اللہ پانی پتی

مولوی احمد اللہ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے بیٹے و شاگرد اور مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کے مرید تھے۔ فقہ و حدیث کے ماہر اور متقی و پرہیزگار تھے، ۱۱۹۸ھ ر ۸۴-۱۷۸۳ء میں عالم جوانی میں انتقال ہوا۔

(۳۲) شیخ احمد فیاضی امیٹھوی

شیخ احمد فیاض، سرخیل علماء کبار (۱)، تقویٰ، ریاضت اور مجاہدہ کے صفات سے متصف تھے۔ سخت بیماری کی حالت میں قرآن مجید کو ایک سال میں حفظ کیا، اکثر کتب

متداولہ حفظ تھیں اگر کوئی شاگرد پڑھنے میں غلطی کرتا تو اس کی صحت حافظہ سے کردیتے تھے۔ تفسیر، حدیث، سیر اور تاریخ سے خوب واقف تھے۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ شیخ نظام الدین امیٹھوی کے ہم عصر تھے۔ شیخ نظام الدین مذکور نے ۹۸۱ھ / ۷۴-۱۵۷۳ء میں وفات پائی اور شیخ احمد کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی۔ ☆

(۳۳) قاضی احمد اللہ بلگرامی

قاضی احمد اللہ، عرف محمد عثمان ابن قاضی محمد احسان، زیور علم سے آراستہ تھے، خصوصاً علم فقہ و حدیث میں بلگرام میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا۔ ۱۱۹۶ھ / ۲-۱۸۸۱ء تک بلگرام کی مسند قضاء پر متمکن رہے۔ پہلے زمانہ میں بلگرام کو سری نگر کہتے تھے، وہ علماء و فضلا کا مرکز اور مردم خیز قصبہ ہے، بلگرام، قنوج سے شمال اور مشرق کی طرف پانچ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور ان دونوں شہروں کے درمیان سے دریائے گنگا ڈھائی کوس کے فاصلہ پر سے گزرتی ہے۔

(۳۴) مفتی احمد ابوالرحم فرنگی محلی

مفتی احمد ابوالرحم، ابن مفتی محمد یعقوب، کتب درسیہ کی تحصیل کے بعد درس میں مشغول ہوگئے، کتب فقہ کی تصنیف (و تالیف) میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے (۱)، مفتی دیندار مشہور تھے، نواب سعادت علی خاں لکھنوی (۲) کے عہد میں ایک زمانہ تک عدالت فوجداری (۳) ان سے متعلق رہی، نواب موصوف ان کی دیانت و امانت پر اعتماد فرماتے تھے۔ اچانک بیمار ہوئے اور وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ ☆

(۳۵) مولوی احمد رضا خاں بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ

مولوی احمد رضا خاں بریلوی، ابن مولوی نقی علی خان بن مولوی رضا علی خان، متوطن بریلی روہیل کھنڈ ۱۰/ شوال بروز ہفتہ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے، ان کے دادا کو عقیقہ کے دن بشارت ہوئی اور انھوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے جس

کی تعبیر یہ ہے کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا۔ غرض انھوں (مولوی احمد رضا خاں) نے چار سال کی عمر میں قرآن کی تعلیم سے فراغت حاصل کرلی اور چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاول کے مہینے میں منبر کے اوپر رسالہ میلاد شریف پڑھا، تمام درسی علوم معقول و منقول کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ ۱۴/ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی دن رضاعت کے استفتاء کا جواب لکھا۔ ان کے والد ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کردیا۔ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں سید (۱) شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت اور سند حدیث حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد دحلان (۲) مفتی شافعیہ اور عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی، نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا۔ "**انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین**" (بیشک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "تمھارا نام ضیاء الدین احمد" ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔ مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء سے رسالہ جوہر مضیہ کی شرح جو مناسک حج پر شیخ کی تصانیف میں سے شافعی مذہب کے مطابق ہے دو دن میں لکھی اور اس کا نام "النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ" رکھ کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے ان کے حق میں تحسین و آفریں فرمائی، مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ کے صاحبزادے یعنی صاحب زادہ مولانا محمد بن محمد عرب نے ان کی ضیافت کی، کھانے کے دوران میں بقیع کے مدفونین کی افضلیت کا مسئلہ پیش آگیا۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے کہا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ، سب سے افضل ہیں اور مولانا محمد فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم فضیلت رکھتے ہیں' دونوں حضرات اپنے اپنے دلائل بیان کرتے تھے آخر میں مولانا نے فرمایا کہ ہر دو قول صحیح اور مدلل ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں نے کہا ولکل وجھتہ ہوموليها" (اور ہر طرف کو وہی منھ پھیرنے والا ہے) اسی وقت حرم شریف سے عصر کی اذان کی آواز آئی مولانا محمد نے فرمایا "فاستبقو الخیرات" (بھلائیوں پر سبقت کرو) وہ جلسہ برخاست ہوگیا' نماز میں شریک ہوئے۔ رات کو یعنی نماز عشاء کے بعد مولوی احمد رضا خاں مسجد خیف (۳) میں تنہا ٹھہر گئے اور وہاں مغفرت کی بشارت پائی' اللہ ان کو سلامت رکھے۔☆ ان کی تصانیف بہت ہیں وہ سب یہ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے متعلق:۔

(۱) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء)

(۲) اقامتہ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ (۱۲۹۹ھ ر ۱۸۸۱ء) (۳) سلطنتہ المصطفی فی کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ ر ۱۸۷۹ء) (۴) نافی الفئی عمن بنورہ انار کل شی ملقب بہ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام۔ (۱۲۹۷ھ ر ۱۸۷۹ء) (۵) ہدی الحیران فی نفی الفئی عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ ر ۱۸۸۱ء) (۶) سمع وطاعہ لاحادیث الشفاعہ (۱۳۰۲ھ ر ۱۸۸۴ء) (۷) تلاء لوء الافلاک لجلال حدیث لولاک (۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء) (۸) القیام المسعود بہ تنقیح المقام المحمود (۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء) (۹) جلال جبرئیل لجعلہ خادما للمحبوب الجلیل (۱۲۹۸ھ ر ۱۸۸۰ء) (۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعتہ سید المحبوبین (۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء) (۱۱) البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص۔

التفضیل شیخین ؓ سے متعلق:۔

(۱۲) منتہی التفضیل لمبحث التفضیل (۱۳) مطلع القمرین فی ابانتہ سبقتہ العمرین (۱۲۹۷ھ ر ۱۸۷۹ء) (۱۴) الزلال الانقی من بحر سبقتہ الاتقی (۱۳۰۰ھ ر ۱۸۸۲ء) (۱۵) الکلام البہی فی تشبیہ الصدیق بالنبی (۱۲۹۷ھ ر ۱۸۷۹ء) (۱۶) وجد المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق ؓ والفاروق ؓ (۱۲۹۷ھ ر ۱۸۷۹ء)

اہل بیت و صحابہ سے متعلق:۔

(۱۷) احیاء القلب المیت بنشر مناقب اہل بیت (۱۸) ظلال السحابہ فی اجلال الصحابہ (۱۹) رفع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہ ؓ (۲۰) الاحادیث الراویہ لمناقب الصحابی معاویہ ؓ (۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء)

اولیاء کرام سے متعلق:۔

(۲۱) الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال (۲۲) انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء) (۲۳) ازہار الانوار من ضیاء صلوۃ الاسرار (۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء) (۲۴) طوالع النور فی حکم السراج علی القبور (۲۵) مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ ر ۱۸۸۴ء)

مسائل نزاعیہ سے متعلق:۔

(۲۶) حیاۃ الموات فی سماع الاموات (۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء) (۲۷) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۰۱ھ ر ۱۸۸۳ء) (۲۸) نسیم الصباء فی ان الاذان تحول الوباء (۲۹) البارقتہ الشارقتہ علی مارقتہ المشارقتہ۔

فن حدیث سے متعلق:۔

(۳۰) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (۳۱) نور عینی فی الانتصار الامام العینی

(۳۲) الروض البہیج فی آداب التخریج۔ اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔

فقہ سے متعلق:۔

(۳۳) عبقری حسان فی اجابتہ الاذان (۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء) (۳۴) حسن البراعتہ فی تنفیذ حکم الجماعتہ (۱۲۹۹ھ ر ۱۸۸۱ء) (۳۵) ازکی الہلال فی ابطال ما احدث الناس فی امر الہلال (۳۶) الاحلی من السکر لطلبتہ سکرروسر بفتح رائے مہملہ و سکون واو و سین مفتوحہ ور آخر رائے مہملہ (۱۳۰۳ھ ر ۱۸۸۵ء) روسر انگریزی تاجروں کی ایک جماعت

کا نام ہے کہ جس نے شاہ جہاں پور میں شکر وقند کا ایک کارخانہ قائم کیا ہے اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر وغیرہ صاف کرتی ہے۔ (۳۷) اجود القریٰ لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القریٰ (۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) (۳۸) النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ (۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء) (۳۹) جمل مجلیہ فی ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) (۴۰) الامر باحترام المقابر (۴۱) البارقۃ اللمعاعلی طالح نطق بکفر طوعا (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) (۴۲) المقالۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ المکفرہ (۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) (۴۳) احکام الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام (۴۴) فصل القضاء فی رسم الافتاء (۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء) (۴۵) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔

تصانیف مختلفہ:۔

(۴۶) مقامع الحدید علی خذ المنطق الجدید (۴۷) اعتبار الطالب ۔ بمبحث ابی طالب (۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) (۴۸) السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور (۴۹) نور الامال فی الاوفاق والاعمال (۵۰) ماقل و کفی من ادعیۃ المصطفےٰ۔

جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں بریلی، بدایون، سنبھل اور رام پور کے تفضیلی حضرات نے جن کے سرگروہ مولوی محمد حسن سنبھلی ☆☆ تھے۔ بریلی شہر میں جمع ہو کر چاہا کہ مولوی احمد رضا خاں سے مسئلہ تفضیل پر مناظرہ کریں۔ صاحب ترجمہ نے علالت طبع اور منضج کے استعمال کے باوجود فوراً تیس سوال لکھ کر اس جماعت کے سرگروہ (مولوی محمد حسن سنبھلی) کے پاس بھیج دیئے ان مذکوہ سوالوں کو دیکھتے ہی مناظرین کے سرگروہ دہائی گاڑی (ریل) پر سوار ہو کر فوراً اپنے وطن (سنبھل) کی طرف روانہ ہوگئے اور ان کے دوسرے معاونین نے خاموشی ہی میں سلامتی سمجھی، چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل کے متعلق رسالہ "فتح خیبر" (۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء) طبع ہوچکا ہے۔ اس کے بعد مبحث مذکور (مسئلہ تفضیل) کے متعلق صاحب ترجمہ کی جانب سے مناظرہ کا اعلان عام طور سے طبع ہو کر شائع ہوتا رہا ہے، آج تک کہیں سے کوئی آواز نہ آئی۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم** (یہ اللہ کی مہربانی

ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے۔) اب تک ان کی تصانیف پچھتر (۷۵) کے قریب پہنچ چکی ہیں۔

(۳۶) ملا احمد زین جون پوری

ملا احمد زین، عالم متبحر، عامل، متوکل، متقی اور مقدس بزرگ تھے۔ شیخ معروف جون پوری کے مرید تھے اور شیخ معروف، مولانا الہ داد، شارح کافیہ، ہدایہ، بزدوی و مدارک، کے مرید تھے اور وہ راجہ حامد شاہ مانک پوری کے مرید تھے۔ ☆

(۳۷) مولانا احمد تھانیسری

مولانا احمد تھانیسری، شیخ نصیر الدین اودھی دہلوی کے مرید تھے، علوم ظاہری اور فضائل میں بہت مہارت رکھتے تھے، امیر تیمور گورگانی کے واپس جانے کے بعد مولانا دہلی سے آکر کالپی میں متوطن ہوگئے، وہیں انتقال ہوا اور کالپی کے قلعہ کے اندر دفن ہوئے، ان کا ایک قصیدہ دالیہ نعت میں سے ہے جو نہایت فصیح و بلیغ ہے اس میں کچھ اشعار شیخ المحدثین (عبدالحق) دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ ☆

(۳۸) قاضی احمد غفاری قزوینی

قاضی احمد غفاری، امام نجم الدین عبدالغفار کی اولاد سے تھے جن کی شافعی مذہب کے متعلق کتاب "حاوی" ہے بے نظیر فاضل، منشی، مورخ اور خوش طبع تھے۔ عجیب و غریب حالات و واقعات پر مشتمل ایک کتاب نگارستان (۱) اور دوسری کتاب "نسخ جہاں آرا" لکھیں (شیخ جہاں آرا) تاریخی نام ہے۔ (۲) اس کتاب میں حضرت آدم (علیہ السلام) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تواریخ عالم کو اجمالی طور سے بیان کیا ہے، آخر زمانہ میں عراق کے شہزادوں کی وزارت سے قطع تعلق کرلیا اور زیارت بیت الحرام کے لئے روانہ ہوگئے، اس سعادت کے حصول کے بعد دابل (علاقہ گجرات ؟) کے بندرگاہ سے ہندوستان آئے تھے کہ اچانک دست قضا نے سامان ہستی

میں خلل ڈال دیا۔ ۹۷۵ھ ر ۶۸-۱۵۶۷ء میں راہی عالم بقا ہوئے۔ یفعل اللہ ماشاء و یحکم مایرید۔ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔

☆

(۳۹) مولوی احمد بخش سندیلوی

مولوی احمد بخش، بن مولوی سید عبداللہ ساکن سندیلہ نے، اپنے والد ماجد اور مولوی اعزالدین سندیلوی و مولوی حیدر علی سندیلوی سے تحصیل علم کی، اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم ظاہر و باطن میں طلباء کو ان سے بہت فیض پہنچتا تھا، کم درس دیتے تھے اور (کثر) مرید کرتے تھے، ان کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ امرہرہ کے باغ (واقع سندیلہ) میں اپنے والد کے زیر قدم دفن ہوئے۔ علیہ رحمتہ اللہ الودود۔

(۴۰) شیخ احمد عرب یمنی شروانی

شیخ احمد عرب یمنی بن شیخ محمد یمنی شروانی، بارھویں صدی کے آخر یا تیرھویں صدی کے شروع میں ہندوستان میں آئے، بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہتے تھے۔ عربی ادب میں کامل مہارت رکھتے تھے، نفحتہ الیمن فیما یزول (۱) بذکرہ الشجن انھوں نے صدر مدرس (مدرسہ) کلکتہ لیمسڈون کی فرمائش پر لکھی۔ مناقب حیدریہ نواب غازی الدین حیدر فرماں روائے لکھنؤ کی خاطر سے لکھی۔ شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال اور انشائے عجب العجائب ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ان تصانیف سے ان کی لیاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کا سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔☆

(۴۱) مولوی احمد علی عباسی چریاکوٹی

ہندوستان کے اکابر اور مشاہیر (۱) علماء میں سے تھے۔ تمام فنون مروجہ میں مہارت تامہ کے مالک تھے، خصوصاً اصول فقہ اور فلسفہ میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ ۱۲۰۰ھ ر ۸-۱۷۸۵ء میں پیدا ہوئے، عالم جوانی میں اپنے وطن میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم صرف و نحو مولوی حافظ غلام علی عباسی سے پڑھا جو چریا کوٹ

کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ جب ان کے دل میں تحصیل کمال علم (۲) کا شوق پیدا ہوا تو مسافرت اختیار کی اور مشاہیر علمائے ہند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چوں کہ طبع صافی، روشن اور تیز رکھتے تھے اس لیے (۳) علم کا کوئی ایسا دروازہ نہ تھا جو ان پر کشادہ نہ ہوا ہو، فنون ریاضیہ کو مولوی حیدر علی رام پوری کے ہمراہ مولوی غلام جیلانی سے حاصل کیا، فلسفہ و فقہ اور اصول و بلاغت دوسرے مقامات پر پڑھے، قرات و تجوید کی تحصیل قاری نسیم رام پوری سے کی اور اعمال سلوک برگزیدہ آفاق حضرت حافظ ابواسحاق ساکن بھیرا سے حاصل کیے۔ ایام طالب علمی میں سیاحت بھی کی اور ہر فن کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کی، تیس سال کی عمر میں تمام فنون درسیہ اور غیر درسیہ (۴) حاصل کرکے وطن واپس ہوئے اور شادی کی۔ اس کے بعد مسند درس کو سنبھالا اور ایک جماعت کثیر کو مختلف فنون پڑھائے، ان کی تعلیم کا خاص طریقہ تھا کہ کوئی طالب علم بے بہرہ نہ رہے، ان کے زمانے کے علماء ان کے طریقہ تعلیم کے حد درجہ معترف تھے۔ تصانیف کی طرف کم توجہ کی مگر بعض احباب کے اصرار پر بعض علوم پر کچھ لکھا کچھ مسودے ناتمام رہ گئے اور چند مکمل کردیے، مثلاً انوار احمدی، حاشیہ قال اقوال اور شرح سلم العلوم تکمیل کو نہ پہنچ سکے اور علم مناظرہ میں نورالنواظر مکمل ہوگئی۔ ان کے اس قسم کے رسالے مختلف فنون میں موجود ہیں اور ان کے مشہور و خاص شاگرد یہ علماء ہیں۔ مولوی نصراللہ خاں خویشگی خورجوی، مولوی علی عباس چریاکوٹی، مولوی نجم الدین چریاکوٹی، مولوی عنایت رسول چریاکوٹی۔

صاحب ترجمہ (مولوی احمد علی) ذی الحجہ کے مہینے میں (۵) ۱۲۷۲ھ ر ۵۶-۱۸۵۵ء میں فوت ہوئے۔ علیہ الرحمتہ و الغفران۔

سواد اعظم گڑھ میں چریا کوٹ مردم خیز قصبہ ہے۔ بھیرا بای موحدہ مکسورہ مخلوط بہائے مختفی وبائے مثناۃ تحتانیہ معروف رائے مہملہ مفتوحہ باخرش الف مضاف اعظم گڑھ میں ایک قصبہ (۶) ہے جو مشائخ عظام کا مسکن ہے۔

(۴۲) قاضی احمد علی سندیلوی

قاضی احمد علی سندیلوی، ابن سید فتح محمد ساکن سندیلہ، مولوی حمد اللہ سندیلوی

کے شاگرد و داماد تھے' دانش مند تبحر کثیر الدرس والتصانیف اور ذکی و ذہین تھے۔ سلاطین دہلی کی طرف سے قصبہ سندیلہ کے قاضی تھے۔ مولوی حیدر علی ابن مولوی حمد اللہ نے بھی ان سے استفادہ کیا' حاشیہ میر زاہد رسالہ' و حاشیہ میر زاہد ملا جلال' و حاشیہ میر زاہد شرح مواقف و شرح سلم العلوم' حاشیہ منیہ بر شرح سلم اور رسالہ فرائض حنفی وغیرہ تصنیفات نادرہ (۱) ان سے یادگار ہیں۔

بارھویں صدی ہجری کے آخر میں رحلت فرمائی اور قصبہ سندیلہ میں غلام حسین کے امام باڑے کے صحن میں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنتہ مثواہ۔

(۴۳) خواجہ اختیار الدین عمر ایرجی

خواجہ اختیار الدین عمر ایرجی' کے آباء و اجداد خطہ ایرج کے اکابر میں سے تھے۔ خواجہ اختیار الدین عہدیداری و منصب پر سرفراز تھے (۱) آخر میں ان پر جذبہ طاری ہوا۔ انھوں نے دنیا سے بھی بالکل قطع تعلق کرلیا اور مقررہ انعامات و وظائف کو خوشی خوشی چھوڑ کر علم و زہد کی طرف متوجہ ہوگئے اور قاضی محمد ساوی کی خدمت میں تحصیل علم کی' جو اپنے زمانہ کے استاد و صالح بزرگوں میں سے تھے اور شیخ نصیر الدین محمود کے مرید و خلیفہ تھے۔ قاضی محمد ساوی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ ان کا انتقال ۱۴ر محرم ۸۰۹ھ ر ۷-۱۴۰۶ء کو ہوا اور مقام ایرج میں دفن ہوئے علیہ الرحمتہ والرضوان۔ ☆

(۴۴) حکیم ارزانی دہلوی

حکیم ارزانی' کا نام محمد اکبر بن حاجی محمد مقیم تھا' بادشاہ بجاہ ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب (۱) عالمگیر غازی کے عہد میں طبیب حاذق اور خاندان قادریہ کے مرید تھے۔ مطب پر مریضوں کے علاج اور کتب طب کی تالیف میں مشغول رہتے' کتب ذیل ان کی تصنیفات سے مشہور ہیں۔ میزان الطب' حدود الامراض' منتخب اکبری' مجربات اکبری' مفرح القلوب' شرح قانونچہ' قرابادین قادری (۲) ۱۱۰۸ھ ۹۷-۱۶۹۶ء میں کتاب شرح اسباب علامات کا ترجمہ کیا اور اس کا نام طب اکبر (۳) رکھا اس کی تالیف کی

تاریخ لفظ "شرح اسباب و علامات" میں سے حروف علت چار الف اور ایک واؤ کے حذف کرنے کے بعد مولف موصوف نے خود نکالی ہے۔ ☆

(۴۵) قاضی ارتضا علی (۱) خاں گوپاموی

قاضی ارتضا علی خاں' ابن مصطفٰے علی خاں' ۱۱۹۸ھ ر ۸۴-۱۷۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی حیدر علی سندیلوی کی خدمت میں علوم عقلی و نقلی کی تحصیل کی' فن ادب مولوی محمد ابراہیم بلگرامی سے پڑھا' شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ ۱۲۲۵ھ ر ۱۸۱۰ء میں اپنے والد کے پاس مدراس پہنچے اس وقت ان کے والد مدراس کے قاضی تھے' اپنے والد کے انتقال کے بعد اسی منصب (قضاء) پر مقرر ہوگئے۔ افادہ (۲) علوم میں مشغول رہتے' صدرا اور میر زاہد اور (۳) اور ملا جلال وغیرہ پر حواشی اور شروح لکھے جو علماء کرام کی نگاہوں کو طراوت بخشتے ہیں' نفائس ارتضائیہ' نقود الحساب' رسالہ فرائض اور شرح قصیدہ بردہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۲۵۱ھ ر ۳۶-۱۸۳۵ء میں انتقال ہوا۔ ☆

(۴۶) مولوی ازہار الحق فرنگی محلی

مولوی ازہار الحق فرنگی محلی' بن ملا احمد عبدالحق' ملا احمد انوار الحق کے حقیقی بھائی تھے۔ شرح جامی تک مولانا عبد العلی بحرالعلوم سے پڑھا مولانا موصوف (عبدالعلی بحرالعلوم) کی رو ہیلکھنڈ کی جانب روانگی کے باعث کتب متوسط اور اکثر (۱) علوم منقول کی مطولات (۲) ملا احمد حسین سے۔ تحصیل کیں اور کتب منقول سے استفادہ ملا محمد حسن سے کیا۔ اس کے بعد درس و تکمیل کی غرض سے مولانا بحرالعلوم کی خدمت میں شاہجہاں پور پہنچے۔ وہاں سے واپس آکر خود اپنے وطن لکھنؤ میں درس میں مصروف ہوگئے' پھر تلاش معاش میں رائے بریلی کی طرف روانہ ہوئے' شاہ لال مرحوم نے ان کو غنیمت سمجھا اپنے مکان میں ٹھیرالیا' طالب علم پڑھنے کی غرض سے ان کی خدمت میں کثرت سے پہنچتے تھے۔ شاہ لال کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ شاہ موصوف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی' رائے بریلی سے مولانا بحرالعلوم کے ہمراہ بُہار (بوہار) (۴)

پہنچے۔ وہاں بھی طلباء کو درس دیتے تھے۔ پھر وطن واپس آئے اور درس میں مشغول ہوگئے۔ ستر سال کی عمر میں عالم فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی۔ ☆

(۴۷) شیخ اسحاق لاہوری

شیخ اسحاق لاہوری، ابن شیخ کاکو، دانشمند تبحر، متوکل اور متقی، مستقل طور سے درس دیتے تھے۔ تمام علوم کے جامع اور صوفی مشرب تھے، ہمیشہ یاد حق میں مشغول رہتے جب تک کوئی پوچھتا نہیں تھا بات نہیں کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں شیخ سعد اللہ اور شیخ منور مشہور ہیں، ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی، ۹۹۶ھ / ۸۸-۱۵۸۷ء میں انتقال ہوا۔ ☆

(۴۸) مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی

مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی، ابن مفتی کریم قلی، ان کے خاندان کی بزرگی سب پر ظاہر و روشن ہے۔ ذہین و پرہیزگار، دانشمند، اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے مالک تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے شاگرد تھے۔ جس زمانہ میں فتح پور میں مفتی عدالت تھے تو فقیر جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) نے شرح عقائد نسفی اور مشکوٰۃ شریف ان سے سبقاً سبقاً پڑھی، پھر عدالت صدر آگرہ میں قاضی القضاۃ اور آخر میں جون پور کے صدر الصدور ہوئے۔ (۱) بتاریخ کیم جمادی الاول بروز دو شنبہ ۱۳۰۰ھ / ۸۳-۱۸۸۲ء میں "لاالہ الا انت ......" کہتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کردی، جون پور کے محلہ چترساری میں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ۔ ☆

(۴۹) مولوی اسد علی سندیلوی

مولوی اسد علی سندیلوی، کے والد شیخ صادق علی فیض آباد سے آکر دربان شاہ سندیلوی کے مرید ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، اسد علی، قصبہ مذکور (سندیلہ) میں پیدا ہوئے۔ علمائے وقت سے کتب درسیہ اچھی طرح پڑھیں اور تمام عمر درس و تعلیم میں گزار دی۔ ۲۸ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۲۹۸ھ / ۸۱-۱۸۸۰ء کو انتقال فرمایا اور سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۵۰) مولوی اسلمی مدراسی

مولوی اسلمی مدراسی، کا نام محمد سعید ہے دانش مند تبحر تھے، ملک العلماء مدراس کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ کتاب تحفہ اثناء عشریہ مصنفہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱) کا فارسی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ کتاب سفینۃ النجات بھی ان کی تصنیف ہے۔ علیہ الرحمۃ ☆

(۵۱) سید اسماعیل بلگرامی

سید اسماعیل بلگرامی، دانشمند تھے۔ ۱۱۶۴ھ / ۵۱-۱۷۵۰ء میں انتقال ہوا۔ ☆

(۵۲) شیخ اسماعیل لاہوری

شیخ اسماعیل لاہوری، عظیم محدثین اور مفسرین میں سے تھے (۱) وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے لاہور میں علم و حدیث و تفسیر کی اشاعت کی اور ان کی مجلس وعظ میں ہزار ہا آدمی مشرف باسلام ہوتے تھے۔ ۴۴۸ھ / ۵۷-۱۰۵۶ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔

(۵۳) اسماعیل عرب

اسماعیل عرب، شیخ حسین تبریزی کے ہم عصر تھے، علم ہیئت حکمت اور طب میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور اسی مقام پر درس دیتے تھے جہاں شیخ حسین تبریزی پڑھاتے تھے۔ ان کی صحبت بابرکت سے طلباء بہت فیض حاصل کرتے تھے۔ چوں کہ گھر میں اچھا خاصہ اثاثہ تھا اس لئے جلال الدین محمد اکبر شاہ کے زمانہ میں ایک رات شہر کے چوروں نے مار ڈالا ☆

(۵۴) سید اشرف سمنانی

ان کو سید اشرف جہانگیر کہتے ہیں اکابر علمائے ربانی، کامل اور صاحب کرامات و تصرفات میں سے تھے۔ سیاحت میں امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ کے ساتھ رہتے تھے، آخر میں ہندوستان پہنچے اور شیخ علاء الدین سے مرید ہوئے۔ ان کے مرید ہونے

سے پہلے ہی کشف و کرامات کے مقامات عالیہ طے کر چکے تھے، حقائق و توحید کے متعلق عنان اعلیٰ رکھتے تھے۔ ان کے مکتوبات نہایت عجیب و غریب تحقیقات پر مبنی ہیں۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ہم عصر تھے۔ غالباً قاضی (شہاب الدین) نے ان سے فرعون کے ایمان کے متعلق بحث کی کہ جس کا اشارہ فصوص الحکم میں دیا ہوا ہے۔ انھوں نے اس کے متعلق ان (قاضی) کو ایک خط لکھا تھا جس کو شیخ المحدثین (عبدالحق) دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے۔ شاہ اشرف کا مزار کچھوچھہ میں ہے، ان کا نام مبارک دفع جن کے لئے نہایت موثر سمجھا جاتا ہے، ان کے ملفوظات کا نام "لطائف اشرفی" ہے جن کو ان کے ایک مرید (نظام یمنی) نے جمع کیا ہے۔ ☆

(۵۵) شیخ اعظم ثانی لکھنوی

شیخ اعظم ثانی، بن شیخ ابوالبقا بن شیخ موسیٰ بن شیخ ضیاء الدین کرمانی، سرخیل علماء سے و تبحر دانشمند تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور شیخ ابوالفتح جونپوری (۱) سے ارادت رکھتے تھے۔ شیخ ضیاء لکھنوی اور شیخ سعد الدین خیر آبادی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ شیخ سعد اللہ کندوری سے فرازئی معاصرت کے ساتھ ساتھ بہت محبت (۲) کرتے تھے، کہتے ہیں کہ علم فقہ میں ان کا مرتبہ اور پایہ نہایت بلند تھا، فقہ کے مسائل کے متعلق نہایت صاف اور مدلل تقریر فرماتے تھے، علم فقہ میں ان کے کئی رسالے ہیں، ان کے پر دادا شیخ ضیاء الدین، ہلاکو خاں کے زمانہ میں کرمان سے ہندوستان آئے اور شاہ سمرقندی سے ملاقات کی غرض سے لکھنؤ پہنچے اور ان ہی کی وجہ سے اس شہر میں توطن اختیار کیا۔ شیخ اعظم ثانی درج ذیل (یہ) تین اولادیں چھوڑ کر انتقال کرگئے، سال وفات معلوم نہ ہوا۔

(۱) شیخ محمد عرف شیخ قاضی (۲) شیخ احمد فیاض (۳) شیخ نصیر الدین۔ ان میں سے ہر ایک کی اولاد، لکھنؤ دیوہ اور انام میں موجود ہے۔

(۵۶) مولوی افہام اللہ سندیلوی

مولوی افہام اللہ، ابن مولوی سید فتح اللہ بن شاہ غلام علاء الدین مخدوم زادہ

سندیلہ، علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد مولوی عبداللہ سندیلوی، مولوی احمد بخش سندیلوی، مولوی انوار الحق لکھنوی اور مولوی سراج الحق لکھنوی سے کی اور علم طب حکیم مرزا محمد علی لکھنوی طبیب شاہی سے پڑھا۔ سبحان علی خاں کمبوہ کے بیٹے احسان حسین خاں و مظفر حسین خاں اور مولوی محمد علی خاں لکھنوی ان کے شاگردوں میں سے تھے، میزان الصرف پر ایک مختصر سی شرح کے علاوہ ان کی کوئی تالیف معلوم نہیں ہوسکی، جب نان پارہ ضلع بہرائچ میں راجہ منور علی خاں کے یہاں ملازم تھے تو انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمۃ والغفران۔

(۵۷) مولوی اکبر علی سندیلوی

مولوی اکبر علی سندیلوی، بن مولوی حمد اللہ سندیلوی شارح سلم العلوم، مولوی حیدر علی سندیلوی کے بڑے بھائی تھے، علوم ظاہر کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ بڑے عالم تھے۔ مگر درس و تدریس کی طرف اذکار، اوراد اور چلہ نشینی کی وجہ سے توجہ نہیں کرتے تھے۔ وہ شاہ قدرت اللہ مرحوم (۱) صفی پوری کے مرید تھے اور حزب البحر پر ایک مفصل شرح ان کی تصانیف شریفہ سے ہے۔ ۲۷ر شعبان ۱۲۲۰ء ر ۶-۱۸۰۵ھ یا ۱۲۲۵ھ ر ۱۸۱۰ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی اور باشندگان سندیلہ کے قدیم قبرستان موسیٰ پور میں سپرد خاک کیے گئے۔ علیہ رضوان اللہ العلی الاکبر۔

(۵۸) مولوی آل حسن قنوجی

مولوی آل حسن بن اولاد علی، شہر قنوج کے حسینی بخاری سید تھے۔ ۱۲۱۰ھ ر ۹۶-۱۷۹۵ء میں پیدا ہوئے پہلے علوم درسیہ کی تحصیل مولوی عبدالباسط قنوجی سے کی پھر لکھنؤ پہنچے اور وہاں کے علماء مثلاً مولوی نور محمد وغیرہ سے استفادہ کیا، ۱۲۳۳ھ ر ۱۸-۱۸۱۷ء میں دہلی گئے مولانا عبدالعزیز اور مولانا رفیع الدین سے منسلک ہوگئے اور کتب تفسیر و حدیث کی اجازت حاصل کی، سید احمد مجاہد بریلوی کے مرید و خلیفہ تھے جب شیخ حسن بن طاہر، راجی حامد شہ مانک پوری کے مرید ہوئے تو مولانا الہ داد نے کہا کہ میاں حسن تم نے عزت طالب علمان برباد کردی، انھوں نے فرمایا کہ آپ ذرا ان

کی خدمت میں چلئے اور امتحان لیجئے اور پھر ہم کو معذور سمجھئے۔ دوسرے دن دونوں دوستوں نے راجی حامد شہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا' مولانا الہ داد نے ہدایہ اور بزدوی کے چند مسائل جو مشکل سمجھے جاتے تھے گفتگو کے لئے ذہن نشین کرلئے جب راجی حامد شہ کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے اپنی عادت کے موافق اپنا حال اس طرح بیان کیا کہ اس سے مولانا الہ داد کے مسائل حل ہوگئے۔ پھر مولانا بھی ان کے مرید ہوگئے۔ سلوک' مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے" ۹۳۲ھ ر ۲۶-۱۵۲۵ء میں انتقال ہوا۔ نوراللہ مرقدہٗ ☆

اور ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ ان کی عمر عزیز درس اور وعظ و پند میں بسر ہوئی' ہندی (اردو)' فارسی اور عربی میں ان کی بہت سی تالیفات ہیں۔ ان میں سے راہ سنت' ہدایت المومنین' نورالوفاء من مراۃ الصفاء' رسالہ در معنی کلمہ طیبہ' رسالہ ردتعزیہ' رسالہ آداب تذکیر' رسالہ آداب بیعت' رسالہ الاختصاص فی الحدود والقصاص اور تقویۃ الیقین فی رد عقائد المشرکین وغیرہ ان کی مفید تالیفات ہیں" ۱۲۵۳ھ ر ۳۸-۱۸۳۷ء میں انتقال ہوا' تاریخ انتقال "مات بخیر" سے نکلتی ہے ان کے پیچھے (ان کے بیٹے) مولوی سید صدیق حسن خاں بہادر' شوہر ثانی رئیسہ بھوپال (نواب شاہ جہاں بیگم) ان کی یادگار ہیں جن کا ذکر حرف "صاد" کے تحت انشاء اللہ آئے گا۔ ☆

(۵۹) مولانا الہ داد جون پوری

مولانا الہ داد جون پوری جون پور کے اکابر علما میں سے تھے' ایک واسطے سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگرد تھے اور راجی حامد شہ مانک پوری کے مرید تھے' اپنی عمر عزیز کو علوم افادہ اور تصانیف میں بسر کیا تحریر و تقریر اور مطالب علمیہ کی تنقیح و تحقیق میں نہایت قدرت اور رتبہ وافر رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف بہت اعلیٰ اور معتبر ہیں۔ ان میں سے شرح ہدایہ علم فقہ میں کئی جلدوں میں ہے شرح بزدوی و حاشیہ بر حاشیہ ہندی اور حاشیہ تفسیر مدارک دنیا میں ان کی یادگار ہیں۔ شیخ عبداللہ محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے کہ شیخ حسن بن طاہر اور مولانا الہ داد تحصیل سلوک میں ایک دوسرے کے رفیق تھے اور ان کے درمیان بہت محبت تھی'

(۶۰) میاں آلہ داد لکھنوی

میاں آلہ داد لکھنوی' کے متعلق مولوی عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ میاں الہ داد دانشمند اور مستعد اور صاحب تصرف میں سے تھے' طبع روشن' اور ذہن نقاد کے مالک تھے' فقہ اصول فقہ اور عربی (ادب) میں بے نظیر تھے' نحو میں انھوں نے قطبی کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے' جس کی عبارت میں مثالیں بھی دی ہوئی ہیں' ان کی تصنیفات میں سے دو چیزیں میں نے عجیب و غریب دیکھیں۔ اول ایک رسالہ ہے جس میں لمبائی میں چودہ سطریں تھیں اور اسی قدر سطور جدول میں لکھی ہوئی تھیں اور چودہ علوم کے مسائل کا اس میں بیان تھا' دوسرے رسالہ کا نام قبطون تھا جس کی عبارت مقامات حریری کے انداز پر تھی ان کی اور تصنیفات بھی تھیں ان کی وفات کا حال کہیں نہیں ملا ☆

(۶۱) مولانا آلہ داد سلطان پوری

موضع نبوہ توابع سندیلہ کے رہنے والے تھے' ☆ عبداللہ مخدوم الملک کے شاگرد ہوئے' حسب و نسب کے اعتبار سے ممتاز سربرآوردہ علما اور اکابر فقراء ہند میں سے تھے' اکبر بادشاہ کے زمانہ میں صوبہ پنجاب میں عہدہ صدارت پر اور اس کے بعد الہ آباد میں عہدہ قضا پر سرفراز رہے اور جو تھوڑی سی معاش تھی اسی پر قانع تھے' ان کی تصانیف بہت ہیں۔ ان میں سے کتاب کشف الغمہ اور منہاج الدین بہت مشہور ہیں۔ ۱۰۰۶ھ ر ۹۸-۱۵۹۷ء میں انتقال ہوا۔ طالب اللہ تعالیٰ ثراہ۔

(۶۲) مولانا آلہ داد لنگرخانی لاہوری

مولانا آلہ داد لنگرخانی' لاہوری لاہور کے محلہ لنگر خاں سے منسوب تھے۔ اکثر علوم مروجہ میں ماہر معتبر تھے' شریعت کی پابندی' پرہیزگاری اور بہت نیک تھے۔ ہمیشہ درس میں مشغول رہتے تھے' کبھی ارباب دنیا (ا) کے مکان پر نہیں گئے اور نہ بادشاہان زمانہ سے کبھی کسی چیز کے طالب ہوئے اور نہ مدد معاش لی۔ غفراللہ لہ ☆

(۶۳) مولانا الہ داد امروہوی

مولانا الہ داد امروہوی، مستعد ملا (۱) خوش طبع، شیریں زبان اور خوش صحبت ندیم پیشہ تھے۔ طبیعت میں مزاح و ظرافت تھی، اکبر بادشاہ کی ملازمت میں سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے۔ ۹۹۰ھ ر ۱۵۸۲ء میں نواح سیال کوٹ میں انتقال ہوا۔ نواح امروہہ میں دفن ہوئے نور اللہ مرقدہٗ ☆

(۶۴) شیخ الہ یار خیر آبادی

شیخ الہ یار خیر آبادی، علمائے متبحر سے تھے شروع میں مدتوں درس و افادہ میں مشغول رہے۔ بہت سے دانشمندان صاحب کمال ان کے وارث ہیں، آخر زمانہ میں بالکل صوفیاء کا طریقہ اختیار کرلیا تھا، شیخ صفی خلیفہ شیخ سعد الدین سے خط ارشاد حاصل کیا، ذوق سماع ووجد کی حالت ان پر غالب آگئی اہل ابواب اہل دنیا سے قطع تعلق کرلیا، یہاں تک کہ کسی کی دعوت بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ ۹۹۳ھ ر ۸۶-۱۵۸۵ء میں وفات پائی۔ نور اللہ ضریحہ۔ ☆

(۶۵) حکیم امام بخش

حکیم امام بخش، کا نام احمد اللہ تھا قصبہ کیرت پور (۱) کے رہنے والے تھے۔ علوم عقلی و نقلی کے ماہر، طبیب حاذق اور حکیم محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے۔ راجہ ٹکیت رائے، مدار المہام نواب آصف الدولہ بہادر رئیس ملک اودھ کے ملازم تھے، کتاب آداب الاطباء (۲) اور اس کی شرح موسوم بہ معرکۃ الآراء دونوں زبان عربی میں اور رسالہ خلاصۃ الطب (۳) دربیان ستہ ضروریہ ☆، فارسی زبان میں ان کی تصانیف ہیں۔ جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) کے والد ماجد حکیم شیر علی کو ان سے نسبت تلمذ حاصل تھی، سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔ علیہ الرحمۃ والغفران (۴)

(۶۶) حافظ امان اللہ بنارسی

حافظ امان اللہ، بن نور اللہ بن حسین بنارسی، حافظ قرآن مجید، علوم معقول و

منقول کے جامع اور فروع و اصول کے ماہر تھے، اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں لکھنؤ کے عہدہ صدارت پر سرفراز تھے۔ ۱۱۳۳ھ ر ۲۱-۱۷۲۰ء میں بنارس میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے، مندرجہ ذیل کتابیں ان کی تصانیف سے یادگار ہیں۔ مفسر در اصول فقہ، محکم الاصول شرح مفسر مذکور اور تفسیر بیضاوی، عضدی، تلویح، حاشیہ قدیمہ، شرح مواقف، حکمۃ العین، شرح عقائد دوانی، رشیدیہ، مباحثہ میرباقر علی استر آبادی اور ملا محمود جون پوری پر حواشی لکھے ہیں۔ مسئلہ حدوث دہر کے متعلق ایک محاکمہ تحریر کیا ہے۔ قاضی محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم سے اس زمانے میں ایک علمی مذاکرہ ہوا جب وہ لکھنؤ کے قاضی تھے۔☆

(۶۷) شیخ امان اللہ پانی پتی

شیخ امان اللہ پانی پتی، کا نام عبدالملک بن عبدالغفور تھا، عالم، صوفی موحد، شیخ مودود لاری (۱) کے شاگرد اور شیخ محمد حسن بن شیخ حسن بن طاہر جون پوری کے مرید تھے، علم تصوف و توحید میں ان کی بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں، ان میں سے رسالہ اثبات الاحدیہ، اور شرح لوائح جامی قدس سرہ السامی بھی ان کی تصانیف سے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاخر ۹۵۷ھ ر ۱۵۵۰ء میں انتقال ہوا، پانی پت میں دفن ہوئے۔ سقی اللہ ثراہٗ۔☆

(۶۸) مولوی امان اللہ دہلوی

مولوی امان اللہ دہلوی، ابن مولوی خیر الدین، عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار تھے۔ کم عمری میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کرلی یہاں تک کہ ان کے ہم عصر حسد کرنے لگے، حسن اخلاق اور شفقت عامہ کی بناء پر اپنے اور پرائے ان کے نزدیک برابر تھے، اچھی اور بہتر تصنیفات و تالیفات کے مالک ہیں۔ امیر الامراء نواب خان دوراں خان وزیر محمد شاہ بادشاہ دہلی ان سے خلوص رکھتا تھا، وہ بادشاہ کی طرف سے شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز ہوئے، نادر شاہ درانی کی جنگ میں ۱۱۵۱ھ ر ۳۹-۱۷۳۸ء میں مقتول ہوئے۔☆

(۶۹) مولوی امان علی احمد آبادی

مولوی امان علی، ابن حکیم شیر علی متوطن احمد آباد نارہ، مولف کتاب (مولوی

رحمان علی) کے بڑے بھائی تھے' اول علوم متعارفہ کی کچھ مختصر کتابیں مولوی ثابت علی ساکن بھکا ضلع الہ آباد سے پڑھیں' اور بڑی کتابیں مولوی محمد سعید رام پوری داماد مفتی شرف الدین رام پوری سے پڑھیں۔ علم طب اپنے والد ماجد سے حاصل کیا' زہد و تقویٰ ان کی فطرت میں شامل تھا۔ مہاراجہ بشناتھ سنگھ رئیس ریواں کے بلانے پر فتح پور سے ریواں پہنچے' ۲۴ر ربیع الاول ۱۲۵۷ھ ر ۱۸۴۱ء میں منصب طبابت پر ایک سو بیس روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہوئے۔ اس زمانہ میں ریواں اور اس کے مضافات کے رہنے والے مسلمان لاعلمی اور صحبت ہنود کی وجہ سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے بہت دور تھے اور ان ہی کی طرح تھے بلکہ کچھ تو ہندوؤں کی طرح نام رکھتے تھے ان کے (ریواں) آنے کی برکت سے بہت سے مسلمان پنجگانہ نماز کے پابند ہوگئے' (مولوی امان علی) عام مریضوں سے کچھ نہیں لیتے تھے بلکہ دوا اپنے پاس سے دیتے تھے۔ ۱۵ شوال بروز ہفتہ بوقت عصر بمقام احمد آباد تارہ (ا) ۱۲۵۸ھ ر ۱۸۴۲ء کو مولانا عبدالہادی فتح پوری خلیفہ رفیع الدین عرف مولوی ذوالفقار علی سے قادری اور نقشبندی مجددی سلسلہ میں مرید ہوئے اور ہر دو سلسلوں کی خلافت حاصل کی اور اس علاقہ کے بہت سے لوگوں کو مرید کیا۔ ۱۸ر ذی الحجہ بروز جمعہ ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۶ء کو تمام ریاست کا انتظام پرمٹ ان کے سپرد ہوا اور تاحیات منتظم پرمٹ کے عہدہ پر مقرر رہے۔ ۲۴ر ربیع الاول ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء کو ریواں میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ حکیم ابو خاں دہلوی نے ان کی تاریخ انتقال یوں نظم کی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی امان علی احمد آبادی

از حکیم ابو خاں دہلوی

صد افسوس حضرت امان علی
بہ جنت شدند از جہاں منتقل
کنون سال رحلت چہ گویم بہ تو
سر ہوش رفت از غم درد دل

۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء

ہے۔ غدر (۱۸۵۷ء) کے زمانہ میں ہنگامہ سے چھٹکارا پاکر مکہ معظمہ ہجرت فرماگئے اور
اس دیار برکت آثار میں مقیم ہیں (ا) اور اس بابرکت مقام پر ہر چھوٹا بڑا ان ہی کی
طرف رجوع کرتا ہے' ہمیشہ حرم شریف میں' مثنوی مولانا روم کا درس دیتے ہیں۔
غذائے روح' ضیاء القلوب' تحفتہ العشاق' جہاد اکبر' ارشاد مرشد اور درد غمناک ان
کی تصنیفات میں سے مشہور ہیں' مولوی محمد یعقوب نانوتوی' حافظ محمد یوسف تھانوی'
مولوی کرامت علی انبالوی اور مولوی محمد ابراہیم اجراوری ان کے خلفائے مجاز ہیں نیز
یہ فقیر مسود الاوراق (مولوی رحمان علی) بھی مولانا و مرشدنا حافظ محمد حسین الہ آبادی
کے توسط سے حضرت کے خدام کے زمرہ میں داخل ہے اور ہر سلسلہ میں بیعت و
اجازت بھی حاصل ہے اللھم وفقنی لماتحب و ترضی و اجعل آخرتی خیرامن
الاولی۔☆

(۷۱) مولوی امیر الدین علی امیٹھوی

جب کفاران ہنود نے مسجد عالمگیری واقع ہنومان گڑھی متعلقہ اودھ (ہنومان گڑھی
ہندوؤں کی مشہور عبادت گاہ ہے) کو شہید کردیا اور اس معرکہ میں شاہ غلام حسین
مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ۱۳ ر ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ ر ۱۸۵۵ء میں شہید ہوگئے تو
مولوی امیر الدین علی' شاہ غلام حسین کے خون کے انتقام کی غرض سے ہنومان گڑھی
کے بیراگیوں کے مقابلہ پر جہاد کے لئے تیار ہوگئے اور جاں باز غازیوں کی ایک جماعت
کثیر نے ان کے ہاتھ پر جہاد کے لیے بیعت کی' سنی و شیعہ علماء پس و پیش میں پڑگئے۔
کسی نے فرضیت جہاد کے مفقود ہونے کا بیان کیا تو دوسرے نے شرط امامت کو پیش
نظر رکھا۔ واجد علی شاہ فرماں روائے لکھنؤ اس جھگڑے کے تصفیہ کا وعدہ کرتا تھا اور
رزیڈنٹ کی طرف سے لڑائی جھگڑے کے دفعیہ کے لیے بادشاہ اور وزیر پر اصرار ہوتا
تھا اس قیل و قال میں کچھ وقت گزرا' جب دولت مند ہندوؤں کے اثر سے (تصفیہ)
کی امید منقطع ہوگئی تو امیر المجاہدین مولوی امیر الدین علی عزم بالجزم کرکے اپنے مقصود
کی طرف روانہ ہوگئے۔ فرماں روائے لکھنؤ (واجد علی شاہ) کی فوج کا افسر بارلو فرنگی'
حاکم وقت (واجد علی شاہ) کے حکم سے سدراہ ہوا اور شجاع گنج کے مقام پر بارلو کی فوج

نے غازیوں کا محاصرہ کرلیا طرفین سے مقابلہ ہوا۔ ۲۶ ر صفر بروز بدھ ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۵ء
کو امیر المجاہدین (مولوی امیر الدین علی) شہید ہوکر راہی جنت ہوئے۔ اللہ ان کی سعی
مشکور کرے۔ عین معرکہ میں ان کے بعض ارادت مندوں نے عرض کیا کہ حالات
خراب ہوچکے ہیں اگر آپ فرمائیں تو آپ کو کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے تو اس کے
جواب میں بے ساختہ زبان حق ترجمان سے یہ مصرعہ ارشاد فرمایا۔

سرمیدان کفن بردوش دارم

طالبان تاریخ نے شہادت کے بعد غور کیا تو مصرعہ کے اعداد سال شہادت کے
مطابق نکلے' منشی ظہیر الدین خلف منشی مسعود بلگرامی نے اس کو اس طرح تضمین کی
ہے۔

قطعہ تاریخ شہادت مولوی امیر الدین علی امیٹھوی ☆

از منشی ظہیر الدی بلگرامی

بتاریخ شہیدان کفن پوش
چہ حاجت تا منش من برنگارم
کہ خود فرمود آن میر شہیدان
سرمیدان کفن بردوش دارم

۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۵ء

(۷۲) مولوی امین اللہ فرنگی محلی

مولوی امین اللہ' ابن مولوی اکبر ابن مفتی ابوالرحم ابن مفتی محمد یعقوب' حافظ
قرآن اور فاضل تھے طلباء کو درس دیتے تھے' ایک بیٹے مولوی عبدالحلیم یادگار
چھوڑے۔ ۲۹ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ر ۱۸۳۷ء کو دق کے عارضہ میں انتقال ہوا۔

(۷۳) مولوی اوحد الدین بلگرامی

مولوی اوحد الدین بلگرامی اپنے زمانے کے یکتا بے نظیر و بے مثال عالم تھے۔ علم

ادب اور انشاء عربی میں شیخ احمد عرب یمنی شروانی مولف "نفحتہ الیمن" کے شاگرد تھے۔ ان کی تصنیف سے ایک کتاب "نفائس اللغات" ہے' اس کتاب میں زبان اردوئے ہندوستانی کو جو فارسی' عربی' ترکی اور ہندی سے مرکب ہے اصل لغت قرار دے کر اس کی عربی اور فارسی کو بیان کیا ہے' حق یہ ہے کہ ایک ایسی ایجاد کی کہ اس سے پہلے اس قسم کی کوئی تصنیف نہیں ہوئی تھی' اور اس کتاب کی تکمیل محمد علی شاہ بادشاہ اودھ کے زمانہ میں ۷ ر رجب ۱۲۵۳ھ ر ۱۸۳۷ء میں ہوئی' صاحب ترجمہ (مولوی اوحد الدین بلگرامی) کا سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔ شکر اللہ سعیہ۔ ☆

(۷۴) ادریس گوالیاری

ادریس گوالیاری اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مناظرہ اور بحث کرنے کے فن کے دانشمند تھے' علم اصول اور فروع میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے' ایسے تیز طبیعت تھے کہ بحث کے وقت جب حوالہ کا موقعہ آتا تھا تو عبارت کے ورق کے ورق اور صفحے کے صفحے یاد ہوتے تھے اور بتاتے تھے کہ یہ عبارت فلاں کتاب کی ہے اور اس جگہ دیکھئے اور مقابل کو الزام دیتے تھے۔ جب لوگ عبارت تلاش کرتے تھے تو اس کتاب میں نہیں پاتے تھے۔ ☆

(۷۵) مولوی امام الدین کانوڈی

مولوی امام الدین کانوڈی ولد مراد خاں' عالم باعمل اور متقی و پرہیز گار تھے' ان کے ہدایت و ارشاد سے ایک کثیر مخلوق راہ راست پر آئی ۱۲۳۷ھ ر ۲۲۔ ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۰ھ ر ۸۳۔ ۱۸۸۲ء میں انتقال ہوا چار اولادیں یادگار چھوڑیں ان میں سے حافظ غریب اللہ کو میں نے دیکھا ہے نہایت متقی و دیانت دار ہیں اور "الولد سر لابیہ" (بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے) کے مصداق ہیں۔ قصبہ کانوڈ' ریاست پٹیالہ میں ایک مقام ہے جس کو آج کل مندر گڑھ کہتے ہیں۔

حرف الباء الموحدہ

(۷۶) مولانا بدر الدین اسحاق دہلوی (۱)

مولانا بدر الدین اسحاق' بن علی بن اسحاق دہلوی" شروع میں دہلی میں تحصیل علم کرتے تھے طلباء میں اپنی خوش طبعی اور تیزی ذہن کے لیے مشہور تھے' علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد بخارا جانے کے ارادہ سے اجودھن پہنچے اور حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے کمالات کی شہرت سن کر ان کی زیارت کے مشتاق ہوگئے' ان کی خدمت میں حاضر ہوئے' شیخ نے جب ان کو قابل پایا تو اپنی خادمی اور دامادی میں لے لیا اور خرقہ خلافت مرحمت فرمایا۔ اسرار الاولیاء (۱) کے نام سے ان کا ایک رسالہ ہے جس میں انھوں نے گنج شکرؒ کے ملفوظات جمع کیے ہیں اور علم صرف میں ایک کتاب نظم کی ہے اور اس میں بڑی علمیت اور فصاحت کا اظہار کیا ہے' اجودھن کی قدیم جامع مسجد کے صحن میں بدر الدین اسحاق کا مزار ہے۔ (☆)

(۷۷) شیخ بدہ بہاری

شیخ بدہ بہاری' دانشمند راسخ اور طبیب حاذق تھے' شیر شاہ سوری نہایت اعتقاد سے ان کے سامنے جوتیاں اٹھا کر رکھتا تھا۔ انھوں نے ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی پر ایک معتبر شرح لکھی ہے۔ (☆)

(۷۸) مولوی برہان الدین ساکن دیوہ

مولوی برہان الدین' ایسے دانشمند' فقیہ اور محدث تھے کہ ان کا ظاہر و باطن صلاح و تقوی سے آراستہ تھا اپنی تمام عمر مخلوق کے وعظ و تذکیر میں گزاردی' ہزار ہا آدمیوں نے ان کے ہدایت و ارشاد سے غیر شرعی بری عادتوں کو چھوڑ دیا اور راہ راست پر آگئے۔ جامع اوراق (مولوی رحمان علی) کی نظر سے ان کے چند رسالے

گزرے ہیں جو نہایت مفید اور ذیل میں مذکور ہیں' مؤلف بچپن میں ان کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا تھا۔ اب میری عمر ۶۱ سال کی ہوگی مگر ان کی صورت خیال سے نہیں ہٹتی۔

تصانیف :

۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ ر ۱۸۲۴ء بروز سہ شنبہ علمائے دہلی کے درمیان مختلف فیہ مسائل پر مباحثہ ہوا (☆)' فریق اول کے سرگروہ حامی السنت مولانا رشید الدین خاں اور فریق ثانی کے قائد ماحی البدعت مولانا عبدالحی تھے جب مباحثہ ختم ہوا اور ہر دو فریق کی تقریر و تحریر صاحب ترجمہ (مولوی برہان الدین) کے سامنے آئیں تو انھوں نے بطور محاکمہ ایک رسالہ لکھا جو "محاکمہ" کے نام سے مشہور اور قابل دید ہے۔ ۱۲۴۷ھ ر ۱۸۳۱ء میں ایک رسالہ صدقہ' زکوۃ اور مہر کے متعلق "تحقیق الاوزان" لکھا' احمد آباد نارہ کے بعض صلحاء کی درخواست پر ۱۲۵۰ھ ر ۱۸۳۴ء میں "رسالہ احکام عید الفطر" اور "رسالہ احکام عیدالضحیٰ" تحریر کیے۔ رسالہ نکاح' رسالہ منع اشارہ تشہد' رسالہ نذر و ذبیحہ' رسالہ تحقیق ربوا و ربح اور رسالہ کفارۂ میت ان کی تصنیفات سے ہیں رحمتہ اللہ علیہ و علی اسلافہ۔(☆)

(۷۹) شیخ برہان الدین نسفی

شیخ برہان الدین نسفی' دانشمندی کامل حال تھے اگر کوئی شاگرد ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کوئی چیز پڑھتا تو فرماتے کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں کیجئے تب کوئی چیز سکھاؤں گا۔ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا ایک وقت کھاؤ تاکہ علم کا برتن خالی رہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ناغہ مت کرو اگر ایک روز ناغہ کروگے تو دوسرے دن سبق نہیں دوں گا۔ تیسرے اگر مجھے راستہ میں مل جاؤ تو سلام کرنے کے بعد جلدی سے گزر جاؤ اور راستہ میں زیادہ تعظیم کے لیے ہاتھ اور پاؤں پر نہ گرنا (نہ پکڑنا) (☆)

(۸۰) شیخ برہان الدین محمود بلخی

شیخ برہان الدین محمود' بن ابی الخیر اسعد البلخیؒ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ

میں اکابر علماء میں سے تھے اور صاحب علم و دانش تھے' وجد و سماع کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ عہد طفلی میں مولانا برہان الدین مرغینانی (۱) مؤلف ہدایہ کی خدمت میں پہنچے اور علم کی بشارت پائی۔ ۸۸۷ھ ر ۱۲۸۲ء میں فوت ہوئے۔ حوض شمسی (دہلی) کے مشرقی جانب ان کی قبر ہے کہ اس کو تختہ کہتے ہیں' اور اسی اطراف کے لوگ ان کی قبر کی خاک بچوں کو چٹاتے ہیں کہ علم کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ (☆)

(۸۱) بہاء الدین زکریا ملتانی

بہاء الدین زکریا ملتانی' شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے ان کا نام نامی زکریا کنیت ابو محمد اور لقب بہاء الدین القرشی الاسدی ثم الملتانی شیخ الاسلام ہے' ہند کے اکابر اولیاء میں سے تھے' صاحب کرامات ظاہرہ مقامات عالیہ کے مالک اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے' بغداد سے ملتان میں آئے وہاں کے اکابر نے ان سے حسد کیا اور ایک پیالہ دودھ سے بھر کر ان کی خدمت میں بھیجا' اشارہ یہ تھا کہ اس شہر میں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے شیخ الاسلام اس مفہوم کو سمجھ گئے انھوں نے ایک پھول دودھ کے پیالے پر رکھ دیا اور اس جماعت کے پاس بھیج دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اس شہر میں ہماری جگہ مثل پھول کے ہوگی' اکابر ملتان ان کے حسن لطافت سے حیران رہ گئے' وہ مالداروں سے محترز رہتے تھے' متعدد تصنیفات علم سلوک میں ہیں۔ ۷ صفر ۶۶۱ھ ر ۱۲۶۲ء میں فوت ہوئے' ان کی قبر ملتان میں ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ واسلافہ (☆)

(۸۲) شیخ بہاء الدین مفتی آگرہ

شیخ بہاء الدین' نہایت بزرگ' عالم' عامل' معمر' متبرک اور متدین شخص تھے' سخاوت اور مسلمانوں کی مدد کرنے میں یگانہ عصر تھے' شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا (ملتانی) کی اولاد سے تھے ۷۶۶ھ ر ۱۳۶۴-۶۵ء میں فوت ہوئے۔ (☆)

(۸۳) شیخ بہکھاری کاکوروی

شیخ بہکھاریؒ (۱) کا نام نظام الدین بن امیر سیف الدین ہے۔ ۸۹۰ھ ر ۱۴۸۵ء

میں پیدا ہوئے، علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، علوم ظاہر میں مولانا ضیاء الدین مدنی اور قاضی عبداللطیف ہرانی کے شاگرد تھے۔ شروع میں مشہور کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور علم باطنی میں سید ابراہیم ایرچی کے مرید تھے جو شاہ عبدالرزاق بن غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی کے پوتے تھے۔ اصول حدیث میں کتاب ''منہج'' تصوف میں ''معارف'' اور ترجمہ رسالہ ملمعات مصنفہ شاہ عبدالرزاق، ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں، ۹۱ سال کی عمر میں ۹۸۱ ھ ر ۷۴-۱۵۷۳ء میں انتقال ہوا، قصبہ کاکوری میں دفن ہوئے، جملہ مخدوم زادگان کاکوری ان کی اولاد سے ہیں، ان میں سے شاہ محمد کاظم اور شاہ تراب علی قدس اللہ سرہما بہت مشہور ہیں۔ مولوی محمد محسن بھی ان کی اولاد سے ہیں جو نظم و نثر میں اپنی نظیر نہیں رکھتے ہیں، قصائد نعتیہ سراپائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثنوی صبح تجلی اور میلاد مبارک وغیرہ ان کی تصانیف سے مشہور ہیں (☆)

(۸۴) شیخ بہکھاری جون پوری

شیخ بہکھاری (۱) جون پوری، شیخ الہ داد جون پوری کے بیٹے، سلطان سکندر لودی کے زمانے کے سرخیل (۲) علما میں سے تھے۔

منقول ہے کہ بادشاہ نے اپنے علاقہ کے علماء کو جمع کیا ایک طرف شیخ عبداللہ تلبنی اور شیخ عزیز اللہ تلبنی اور دوسری طرف شیخ الہ داد جون پوری اور ان کے بیٹے شیخ بہکھاری تھے۔ بحث میں (آخر الذکر) دونوں ہار گئے۔ مگر اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ دونوں بزرگوار (شیخ عبداللہ و شیخ عزیز اللہ) تقریر میں اور یہ دونوں بزرگوار (شیخ الہ داد و شیخ بھکاری) تحریر میں ممتاز تھے۔ واللہ اعلم۔

(۸۵) شیخ بہلول دہلوی

شیخ بہلول دہلوی، نے علم حدیث خوب حاصل کیا پھر درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوئے، اہل دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں طلباء کے فیض و افادہ میں مشغول رہتے تھے۔ (☆)

(۸۶) شیخ بہلول جالندھری

شیخ بہلول عالم عامل اور فاضل تھے۔ سید عبدالرشید کے شاگرد ہوئے، قلندرانہ وضع رکھتے تھے، شاہ بھیک (۱) چشتی لاہوری کے مرید تھے۔ مختلف علوم سے متعلق نوے کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے فوائد الاسرار، شرح دیوان حافظ شیراز اور احوال نامہ ان کی تصانیف سے ہیں۔ ۱۱۷۰ ھ ر ۵۷-۱۷۵۶ء میں انتقال ہوا۔ نور اللہ مرقدہ۔

(۸۷) شیخ پہاڑ لکھنوی

شیخ پہاڑ لکھنوی، ابن محمد شریف، شیخ سعد اللہ کندوری کی اولاد میں تھے شریعت و طریقت کے جامع تھے، اول طبیعت کا میلان تقوی و صلاح کی طرف تھا، اسی انداز پر نشوونما ہوئی، علوم دینی حاصل کرنے کے بعد تہذیب اخلاق اور اعلیٰ صفات کے مالک ہوئے اور زہد و تقوی کو اختیار کیا، عمر کافی تھی افادۂ علم میں مشغول رہتے تھے، سب سے افضل عمل ان کا یہ تھا کہ بہت سی کتابیں جمع کرکے ان کی تصحیح کی اور ان کے مشکلات کو اس طرح حل کیا کہ جس کسی کو کسی علم سے ادنیٰ مناسبت بھی ہوتی تو اس کے لیے ان کی کتاب کافی ہوتی اور استاد کی ضرورت نہ رہتی باوجود اس لطافت کے وہ طلباء کو کتابیں دینے میں خوب مدد کرتے تھے۔ ان کا سال انتقال معلوم نہ ہوا۔ شکر اللہ سعیہ۔

(۸۸) ملا بیکس غزنوی

ملا بیکس غزنوی، بیکس تخلص کرتے تھے، بکثرت فضائل اور متنوع کمالات اور اوصاف کے جامع تھے (۱) زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، پھر ہندوستان آئے، بعض کتب (۲) احادیث مثلاً مشکوٰۃ المصابیح در عرب (۳) (حجاز) اور شمائل النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے چچا میر مرتضیٰ شریفی (۴) وغیرہ سے پڑھیں۔ ضعف پیری کے غلبہ کی وجہ سے اپنے وطن مالوف غزنین کا ارادہ کیا۔ پشاور میں انتقال ہوگیا۔ ۹۷۳ ھ ر ۶۶-۱۵۶۵ء میں فوت ہوئے۔

(۸۹) پیر محمد شروانی

پیر محمد شروانی، عقلمند اور قابل ملا تھے۔ ان کی مجلس نہایت شگفتہ ہوتی تھی، شروان سے قندھار پہنچے اور بیرم خاں خانخانان کی خدمت میں پرورش پائی، فتح ہند کے بعد خطاب "خانی" ملا، اس کے بعد "ناصرالملک" کا خطاب ملا، مالوہ میں دریائے نربدا میں ڈوب کر مرے۔ (☆)

(۹۰) شیخ پیر محمد لکھنوی

شیخ پیر محمد لکھنوی، ظاہری و باطنی علوم کے فاضل اور دانشمند نہایت اعلیٰ تصنیفات و تالیفات کے مالک تھے، ان کے بزرگ سادات منڈیاہوں (سواد جونپور) سے تھے، کتب درسیہ کی تحصیل جون پور، حرمین شریفین، دہلی اجمیر اور قنوج میں کرکے لکھنؤ پہنچے، ایک مدت تک شاہ مینا قدس سرہ کے مزار پر رہ کر ریاضت اور مجاہدہ کیا اس کے بعد مولوی قاضی عبدالقادر کی خامت میں فاتحہ فراغ پڑھا، باطن میں حضرت شاہ مینا ادام اللہ فیضہ فینا کی روح پر فتوح سے تربیت حاصل کی اس کے بعد شاہ عبداللہ سیاح (۲) چشتی کی خدمت میں پہنچے اور ارادت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ لکھنؤ میں سکونت کی اجازت ملی، اپنے پیر کی وصیت کے موافق ہمیشہ افادۂ علم میں مشغول رہے اور جو کچھ فتوحات سے حاصل ہوتا خدا کی راہ میں صرف کردیتے اور اپنے لیے صرف ایک دن کی خوراک کے علاوہ اور کچھ نہ رکھتے۔ اکثر علمائے نامدار نے فاتحہ فراغ ان سے پڑھی اور ان کی وفات کے بعد جو ۱۰۸۰ھ / ۷۰-۱۶۶۹ء میں ہوئی، شیخ محمد آفاق ان کے جانشین ہوئے، وہ ان کے مریدوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھے، شیخ پیر محمد کی قبر لکھنؤ میں دریائے گومتی کے کنارے، زیارت گاہ ہے اور "ٹیلہ شاہ پیر محمد" کے نام سے مشہور ہے۔ (☆)

(۹۱) مولوی ببر دہلوی

(۹۲) مولوی دھومن سہارنپوری

دونوں حرف شناس بھی نہ تھے، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کی صحبت میں

رہتے تھے، قوت حافظہ ایسا رکھتے تھے کہ جو کچھ مولانا سے سنتے تھے لفظ لفظ یاد رکھتے تھے، مولانا کی زبان سے قرآن مجید کا وعظ بارہا سن چکے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ کچھ فرمایئے تو کہتے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھو۔ اگر پڑھنے والا غلط پڑھتا تو تصحیح کرتے اس کا ترجمہ تفصیل اور مالہ، و ماعلیہ مفصل و مشرح بیان کرتے، مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا۔ اس زمانہ میں مولوی ببر علی زندہ تھے، میں ان کے اوصاف سن کر ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا، نماز جمعہ شاہجہانی مسجد میں ادا کی نماز کے بعد مجلس تزکیہ منعقد ہوئی۔ بعض لوگوں نے کہا یہی مولوی ببر علی ہیں جو وعظ کہتے ہیں۔ میں نے نہایت توجہ سے ان کا بیان سنا، جتنا ان کے متعلق سنا تھا اس سے زیادہ ان کو پایا، وعظ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مولوی ببر کو سلام و مصافحہ کیا، آئیہ کریمہ **"زیناالسماء الدنیا بزینت نالکواکب"**، پڑھی اور میں نے پوچھا کہ سات سیاروں کے علاوہ جملہ کواکب فلک الافلاک پر ثبت ہیں کہ ان کا ثبوت احادیث نبویہ سے ہوتا ہے پس **"تزنین سماء دنیا بہ کواکب"** سے کیا مطلب ہے۔ مولوی ببر نے مجھ سے جواب میں کہا:

تم نے سنا ہوگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں مکان شیشہ آلات وغیرہ سے کیا اچھا سجا ہوا ہے حالاں کہ شیشہ آلات اس مکان کی دیواروں اور چھت میں لگے ہوئے اور لٹکے ہوئے ہیں۔ اس سے حقیقت میں تزئین مکان مقصود ہے۔ اسی طرح کواکب اگرچہ فلک الافلاک پر لگے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت میں ان کواکب سے سماء دنیا کو زینت و روشنی حاصل ہے اس وجہ سے **"زیناالسماء الدنیا"** فرمایا ہے۔ (☆)

صحبت صالح ترا صالح کند

حرف التاء المثناہ

(۹۳) شیخ تاج الدین دہلوی

شیخ تاج الدین دہلوی' ابن شیخ زکریا اجودھنی دہلوی اکبر بادشاہ کے عہد کے علماء (۱) میں سے تھے' شیخ امان پانی پتی کے شاگرد تھے' ان کی تصنیفات سے شرح لوائح و شرح' نزہتہ الارواح ہیں کہتے ہیں کہ وہ بھی اکبر بادشاہ کی بداعتقادی کا باعث تھے۔ (☆)

(۹۴) مولوی تراب علی لکھنوی

مولوی تراب علی لکھنوی' بن شیخ شجاعت علی بن مفتی فقیہہ الدین بن مفتی محمد دولت بن مفتی ابوالبرکات مصنف فتاوی جامع البرکات۔ ان کا نام رکن الدین محمد اور ان کی کنیت ابوالبرکات ہے۔ ان (مولوی تراب علی) کے نسب کا سلسلہ (حضرت) مصعب بن زبیرؓ سے ملتا ہے' ان کے بزرگ دہلی (۱) کے رہنے والے تھے۔ وہ ۱۲۱۳ھ ر ۹۹-۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے ان کی ولادت کی تاریخ "برخوردار" سے نکلتی ہے۔ انہوں نے سید مخدوم لکھنوی' مولوی اسمٰعیل (۲) لندنی' مولوی مظہر علی لکھنوی اور مولوی ظہور اللہ لکھنوی سے تحصیل علم کی اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے' طلباء کے درس و افادہ میں عمر بسر کی۔ ۱۲ ر صفر ۱۲۸۱ھ ر ۶۵-۱۸۶۴ء میں قصبہ محمد آباد ضلع اعظم گڑھ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ لفظ "فارغ" سے ان کی تاریخ انتقال (۱۲۸۱ھ) نکلتی (☆) ہے ان کی تصنیفات بہت ہیں ان میں کچھ درج ذیل ہیں۔

تصانیف

(۱) شمس الضحیٰ لازالتہ الدجی (۲) التکملتہ العلی للواء الہدی (۳) الفراستہ الغالبتہ (۴) مصفاۃ الاذہان فی تحقیق السبحان (۵) العشرۃ الکاملتہ (۶) منہتہ مصفاۃ الاذہان (۷) التحقیقات البدیعتہ (۴) الشوکتہ فی توہین الہفوات السعدیہ' (۸) التحقیقات الزکیہ فی التوہمات السعدیہ (۹) حاشیہ شرح ملا جامی (ناتمام) (۱۰) ازالتہ الفضل عن شعار المطول (۱۱) الترشیح الجلی فی مسائل المرور امام المصلی (۱۲) القول الصواب فی مسائل الخضاب (۱۳) العجالتہ الدقیقہ فی مسایل العقیقہ (۱۴) سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح (۱۵) التعلیق المرضی علی شرح القاضی (۱۶) التعلیق الاحسن علی شرح ملا حسن (۱۷) حاشیہ شرح سلم مولوی حمد اللہ سندیلوی (۱۸) شوکتہ الحواشی لازالتہ الغواشی (۱۹) حاشیہ صدرا (۲۰) لجتہ الروایات فی اجوبتہ الواقعات (ناتمام) (۲۱) الہلالین علی الجلالین (ناتمام) (۲۲) شرح فارسی قصیدہ بردہ (۲۳) شرح فارسی قصیدہ تنزانی (۲۴) تحصیل الجزہ باداب العمرہ (۲۵) شرح فارسی تحصیل الجزہ (۲۶) مسالک السدادفی مسائل الافراد (۲۷) ہدایتہ الانام فی آداب الاحرام (۲۸) تحصیل التخضع باداب التمتع (۲۹) الفوز المبین باداب البلد الامین (ہر دو ناتمام ہیں) (۳۰) موائد القرب فی آداب الاکل والشرب (۳۱) درک المارب فی آداب اللحی والشوارب (۳۲) شرح شمس بازغہ (ناتمام) (۳۳) التحقیقات الکمالیہ فی ابطال ارتدادات الکمالیہ (۳۴) العجالتہ البکیہ (۳۵) سواء الطریق لابطال اقوال الزندیق (۳۶) ہدایتہ النجدین الی مسائل العیدین (۳۷) قرۃ العینین فی ابطال مسح الرجلین (۳۸) رسالہ در فضائل حضرت صدیقؓ (۳۹) رسالہ در فضائل حضرت عثمانؓ (۴۰) رسالہ معراجیہ وغیرہا۔

(۹۵) شاہ تراب علی کاکوروی

شاہ تراب علی کاکوروی' ابن شاہ محمد کاظم قلندر' نہایت دانشمند صوفیاء سے تھے اور علم تصوف میں مکمل عبور رکھتے تھے ان کو معدن تہذیب و اخلاق بھی کہہ سکتے ہیں' مطالب رشیدی' اصول مقصود اور دیوان اشعار وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں ان کے دو بیٹے یعنی مولوی شاہ حیدر (☆) علی اور مولوی شاہ تقی علی تھے ہر دو (صاحبزادے) ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے۔ (☆☆)

(۹۶) مولوی تفضل حسین خاں کشمیری

مولوی تفضل حسین خاں کشمیری "خان علامہ" کے عرف سے مشہور تھے۔ خود

شیعہ مذہب اختیار کیا' سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ شاہجہان آباد (دہلی) میں پرورش پائی' علوم عقلیہ و نقلیہ میں نہایت بہرہ وافی رکھتے تھے خصوصاً علم ریاضی میں شہرہ آفاق تھے۔ شاہجہان آباد میں مولوی وجیہہ شاگرد ملا نظام الدین سہالوی سے اور کتب معقول و ریاضیات مرزا محمد علی ابن مرزا خیراللہ مہندس سے پڑھیں' لکھنؤ میں ملا حسن فرنگی محلی سے میر زاہد شرح مواقف کا سبق لیا اور علم حکمت کی دوسری کتابیں مثلاً شفاء وغیرہ اپنے آپ مطالعہ کیں' مجلس علماء میں **"انی اعلمہ مالا تعلمون"** کا پرچم لہرادیا۔
جب نواب سعادت علی خاں کے اتالیق تھے تو الہ آباد میں مولوی غلام حسین دکنی (شاگرد مولوی برکت اللہ الہ آبادی) سے مولوی دلدار علی کے ذریعہ علم منطق میں مباحثہ کیا اور بنارس میں شیخ محمد علی حزیں سے علمی استفادہ کیا' دانشمندان فرنگ کے نزدیک بھی بہت معزز تھے۔ عربی' فارسی' انگریزی اور لاطینی بہت اچھی جانتے تھے' طریقہ زندگی نہایت سادہ تھا' کچھ دنوں آصف الدولہ کے وکیل رہے پھر نواب موصوف کے نائب مقرر ہوئے' اس زمانہ میں بھی سادہ روی کو نہ چھوڑا' دروازہ پر دربان مقرر نہیں کیا ہر شخص کی ان تک رسائی تھی۔ آصف الدولہ کے انتقال کے بعد نواب سعادت علی خاں لکھنوی کے عہد میں نیابت سے استعفاء دے دیا۔ مطالعہ کتب اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ان کی تصنیفات سے "حکمائے فرنگ" فن ہیئت کے متعلق ایک کتاب اور جبر و مقابلہ کے متعلق دو دوسری کتابیں ہیں۔ کلکتہ میں فالج یا مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہوئے' تبدیل آب و ہوا کی غرض سے لکھنؤ جارہے تھے کہ کلکتہ اور مرشد آباد کے درمیان ۱۸ر شوال ۱۲۱۵ھ ر ۱۸۰۱ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۹۷) ملا تقی الدین شوستری

ملا تقی الدین' جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں علوم عقلی و نقلی میں اچھے جانتے تھے' طبع موزوں رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے حکم سے شاہنامہ فردوسی کو نثر میں لکھا اور بقول ملا عبدالقادر بدایونی ریشمی کپڑے کو ٹاٹ اور سوت کو روئی کردیا۔ (☆)

(۹۸) مولوی تقی علی کاکوروی

مولوی تقی علی کاکوروی' ابن شاہ تراب علی قلندر ابن شاہ محمد کاظم قلندر ساکن

قصبہ کاکوری مضاف لکھنؤ مولوی محمد مستعان (☆) کاکوروی کے شاگرد تھے۔ ہمیشہ درس اورر افادہ طلاب (ا) میں مشغول رہے' کتاب روض الازہرفی ماثر القلندران کی یادگار ہے۔ عمر زیادہ پائی۔ ۱۷ر رجب ۱۲۹۰ھ ر ۱۸۷۳ء بروز بدھ قریب ایک بجے انتقال ہوا۔ (☆)

حرف الثاء المثلثه

(۹۹) مولوی ثابت علی ساکن بہکا

مولوی ثابت علی ' ابن شیخ نہال الدین صدیقی ساکن موضع بہکا متصل پورہ مفتی پرگنہ چائل ضلع الہ آباد' مولوی محمد اشرف لکھنوی کے شاگرد تھے' کتب منطق میں کامل مہارت رکھتے تھے' اکثر امراء وقت کے درس و تدریس کے لیے ان کے ملازم ہوئے۔ جس زمانہ میں وہ مولوی محمد عمر' برادرزادہ مولوی محمد ظہور مچھلی شہری کی تعلیم کے لئے غازی پور میں ملازم تھے مؤلف کتاب (مولوی رحمان علی) نے شرح جامی کے اوراق ان کی خدمت میں رہ کر پڑھے۔ ان کا انتقال ۱۷ر ربیع الاول بروز پیر ۱۲۸۲ھ ر ۱۸۶۵ء کو موضع بہکا وطن مالوف میں ہوا۔ (☆)

(۱۰۰) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی' شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ بہترین علماء پرہیزگار اور عمدہ (ترین) متقیان روزگار میں سے تھے(۱)' سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا اور ۱۶ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوگئے' زمانہ طالب علمی میں کتب درسیہ کے علاوہ بھی ایک سو پچاس کتابیں مطالعہ کیں۔ پہلے شاہ محمد عابد سنامی قدس سرہٗ سے بیعت کی پھر ان کی وفات کے بعد حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہٗ الحمید کی خدمت میں فیض حاصل کیا۔ حضرت مرزا نے علم الہدیٰ کے لقب سے سرفراز فرمایا اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ العزیز "بیہقی وقت" کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک زمانہ تک افاضۂ فیض ظاہر و باطن' اشاعت علوم' فصل خصومات' افتاء سوالات اور حل مشکلات میں مصروف (۲) رہے' علم تفسیر' فقہ کلام اور تصوف میں ید طولیٰ رکھتے (۳) تھے خصوصاً علم فقہ میں ایسا مرتبہ حاصل تھا کہ اس میں کئی کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے اور

مشکل سوالات کے جوابات میں بہت سے خطوط تحریر فرمائے۔ ان کی ایک کتاب تفسیر مظہری ہے جو سات کلاں جلدوں میں کافی ضخیم ہے' کتاب "سیف المسلول کو رد مذہب شیعہ میں شمشیر برہنہ کہتے ہیں' ارشاد الطالبین' رسالہ مالابدمنہ' تذکرۃ الموتیٰ والقبور' تذکرۃ المعاد' حقوق الاسلام' جو حقیقت الاسلام کے نام سے مشہور ہے' رسالہ حرمت واباحت سرود(۴) رسالہ حرمت متعہ' رسالہ شہاب ثاقب وغیرہ ان کی دوسری کتابیں اور رسالے بھی ہیں جن کی تعداد تیس سے زیادہ ہوگی۔ قاضی صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ ر ۱۸۱۰ء میں ہوئی۔

مولوی حافظ محب اللہ پانی پتی نے ان کی تاریخ انتقال آیہ کریمہ "لھم مکرمون فی جنتہ النعیم" سے نکالی ہے۔ علیہ الرحمتہ والمغفرۃ من الغفور الرحیم (☆)

الجیم

(۱۰۱) شیخ جان محمد لاہوری

شیخ جان محمد لاہوری، دانشمند، ماہر شریعت و طریقت اور مقتدائے زمانہ تھے، محلّہ پرویز آباد میں رہتے تھے جو کہ بیرون لاہور (واقع) ہے۔ عہد طفلی میں جب شیخ عبدالحمید خلیفہ شیخ اسمٰعیل عرف میاں کلاں لاہوری کی خدمت میں تحصیل علم کرتے تھے تو ایک دن اپنے استاد کے ساتھ میاں موصوف (شیخ عرف میاں کلاں) کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت میاں صاحب نے ان سے فرمایا اگر تم عالم ہوئے تو مجھ سے تکرار حدیث کروگے، شیخ جان محمد، حیا اور ادب کی وجہ سے خاموش رہے پھر استاد کے اشارہ کرنے پر عرض کیا کہ اگر آنجناب کی توجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو ضرور خدمت میں حاضر ہوں گا، میاں موصوف نے ہاتھ اٹھائے اور ان کے حق میں دعا مانگی جو قبول ہوئی، ان کو چند مہینے میں ایسی استعداد حاصل ہوگئی کہ شیخ عبدالحمید نے ان کی تعلیم سے اپنے آپ کو قاصر پایا اور شیخ تیمور لاہوری کے سپرد کر دیا، شیخ تیمور کی خدمت میں زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ فاتحہ فراغ ہوگئی۔(۱) ایک دن میاں کلاں کی توجہ نے شیخ جان محمد کو اپنی طرف کھینچ لیا، جب جان محمد ان کی خدمت میں پہنچے تو میاں کلاں نے ان سے معانقہ کیا، باطنی نعمت عطا فرمائی اور کہا کہ حسب وعدہ بروز پیر اور جمعہ مجھ سے تکرار حدیث کرنی ہوگی، چنانچہ میاں موصوف کی زندگی تک معینہ دنوں میں حاضر ہوتے اور تکرار حدیث کرتے، جس حدیث میں شبہ ہوتا تھا تو میاں کلاں مراقبہ کے ذریعے سے حضور پر نور رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے اس کی تصحیح فرمالیتے رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۱۲۰ھ ر ۹-۱۷۰۸ء میں انتقال ہوا اور پرویز آباد میں دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ چند سال کے بعد اس محلّہ کے (مقدم چودھری) (۲) سے خواب میں کہا کہ نعش کو نکال کر میاں کلاں مرحوم کے مرقد کے پاس دفن کرو، ورنہ تمہارے محلّہ پر سخت بلا نازل ہوگی، صبح کو اس مقدم نے ان کی نعش مبارک قبر

سے نکال کر میاں کلاں کے قریب دفن کردی، رحمۃ اللہ علیہ (☆)

(۱۰۲) سید جان محمد بلگرامی

سید جان محمد بلگرامی، ابن سید معین الدین ۱۰۸۳ھ ر ۷۳-۱۶۷۲ء میں پیدا ہوئے پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر علوم متعارفہ کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور تمام علوم میں لیاقت و قابلیت حاصل کی، خط نسخ خوب لکھتے تھے، زیارات کے شوق میں بغداد، سرمن رائے، نجف، کربلا، طوس اور بیت الحرام پہنچے اور ادائے مناسک حج کے بعد مدینہ منورہ میں موت کی تمنا میں مقیم ہوگئے، مسجد نبوی میں قرآن کریم کی تصحیح کرتے تھے اور اسی مقام مقدس میں ۱۱۴۹ھ ر ۳۷-۱۷۳۶ء میں انتقال ہوا بقیع میں دفن ہوئے۔(☆)

(۱۰۳) مولوی جان محمد لاہوری

لاہور کے بڑے علماء اور بزرگ مشائخ میں سے تھے، جمعہ کے دن وعظ کہتے تھے دور و نزدیک سے مخلوق خدا ان کی خدمت میں پہنچتی تھی اور ان کے علم و عمل سے خوب مستفید ہوتی تھی۔ ۱۲۶۸ھ ر ۵۲-۱۸۵۱ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔(☆)

(۱۰۴) شیخ چاپن میواتی

شیخ چاپن قصبہ سہنہ کے رہنے والے تھے جو دہلی سے(۱) اٹھارہ کوس کے فاصلہ پر ملک میوات میں ایک قصبہ ہے، علمائے صوفیہ صافیہ (۳) اور شیخ عبدالعزیز دہلوی کے مشہور خلفاء میں سے تھے راہ فقر پر مکمل استقامت رکھتے تھے (۲) کتب تصوف مثلاً فصوص الحکم اور نقد النصوص وغیرہ کا اہل استحقاق طلبا کو درس دیتے تھے، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو آخر عمر میں ان سے بہت اعتقاد پیدا ہوگیا تھا، بعض مہمات میں ان سے مدد چاہتا تھا اور محل شاہی کے قریب عبادت خانہ میں ایک جگہ ان کے لئے مقرر کردی تھی۔ راتوں کو خلوت میں ان کے پاس حاضر ہوتا تھا، بادشاہ نے جب انھیں نماز معکوس پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے خیالات الٹ گئے۔ شیخ نے ۹۹۸ھ ر ۱۵۸۹ء میں انتقال کیا۔

(۱۰۵) مولوی جعفر

مولوی جعفر، ساکن دلمئو مضاف لکھنؤ متقی اور پرہیزگار عالم تھے۔ ۱۲۳۲ھ ر ۱۷-۱۸۱۶ء میں انتقال ہوا (☆)

(۱۰۶) سید جلال کشمیری

سید جلال کشمیری، ابن سید جمال عالم اور عامل تھے کتب فقہ و حدیث و تصوف حفظ تھیں، اپنے آباء واجداد کے قبرستان کے قریب خانقاہ بنائی تھی، پرہیزگاری سے زندگی گزارتے تھے۔ ۱۲۱۷ھ ر ۳-۱۸۰۲ء میں انتقال کیا۔(☆)

(۱۰۷) شیخ جلال تھانیسری

شیخ جلال تھانیسری، عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ علوم دینیہ اور معارف یقینیہ کی نشر و اشاعت میں مشغول رہتے تھے، آخر زمانہ میں علوم رسمیہ کو چھوڑ دیا تھا اور خلوت نشین ہوگئے تھے اپنے اوقات ختم قرآن مجید، نوافل، درود اور دعا میں گزارتے تھے، ان کی عمر ترانوے سال کی ہوگئی تھی اور وہ بہت کمزور نحیف ہوگئے تھے صرف کھال اور ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی تھی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے تکیہ لگائے ہوئے سوتے رہتے تھے۔ جس وقت اذان کی آواز سنتے کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اٹھتے جوتیاں پہن کر اور عصا ہاتھ میں لے کر طہارت کرتے اور نماز ادا فرماتے اور پھر اسی طرح بستر پر سوجاتے ۹۸۹ ر ۱۵۸۱ء میں انتقال ہوا۔ لفظ "شیخ الاولیاء" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔(☆)

(۱۰۸) مولانا جلال الدین مانکپوری

مولانا جلال الدین، مولانا حسام الدین مانک پوری کے دادا تھے۔ بزرگ شخص، عالم، عابد، صابر اور متقی تھے وہ نماز (عشاء) کے بعد اس وقت تک سوتے تھے جب تک کہ لوگ جاگتے رہتے تھے، جب لوگ سوجاتے تو یہ بیدار ہوجاتے(۱) یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کرتے، روزانہ اکتالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتے، نماز چاشت کے بعد علم

دین کی تعلیم دیتے اور معاش کتابت کے ذریعہ سے پیدا کرتے تھے، قرآن شریف لکھتے تھے اور دہلی بھیج دیتے تھے جو پانچ سو تنکہ میں ہدیہ ہوتا تھا بغیر وضو قلم نہیں پکڑتے تھے۔ اگر ملک میں کسی وقت غارت گری ہوتی تو اس زمانہ میں گوشت نہیں کھاتے تھے کہ شاید لٹے ہوئے(۲) جانوروں کا گوشت ہو۔ شیخ محمد خلیفہ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے مرید تھے۔(☆)

(۱۰۹) مولوی جلال الدین احمد بنارسی

مولوی جلال الدین احمد بنارسی، ابن مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی، ۱۲۲۱ھ ر ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوئے اپنے والد اور مولوی احمد اللہ بنارسی سے علوم متعارفہ کی تحصیل کی، سند حدیث مولوی عبدالحق محدث(۱) بنارسی سے حاصل کی، عامل بالحدیث، سنت نبوی کے متبع اور قانع و متقی تھے۔ حافظہ اس قدر قوی تھا کہ روزانہ کلام مجید کا ایک سپارہ حفظ کرکے رات کو ماہ رمضان میں تراویح میں پڑھتے۔ فرہنگ اخوان الصفاء، فاتحہ الصواب فی قراۃ فاتحہ الکتاب اور صرف و نحو میں زبدۃ القوانین، شرح کافیہ (ناتمام) قواعد اردو (ناتمام) ان کی تصنیفات سے ہیں، بنارس کالج میں مدرس اول کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ۱۲۷۹ھ ر ۶۳-۱۸۶۲ء میں ۵۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔(☆)

(۱۱۰) مولانا جلال الدین رومی

مولانا جلال الدین رومی صاحب فن استاد تھے، ہمیشہ(۱) فیروز شاہ بادشاہ کے زمانہ میں مدرسہ فیروز شاہی واقع دہلی میں علوم دینی کے افادہ میں مشغول رہتے تھے اور طلبہ کو ہمیشہ تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیتے تھے۔(☆)

(۱۱۱) قاضی جلال الدین ملتانی

قاضی جلال الدین ملتانی، دانشمند متجر، حق گو اور حق پسند تھے۔ شروع میں تجارت کرتے تھے درمیانی عمر میں درس میں مشغول ہوئے کچھ دنوں اکبر آباد میں رہے، قاضی یعقوب کے معزول ہونے کے بعد اکبر بادشاہ کے حکم سے قاضی ہند کے عہدہ پر سرفراز ہوئے دیانت و امانت کے اعتبار سے بہترین قاضی تھے۔ لیکن بدقسمتی

سے بیٹا ناخلف اور بددیانت تھا' دکن کی طرف ان کا اخراج ہوا۔ اس علاقہ کے حکام نے دین اسلام میں ان کی مہارت اور کلمہ الحق کے اظہار کی شہرت سنی تھی' ان کی تعظیم و تکریم میں بڑی کوشش کی وہاں سے زیارت بیت اللہ الحرام کو گئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ علیہ الرحمتہ والرضوان (☆)

(۱۱۲) سلطان جلال الدین قریشی

سلطان جلال الدین قریشی' دانشمند متجر' صاحب حال درویش اور مجذوب صورت تھے اکثر ننگے سر اور ننگے پیر رہتے تھے۔ جنگلوں میں گھومتے صرف ستر پوشی ہی پر اکتفاء کرتے' علوم عقلی و نقلی اور رسمی و حقیقی زبان پر تھے اور جب کبھی تقریر کا اتفاق ہوتا تو خوب بیان کرتے کسی چیز اور کسی شخص سے تعلق نہیں رکھتے' عربی فارسی اور ہندی میں شعر کہتے تھے' قلندریہ طریقہ تھا عبادت میں فرائض و سنن ہی پر اکتفاء کرتے تھے' فصوص الحکم اور تمام کتب تصوف یاد تھیں' کچھ دنوں دہلی میں رہے بیانہ' آگرہ اور اس کے قرب و جوار میں بھی رہے تھے ان کی عمر ۲۵ سال کی تھی ۹۴۸ھ ر ۱۵۴۱ء میں انتقال ہوا اور منڈو کے کسی گاؤں دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ (☆)

(۱۱۳) سید جلال الدین حمید عالم

سید جلال الدین حمید عالم' بن سید محمد ابوالمجد محبوب عالم احمد آبادی گجراتی' ۲ جمادی الاول ۱۰۶۲ھ ر ۱۶۵۲ء کو پیدا ہوئے' علم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کرکے درجہ کمال کو پہنچے تعبیر خواب میں' رسالہ مراۃ الرویا اور اعمال و اشغال میں رسالہ مفتاح الحاجات ان سے یادگار ہیں۔ ۲۰ ر ذی الحجہ کی شب ۱۱۱۴ھ ر ۳-۱۷۰۲ء میں انتقال ہوا احمد آباد گجرات میں دفن ہوئے۔

(۱۱۴) مولوی سید جلال الدین برہان پوری

مولانا سید جلال الدین برہان پوری' عرف اللہ والے صاحب' مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد تھے عارف وقت زاہد' عابد اور محدث تھے ۱۲۷۳ھ ر ۱۸۵۷ء میں برہان پور میں انتقال ہوا۔(☆)

(۱۱۵) شیخ جمال الدین احمد ہانسوی الخطیب

شیخ جمال احمد امام اعظم ابوحنیفہ کوفی سے نسبت رکھتے تھے' شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہما کے بڑے خلیفہ اور کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے' صاحب ترجمہ (شیخ جمال ہانسوی) کے کچھ رسالے اور اشعار بھی ہیں جو اکثر ملتے ہیں' ان میں سے رسالہ ملہمات بزبان عربی متفرق کمالات کا جامع ہے اس میں درویشی کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی قبر ہانسی میں ہے۔ یزار و یتبرک بہ۔(☆)

(۱۱۶) ملا جمال الدین کشمیری

ملا جمال الدین کشمیری' ملا کمال الدین کے بھائی تھے' دانشمند متبحر اور بابا فتح اللہ حقانی(۱) کے مرید تھے شب و روز درس و تعلیم میں مشغول رہتے۔ ابوالفقراء شیخ نصیر الدین' بابا نصیب الدین اور شیخ اسمٰعیل چشتی ان کے شاگردوں میں ہیں وہ ایک قمیص اور ایک بوریہ سے بے تکلفانہ زندگی بسر کرتے تھے ان کی قبر کشمیر میں ہے۔(☆)

(۱۱۷) مولوی جمال الدین فرنگی محلی

مولوی جمال الدین ابن ملا علاء الدین' فصول اکبری کے شارح ہیں' کتب درسیہ سے فراغت حاصل کرکے مدراس پہنچے اور نواب غلام غوث خاں رئیس کرناٹک کی تعلیم پر ڈھائی سو روپے ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہوگئے۔ وہیں ۸ ر ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ر ۶۰-۱۸۵۹ء کو انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔(☆)

(۱۱۸) مولانا جمال لاہوری

مولانا جمال لاہوری' شہر لاہور کے محلّہ تلہ کے رہنے والے تھے اپنے وقت کے ممتاز عالم' جمیع علوم کے جامع اور اسمٰعیل اوچی کے شاگرد تھے' خوش تقریر اور ظریف تھے' اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے مدرسہ میں مدرس تھے' کہتے ہیں کہ وہ آٹھ سال کی عمر سے درس دیتے اور معقول و منقول کے مشکل مباحث آسانی سے شاگردوں کو سمجھا دیتے' متقی و پرہیزگار اور نیک اخلاق کے مالک تھے' شیخ فیضی کی تفسیر کی اکثر جگہ اصلاح کی۔

اوچی' اوچ کی طرف منسوب ہے۔ جو ملتان کے نواح میں ایک قصبہ ہے اوچ پنجابی زبان میں بلند کو کہتے ہیں اور چونکہ یہ قصبہ بلند زمین پر واقع ہے اس لئے اس کا نام اوچ مشہور ہوا۔

(۱۱۹) شیخ جمال دہلوی

شیخ جمال دہلوی فاضل' خرد مند تھے جلالی تخلص تھا۔ شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید تھے، (مملکت) ہند سے خراسان گئے، اور سلطان حسین مرزا کے انتقال کے بعد خراسان سے ہند آئے (۱) سلطان سکندر لودی' بابر اور ہمایوں بادشاہ کی مصاحبت میں رہے' ان مذکورہ بادشاہوں میں سے ہر ایک ان کی عزت کرتا تھا' ان کی تصنیفات سے سیرالعارفین (۲) مشہور ہے۔ ۹۴۲ھ ر ۳۶-۱۵۳۵ میں رحلت فرمائی "خسرو ہندوای" تاریخ وفات ہے (۲)

(۱۲۰) مفتی جمال خاں دہلوی

مفتی جمال خاں بن شیخ نصیر الدین' برادر میاں لاڈن اپنے والد کے شاگرد اور طائفہ کنبوہ سے تھے' اپنے زمانہ میں اعلم العلماء تھے' علوم عقلیہ و نقلیہ خصوصاً فقہ و کلام عربیت (عربی ادب) اور تفسیر میں بے نظیر تھے انھوں نے مفتاح کی (دونوں) شرحوں پر محاکمہ کیا ہے۔ چالیس مرتبہ کتاب عضدی کا اول سے آخر تک درس دیا۔ ہمیشہ درس دیتے تھے اور علوم دینی کی نشرو اشاعت کرتے تھے' بادشاہوں اور سلاطین کے گھروں پر نہیں جاتے تھے' ہمیشہ حکام کے نزدیک معزز و محترم رہے اور ان کے اکثر شاگرد دانشمند ہوئے ہیں۔ عمر نوے برس سے متجاوز ہوئی' ۹۸۴ھ ر ۱۵۷۶ء میں فوت ہوئے ان کی تصنیفات سے شرح عضدی' شرح مفتاح اور شرح انوار فقہ مشہور ہیں۔(☆)

(۱۲۱) جواد ساباط

جواد ساباط عربی الاصل شخص تھا۔اس کا نام جواد ساباط لطفی بن ابراہیم ساباط السا باطی تھا' ملت محمدیہ کو چھوڑ کر مسیحی مذہب اختیار کرلیا اور ناثا نائیل ساباط کے نام سے

مشہور ہوا۔ ۱۲۲۲ھ ر ۱۸۰۷ء میں کلکتہ میں شیخ احمد عرب (۱) شروانی سے ملاقات ہوئی تھی وہ (جواد ساباط) ظریف الطبع' عجیب و غریب لطائف اور عجیب و مضحکہ خیز باتیں بیان کرنے میں یکتائے روزگار تھا' مختلف علوم میں اس کی تصنیفات ہیں۔

تصنیفات:۔ القواعد الفکریہ فی الصرف والنحو بالفارسیہ ۔ضروریات الصرف' ربط الحمار فی ردالا ستعداد اور یہ کتاب مولوی باقر مدراسی کی تصنیف امیر معاویہؓ کے اجتہاد کے اثبات میں ہے۔ مقدمتہ العلوم در منطق۔ الموجز النافع در عروض (۲) مختصر در قوافی۔ الانموذج السا باطی در عروض و قوافی۔ التحفتہ الباقشریہ در صنائع و بدائع۔ شراب الصوفیہ در اصول تصوف۔ السہام السا باطیہ در مجربات خود۔ الوظائف السا باطیہ' وہ دعائیں جو اپنے لئے لکھیں۔ موجز الرمل۔ ضرغامتہ الرمل۔ ہماکتہ ساباطیہ در صرف و نحو ہندی۔ ان کے علاوہ عربی و فارسی زبان میں کتابیں اور رسالے لکھے ہیں۔(☆) نیز قصائد وغیرہ بھی ہیں۔(۳)

(۱۲۲) جوہر ناتھ کشمیری

جوہر ناتھ کشمیری کشمیر کے مشہور عالم تھے' علوم عقلیہ کے جامع اور محدث تھے اکثر علوم سلطان قطب الدین کشمیری کے مدرسہ میں تحصیل کئے' حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ مناسک حج بیت اللہ کے ادا کرنے کے بعد حدیث شریف کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں کے ممتاز محدثین اور علماء سے حدیث کی اجازت حاصل کی۔ ملا علی قاری ہروی اور ابن حجر مکی سے حدیث کی اجازت معنعن کے طریقہ سے پائی۔ پھر کشمیر واپس آئے اور اللہ کی عبادت و یاد میں مشغول ہوگئے۔ حلال روزی کے حاصل کرنے کی غرض سے اون کے کاتنے کا پیشہ اختیار کیا جس سے دو شالہ بنایا جاتا ہے' علوم دینیہ کا درس دیتے تھے' ان کے مشہور شاگردوں میں ملا محمد ٹوپی گر محشی شرح جامی ہیں۔ صاحب ترجمہ (جوہر ناتھ کشمیری) ۱۰۲۶ھ ر ۱۶۱۷ء میں فوت ہوئے اور کشمیر میں ملا حسین خباز کے مرقد کے مشرقی جانب دفن ہوئے۔(☆)

(۱۲۳) ملا جیون امیٹھوی

ملا جیون امیٹھوی کا نام شیخ احمد بن ابی سعید بن عبدالرزاق بن خاصہ' صدیقی

نسب، حنفی مذہب، ملکی اصلاً(۱) الصالحی امیٹھی میں پیدا ہوئے تھے، قوت حافظہ خوب تھی۔ ایک مرتبہ سن کر قصیدہ یاد کرلیتے تھے اور درسی کتابوں کی عبادت بغیر کتاب دیکھے زبانی پڑھ دیتے تھے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر اپنے زمانہ کے علماء سے تحصیل علم کی، ملا لطف اللہ ساکن کوڑہ جہاں آباد کی خدمت میں فاتحہ فراغ پڑھی اس کے بعد محی الدین اورنگ زیب بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ بادشاہ موصوف نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا اور ان کے شاگردوں میں شامل ہوگیا، زندگی بھر ان کا ادب ملحوظ رکھا۔ اسی طرح بادشاہ کی اولاد بھی ان کا ادب کرتی تھی، ملائے مذکور نے اپنی تمام عمر افادۂ درس و تصنیف میں گزار دی، زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، یکم ربیع الاول ۱۱۰۵ھ ر ۱۶۹۳ء میں نور الانوار (شرح منار) لکھنی شروع کی اور ۷ ر جمادی الاول ۱۱۰۵ھ ر ۱۶۹۳ء میں مدینہ منورہ میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے ختم کردی۔ ان کی مشہور تصنیفات میں سے آیات احکام کی شرح میں تفسیر احمدی ہے۔ ۱۱۳۰ھ ر ۱۷۱۸ء میں دہلی میں وفات پائی ان کی نعش امیٹھی میں دفن ہوئی۔(☆) طاب اللہ ثراہ و جعل الجنتہ مثواہ۔(۲)

حرف الحاء المہملہ

(۱۲۴) میاں حاتم سنبھلی

میاں حاتم سنبھلی، شیخ عزیز اللہ تلنبی سنبھلی کے شاگرد و مرید تھے، اپنے زمانہ میں جامع حیثیت کے مالک تھے، خاص طور سے علم کلام، اصول اور عربی ادب اور فقہ میں بے نظیر تھے، صاحب ریاضت متقی اور پرہیزگار تھے، کہتے ہیں کہ شرح مفتاح ومطول کو بسم اللہ کی ب سے تمت کی ت تک (از اول تا آخر) چالیس مرتبہ پڑھایا، اسی طرح دوسری کتابوں کو قیاس کرنا چاہیے۔ جب ملا علاء الدین لاری نے اپنی تصنیف حاشیہ عقائد نسفی (۲) کو بڑے دعوے کے ساتھ میاں صاحب کے سامنے پیش کیا تو میاں صاحب نے اس کے مطالعہ کے بعد ایسی باریکیاں بیان فرمائیں کہ ملا علاء الدین کو جواب نہ بن پڑا حاصل کلام یہ ہے کہ ستر سال تک مسند ارشاد و افادہ پر متمکن رہے۔ ۹۶۸ھ ر ۶۱-۱۵۶۰ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۱۲۵) حافظ کوکی

حافظ کوکی، تاشکندی حافظ کے نام سے مشہور تھے، دانشمند متبحر تھے، عربی ادب میں خاص طور سے ملا عصام الدین اسفرائینی کے شاگرد تھے، تمام علوم سے خوب واقف تھے، ان سے (مخلوق کو) بہت نفع ہوا، سپاہی وضع رکھتے تھے۔ ۹۷۷ھ ر ۷۰-۱۵۶۹ء میں ہندوستان آئے اور اکبر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوئے، بادشاہ کے حضور میں تفسیر(۱) سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی قریب چالیس ہزار روپیہ انعام ملا، گجرات کے راستہ سے حرمین شریفین گئے۔

(۱۲۶) حاجی محمد کشمیری

حاجی محمد کشمیری(۱)، ہمدان کے رہنے والے تھے، ان کے ایک بزرگ، سید علی ہمدانی کے ہمراہ کشمیر میں آکر مقیم ہوگئے تھے، حاجی محمد وہیں پیدا ہوئے، دہلی میں آکر

علم و فضل حاصل کیا۔ اکثر علوم میں درجہ کمال کو پہنچے، فقر و عبادت میں زندگی گزارتے تھے اور امور دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بروز پنجشنبہ (ا) ۱۹ صفر ۱۰۰۶ھ ر ۱۵۹۷ء کو وفات پائی۔ ان کے انتقال کا مادہ تاریخ وفات "نوز دہم بود از شہر صفر" ہے۔ (☆)

(۱۲۷) شیخ حبیب اللہ قنوجی

شیخ حبیب اللہ، شہر قنوج کے مشائخ کبار میں سے تھے، مروجہ علوم درسیہ کے عالم اور مولوی علی اصغر قنوجی کے معاصر تھے، سلوک و تصوف میں انتہائی مشق و کمال رکھتے تھے اور زیادہ تر مخلوق خدا کے ارشاد و ہدایت میں مصروف رہتے تھے، جواہر خمسہ، تذکرۃ الاولیاء، روضتہ النبی، انیس العارفین اور الفاضل فی الفقہ ان کی لطیف تصنیفات سے ہیں، شاہ عبدالجلیل الہ آبادی سے بیعت اور ارادت رکھتے تھے(ا) ۱۱۴۰ھ ر ۲۸۔۱۷۲۷ء میں قنوج میں انتقال ہوا، اور اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۲۸) ملا حبیب اللہ فرنگی محلی

ملا حبیب اللہ فرنگی محلی، ابن ملا محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق بن ملا محمد (ا) سعید بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی، اکثر کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی ملا محمد مبین سے اور ان میں سے بعض اپنے چچا ملا از ہار الحق سے پڑھیں، بڑی کتابیں ملا احمد حسین سے پڑھیں، معقولات کی تحصیل ملا محمد حسن کی خدمت میں کی۔ فقدان معاش کی وجہ سے درس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ (☆) ۶ ر ذی قعدہ ۱۲۲۶ھ ر ۱۸۱۱ء کو فوت ہوئے۔ ان کی رحلت کی تاریخ "شد بعوش بریں حبیب اللہ" سے نکلتی ہے۔

(۱۲۹) مولانا حسام الدین مانک پوری

مولانا حسام الدین ابن مولانا خواجہ ابن مولانا جلال الدین، شیخ نواب قطب عالم پنڈوا کے مرید و خلیفہ تھے اپنے وقت کے سرکردہ مشائخ میں شریعت و طریقت کے عالم تھے، ان کے ملفوظات ہیں جن کا نام "رفیق العارفین" ہے جو ان کے ایک مرید نے جمع کیے ہیں۔ (☆)

(۱۳۰) حکیم حسن گیلانی

حکیم حسن گیلانی، حاذق اور مشہور طبیب تھے، اگرچہ علم میں ایسے (مشہور) نہ تھے لیکن اخلاق اور اچھے اوصاف سے موصوف تھے۔ ۳ ر محرم ۱۰۰۴ھ ر ۱۵۹۵ء کو فوت ہوئے۔ (☆)

(۱۳۱) شیخ حسن بن طاہر جون پوری

شیخ حسن، کے والد شیخ طاہر ملتان سے تحصیل علم کی غرض سے ان اطراف (پورب) میں آئے اور بہت دنوں شہر بہار میں رہے، شیخ بدھ حقانی سے تحصیل علم کی، بہار ہی میں ان کے بیٹے شیخ حسن پیدا ہوئے، شباب میں تحصیل علم کے ساتھ (شیخ حسن کو) طلب حق کا جذبہ غالب ہوا، راجی حامد شہ مانک پوری کے مرید ہوئے۔ شیخ حسن کے علم سلوک و توحید میں کئی رسالے ہیں، ان میں سے ایک کتاب علم سلوک میں مفتاح الفیض ہے۔ شیخ حسن مشائخ جون پور سے تھے۔ سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں اس کی درخواست پر جون پور سے دہلی پہنچے اور کوشک بجے منڈل میں جو سلطان محمد تغلق کے قلعہ کے برج کا نام ہے، اہل و عیال کے ساتھ ٹھہرے، وہیں ۲۴ ر ربیع الاول ۹۰۹ھ ر ۱۵۰۳ء کو وفات پائی۔ ان کی قبر اور ان کی اولاد کی اکثر قبریں وہیں ہیں۔ علیہ الرحمتہ (☆)

(۱۳۲) حسن علی موصلی

حسن علی موصلی، شاہ فتح اللہ کے شاگرد رشید تھے، جس سال کابل فتح ہوا اسی سال اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور بڑے شہزادے کی تعلیم پر مامور ہوئے، کچھ دنوں شیخ ابوالفضل نے بھی ان سے خفیہ طور سے فن ریاضی و طبیعات اور جملہ علوم حکمت کی تعلیم پائی اور علوم کے نکات و غوامض ان سے حل کیے، کچھ مدت کے بعد (حسن موصلی) ملازمت ترک کرکے گجرات پہنچے، وہاں مرزا نظام الدین احمد اور ان کے بیٹے محمد شریف نے ان سے علوم عربیہ و عقلیہ میں استفادہ کیا اور وہ درجہ کمال پر پہنچے، کچھ زمانے کے بعد ابوالفضل وغیرہ مقربان (شاہی) نے ان کے کمالات و فضائل کا

کچھ ذکر بادشاہی محفل میں کیا تو ان کی طلبی کا فرمان جاری کیا گیا۔ صاحب ترجمہ (حسن علی موصلی) لاہور پہنچے۔ کورنش کے وقت ان کو (رسم) سجدہ کی پابندی کرنی پڑی، اس بات سے وہ آزردہ دل ہوکر ۹۹۸ھ ر ۹۰-۱۵۸۹ء میں اپنے وطن (موصل) واپس چلے گئے۔(☆)

(۱۳۳) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی

مرزا حسن علی صغیر، لکھنؤ کے محلہ یحییٰ گنج میں رہتے تھے، میرک جمال الدین لقب اور مرزا کے عرف سے مشہور تھے۔ علوی سادات تھے اپنے کو ہاشمی لکھتے تھے، سند حدیث مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کی، سینکڑوں اشخاص نے ان سے علم حدیث میں استفادہ حاصل کیا۔ سیدی مولوی ابوالخیر محمد معین الدین مشہدی الکڑوی نے ان سے سند حدیث حاصل کی، رسالہ تحفتہ المشتاق فی النکاح و الصداق ان کی تصنیفات میں مشہور ہے، ایک کتاب برہان الخلافت اور فتاویٰ فارسی زبان میں ان سے منسوب ہیں، بعض کہتے ہیں کہ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ منشی خادم علی سندیلوی مولف تاریخ جدولیہ نے ۱۲۲۶ھ ر ۲-۱۸۱۱ء میں بمقام باندہ ان سے استفادہ کیا۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے آخر عہد میں لکھنؤ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ سقی اللہ ثراہ۔ (☆)

(۱۳۴) مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنوی

مرزا حسن علی کبیر، لکھنؤ کے محلہ محمود نگر کے رہنے والے تھے اور مولوی حیدر علی سندیلوی کے شاگرد تھے۔ (☆)

(۱۳۵) مولانا حسن صغانی لاہوری

مولانا حسن صغانی ابن محمد بن حسن بن حیدر صغانی، صغان بہ صاد مہملہ مفتوحہ و غین معجمہ، چغان کا معرب ہے ماوراءالنہر کے شہروں میں سے ایک شہر ہے ان کے بزرگ وہاں سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے مولانا حسن ۱۵ رصفر ۵۷۷ھ ر ۱۱۸۱ء میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ اپنے والد سے تحصیل علم کی۔

مولانا موصوف فقیہ کامل، محدث عامل، عالم ربانی، اور واقف احکام و معانی تھے۔ ۶۱۵ھ ر ۱۹-۱۲۱۸ء میں بغداد گئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔ اور بے شمار علوم میں اچھی کتابیں تصنیف کیں اور وہیں لغت کی کتاب "کتاب العباب" کی تکمیل سے پہلے ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ اپنی وصیت کے مطابق اسی سال مکہ معظمہ میں دفن ہوئے۔ ان کی مشہور تصانیف سے مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔ لغت میں شرح القلادہ السمیطیہ فی توشیح الدریدیہ، کتاب الانفعال، کتاب العروض، مشارق الانوار، مصباح الدجیٰ، الشمس المنیرۃ، شرح البخاری، درۃ السحابۃ و شرح درۃ السحابۃ در علم حدیث، کتاب الفرائض، کتاب العباب (ناتمام) وغیرہ (☆)

(۱۳۶) امیر حسن بن علاء سجزی دہلوی

امیر حسن سجزی، اپنے زمانہ کے فضلاء میں دیگر (علیحدہ) عزت و مقام رکھتے تھے اور (اس کے ساتھ ساتھ) شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں شیخ سے قربت و عنایت کی امتیازی خصوصیت رکھتے تھے، حسن معاملہ، صفائے رموز اور تمام حمیدہ اچھی صفات میں یگانہ روزگار تھے۔ تصوف کی خوبیوں کے مالک اور امیر خسرو کے مصاحب و معاصر تھے۔ غیاث الدین بلبن کی مدح میں ان کے قصیدے ہیں۔ امیر خسرو کے کلام میں سلطان مذکور کی مدح کمتر ہے، امیر حسن کی ایک کتاب فوائد الفواد (۱) ہے۔ اس میں شیخ نظام الدین قدس سرہ کے ملفوظات جمع کئے ہیں، کتاب مذکور الفاظ کی متانت اور معانی کی لطافت کے اعتبار سے شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مریدوں اور خلفاء کے درمیان مثل ایک دستور کے رہی ہے۔ (☆)

(۱۳۷) مولوی حسین علی سندیلوی

مولوی حسین علی سندیلوی، ولد غلام مرتضیٰ اصل میں قصبہ صفی پور کے رہنے والے تھے، مخدوم عبدالصمد عرف شاہ صفی، صفی پوری کی بہن کی اولاد میں تھے، ان کا سلسلہ نسب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے۔ والدہ کے سلسلہ کے بزرگ چارپشتوں سے قصبہ سندیلہ میں رہتے ہیں۔ مولوی حسین علی ۱۲۴۰ھ ر ۲۵-۱۸۲۴ء

میں سندیلہ میں پیدا ہوئے' اپنے والد نیز علمائے فرنگی محل کی خدمت میں فارسی و عربی کی کتابیں پڑھیں اور فراغ حاصل کیا' طلباء کے افادہ میں مشغول ہوگئے۔ دیوان اشعار فارسی' شرح چہل کاف اور آمد نامہ منظوم ان کی تصنیفات ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں شاہ محمد احسن سرہندی بختیار نگری (۱) کے مرید و مجاز سلسلہ قادریہ' چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت لینے شاہ خادم صفی' صفی پوری کی طرف سے مجاز بنائے گئے۔ سلمہ اللہ والبقاہ۔

(۱۳۸) سید حسین شاہ

سید حسین شاہ' حقیقت تخلص رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ فضائل و کمالات میں خود بادشاہ تھے' مدراس کے رئیس کے یہاں میر منشی کا منصب رکھتے تھے' ان کی تصانیف بہت ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب خزینتہ الامثال ہے۔ اس میں عربی و فارسی اور ہندی کے امثال ۱۲۱۵ھ ر ۱-۱۸۰۰ء میں جمع کیے ہیں۔ کتاب مذکور کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ خزینہ عامرہ عربی' فارسی اور ہندی امثال کے سکوں سے بھرا ہے۔ اس لیے اس کا دیباچہ تینوں زبانوں میں لکھا ہے اور اس کے اختتام میں تینوں زبانوں کے اشعار میں اس کی تاریخ کہی ہے:۔

حین اتممت اہذہ النسخہ
مستعینا بربی المتعال

سال تاریخ خواستم کہ کنم
ہم ز نامش عیان بر اہل کمال

کر خزینے سے خرچ ساٹھ عدد
بولا ہاتف "خزینتہ الامثال"

(۱۳۹) خواجہ حسین ناگوری

خواجہ حسین ناگوری' شیخ حمیدالدین ناگوری کی اولاد میں سے ہیں' شریعت و طریقت و تصوف کے جامع اور شیخ کبیر کے مرید تھے۔ گجرات میں ایک مدت تک اپنے

پیر کی خدمت میں رہے اور علوم کسبی و وہبی حاصل کیے۔ پھر اپنے وطن کو واپس آئے' ان کی تصنیفات سے تفسیر نورالنبی ہے کہ قرآن کریم کے ہر جزو (سیپارہ) کو علیحدہ لکھا ہے' حل تراکیب اور معانی قرآن کو جو تفسیروں میں بیان ہوئے ہیں مفصل طور سے سہل انداز میں بیان کیا ہے اور مفتاح کے عنوان ثالث کی ایک شرح لکھی ہے' رسائل و مکتوبات بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ احمد غزالی کی سوانح کی شرح بھی کی ہے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے قبر کے اوپر عمارت روضہ کی بنیاد رکھی' وہ علوم دین کی تعلیم اور ارباب یقین کی تلقین میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت رکھتے تھے' گھر' باغ اور کنواں' جو کچھ تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرکے سب کو وقف کردیا تھا' ۹۰۱ھ ر ۹۶-۱۴۹۵ء میں انتقال ہوا۔ رحمتہ اللہ علیہ (☆)

(۱۴۰) ملا حسین ہروی

ملا حسین ہروی' شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کے بیٹوں میں سے ہیں۔ علوم معقول میں مولانا عصام الدین اور ملاحقی کے شاگرد تھے۔ علوم شرعی میں خاتم العلماء والمحدثین شیخ ابن حجر ثانی کی شاگردی اختیار کی۔ شعر' انشاء' صنائع' بدائع' حسن تقریر' فصاحت' بلاغت' ظرافت اور لطائف میں بے نظیر تھے۔ فارسی اشعار کا دیوان مکمل کیا' اکبر بادشاہ نے سنگھاسن بتیسی کو منظوم کرنے پر مامور کیا تھا مگر یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی کہ ۹۷۹ھ ر ۷۲-۱۵۷۱ء میں وہ ہندوستان سے رخصت لے کر عازم وطن ہوئے۔ کابل کے نزدیک پہنچے تھے کہ انتقال ہوگیا' شیخ فیضی نے جوان کا تربیت یافتہ تھا لفظ "دام ظلہ" ۹۸۰ھ ر ۷۳-۱۵۷۲ء سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ (☆)

(۱۴۱) مولوی حسین علی قنوجی

مولوی حسین قنوجی' ابن مولوی عبدالباسط قنوجی' اپنے والد کے شاگرد تھے اپنے باپ کی زندگی ہی میں طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ مشکل صیغوں کے بیان میں "تمرین المتعلم" ان سے یادگار ہے۔ اپنے والد کے انتقال کے پانچ ماہ بعد

۲۴ سال کی عمر میں ۱۲۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ (☆) بواہ اللہ فی دار النعیم۔

(۱۴۲) مولانا حسین احمد ملیح آبادی

مولانا حسین احمد بن شاہ علی احمد بن شاہ علی امجد، ان کے والد سرہند سے لکھنؤ آئے اور لکھنؤ کے قریب قصبہ ملیح آباد میں مقیم ہوگئے۔ صاحب ترجمہ (مولانا حسین احمد) ۲۵ ر صفر ۱۲۰۱ھ ر ۱۷۸۶ء میں ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ مولوی ظہور اللہ لکھنوی، مولوی عبدالرحیم کلکتوی، مرزا حسن علی محدث صغیر ساکن لکھنؤ محلہ یحییٰ گنج (۱) مولوی سید مخدوم لکھنوی، مولوی نورالحق لکھنوی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، شیخ عمر محدث مکی، حکیم محمد صادق فیض آبادی اور مولوی حیدر علی سندیلوی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی، ہمیشہ درس عبادت اور ارشاد طالبان میں مشغول رہتے اور تصنیفات کی طرف کم متوجہ ہوئے۔ رسالہ جواز قرآت فاتحہ خلف امام، رسالہ دربیان بیعت، شرح رسالہ مولوی رفیع الدین دہلوی دربیان وجود، تصوف میں کچھ رسالے اور حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تصنیفات سے صفحات زمانہ پر یادگار(۲) ہیں۔ ۴ ر رمضان ۱۲۷۵ھ ر ۱۸۵۹ء میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے قریب موضع دودھیا (متصل ملیح آباد) کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۴۳) مولوی حفیظ اللہ فرنگی محلی

مولوی حفیظ اللہ فرنگی محلی، بن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، مولوی ولی اللہ کے چھوٹے بھائی، نہایت ذہین و ذکی تھے، بڑی محنت اور توجہ سے کتب درسیہ کی تحصیل کی۔ لکھنؤ کے بادشاہ کی سرکار کی طرف سے فیض آباد کی عدالت میں داروغگی کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ اسی حالت میں طلباء کو درس دیتے تھے۔ ۲۰ ر ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ ر ۱۸۶۲ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۱۴۴) حکیم الملک گیلانی

حکیم الملک گیلانی، کا نام شمس الدین تھا، علم حکمت و طب میں اپنے زمانے کے جالینوس اور مسیح تھے۔ اکبر بادشاہ کے ملازم، بندگان خدا کے خیر خواہ اور آشنا پرور

تھے، ہمیشہ طلباء کو درس دیتے اور ان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، لوگوں کے مکان پر کم جاتے تھے۔ ۹۸۸ھ ر ۱۵۸۰ء میں زیارت حرمین شریفین کو گئے اور وہیں سفر آخرت پیش آیا۔ (☆)

(۱۴۵) حکیم دانا سیالکوٹی

حکیم دانا سیالکوٹی، کا نام ملا محمد صادق ابن مولانا کمال الدین سیالکوٹی ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ جب نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کو اپنی محفل خاص میں جگہ دی، جب بھی علماء اہل سنت و تشیع کے درمیان مباحثہ ہوتا تو وہ اہل سنت کی طرف سے مناظرہ کرتے اور جواب دیتے اور ملا حبیب اللہ شیعہ کو خاموش کردیتے۔ وفات کے بعد اپنے مکان میں جو محلہ جمالتہ میں تھا دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۴۶) مولوی حمد اللہ سندیلوی

مولوی حمد اللہ سندیلوی ولد حکیم شکر اللہ ولد شیخ دانیال ولد پیر محمد صدیقی، ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید (۱) سہالوی کے ارشد تلامذہ سے تھے، عالم عامل اور طبیب حاذق تھے، قصبہ سندیلہ (مضاف لکھنؤ) میں ایک بڑا مدرسہ جاری کیا۔ بادشاہ وقت کی پیشگاہ کی طرف سے مدرسہ کے مصارف کے لیے چند دیہات بطور معافی (جن کا لگان معاف ہوتا تھا) دیئے گئے (☆☆) انھوں نے اپنی تمام عمر طلباء کے درس و افادہ میں صرف کی، بادشاہ دہلی کی طرف سے فضل اللہ خاں کا خطاب تھا، نواب ابو المنصور خاں صوبہ دار اودھ ان کا دستار بدل بھائی تھا، بہت سے مشہور علماء و فضلاء نے ان کے سایہ دامن میں تربیت پائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) قاضی احمد علی سندیلوی داماد صاحب ترجمہ

(۲) مولوی احمد حسین لکھنوی

(۳) ملا باب اللہ جونپوری

(۴) مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ

(۵) مولوی عبداللہ ابن مولوی زین العابدین مخدوم زادہ سندیلہ

مولوی حمد اللہ کی مندرجہ ذیل تصانیف مشہور و متداول ہیں۔ شرح تصدیقات سلم العلوم معروف بہ حمد اللہ، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ صدرا و شرح زبدۃ الاصول عاملی (۴)۔ ان کی وفات دہلی میں ۱۱۶۰ھ ر ۱۷۴۷ء میں ہوئی اور حضرت قطب الدین اوشی قدس سرہٗ کے غرب و جنوب میں دفن ہوئے۔ غفر اللہ لہ۔ (☆)

(۱۴۷) قاضی حمید الدین ناگوری

قاضی حمید الدین ناگوری، شمس الدین التتمش بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ ان کا اسم مبارک، محمد بن عطا ہے، ہندوستان کے قدیم مشائخ میں سے تھے، علم ظاہر و باطن میں کامل تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ لیکن ان کے مشرب پر وجد و سماع غالب آگیا۔ اس میں زیادہ غلو تھا۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ عشق و ولولہ کے ساتھ بات کرتے تھے، اسماء حسنیٰ کے بیان میں طوالع شموس ان کی تصنیف ہے۔ ۶۰۵ھ ر ۹-۱۲۰۸ء میں انتقال فرمایا۔ (☆)

(۱۴۸) شیخ حمید الدین الصوفی

شیخ حمید الدین السعیدی الناگوری السوالی کی، کنیت ابو احمد اور لقب سلطان التارکین ہے۔ خواجہ بزرگ معین الدین سجزی (سنجری) اجمیری کے بڑے خلفاء میں تھے۔ علمائے صوفیاء میں بزرگ تھے۔ عشرۂ مبشرہ میں سے سعید بن زیدؓ کی اولاد میں تھے۔ عمر طویل پائی، وہ پہلے مولود تھے جو دہلی کی فتح کے بعد مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے اور حضرت خواجہ معین الدین کے زمانے سے شیخ نظام الدین اولیاء کے اوائل زمانہ تک زندہ رہے، ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ ان میں سے نسخہ اصول الطریقہ بہت مشہور ہے۔ ان کی وفات ۲۹ ر ربیع الثانی ۶۷۳ھ ر ۱۲۷۴ء میں ہوئی۔ قبر ناگور میں ہے۔ سوالی ناگور کا ایک گاؤں ہے اور ناگور مارواڑ کے علاقہ میں ایک شہر ہے۔ (☆)

(۱۴۹) مولانا حمید قلندر دہلوی

مولانا حمید قلندر دہلوی ایک فاضل شاعر اور شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے

اور شیخ کے بعض خلفاء کی صحبت میں جو کچھ ان کی قابلیت اور استعداد کے لائق تھا، استفادہ کیا۔ اول مولانا برہان الدین غریب کی خدمت میں رہے اور ان کے جملہ ملفوظات کو جمع کیا اور اس کے بعد شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ملفوظات کو بھی جمع کیا۔ اس کا نام "خیر المجالس" رکھا اس کی تالیف کا آغاز ۷۵۵ھ ر ۱۳۵۴ء میں اور اس کا اتمام ۷۵۶ھ ر ۱۳۵۵ء میں ہوا۔ (☆)

(۱۵۰) شیخ حمید سنبھلی

شیخ حمید سنبھلی قرآن کریم کی تفسیر میں علامہ زماں اور یکتائے دوراں کی حیثیت سے معروف اور فرقان حمید کی نکتہ سنجی میں مشہور تھے۔ ہمایوں بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے دوبارہ فتح کرنے کے زمانہ میں ہمایوں بادشاہ کے استقبال کی غرض سے کابل (۱۶۵۵ء) گئے۔ بادشاہ ان سے بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ ایک دن بادشاہ سے ناراض ہوگئے اور کہا کہ اے بادشاہ! میں نے تمہارے تمام لشکر کو رافضی دیکھا، بادشاہ نے پوچھا کہ شیخ یہ کیسے کہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ہر جگہ تمہارے سپاہیوں کا نام یار علی، کفش علی اور حیدر علی پایا اور کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ دوسرے یاران پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اس کا نام ہو، بادشاہ کو غصہ آگیا، اس کے ہاتھ میں جو قلم تھا اس کو زمین پر پھینک دیا اور کہا کہ خود میرے دادا کا نام عمر شیخ ہے اور میں کچھ نہیں جانتا (یہ کہہ کر) اٹھا اور حرم سرا میں چلا گیا پھر واپس آیا، ملامت اور محبت سے شیخ کو اپنے حسن عقیدہ پر اطلاع دی۔ اس حکایت کا نتیجہ (ظاہر کرنا ہے) اہل سنت میں شیخ حمید کی عصوبت اور ہمایوں بادشاہ کی خوش خلقی اور خوش عقیدگی رحمہا اللہ تعالیٰ (☆)

(۱۵۱) قاضی حمید الدین دہلوی

قاضی حمید الدین دہلوی، عمدۃ العلماء اور قدوۃ الفضلاء تھے، ساری عمر درس میں صرف کردی۔ ان کی تصنیفات سے ہدایۃ الفقہ کی شرح مشہور ہے۔ (☆)

(۱۵۲) حمید الدین نارنولی

حمید الدین نارنولی، صوفی عالم تھے دلائل الخیرات کی شرح تیسیر البرکات ان کی تالیف ہے اس میں (مختلف نسخوں کے) (ا) متن کے اختلافات کو بیان کیا ہے۔

(۱۵۳) ملا حیدر کشمیری

ملا حیدر کشمیری، ابن خواجہ فیروز، سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا۔ اول علماء وقت مثلاً بابا قطب الدین اور جوہر ناتھ سے استفادہ کیا اس کے بعد کشمیر سے دہلی پہنچے اور شیخ المحدثین دہلوی (شیخ عبدالحق دہلوی) کی خدمت میں فقہ، حدیث اور تفسیر کی تکمیل کرکے کشمیر واپس آئے، وہاں کے حاکم نے ہر چند اس شہر (ا) کے عہدۂ قضا کے لئے کہا۔ لیکن انھوں نے اس منصب سے انکار کردیا، ان کا انتقال ۱۰۵۷ھ ر ۱۶۴۷ء میں ہوا۔ (☆)

(۱۵۴) قاضی حیدر کشمیری

قاضی خاں خطاب تھا۔ کشمیر کے مشہور فقیہ اور نامور عالم تھے۔ ملا عبدالرشید زرگر کے شاگرد تھے۔ عسرت معاش کی وجہ سے وطن مالوف چھوڑ کر محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے لشکر میں شامل ہوگئے اور سیادت خاں صدر الصدور کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے، پہلے شہزادوں (ا) کی تعلیم پر مقرر ہوئے اس کے بعد دہلی کے قاضی ہوئے، بادشاہ ان کے عدل و دیانت سے بہت خوش ہوا، ان کو قاضی خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ۱۱۲۱ھ ر ۱۷۰۹ء میں مرض اسہال میں ملک دکن میں ان کا انتقال ہوا۔ نعش کشمیر لاکر شہر کے باہر بچہ پورہ کے باغ میں دفن کی گئی۔ (☆)

(۱۵۵) مولوی حیدر علی سندیلوی

مولوی حیدر علی سندیلوی، ابن مولوی حمد اللہ سندیلوی، اپنے والد ماجد اور قاضی احمد علی سندیلوی کے شاگرد تھے، اپنے والد کے شاگرد ملا باب اللہ جون پوری سے

تکمیل کی تھی، عالم متبحر، طبیب حاذق اور شاعر تھے، ان کے مشہور شاگردوں میں قاضی ارتضاء علی خاں گوپاموی، مولوی دلدار علی لکھنوی مجتہد شیعہ مولوی سید محمد پسر مولوی دلدار علی، مولوی نور اللہ فرنگی محلی، حافظ غلام میر سندیلوی، مولوی احمد بخش سندیلوی، مولوی نجف علی، قاضی جلال الدین آسیونی، مولوی محمد علی بدایونی، حاجی امین (ا) الدین کاکوروی، مولوی اعزالدین سندیلوی، مولوی حسین احمد ملیح آبادی، مرزا حسن علی محدث کبیر ساکن لکھنؤ (۲) محلہ محمود نگر اور مولوی رجب علی چریا کوٹی ہیں، حاشیہ میر زاہد، تعلیقات میر زاہد ملا جلال، تعلیقات شرح سلم مولوی حمد اللہ، اور تکملہ شرح سلم مولوی حمد اللہ (۳) (ناتمام) ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ ۶ ر رجب ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء میں وفات پائی اور اپنے باپ کے مدرسہ کے صحن میں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمہ و الغفران۔

(۱۵۶) مولوی حیدر علی رام پوری

مولوی حیدر علی رام پوری، نے پہلے مولوی عبدالرحمان قستانی دکھنی (دکنی) اور پھر مولوی محمد جیلانی رام پوری سے علم حاصل کرکے تکمیل علوم کی۔ مولوی محمد جیلانی (☆) کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوئی۔ علم طب میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ نواب احمد علی (☆☆) خاں کے آخر زمانہ میں ٹونک گئے وہاں اعزاز و مرتبہ پایا، کہتے ہیں کہ علم حدیث کی سند مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے پائی، ٹونک میں درس و طبابت کرتے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کی تاریخ معلوم نہیں ہے، ان کی تالیفات سے صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس اردو میں اور رسالہ رفع الیدین فارسی میں مشہور ہیں۔ (☆☆☆)

(۱۵۷) مولوی حافظ حیدر علی فیض آبادی

مولوی حافظ حیدر علی فیض آبادی، علم مناظرہ اور کلام میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ خصوصاً ہمارے زمانے میں شیعوں کے ساتھ مناظرہ کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، زیادہ تر فریق مخالف (ا) کی کتابیں ان کے پیش نظر رہتی تھیں۔ ان کی عمر

بچھتر سال سے زیادہ ہوئی۔ قریب پانچ سال ہوئے کہ حیدر آباد دکن میں وہاں کے نواب کی ملازمت میں دو سو روپے مشاہرہ (۲) پاتے تھے' حیدر آباد ہی میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ اب ان کے بیٹے وہاں ملازم اور موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل تصنیفات کے علاوہ دوسری کتابیں بھی تمام یا نا تمام شیعوں کے رد میں ان کی تصانیف ہیں۔

تصنیفات:۔

منتہی الکلام' رسالہ در نکاح ام کلثوم' نضارۃ العینین عن شہادۃ الحسنین' کاشف البشام عن تدلیس المجتہد القمقام' ازالۃ الغین عن بصارۃ العین (سہ جلد) الداہیۃ الحاطمہ علی عمن اخرج من اہل بیت الفاطمہ' رویتہ الثعالیب و الغرابیب فی انشاء المکاتیب' رسالہ در بیعت مرتضوی (☆)

حرف الخاء المعجمہ

(۱۵۸) خان خانان دہلوی

ان کا نام عبدالرحیم پسر محمد بیرم خاں خان خانان ہے۔ (۱) ۱۴ صفر ۹۶۴ھ ر ۱۵۵۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ قابلیت و استعداد میں ممتاز اور یکتائے روزگار تھے۔ فارسی' ہندی اور سنسکرت زبان میں خوب اشعار کہتے تھے۔ واقعات بابری (۲) ان کی تصانیف سے ہے۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۰۳۲ھ ر ۲۳-۱۶۲۲ء میں وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۵۹) مولوی خادم احمد فرنگی محلی

مولوی خادم احمد فرنگی محلی' بن مولوی محمد حیدر بن مولوی محمد مبین فرنگی محل (۱) کی مسجد میں مجلس وعظ اپنے بزرگوں کے طریقہ پر منعقد کرتے تھے اور ان کے وعظ سے فرنگی محل کی رونق تھی' اپنے والد مولوی محمد حیدر مرحوم کے مرید تھے۔ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مولوی امیرالدین علی امیٹھوی مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہنومان گڑھی کے بیراگیوں کے مقابلہ کے لئے ۱۲۷۱ھ ر ۵۵-۱۸۵۴ء میں کمر بستہ ہوئے تھے تو دوسرے زرپرست علماء کے ساتھ انہوں نے بھی نواب نقی علی خاں کے اشارہ پر مولوی امیرالدین علی کو فہمائش کی۔ اسی زمانہ میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ ر ۱۸۵۵ء میں مولوی خادم احمد آنت کے اترنے کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ۱۲ ذی الحجہ کو بوقت ظہر ان کی روح پر فتوح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ (۱)

قطعہ تاریخ رحلت مولوی خادم احمد فرنگی محلی

(از منشی الطاف حسین' منشی خزانہ سلطانی (لکھنؤ)

دریں مقام سرائے فانی نہ کعبہ و نے کنشت باشد
نہ طفل باشد نہ پیر باشد نہ خوب باشد نہ زشت باشد

نہ تخت باشد نہ تاج باشد نہ مملکت نے خراج باشد
نماند این ہیچ قصر و ایوان نہ در نہ دیوار خشت باشد
نہ پست باشد نہ اوج باشد نہ بحر باشد نہ موج باشد
بماند البتہ نام آن کس ہر آن کہ نیکو سرشت باشد
بعین حسرت شدہ روانہ چو خادم احمد ازیں زمانہ
رقم ز الطاف بہر سالش ۱۲۷۱ھ "الٰہی او در بہشت باشد"

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ واضح ہو کہ اسی زمانہ کے قریب لکھنؤ اور اس کے قریب و جوار میں انگریزوں کے ہاتھ سے کیا ظہور میں آیا۔ (☆) ان کی تصنیفات سے دائرہ ہندی کے بیان میں دو عربی و فارسی رسالے ہیں۔ شرح وقایہ پر متفرق تعلیقات لکھے ہیں۔ فوائد ضیائیہ کے متعلق رسالہ حاصل و محصول ہے۔ (☆☆)

(۱۶۰) مولوی خرم علی بلہوری

مولوی خرم علی، بلہور کے مشاہیر فقہا میں سے (۱) تھے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خاندان کے شاگرد تھے، ہمیشہ بدعت کی بیخ کنی اور سنت کے احیاء میں کوشاں رہتے تھے، ان کے تالیف کردہ رسالے اس پر دلالت کرتے ہیں۔ انہوں نے ۱۲۵۸ھ ر ۱۸۴۲ء میں نواب ذوالفقارالدولہ بہادر رئیس باندا کے حکم سے درالمختار شرح تنویرالابصار کا اردو (۲) ترجمہ کتاب النکاح سے شروع کیا اور ماہ رجب ۱۲۷۰ھ ر ۱۸۵۴ء میں کتاب مکمل کرلی، اس کے بعد ماہ محرم ۱۲۷۱ھ ر ۱۸۵۴ء میں کتاب الحج کا ترجمہ مکمل کیا۔ آغاز کتاب سے باب الاذان تک ترجمہ کرچکے تھے کہ اسی سال داعی اجل کو لبیک کہا اور عالم بقا کو سدھارے۔ ان کی وفات کے بعد مولوی محمد احسن (☆) نانوتوی نے ترجمہ مذکور کا حق تالیف مولوی خرم علی بلہوری کے ورثاء سے خرید کر اس کو مکمل کیا اور غایتہ الاوطار نام رکھا اس کے عدد ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۸ء نکلتے ہیں کہ وہ ۱۲۵۸ھ ر ۱۸۴۲ء اور ۱۲۷۱ھ ر ۱۸۵۴ء کا درمیان ہے۔ رسالہ منع قرات فاتحہ خلف الامام، ترجمہ مشارق الانوار، آداب الحرمین اور نصیحتہ المسلمین ان سے یادگار ہیں۔(☆)

(۱۶۱) امیر خسرو دہلوی

امیر خسرو دہلوی، نامور شعراء کے بادشاہ، معرفت شعار (۱) صوفیاء کے سردار اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے وہ "سلطان الشعراء" اور "برہان الفضلاء ہیں" ان کا نام ابوالحسن ابن امیر سیف الدین محمود ہے۔ ہزارہ بلخ کے امیر زادوں میں سے تھے۔ قصبہ مومن آباد عرف پٹیالی میں پیدا ہوئے۔ اشعار آب دار چار لاکھ سے زیادہ ہیں اور مشہور ہے کہ ننانوے کتابیں انہوں نے نظم میں لکھی ہیں۔ ان میں سے تغلق نامہ (۲) اور قرآن السعدین ہیں، قرآن السعدین ناصرالدین بغرا خان حاکم بنگال اور اس کے بیٹے معزالدین کیقباد بادشاہ دہلی کی ملاقات کی داستان ہے۔ وہ اپنے شیخ مولانا شیخ نظام الدین اولیاء سے فنافی الشیخ کی نسبت رکھتے تھے، اپنے پیر کے انتقال کے چھ ماہ بعد شب جمعہ ۱۸، (۲) شوال ۷۲۵ھ ر ۱۳۲۵ء میں فوت ہوئے اور دہلی میں اپنے مرشد کے زیر قدم دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۶۲) مولانا خواجہ مانک پوری

مولانا خواجہ مانک پوری، مولانا حسام الدین مانک پوری کے والد، دانشمند (☆) متجر اور پرہیزگار تھے، فقر بہت برداشت کرتے تھے ایک مرتبہ تین فاقے ہوچکے تھے کہ ایک شخص فتوی پوچھنے آیا اور کچھ سونا بھی لایا۔ انہوں نے وہ سونا واپس کردیا، گھر والے ناراض ہوئے۔ مغرب کا وقت ہوا، ملک عین الدین مانک پور میں آئے ہوئے تھے، ایک دعا پڑھ رہے تھے، اس میں ایک لفظ مشکل آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی عالم ہے بتایا گیا کہ مخدوم مولانا خواجہ دانشمند نامی ہیں ان کو بلا کر وہ لفظ حل کیا۔ ملک عین الدین نے اسی قدر سونا جتنا فتوی پوچھنے والا لایا تھا اور اس کے علاوہ جامہ اور کھانا بھی پیش کیا۔ انہوں نے اس کے بعد اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب ہم نے ہمت کی اور مشکوک مال واپس کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حلال ذریعہ سے عطا فرمایا۔ رحمتہ اللہ علیہ (☆)

(۱۶۳) خواجہ محمد قنوجی

خواجہ محمد قنوجی، ابن مولوی عبدالرحمن قنوجی، عالم، عارف، اور سالک تھے۔ سادات رسول سے تھے۔ اخلاق حمیدہ اور فضائل شیرہ کے مالک تھے۔(۱) حرمین شریفین گئے اور وہاں کے مشائخ (۲) سے فیض حاصل کیا پھر قنوج واپس آئے۔ ان کی تصانیف (۳) سے علم تصوف و سلوک میں ایک کتاب ہے جس کا نام "ہدایۃ السالکین الی صراط رب العالمین" ہے۔ قنوج میں وفات پائی ان کے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہوئی۔ (☆)

(۱۶۴) خواجہ محمد دہلوی

خواجہ محمد دہلوی، ابن مولانا بدرالدین اسحاق، خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی دختری اولاد ہیں۔ علوم کے جامع تھے، فنون پر حاوی تھے، علم حکمت اور موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ذوق و شوق اور عبادت الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ نماز میں شیخ نظام الدین اولیاء کی امامت کرتے تھے۔ (۱) شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات "انوار المجالس" کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ (☆)

(۱۶۵) مولانا خواجگی کالپوی

مولانا خواجگی کالپوی، شیخ نصیرالدین محمود کے مرید و خلیفہ، مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد تھے، امیر تیمور گورگان کے آنے سے پہلے دہلی چھوڑ آئے اور کالپی میں سکونت پزیر ہوگئے، وہیں زندگی گزار دی، ان کی قبر کالپی شہر کے باہر ہے۔ (☆)

(۱۶۶) خواجہ بہاری لاہوری

خواجہ بہاری لاہوری، فقیہ، محدث، مفسر اور اسرار حقانی کے واقف تھے۔ پہلے اپنے مسکن قصبہ حاجی پور سے قصبہ گودہ پور میں تحصیل علم کی غرض سے آئے اور شیخ جمال الاولیاء(۱) کی خدمت میں پڑھتے رہے اس کے بعد لاہور پہنچے، ملا محمد فاضل

لاہوری کی خدمت میں دستار فضیلت بندھی اور ان ہی کے یہاں سکونت اختیار کرلی۔ آخر میں میاں میر کے مرید و خلیفہ ہوگئے۔ ۱۰۶۰ھ ر ۱۶۵۰ء میں فوت ہوئے اور لاہور میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۶۷) شاہ خوب اللہ الہ آبادی

ان کا نام محمد یحییٰ تھا، شیخ محمد افضل الہ آبادی کے بھتیجے، داماد اور خلیفہ تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے بحر امواج تھے۔ ۱۳ سال کی عمر میں علوم مروجہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔ اپنے پیر کی تعلیم و تربیت کے موافق سلوک کے مدارج طے کئے اور مرشد کے ہم پہلو ہوئے۔ اپنے پیر کے انتقال کے بعد تمام عمران کی خلافت کے کام انجام دیے۔ بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ان میں سے القول الصحیح فی صلوۃ التسبیح، الکلام المفید (۲) فیما یتعلق بالشیخ و المرید (۳)، الکلمات المو تلفہ فی المقاصد المختلفہ، بضاعۃ مزجاۃ، ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابہ و اہل بیت الامجاد، تزئین الاوراق فی مخرق الطباق، خلاصۃ الاعمال، وفیات الاعلام (نفحات الانس ملاجامی کے انداز پر) اور تصوف کی حقیقت کے اظہار میں چار جلدیں مکتوب کی ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ شب دوشنبہ ۱۱، جمادی الاول ۱۱۴۴ھ ر ۱۷۳۱ء میں انتقال ہوا۔ الہ آباد میں اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے ان کی رحلت کی تاریخ "کان الشیخ قطباً" ہے۔(☆)

حرف دال مہملہ

(۱۶۸) داتا گنج بخش لاہوری

ان کا اسم مبارک علی مخدوم غزنوی ہے۔ (۱) ان کا شجرۂ نسب حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ' پر منتہی ہوتا ہے' متقدمین اولیاء میں علوم ظاہر و باطن کے جامع' عبادت گزار' زاہد' متقی اور صاحب خوارق و کرامات و حنفی المذہب تھے اپنے مرشد شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی (۱) کے علاوہ شیخ ابوالقاسم گورگانی و ابوسعید و ابوالخیر اور ابوالقاسم قشیری محدث جیسے مشائخ کبار کی صحبت پائی اور بہت استفادہ فرمایا' آخر میں اپنے مرشد کے ارشاد پر غزنی سے لاہور آئے' یہاں فضیلت و مشیخت کا ہنگامہ گرم ہوگیا' دن میں طلباء کو درس و تعلیم اور رات میں مریدوں کو تلقین ہوتی تھی' بہت سے علماء اور صلحاء نے ان کے دامن تربیت سے فیض پایا۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں' جن میں کشف المحجوب بہت مشہور ہے۔ ۴۶۵ھ ر ۷۳۔ ۱۰۷۲ء میں انتقال ہوا اور اپنی خانقاہ واقع لاہور میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۶۹) ملا درویزہ پشاوری

علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور سید علی خواص کے مرید و خلیفہ تھے' زندیقوں ملحدوں اور رافضیوں کے رد میں بہت کوشش کرتے تھے' ان سے مباحثہ کرکے ان کو ملزم ٹھیراتے خاص طور سے عیسیٰ ملوتی اور بایزید ملحد سے کہ جس نے اپنا نام پیر روشن رکھا تھا' بحث کرتے تھے' پشتو میں مخزن الاسلام کتاب لکھی جو ناتمام رہ گئی۔ ان کے بیٹے عبدالکریم نے اس کو مکمل کیا۔ جس قدر تصنیف ملا درویزہ سے ہے اس میں حقائق و معارف کے علاوہ احکام شرع کا بیان زیادہ ہے اور جو حصہ ان کے بیٹے عبدالکریم نے مکمل کیا ہے' اس میں حقائق و معارف کا بیان زیادہ ہے۔ مخزن الاسلام کی انہوں نے ایک شرح بھی لکھی ہے۔ جس کا نام "شرح کلمات باقیات" ہے مولانا

درویزہ ۱۰۴۸ھ ر ۳۹۔ ۱۶۳۸ء میں فوت ہوئے۔ (☆)

(۱۷۰) حافظ دراز پشاوری

ان کا نام محمد احسن واعظ بن حافظ محمد صادق(۱) واعظ بن حافظ محمد اشرف خوشالی پشاوری ہے' فقہ حدیث اور اصول میں یگانہ روزگار تھے' علمی خاندان کے فرد تھے. اکثر علوم اپنی والدہ سے حاصل کئے جو عالمہ اور فاضلہ تھیں پھر مسند فیض و ارشاد پر متمکن ہوئے' تمام عمر طلباء کے درس اور کتابوں کی تالیف میں بسر کردی'، منبع الباری شرح فارسی صحیح بخاری' تفسیر سورہ یوسف' تفسیر والضحیٰ' معراج نامہ' وفات نامہ' حاشیہ شرح قاضی مبارک بر سلم' حواشی تتمہ اخوند یوسف وغیرہ رسالے اور کتابیں ان کی تصنیفات ہیں۔ ۶۱ سال کی عمر میں ۱۲۶۳ھ ر ۱۸۴۷ء میں رحلت فرمائی۔

(۱۷۱) بابا داؤد مشکوتی کشمیری

کشمیر کے علمائے نامدار سے تھے۔ فقہ و حدیث و تفسیر اور حکمت و معانی(۱) میں بڑی دسترس رکھتے تھے' مشکوٰۃ المصابیح کے حافظ تھے۔ اس لئے ان کو مشکوتی کہتے تھے' علوم مروجہ کی تحصیل خواجہ حیدر چرخی سے کی تھی اور علم باطن بابا نصیب الدین اور خواجہ محمود نقشبندی سے حاصل کیا' کتاب اسرار الاخبار کشمیر کے درویشوں اور ساوات کے حالات میں' اسرار الاشجار اور منطق الطیر منظوم ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ۱۰۹۷ھ ر ۱۶۸۵ء میں انتقال ہوا' کشمیر میں عیدگاہ کے متصل دفن ہوئے۔ (☆)

(۱۷۲) مولوی دلدار علی لکھنوی مجتہد الشیعہ

مولوی دلدار علی لکھنوی ابن مولوی معین الدین بن عبدالہادی رضوی' ۱۱۶۶ھ ر ۱۷۵۳ء میں قصبہ جائس یا نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ اہل تشیع میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں دعویٰ اجتہاد کیا' اور مذہب میں جمعہ و جماعت قائم کیا۔ شروع میں علوم عقلیہ ہندوستان کے فضلا مثلاً سید غلام حسین دکنی الہ آبادی' مولوی حیدر علی ولد ملا حمداللہ سندیلوی اور مولوی باب اللہ شاگرد ملا حمداللہ سندیلوی سے حاصل کئے اور علوم عقلیہ حاصل کرنے کے بعد کربلائے معلیٰ میں آقا باقر بہبہانی اور

سید علی طباطبائی سے علوم فقہ' حدیث اور اصول کی تحصیل کی' مشہد مقدس میں سید مہدی بن سید ہدایت اللہ سے استفادہ کیا اور اجازت لے کر اپنے وطن واپس آئے۔ مذہبی(۲) تعلیم و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ ان کی تصنیفات سے مندرجہ ذیل کتابیں ہیں' اساس الاصول' مؤاعظ حسنہ' شرح باب الصوم حدیقۃ المتقین مصنفہ اخوند مجلسی' شرح باب الزکوٰۃ (از کتاب مذکور)' عماد الاسلام (پانچ بڑی جلدیں) شہاب ثاقب' صوارم الہیات' حسام الاسلام' احیاء السنۃ' رسالہ ذوالفقار' رسالہ غیبت' رسالہ جمعہ' حاشیہ بر شرح ہدایہ حکمت ملا صدرا' منتہی الافکار' مسکن القلوب' رسالہ ذہبیہ' رسالہ آثارالاحزان' تھے۔ غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کی حکومت کے زمانہ میں بمقام لکھنؤ ۱۹' رجب کی رات میں ۱۲۳۵ھ ر ۲۰ - ۱۸۱۹ء میں انتقال ہوا اور مقبرہ حسینیہ واقع لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ انہوں نے ۱۲۲۷ھ ر ۱۸۱۲ء میں لکھنؤ میں ایک مسجد تعمیر کرائی کسی شاعر نے اس کی تاریخ کہی ہے۔ (☆)

دلبر زہرا و دلدار علی
کامل اندر اجتہاد و اتقاء
ساخت چوں مسجد' شدہ تاریخ آں
مسجد اقصائے ثانی شد بنا

۱۲۲۷ھ ر ۱۸۱۲ء

(۱۷۳) مولوی دین محمد سندیلوی

مولوی دین محمد سندیلوی ابن وجیہہ الدین بن شیخ عبدالسمیع قاضی زادہ سندیلہ' دانشمند' محدث اور مدرس تھے توکل اور تقوی ان کا شعار تھا۔ تیرھویں صدی کے شروع میں ہی جہان فانی سے کوچ کرگئے۔

حرف ذال معجمہ

(۱۷۴) مولوی ذاکر علی سندیلوی

مولوی ذاکر علی بن مولوی اکبر علی بن مولوی حمداللہ سندیلوی شارح سلم العلوم' فارغ التحصیل' جوان تھے' اپنے والد ماجد اور مولوی حیدر علی سندیلوی سے تعلیم و تربیت حاصل کی عین عالم جوانی میں تالاب میں نہاتے ہوئے اپنے والد ماجد کے سامنے ڈوب گئے۔

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد
امطر اللہ علیہ شابیب الرحمتہ و الغفران

(۱۷۵) حکیم ذکا خاں ساکن آگرہ

حکیم ذکا خاں' طبیب حاذق اور مادھوجی سیندھیا والی گوالیار کے ملازم تھے۔ ۱۲۰۹ھ ر ۹۵ - ۱۷۹۴ء میں فوت ہوئے' ان کی قبر' شاہ علاء الدین کی درگاہ کے احاطے میں اکبر آباد (آگرہ) میں ہے' اس کو سنگ مرمر سے بنایا ہے' اس پر ان کی تاریخ وفات منقش ہے۔ (☆)

ذکا خاں عالم قانون حکمت
کہ دادے عقل کل بروست او بوس
شب آدینہ و بستم زشوال
بہ عزم کوچ زد زیں کوچکہ کوس
خرد گفت از سر افسوس تاریخ
"شد از دنیا مسیح وقت افسوس"

حرف الرا

(۱۷۶) راجح بن داوٗد احمد آبادی

راجح بن داوٗد ۹' صفر ۸۷۱ھ / ۷-۱۴۶۶ء کو احمد آباد میں پیدا ہوئے' صرف' نحو' منطق اور عروض وغیرہ محمد بن محمود مقری حنفی سے پڑھا اور علم معانی و بیان مخزوم بن برہان الدین سے اور علم ہیئت و کلام' محمد بن تاج الحنفی کی خدمت میں حاصل کیا۔ ہر ایک فن میں تبحر کامل پیدا کیا۔ طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی' حدیث الفیہ کی اجازت سخاوی سے حاصل کی' ۹۰۴ھ / ۹-۱۴۹۸ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۱۷۷) رحمت اللہ سندھی

رحمت اللہ سندھی' بڑے کامل عالم اور عامل تھے۔ سندھ سے جا کر مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کرلی تھی' ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی۔ (☆)

(۱۷۸) حافظ رحمت اللہ الہ آبادی

ان کی اصل پنجاب سے ہے۔ بچپن میں عارضہ چیچک کی وجہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہی تھیں اور بصارت سے محروم ہوگئے تھے' جب سن تمیز کو پہنچے تو تھوڑے عرصہ میں قرآن شریف یاد کرلیا' صرف و نحو کی کتابیں اپنے زمانہ کے علماء سے زبانی یاد کرلیں' اسی طرح اکثر علوم کی کتابیں اساتذہ سے پڑھیں' ذکی الطبع اور قوی حافظہ تھے کہتے ہیں کہ صرف تین مرتبہ سننے سے ورق ورق یاد ہوجاتا تھا۔ قاموس اللغت چھ ماہ میں یاد کرلی' اور صحاح ستہ زبانی یاد تھی۔ الہ آباد میں شادی ہوئی اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ ۱۴' رمضان بروز منگل ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں فوت ہوئے۔ (☆)

(۱۷۹) مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی

مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی' مولوی نور اللہ بن ملا محمد ولی بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد بن ملا قطب الدین سہالوی (۱) کے تیسرے فرزند اور اپنے چچا ملا ظہور

اللہ کے شاگرد تھے' علوم درسیہ سے فراغت حاصل کرکے غازی پور زمانیہ میں مقیم ہوگئے اور مدرسہ چشمہ رحمت کی بنا ڈالی۔ علوم مروجہ اور معقولات (۲) کا طلباء کو درس دیتے تھے۔ بہت سے لوگ ان کے فیض سے کامیاب ہوئے۔ ۲۹' جمادی الاول ۱۳۰۵ھ / ۸-۱۸۸۷ء میں غازی پور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

(۱۸۰) شیخ رزق اللہ دہلوی

شیخ رزق اللہ دہلوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تایا تھے' ان کا تخلص مشتاقی تھا' فاضل کامل (۱) عارف وقت' بزرگوں کی یادگار اور ظاہری و باطنی فضائل کے جامع تھے۔ ہندی اور فارسی میں شعر کہتے تھے' ان کے ہندی رسالے اوپیم آین اور جوت نرنجن اہل ذوق میں مقبول و مشہور ہیں۔ ہندی میں راجن اور فارسی میں مشتاقی تخلص کرتے تھے۔ آٹھ سو ستانوے ہجری (۹۲-۱۴۹۱/۸۹۷) میں فوت ہوئے۔ شیخ المحدثین (شیخ عبدالحق محدث) دہلوی نے ان کی تاریخ وفات "مشتاق حقم" سے نکالی ہے۔ (☆)

(۱۸۱) مولوی رستم قنوجی

مولوی رستم علی قنوجی' بن مولوی علی اصغر قنوجی ۱۱۱۵ھ / ۴-۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے' مختصرات سے مطولات تک درسی کتابیں (۱) اپنے والد ماجد سے پڑھیں' والد کے انتقال کے بعد فاتحہ فراغ ۱۱۴۰ھ / ۸-۱۷۲۷ء میں ملا نظام الدین لکھنوی سے پڑھا اور اپنے والد کے سجادۂ فیض پر متمکن ہوئے۔ تفسیر صغیر جو اختصار عبارت میں تفسیر جلالین کے برابر ہے اور شرح منار ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۱۷۸ھ / ۵-۱۷۶۴ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۱۸۲) مولانا رشید الدین خاں دہلوی

مولانا رشید الدین خاں' مولانا رفیع الدین دہلوی کے مشہور تلامذہ میں تھے' ذہن وقاد اور طبع نقاد رکھتے تھے (۱) علم کلام میں بڑی بہت کمال رکھتے تھے' شوکت عمریہ' بارقہ ضیغمیہ کے جواب میں جس میں متعہ وغیرہ کے مسائل ہیں اور دوسرے رسالے مذہب اہل تشیع کے رد میں ان کی یادگار ہیں۔ ۱۲۴۹ھ / ۴-۱۸۳۳ء میں ان کا طائر

روح عالم بالا کی طرف پرواز کرگیا' برداللہ مضجعہ' (☆)

(۱۸۳) مولوی رضا حسن خاں کاکوروی

مولوی رضا حسن خاں ابن امیر حسن خاں' کاکوری کے مخدوم زادوں میں سے تھے۔ ۱۴' ذی قعدہ بروز جمعرات ۱۲۴۶ھ ر ۱۔ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ حاجی محمد سعید بغدادی نے ان کی ولادت کے چند قطعے عربی زبان میں نظم کیے ہیں ان میں سے "شرف العصر بمولود وفاق" اور مادہ ثانی "معدن الخیر قد زان الوجود" ہے' وہ ذہانت اور فطانت وہبی رکھتے تھے اٹھارہ (۱) سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فارغ ہوگئے۔ خاص طور سے عربی اور فارسی انشاء میں چاہے نظم ہو یا نثر اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ اہل کمال میں شمار ہوا۔ بنگال میں ان کی تصنیفات بہت مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ قصیدہ انموذج الکمال' ہم وزن وہم قافیہ' قصیدہ بردہ ۱۲۶۳ھ ر ۸ ۔ ۱۸۴۷ء میں تصنیف فرمایا۔ چنانچہ اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

تمہ المدیح نقد ارخت (۱) موتمنا
اللہ ازلل الایجاز الختمہ

اس کی شرح ۱۲۶۵ھ ر ۹ ۔ ۱۸۴۸ء میں لکھی اس وقت ان کی عمر ۱۹ سال تھی' ان کی دوسری تصنیف مطارح الاذکیاء مختلف علوم کے رموز و دقائق کے حل میں ہے۔ مؤلف (مولوی رحمان علی) کی نظر سے یہ دونوں کتابیں گزری ہیں۔ حق یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں سے مصنف کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت کے تقاضے کے مطابق عین عالم شباب میں ملک بنگالہ میں سفر آخرت اختیار کرگئے' رحمتہ اللہ علیہ (۱)

(۱۸۴) مولوی رضا علی خاں بریلوی

مولوی رضا علی خاں بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم شاہ بن محمد سعادت یار خاں بہادر' بریلی (روہیلکھنڈ) کے مشہور عالم اور بھڑیچ کے اعلیٰ خاندانی (۱) پٹھان تھے۔ ان کے بزرگ سلاطین دہلی کے یہاں شش ہزاری مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔ (۳)

۱۲۲۴ھ ر ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی خلیل الرحمان مرحوم سے ٹونک میں علوم درسیہ کی تحصیل کی اور ۲۳ سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرلی۔ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے خصوصاً علم فقہ میں کامل (۴) مہارت تھی' ان کا وعظ تاثیر میں مشہور ہے۔ مختصر یہ ہے کہ کلام و سلام میں ابتداء کرتے تھے۔ زہد' قناعت' حلم' تواضع اور تجرید ان کی خصوصیات تھیں۔ ۲ ر جمادی الاول ۱۲۸۲ھ ر ۶ ۔ ۱۸۶۵ء میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی' رضی اللہ عنہ بھڑیچ پٹھانوں کا ایک گروہ ہے جس کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ (☆)

(۱۸۵) شاہ رضا لاہوری

شاہ رضا لاہوری' قادری شطاری' لاہور کے اکابر علماء اور کامل مشائخ (۱) (سے) تھے صاحب فتویٰ وارشاد تھے۔ ظاہر و باطن میں جو فتوحات انہیں (۲) حاصل ہوتی تھیں پنجاب میں کسی دوسرے کو حاصل نہ تھیں۔ ۱۴' جمادی الاول ۱۱۱۸ھ ر ۷ ۔ ۱۷۰۶ء میں رحلت فرمائی' ان کا مزار لاہور میں ہے۔ (☆)

(۱۸۶) شیخ رضا رفیقی کشمیری

شیخ رضا رفیقی کشمیری' بن محمد بن مصطفیٰ رفیقی' ان کی کنیت ابو حمزہ ہے۔ ۱۲۰۵ھ ر ۹۱ ۔ ۱۷۹۰ء میں پیدا ہوئے اپنے والد' چچا اور نانا شیخ نعمت اللہ بن اشرف ٹوپی گر سے تحصیل علم کی' فقیہہ' محدث اور مفسر ہوئے' علوم کے درس میں مشغول رہتے تھے' ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے' بہت حلیم' رحیم اور متواضع تھے۔ ماہ شعبان ۱۲۷۶ھ ر ۶۰ ۔ ۱۸۵۹ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۱۸۷) میر رضی الدین

میر رضی الدین علماء' کشمیر میں نہایت فاضل اور کامل و متبحر تھے۔ مرزا حیدر (۱) کے اقتدار کے زمانہ میں محلہ قطب پورہ میں مدرس مقرر ہوئے' اکثر علوم میں ان کی گراں قدر تالیفات ہیں۔ ان کی بیٹی کی شادی ملا فیروز سے ہوئی' مولوی فقیر محمد لاہوری نے حدائق حنفیہ مطبوعہ مطبع نول کشور صفحہ ۳۷۷ پر پہلے ان کی وفات ۹۵۶ھ ر ۱۵۴۹ء

میں لکھی ہے پھر اسی صفحہ پر میر موصوف کے حالات میں ان کی وفات ۹۶۰ھ ر ۳-۱۵۵۲ء میں لکھی۔ معلوم نہیں کونسی صحیح ہے اور دوبارہ حالات لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے سوائے اور کیا سمجھا جائے کہ یہ لکھنے والے قلم کی بھول ہے۔ (☆)

(۱۸۸) مولوی رضی الدین

مولوی رضی الدین ولد حبیب الدین، کان پور کے قاضی اور زیور تسلیم و رضا سے آراستہ تھے، خدا کے حکم سے ۱۲۶۲ھ ر ۶ - ۱۸۴۵ء میں کانپور میں دارفنا سے داربقا کی طرف رخصت ہوئے۔ مولانا محمد سلامت اللہ کشفی ادام اللہ برکاتہ نے ان کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی رضی الدین

ازشاہ محمد سلامت اللہ کشفی

نہال باغ شرف مولوی رضی الدین
قضا نہفتہ بہ خاکش چو آفتاب بمیغ
ز پیر عقل چو سال وفات او جستم
ز غصہ گفت بمن "ہائے ہائے ہائے دریغ"

۱۲۶۲ھ ر ۴۶ - ۱۸۴۵ء

(۱۸۹) میر سید رفیع الدین محدث آگرہ

میر رفیع الدین محدث کے تمام (ا) بزرگ علماء اور صلحاء تھے۔ وہ خود بھی دانشمند اور محدث تھے، نہایت جود و سخاوت اور خلق و لطف کے مالک تھے، معقولات میں مولانا جلال الدین دوانی کے شاگرد اور حدیث میں شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان السخاوی الحافظ المصری کے شاگرد تھے، ان کی اصل شیراز سے تھی وہیں پیدا ہوئے۔ سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں دہلی آئے، سلطان سکندر کو ان سے بہت اعتقاد ہوگیا تھا۔ انہوں نے سلطان سکندر کے حکم سے آگرہ میں سکونت اختیار کرلی (ا) وفات ۹۵۴ھ ر ۸ - ۱۵۴۷ء میں ہوئی۔ ان کی قبر وہیں ہے، جہاں ان کا گھر تھا۔ رحمتہ اللہ

علیہ (☆)

(۱۹۰) مولانا رفیع الدین دہلوی

مولانا رفیع الدین، ابن شاہ ولی اللہ دہلوی، اپنے زمانہ کے ممتاز عالم تھے، مقدمتہ العلم، رسالہ عروض، کتاب التکمیل، رسالہ دمغ الباطل، اسرارالمحبۃ اور اردو زبان میں قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ ان کی تصانیف سے ہیں، کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم دہلوی کی غزل کو جو ماہیت نفس کے بیان میں شیخ الرئیس عربی کی غزل کے جواب میں ہے، مخمس کیا تھا۔ ۱۲۴۹ھ ر ۱۸۳۳ء میں فوت ہوئے۔ اللہ جنت میں ان کے مراتب بلند فرمائے۔ (☆)

(۱۹۱) مولوی رفیع الدین مراد آبادی

مولوی رفیع الدین، مرادآبادی فرید الدین کے بیٹے تھے، علم حدیث مولوی خیرالدین سورتی تلمیذ شیخ محمد حیات سندھی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے حاصل کیا اور مولانا شاہ عبدالعزیز سے تحقیق و تدقیق کی صحبتیں ہوتی تھیں۔ شیخ محمد غوث لاہوری کے مرید تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، حرمین شریفین کے حالات میں ایک کتاب تالیف کی، جس کا نام قصرالامال بذکرالحال و المال اور سلوا لکیئب بذکر الحبیب، ترجمہ عین العلم، شرح اربعین نووی، کنزالحساب، تذکرہ المشائخ، کتاب الاذکار، تذکرہ الملوک، شرح غنیتہ الطالبین اور تاریخ افاغنہ ان کی مشہور ترین تصنیفات ہیں۔ ۱۵ (ا) ذی الحجہ ۱۲۱۸ھ ر ۱۸۰۴ء میں مرادآباد میں استسقاء کے مرض میں وفات پائی، (☆)

(۱۹۲) مولوی روح اللہ لاہوری

مولوی روح اللہ لاہوری، ۱۱۷۱ھ ر ۸ - ۱۷۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ علوم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ صرف، نحو، منطق، حدیث اور تفسیردانی میں اپنا نظر نہیں رکھتے تھے۔ مولانا محمد سلیم لاہوری کے شاگرد رشید تھے، ان کے زمانہ کے حکام یعنی رنجیت سنگھ وغیرہ ان کا بہت ادب کرتے تھے یہ وہ زمانہ تھا جب لاہور میں سکھوں کی بہت

شورش تھی۔ مگر انہوں نے لاہور میں آثار شرع کو جاری رکھا' ان کے زمانہ کے علماء میں ان کا فتویٰ مقبول تھا' مکہ معظمہ گئے وہاں بہت دنوں رہے اور قرآن شریف حفظ کیا' اکثر کتابیں تصنیف کیں' واپسی کے وقت شہر یمن میں ۱۲۴۴ھ ر ۹ ۔ ۱۸۲۸ء میں فوت ہوئے۔

(۱۹۳) شاہ رؤف احمد مصطفے آبادی

شاہ رؤف احمد نقشبندی' مجددی' مصطفے آبادی شاہ ابو سعید دہلوی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ فقیہ' محدث اور مفسر تھے۔ ظاہری علوم کی تحصیل مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی' خاندان نقشبندیہ میں خرقہ خلافت شاہ غلام علی دہلوی سے پایا اور بھوپال میں مقیم ہوگئے۔ اردو زبان میں تفسیر رؤفی لکھی۔ اس کا آغاز ۱۲۳۹ھ ر ۴-۱۸۲۳ء میں اور اس کا اختتام ۱۲۴۸ھ ر ۳-۱۸۳۲ء میں ہوا۔ اپنے مرشد کے ملفوظات دارالمعارف (۱) کے نام سے لکھے' دیوان رافت ہندی اور فارسی اشعار میں ان کی تصنیف ہے۔ اشعار میں رافت (۲) تخلص کرتے تھے۔ بھوپال سے حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے کہ جہاز کی سولھری میں ۱۲۰۳ھ ر ۹-۱۷۸۸ء (۳) میں فوت ہوئے۔(☆)

(۱۹۴) مولوی رحمان علی مؤلف کتاب ہذا

فقیر حقیر کی کیا مجال ہے کہ ارباب علم کی صف نعال سے تجاوز کرکے علماء فضلا کے پہلو میں بیٹھے اور اپنے کو مؤلفین و مصنفین کی جماعت میں شامل کرے' لیکن اما بنعمتہ ربک فحدث (اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) کی تعمیل میں قلم ژولیدہ نگار کو تحریک ہوئی۔ پس واضح ہو کہ مؤلف اوراق محمد عبدالشکور عرف رحمان علی (اللہ پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف کرے) بن حکیم الحکماء حکیم شیر علی (اللہ انہیں بخشے) بروز جمعہ ۲' ذی الحجہ ۱۲۴۴ھ ر ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوا' والد ماجد نے نہایت لاڈ اور پیار سے پرورش فرمائی' تسمیہ خوانی کی رسم کے بعد جیسا کہ برصغیر ہند کے مسلمانوں کا طریقہ ہے' ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں شروع کیں نصاب ابوالنصر

فراہی تک پہنچا تھا کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ حکیم احسان علی خاں حقیقی بھائیوں میں جو سب میں بڑے تھے مجھ ہیچ کارہ کی تربیت و تادیب کے لئے آمادہ ہوگئے اور مجھے فتح پور لے گئے جہاں وہ خود مقیم تھے' وہاں ضروریات فارسی سے فراغت حاصل کرلی' پھر مولانا محمد شکور مچھلی شہری' صدرالصدور ضلع فتح پور ہسوہ' مولانا ثابت علی بھکوی' مولوی سید حسین علی فتح پوری' مولانا عبداللہ زید پوری' مولانا شاہ سلامت اللہ بدایونی کان پوری اور مولانا قاری عبدالرحمان پانی پتی سے کتب درسیہ کی تحصیل کی۔ ۱۸' ربیع الثانی ۱۲۶۷ھ ر ۱ ۔ ۱۸۵۰ء میں اپنے بڑے بھائی مولوی حکیم امان علی خاں مرحوم کے توسط سے ریاست ریواں پہنچا۔ جب بابو رگھوراج سنگھ خلف الصدق و ولی عہد مہاراجہ بشناتھ سنگھ والی ریواں کے دربار میں آیا' تو انہوں نے میرا نام پوچھا میں نے عرض کیا عبدالشکور' فرمایا یہ لفظ ہماری زبان کو ثقیل معلوم ہوتا ہے' تمہارا نام تمہارے بھائی کے ہم وزن رحمان علی بہتر(۱) ہے۔ میں تسلیمات بجا لایا اس روز سے اسی نام سے مشہور ہوگیا' اس ریاست میں سفارت جے پور' منصری فوج' باغیوں کی تادیب' جنہوں نے شاہراہ دکن کو مسدود کردیا تھا' دیوان ریاست کی پیشی' انتظام پرمٹ' ڈپٹی مجسٹریٹی' سول ججی اور مجسٹریٹی (درجہ اول) پر وقتاً فوقتاً مامور رہا اور ۱۸۸۴ء میں ریاست کی کونسل کا ممبر سکریٹری کی حیثیت سے مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر ممتاز ہوں۔ ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء میں قیصر ہند (ملکہ وکٹوریہ) کی جوبلی کے موقعہ پر گورنمنٹ ہند کی بارگاہ سے خان بہادری کا خطاب عطا ہوا۔ ڈی۔ ڈبلیو۔ کے۔ بار صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ و سپرنٹنڈنٹ ریاست نے مقام ریواں میں ۲۲' اپریل ۱۸۸۷ء کو دربار عام منعقد فرمایا اور اپنی تقریر کے بعد گورنر جنرل بہادر کی مرحمت خطاب کی سند گورنمنٹ ہند کی طرف سے اور چاندی کا عصا مع چوبدار (۲) اور خلعت ریاست کی طرف سے اپنے دست خاص سے عنایت فرمایا۔ اس سے قبل ۱۲۷۸ھ ر ۲ ۔ ۱۸۶۱ء میں ریواں میں' میں نے ایک مسجد پتھر کی تعمیر کرائی جس کے مصارف مسجد کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتے ہیں اور وہ گاؤں جو دوامی معافی میں مجھے ریاست سے ملا تھا مسجد مذکور کے مصارف کے لئے وقف کردیا تاکہ اس گاؤں کی آمدنی سے مسجد کے مؤذن و پیش امام کی تنخواہ اور

مرمت و جانماز کا صرفہ ہوتا رہے۔ اس مسجد کی بنا کے چند قطعات تواریخ مولانا ابوالخیر سید معین الدین کاظمی نے لکھنؤ کے شعراء کے منظومہ بھیجے ہیں جن کو ناظرین کے ملاحظہ کے لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ (☆☆)

قطعہ تاریخ بنائے مسجد ریاست ریواں معمرہ
مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند

حبذا مسجد کہ صحنش چوں رخ حور از نور
ہر ستونش ساق عرش کبریا یا ساق حور
بہر تاریخ بنائش منشی فکر رسا
زد رقم مسجد بناء قبلہ عبدالشکور(۳)

۱۲۷۸ھ ر ۲-۱۸۶۱ء

دیگر در عربی

اسس العبد مسجد الفرق
فجزاه المهيمن الفرق
ارخ الفكر ذلك مصراعاً
"ذلك المسجد الحرام بحق" (۴)

(۴) ۱۲۷۸ھ ر ۲-۱۸۶۱ء

مسجد کے صدر دروازہ پر یہ آیت کریمہ کندہ ہے کہ اس سے بھی مسجد کی تاریخ بناء نکلتی ہے۔

"لیعبد والله مخلصین له الدین(۵)

۱۲۷۸ھ ر ۲ - ۱۸۶۱ء

چاروں خاندانوں میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ساتھ اجازت بیعت و خلافت مولانا حافظ حاجی (☆☆) محمد حسین عمری محب اللهی الہ آبادی سے پائی ہے۔

اپنی تصنیفات کو اہل علم کے سامنے پیش کرنا ایسا ہے۔ جیسے بادشاہ کے حضور میں کوئی فقیر اپنی جھولی اور زنبیل پیش کرے۔

بقول

نم چشم قلم را شرم دارم
کہ سوئے چشمہ حیواں فرستم

اس لئے جو متاع قلیل میرے پاس ہے اس کو لکھتا ہوں۔

کتب مطبوعہ:-

(۱) فوائد جلالیہ منظومہ فارسی اصول نحو میں مآۃ عامل کے وزن و قافیہ پر ہے۔ (مطبوعہ دہلی)

(۲) تحفہ مقبول (۱۰) درفضائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اردو) مطبوعہ مطبع نظامی (کان پور)

(۳) طریقہ حسنہ درابیات مولد و قیام (اردو) مطبوعہ لکھنؤ۔

(۴) آداب احمدی' دربیان سنن زوائد (اردو) مطبوعہ بنارس۔

(۵) ریاض الامراء۔ تاریخ امیران اندرونی و بیرونی ہند (۱۱) جو گورنمنٹ ہند سے توپ کی سلامی پاتے ہیں (اردو) مطبوعہ لکھنؤ۔

(۶) نخبتہ البحرین۔ دربیان حفظ صحت مشتمل بہ قواعد مسلمہ اطباء یونان و ہندوستان (اردو) مطبوعہ لکھنؤ۔

(۷) ابنیۃ الاسلام (عربی) دربیان ابنیہ خمسہ اسلام بطور شرح حدیث بنی الاسلام علی خمس الحدیث جو دارالخلافہ قسطنطنیہ میں طبع ہوئی اور حرمین شریفین' بغداد' مصر' بصرہ' شام اور ٹیونس وغیرہ میں تقسیم ہوئی۔

(۸) طب رحمانی۔ مشتمل بر معالجات قلیل الاجزاء (فارسی) مطبوعہ آگرہ۔

(۹) صحت جسمانی۔ مشتمل بربیان فصول سہ گانہ (۱۲) و خواص ماکول و مشروب (اردو) مطبوعہ نظامی کان پور۔

(۱۰) ہرہفت۔ دربیان اشیاء ہفتگانہ (اردو) مطبوعہ ریواں

(۱۱) کفارہ الذنوب۔ روزہ اور نماز کے کفارہ کے ادا کرنے کے اور فدیہ کے اسقاط کے بیان میں ہے۔ مطبوعہ آگرہ۔

(۱۲) مجالہ نافعہ۔ متضمن اقوال نصیحت آمیز (مطبوعہ دہلی) اردو

(۱۳) تحفہ خان بہادر۔ دربیان کرسی نامہ قوم بگھیل (مطبوعہ الہ آباد)

کتب غیر مطبوعہ:۔

(۱) منیتہ اللبیب فیمالیسربہ الاریب (عربی نثر)
(۲) دریائے لطافت (لطائف و ظرائف)، اردو
(۳) آفتاب حکمت (اقوال حکمائے سلف)، اردو
(۴) تواریخ بگھیل کھنڈ (اردو)

کتب (۲) زیر تالیف:۔

(۱) تاریخ التواریخ
(۲) میزان الموازین
(۳) جغرافیہ عرب
(۴) تعلیم رحمانی
(۵) ندیم الاطباء

حرف الزاء

(۱۹۵) مولانا شاہ زاہد بخاری احمد آبادی

مولانا شاہ زاہد بخاری، حنفی المذہب، محدث اور فقیہہ تھے، شاہ عالم گجراتی کے مرید تھے، درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ۶، شعبان ۸۹۳ھ ر ۱۴۸۸ء میں وفات پائی۔ احمد آباد (گجرات) میں دفن ہوئے۔

ملک زین الدین و زبرالدین

۔ ملک زین الدین اور زبرالدین دو بھائی تھے، اگرچہ علمائے کرام میں ان کا شمار نہیں ہے مگر اپنے زمانے کے سخی، صلحائے امت علم اور علماء سے محبت کرنے والے تھے۔ لہٰذا ان کا ذکر بمصداق "المرءمع من احب" (انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے) تیمناو تبرکا کیا جاتا ہے۔

(۱۹۶) ملک زین الدین

ملک زین الدین، خان جہاں کے وکیل تھے جو سکندر لودی کے بنی اعمام سے تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کی توفیق دی تھی۔ ان کے زمانہ کے اکثر علماء اور مشائخ، صلاح، تقویٰ اور خدمت گزاری کی وجہ سے ان سے محبت اور تعلق رکھتے تھے۔ ہمیشہ کھڑے ہوکر قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ ایک رحل بنوائی تھی جس کی اونچائی ان کے سینے کے برابر تھی۔ اس پر قرآن مجید رکھتے تھے اور کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ ان کے تمام متعلقین و خدمت گزار آدھی رات کے بعد تہجد کے لئے اٹھ بیٹھتے تھے اور چاشت کے وقت تک ان کے مکان میں اوراد و وظائف کی وجہ سے سوائے ہاتھ اور زبان کے اشارے کے کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ شب جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روح مقدس کے لئے چند من چاول کی قبول (قبولی)(۱) کھچڑی پکواتے تھے۔ (☆) اور ہر چاول پر تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر پھونکتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے ایام پیدائش (ربیع الاول

کے پہلے بارہ روز) میں روزانہ ایک ہزار تنکہ زیادہ کرتے تھے' یہاں تک کہ بارھویں
دن ۱۲ ہزار تنکے خرچ ہوتے تھے۔ تنکہ ایک سکہ سونے' چاندی یا تانبے کا ہوتا تھا اور
یہ ٹکے کا مفرس ہے۔ (☆☆)

(۱۹۷) ملک زبرالدین

ملک زبرالدین' اپنے بھائی (ملک زین الدین) کی ملازمت اور خدمت میں رہتے
تھے' جو سلطنت میں عہدیدار تھے۔ تجرد کی زندگی گزارتے تھے' دہلی کے قریب ایک
گاؤں اپنی ملکیت میں لے لیا تھا' علماء' صلحاء اور صوفیوں کے ساتھ خوش خوش رہتے
تھے' چوں کہ دونوں بھائی التزاماً بدھ کے دن اپنی شہادت کی دعا مانگتے تھے' چنانچہ ایسا ہی
ہوا جیسا کہ وہ چاہتے تھے' یعنی زین الدین ۹۲۶ھ ر ۲۰ - ۱۵۱۹ء میں زہر سے فوت
ہوئے اور زبرالدین سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی کے ہمراہ ۹۳۲ھ ر ۱۵۲۶ء
میں شہید ہوئے۔ (۱) دہلی میں ان کی قبر حوض شمسی کے مغربی جانب ہے۔ (☆)

(۱۹۸) زین العابدین دہلوی

زین العابدین' عرف شیخ اڈھن دہلوی' شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نانا تھے'
فاضل' کامل' متقی' عبادت گزار' نہایت صاحب خشوع' منکسرالمزاج' مودب اور باوقار
تھے۔ اسی طریق و آداب کے ساتھ گھر میں رہتے تھے' جو مجلس میں ہوتا تھا ان کی
زبان ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتی تھی۔ نہایت خوب صورت اور پرنور کہ علم و
تقوی کی تجلیاں ان کی پیشانی سے نمایاں رہتی تھیں۔ اکثر روزہ رکھتے اور کھانے میں
بہت احتیاط فرماتے تھے۔ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودھی نے ان کو اپنی
سفارت کے لئے طلب کیا' لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ مولانا سماء الدین کے مرید
اور مولانا عبداللہ تلبنی کے شاگرد تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم۔ ان کی وفات ۹۳۴ھ ر
۸-۱۵۲۷ء میں ہوئی۔ قبر دہلی میں حوض شمسی کے مغربی جانب ہے۔ (☆)

(۱۹۹) شیخ زین الدین خوافی

وفائی تخلص تھا' ظہیرالدین محمد بابر شاہ کے مستقل صدر تھے' نہایت دانشمندی

سے موصوف تھے۔ آگرہ میں ان کی ایک مسجد اور مدرسہ ہے۔ جو دریائے جمنا کے اس
طرف ہے۔ کمالات صوری و معنوی کے جامع تھے' معماء' تاریخ' بدیہہ گوئی' شعر بلکہ
تمام اقسام نظم و نثر اور انشاء میں اپنے زمانہ میں بے مثال تھے' کہتے ہیں کہ جب پہلی
مرتبہ بابر بادشاہ کی ملازمت میں پہنچے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے'
انہوں نے فوراً کہا کہ پانچ سال پہلے چالیس سال کا تھا اور اب بھی چالیس کا ہوں اور
دو سال کے بعد چالیس بھی ختم ہو جائیں گے۔ یہ ان کا قطعہ ہے۔

غم گریبان گیر شد سر در گریبان چون کشم
شوق دامن گیر آمد پا بہ دامان چون کشم
اے گریبانم ز شوقت پارہ دامن چاک چاک
بے تو پا در دامن و سر در گریباں چوں کنم

انہوں نے ہندوستان کی فتح کی تاریخ لکھی ہے جس میں غرابت کی شرح اور
سخنوری کا کمال دکھایا ہے۔ ان انتقال چنار گڑھ کے علاقہ میں ۹۴۰ھ ر ۴ - ۱۵۳۳ء
میں ہوا۔ اپنے مدرسہ میں آگرہ میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۲۰۰) خواجہ زین الدین علی بنور کشمیری راینواری(۱)

خواجہ زین الدین علی' علمائے کشمیر سے تھے۔ شیخ یعقوب صرفی' ملا شمس الدین پال
(۲) کے شاگرد اور شیخ حمزہ کے مرید تھے ادھیڑ عمر میں حرمین شریفین گئے۔ شیخ ابن حجر
مکی سے سند حدیث حاصل کی اور کشمیر واپس آئے' ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول
رہتے تھے' انتقال کے بعد محلّہ راینوارہ میں دفن ہوئے جہاں وہ رہتے تھے۔ (☆)

(۲۰۱) مولوی زین الدین کشمیری

مولوی زین الدین' ابن خواجہ عبداللطیف' دانشمند' کامل' ذکی الطبع اور موزوں
طبیعت تھے' شعر خوب کہتے تھے' حلال روزی میں بہت احتیاط کرتے تھے' ۱۱۵۵ھ ر
۳-۱۷۴۲ء میں ۵۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اور محلّہ راینوارے میں اپنے دادا زین
الدین علی کے قریب دفن ہوئے۔ (☆)

حرف سین (س) لمہملہ

(۲۰۲) مولوی سخاوت علی عمری جون پوری

مولوی سخاوت علی عمری ساکن قصبہ منڈیا ہوں مضاف جون پور صاحب درس و تذکیر تھے، ان کی ذات والا صفات سے طالب علموں کو فیض عام تھا، وہ ۱۲۲۶ھ ر ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی قدرت علی رودولوی، مولوی عبدالحئی دہلوی، مولوی محمد اسمٰعیل اور مولوی احمد اللہ اناّمی سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل کی اور طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ جون پور کی جامع مسجد جو سلاطین شرقیہ کی تعمیر کردہ ہے اہل کے قبضہ میں تھی اور بدعات شیعہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس مسجد کو ان سے آزاد کرایا اور اس میں مدرسہ ربانیہ قرآنیہ قائم کیا جو آج تک (۱۳۰۸ھ ر ۹۱-۱۸۹۰ء) جاری ہے۔ مسجد میں نماز پنجگانہ اور جمعہ ہوتا ہے اور مدرسہ سے سینکڑوں حفاظ فارغ ہو کر نکلتے ہیں۔ مولوی سخاوت علی کچھ دنوں تک نواب ذوالفقار الدولہ بہادر مرحوم کے زمانہ میں (باندہ) (باندا) کے مدرسہ میں مدرس بھی رہے، مسود اوراق (مولوی) رحمان علی) دو مرتبہ ان سے ملا ہے۔ پہلی مرتبہ مچھلی شہر میں استاذی مولانا محمد شکور غفراللہ لہ کے مکان پر اور دوسری مرتبہ فتح پور میں مفتی محمد اسد اللہ مرحوم (۱) کی قیام گاہ پر ملاقات ہوئی مولانا مرحوم طلباء کے حال پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ زیارت بیت الحرام سے مشرف تھے اور وہیں ۶ ر شوال ۱۲۷۴ھ ر ۱۸۵۸ء میں فوت ہوئے۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ القویم فی احادیث النبی الکریم در حدیث، رسالہ اسلم در منطق، رسالہ تقویٰ در رد بدعات، عقائد نامہ اردو، رسالہ کلمات کفر، رسالہ اسرار فقر جواب سوالات تسعہ، (۲) مولوی شیخ محمد مچھلی شہری، رسالہ عرض نیک اور مناظرہ شیعہ، رسالہ عرفان در اوقات اور رسالہ تعداد لغات وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات سے ہیں۔

بہت سے مشہور علما نے ان سے تربیت و فیض پایا۔ ان میں سے مولوی سید خواجہ احمد نصیرآبادی، مولوی کرامت علی جون پوری، مولوی رجب علی جون پوری،

مولوی محمد شریف جون پوری، مولوی غلام محمد جگدیش پوری (اعظم گڑھ) مولوی شیخ محمد مچھلی شہری، مولوی محمد یعقوب بہاری، مولوی شجاعت حسین، مولوی محمد عمر غازی پوری، مولوی جیلانی بایزید پوری غازی پوری، (ذکریا) مولوی فیض اللہ مئوی (اعظم گڑھ) اور مولوی رحیم اللہ ساکن ضلع بستی مشہور ہیں

خدائے تعالیٰ نے ان کو چار بیٹے عطا فرمائے۔ مولوی محمد، مولوی حکیم محمد جنید، مولوی محمد شبلی اور مولوی حافظ ابوالخیر محمد مکی ہیں۔ ان چاروں کا ذکر اپنے اپنے مقامات پر آئے گا۔(☆)

(۲۰۳) مولوی سراج الحق بدایونی

مولوی سراج الحق ابن مولوی فیض احمد بدایونی، عالم، کامل، فاضل مکمل ذہن نقاد و طبع وقاد رکھتے تھے، ۱۲۴۶ھ ر ۳۱-۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے، اظہار الحق تاریخی نام ہے۔ اکثر کتب مروجہ انھوں نے اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور تکمیل اپنے ماموں مولوی نور احمد بدایونی سے کی، مولوی فضل رسول بدایونی کے مرید ہوئے، مخلوق کے افاضہ و افادہ میں ہمہ تن مصروف ہیں، آج کل جب کہ "علم در کتاب اور علماء در گور" ہیں ان کی ذات غنیمت ہے۔ رسالہ سراج الحکمۃ (فلسفہ)۔ شرح رسائل معمیات بہاء الدین عاملی، شرح میزان منطق، حاشیہ بر کتاب معتقد منتقد، رسائل طبیعہ اور دیوان عربی و فارسی ان کی تصنیفات سے علماء وقت کی نظروں میں (اعلیٰ) مقام رکھتی ہیں۔

(۲۰۴) حکیم سراج الدین شاہ جہاں آبادی

شاہ جہاں آباد کے مشہور طبیب اور اپنے زمانہ کے مشہور علامہ تھے۔ تصانیف و کتابت کے لئے مشہور ہیں۔ چراغ دین، انتخاب بحرالکلام، علم رموز، عقل افزاء، حکمت ایمانی، سراج منیر، سراج ہدایت، لب لباب مثنوی مولانا روم، دستور العمل علمائے متقدمین و عقلائے سابقین، مجموعہ گل وریاحین اور قانون العلاج ان کی تالیفات سے ہیں۔

(۲۰۵) سراج الدین علی خاں اکبر آبادی

سراج الدین علی خاں کا تخلص آرزو تھا۔ فارسی زبان کے محقق تھے۔ چراغ ہدایت' تذکرہ شعراء موسوم بہ جمع النفائس اور تنبیہہ الغافلین (تنقید شیخ علی حزیں) ان کے فضل و کمال کے شاہد ہیں۔ فارسی کے علاوہ ریختہ گوئی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ دہلی کی بربادی پر سالار جنگ کے اشارہ پر لکھنؤ پہنچے اور وہیں ۱۱۶۹ھ ر ۶-۱۷۵۵ء میں فوت ہوئے۔(☆)

(۲۰۶) مولوی سید سرفراز علی سندیلوی

مولوی سرفراز علی ولد میر محفوظ علی' ولد میر محمد صالح' ان کا سلسلہ نسب سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ۱۲۳۶ھ ر ۱-۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے' اپنے زمانہ کے ممتاز علماء سے علوم مروجہ و متداولہ کی تحصیل کی۔ شروع زمانہ سے اب تک طلباء کو درس دیتے ہیں' شاہ غلام رسول کان پوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔ سمعہ اللہ و ابقاہ۔

(۲۰۷) شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی لاہوری

شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی لاہوری شیخ اسحاق ابن کاکو لاہوری کے شاگرد تھے' خود کو بنی اسرائیل کہتے تھے۔ مختلف اطوار رکھتے تھے۔ شروع زمانہ میں شریعت کے پابند تھے۔ پھر ایک دم آزاد ہوکر نواہی میں مبتلا ہوگئے' ایک گانے والی سے تعلق پیدا کرلیا اور سفید داڑھی کے ساتھ بازار میں پھرتے تھے۔

زیں پیش گرچہ خلق گرفتے ز ما سبق
عشق آمد و نماند نشانے ز ما سبق

لوگ ان کے پیروں کی خاک کو سرمہ کی جگہ لگاتے تھے (بہت عقیدت رکھتے تھے) اور ان کی ولایت پر عقیدہ رکھتے تھے اسی حالت میں وہ نخاس (جانوروں کی منڈی) میں درس دیتے تھے۔ جو کچھ ان کے پاس سامان تھا وہ محبوب کے عشق میں لٹادیا تھا۔ ایک رات اس کے ساتھ شراب پی رہے تھے محتسبوں کی ایک جماعت ان کے شاگردوں کے مشورہ سے اکٹھی ہوکر اصلاح حال کے خیال سے دیوار کی طرف سے گھر کے اندر داخل ہوئی اور اسباب ملاہی ونواہی کو توڑ دیا اور چاہا کہ ان کو سزا دیں انھوں نے وہی بات کہی جو لوگوں نے خلیفہ دوم امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ اگرچہ ہم نے ایک گناہ کیا ہے مگر تم نے تین گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔ پس تمھیں زیادہ سزا ملنی چاہیے کہ تم تجسّس کے خیال سے دیوار کی طرف سے اس گھر میں بے اجازت داخل ہوئے' وہ جماعت خجل و شرمندہ ہوکر واپس ہوگئی اس کے بعد ان کو توبۃ النصوح کی توفیق ہوئی۔

کتاب احیاء العلوم کو اپنا دستور ٹھیرایا' ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے' تھے۔ انھوں نے بہت سی مفید اور اعلیٰ کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے امام غزالی کی تصنیف جواہر القرآن پر ایک شرح ہے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے خلوت میں بلاکر ان سے پوچھا کہ تمھاری قوم کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ محرروں کی جماعت سے ہوں جن کو ہندی میں کایستھ کہتے ہیں۔ بادشاہ کو ان کی یہ بے تکلفی بہت پسند آئی' بادشاہ ان سے طویل صحبت رکھتا تھا' وہ سائل کو کبھی محروم نہیں لوٹاتے تھے' اگرچہ تجارت و زراعت کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور بادشاہ کی طرف سے بھی کوئی مدد معاش مقرر نہ تھی' کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ تمام صرفہ اور سخاوت و ایثار کہاں سے ہوتا تھا' لوگ اس معاملہ میں حیران تھے' کم و بیش اسی (۸۰) سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا' ہزار ہا چھوٹے بڑے ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ ان کی نعش پاک تبرکاء سر اور کندھے پر رکھتے تھے' یہاں تک کہ قدم رکھنے کی بھی جگہ نہ رہی۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔(☆)

(۲۰۸) شیخ سعد اللہ کندوری فراز لکھنوی

شیخ سعد اللہ' ابن شیخ سماء الدین لکھنوی' تمام علوم نقلی' رسمی اور حقیقی کے جامع اور ظاہر و باطن کی شوکت وسطوت (۱) کے مالک تھے' شکر گزار مالداروں میں صاحب بذل و ایثار مشہور (۲) تھے' چونکہ فقیروں اور محتاجوں کو بہت کھانا کھلاتے تھے اس لئے لوگ ان کو "کندوری فراز" کہتے تھے۔ مخدوم شیخ قیام الدین کی زبان فیض ترجمان سے شیخ الاسلام کا لقب ملا۔ چشتیہ خاندان میں اپنے والد ماجد سے اجازت و خلافت پائی

اور خرقہ سہروردیہ' سید اجمل جون پوری سے حاصل کیا۔ ان کے آٹھ بیٹے تھے۔
(۱) بدیع الدین (۲) فرید الدین (۳) شیخ بڈھے (۴) شیخ جہانگیر (۵) امین الدین (۶) سعد الدین (۷) فخر الدین (۸) رکن الدین۔ ان کی خوبیاں اور بزرگی بیان سے باہر ہیں۔ ان میں سے کچھ شیخ رحمت اللہ لکھنوی نے تذکرۃ الاصفیاء میں لکھی ہیں' یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ ۲۳ ر ربیع الثانی ۸۲۹ھ ر ۶۔۱۴۵۶ء میں فوت ہوئے اور لکھنؤ میں (۳) اپنے والد کے زیر قدم دفن ہوئے' شیخ رحمتہ اللہ مؤلف تذکرۃ الاصفیاء نے "رحمتہ اللہ علیہ" سے تاریخ انتقال نکالی ہے۔ کندوری دسترخوان کو کہتے ہیں۔

(۲۰۹) شیخ سعد اللہ بیانوی

شیخ سعد اللہ بیانوی' علم نحو میں بے نظیر تھے' مدتوں طلباء اور اہل سلوک کے ملجاء و ماویٰ رہے' ہمیشہ روزہ رکھتے تھے' دودھ' گھاس اور جنگل کے میووں سے افطار فرماتے تھے' بچپن میں شیخ محمد غوث کے مرید ہوگئے تھے۔ آخر زمانہ میں ان پر حیرت کا غلبہ ہوگیا' ہمیشہ خاموش رہتے' ایک گوشہ تنہائی اختیار کرلیا' یہاں تک کہ اپنے بیٹوں سے بھی نہیں ملتے تھے۔ ۸۸۹ھ ر ۱۴۸۴ء میں فوت ہوئے اور بیانہ میں اپنی خانقاہ کے اندر جو انھوں نے خود بنوائی تھی دفن ہوئے برد اللہ مضجعہ۔ بیانہ بوزن بہانہ بھرت پور (راجستھان) کے قریب ایک قصبہ ہے۔

(۲۱۰) حافظ سید سعد اللہ بلگرامی

بے بدل فاضل اور بے نظیر عالم تھے' ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے شاگرد ملا عبدالرحیم قاضی مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ ۱۱۱۹ھ ر ۱۷۰۷ء (۱) میں وفات پائی۔

(۲۱۱) مولانا سعد اللہ سلونی بن عبدالشکور

مولانا سعد اللہ (۱) سلونی بن عبدالشکور' شیخ پیر محمد سلونی کی اولاد میں تھے' بچپن ہی میں تھوڑی سی مدت میں تحصیل علوم سے فارغ ہوگئے اور درس و تصنیف کا شغل اختیار کیا' زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۲ سال قیام فرمایا۔

حرمین شریفین کے رہنے والے ان سے بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ عبداللہ بصری مکی (صاحب ضیاء الساری شرح صحیح بخاری) قادری سلسلہ میں ان کے مرید ہوئے' مخدوم ہاشم سندھی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں' مولانا سعد اللہ نے مکہ معظمہ سے واپس آکر سورت بندر میں سکونت اختیار کرلی' مخلوق نے ان کی طرف خاص طور سے رجوع کیا۔
شرح ہدایت الحکمت' رسالہ کشف الحق' شرح مثنوی مولانا روم اور رسالہ تحفتہ الرسول' ان کی تالیفات (۲) ہیں۔ (۳) ۲۷ ر جمادی الاول ۱۱۳۸ھ ر ۶۔۱۷۲۵ء میں بندر سورت میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے ان کے دو (۴) بیٹے عبدالعلی اور عبدالولی تھے۔ دوسرے بیٹے (عبدالولی) کمالات علمی میں اپنے باپ کی طرح تھے۔(۵) عزلت تخلص کرتے تھے' مولوی محمد صادق ٹھٹوی ان کے شاگرد تھے۔(☆)

(۲۱۲) مولوی مفتی سعد اللہ مراد آبادی

ان کی پیدائش ۱۲۱۹ھ ر ۵۔۱۸۰۴ء میں ہوئی۔ تاریخ پیدائش لفظ "ظہور حق" اور "بیدار بخت" سے نکلتی ہے۔ بچپن ہی میں ضروری (۱) فارسی کتابوں سے فراغت حاصل کرلی۔ شوق طالب علمی سر میں سمایا تو رام پور پہنچے اول صرف ونحو پڑھی، اس کے بعد نجیب آباد میں مولوی عبدالرحمٰن قستانی (۲) سے شرح جامی پڑھی اور کافی استعداد حاصل کرکے دہلی پہنچے' اخوند شیر محمد ولائتی' محمد حیات پنجابی اور مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور سے اکثر درسی کتابیں پڑھیں' ۱۲۴۳ھ ر ۸۔۱۸۲۷ء میں وارد لکھنؤ ہوئے وہاں مولوی محمد اشرف (۳) لکھنوی مولوی محمد اسمٰعیل مراد آبادی' مرزا حسن علی محدث اور مفتی ظہور اللہ لکھنوی فرنگی محلی (۴) سے تحصیل علم کی۔ تحصیل علم سے فراغ اور شادی کے بعد مدرسہ شاہی (لکھنؤ) میں مدرس ہوگئے۔ پھر تاج اللغات ترجمہ قاموس ثالثا کی بعض جلدوں کی تالیف کی اور اس کے بعد کچہری کوتوالی (لکھنؤ) کے مفتی کے عہدہ پر ۲۹ سال رہے۔ اس زمانہ میں سفر حج کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ شیخ جمال مکی سے علم حدیث کی جدید سند حاصل کی اور لکھنؤ واپس آگئے اور عہدہ افتاء کے انصرام میں مصروف ہوگئے۔ واجد علی شاہ کے معزول ہونے کے بعد نواب یوسف علی خاں' جوان

کے شاگرد تھے' کے بلانے پر رام پور' پہنچے' عہدۂ قضاء افتاء اور مرافعہ (اپیل) پر سر فراز ہوئے' نواب کلب علی خاں کے زمانہ تک اسی عہدہ پر مقرر و فائز رہے۔ ۱۴ ر (۶) رمضان المبارک بروز اتوار ۱۲۹۴ھ ر ۱۸۷۷ء میں بمقام رام پور داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن ہوئے۔ طاب اللہ ثراہ دو بیٹے لطف اللہ اور بشارت اللہ یادگار چھوڑے دونوں رام پور میں رہتے ہیں۔ حکیم لطف اللہ نے کئی عربی اشعار میں ان کی تاریخ وفات کہی ہے مقطع میں مادہ تاریخ شامل ہے جو یہ ہے۔

فانا اللطف خفت (۷) تاریخا

لسنی موتہ و ما افناہ

فبوجہ الجمیل یا بشری

فیل مثواہ طاب طیب ثراہ

مولوی یحییٰ نے ان کی تاریخ یہ کہی ہے:۔

تاریخ وفات گفت یحییٰ

گنجینہ علم و فضل صد آہ" ۱۲۹۴ھ

مسود اوراق (مولوی رحمان علی) نے ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۸ء میں جب وہ طالب علمی کے سلسلہ میں لکھنؤ میں تھا تو ان (مفتی سعد اللہ) کو دیکھا تھا' خشک مزاج تھے اور چھوٹوں کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے۔ ان کی تصنیفات سے مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں۔

(۱) مفید الطلاب فی خاصیات الابواب (۲) القول الفصل فی ہمزۃ الوصل (۳) عقود الاجیاد فی مجہول اختار و انقاد (۴) نوادر الاصول فی شرح الفصول در علم صرف (۵) غایۃ البیان فی تحقیق السبحان (۶) رسالہ ترکیب بسم اللہ در نحو (۷) خلاصۃ النوادر (۸) نوادر البیان فی علم القرآن (۹) رسالہ منہ فی وجوہ الغنہ در قرات (۱۰) القول المانوس فی صفات القاموس (۱۱) نور الصباح فی اغلاط الصراح (۱۲) ترجمہ قاموس بعض مجلدات در علم لغت (۱۳) ترجمہ فقہ اکبر (۱۴) وصیت نامہ امام ابو حنیفہ (۱۵) ترجمہ حقیقۃ الاسلام (۱۶) ہدایۃ النور فیما یتعلق بالاظفار و الشعور (۱۷) زاد السبیل الی دار الخلیل (۱۸) حواشی ملا (۸) بدمنہ (۱۹) رسالہ طہر متخلل در دینیات (۲۰) حاشیہ بہ شرح سلم' مولوی

حمد اللہ سندیلوی (۲۱) شرح ضابطۃ التہذیب (۲۲) شرح خطبہ قطبی در منطق (۲۳) رسالہ قوس قزح (۲۴) رسالہ تناسخ (۲۵) رسالہ تحقیق علم واجب در حکمت (۲۶) رسالہ سبع عرض شعیرہ موسومہ مفید البصیرہ در حساب (۲۷) حاشیہ بر شرح چغمینی در ہیات (۲۸) رسالہ تشبیہ و استعارہ در علم بیان (۲۹) رسالہ عروض با قافیہ (۳۰) میزان الافکار شرح معیار الاشعار (۳۱) (شرح) قصیدہ لامیہ فارسی وغیرہا

(۲۱۳) شیخ سعد الدین لکھنوی

شیخ سعد الدین لکھنوی' ابن شیخ الاسلام شیخ سعد اللہ کندوری فراز لکھنوی' علوم ظاہر و باطن میں جامع تھے' ہمیشہ علوم دینیہ کے درس میں مشغول رہتے اور ان کے مدرسہ میں مستعد ذی استعداد طالب علم رجوع کرتے تھے (☆) ان کی طبیعت شعرو شاعری کی طرف بھی مائل' تھی سعدی تخلص کرتے تھے' نتیجہ فکر کا نمونہ یہ ہے۔

چو داری مونسے چوں قل ہو اللہ

خطے در کش بگرد ماسوی اللہ

چوں دوست موافق است سعدی

سہل است جفائی ہر دو عالم

گر بہ بر عیوب کس نہ کنی

خندہ بر عیب دیگران چہ زنی

۲۹ جمادی الاول ۸۸۱ھ ر ۱۴۷۶ء میں انتقال ہوا "مخدوم قطب الاولیاء" سے سن وفات نکلتی ہے۔(☆)

(۲۱۴) شیخ سعد الدین خیر آبادی

ان کے والد خیر آباد کے قاضی تھے' شیخ نے پہلے حفظ قرآن شریف کیا پھر مولانا اعظم لکھنوی کے حلقہ تلمذ میں شریک ہوگئے۔ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد

شیخ میناؒ لکھنوی کے مرید ہوئے، اپنے پیر کے انتقال کے بعد اپنے وطن مالوف خیر آباد میں آئے اور درس و ارشاد میں مشغول ہوگئے۔ ۸۸۲ھ ر ۱۴۷۷-۸ء میں فوت ہوئے۔ شرح مصباح، شرح کافیہ، شرح جامی، و بزدوی اور شرح رسالہ مکیہ جس کا نام مجمع السلوک ہے اور اس میں شیخ میناؒ کے بہت سے ملفوظات و حالات بھی درج ہیں ان کی یادگار ہیں۔ ان کی قبر خیر آباد میں ہے۔ متبرک اور زیارت کے لائق ہے۔(۱)

(۲۱۵) ملا سعد الدین دہلوی

ان کی کنیت ابو الفضائل ہے، شرح کنزالدقائق اور شرح منار ان کی عمدہ تصنیفات ہیں۔ ۷۹۱ھ ر ۱۳۸۸-۹ء میں فوت ہوئے۔ طاب ثراہ و جعل الجنتہ مثواہ۔

(۲۱۶) مولوی سعد الدین صادق دہلوی

مولوی سعد الدین صادق دہلوی ابن مولوی امان اللہ شہید ۱۱۲۷ھ ر ۱۷۱۴-۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی اور سند افادہ پر متمکن ہوئے، اکثر مباحثوں میں اپنے معاصرین پر غالب آجاتے تھے۔ ۲۳(۱) ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ ر ۱۷۳۸-۹ء میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے قریب دفن ہوئے۔(☆)

(۲۱۷) مولانا سعید سمرقندی

مولانا سعید سمرقندی اپنے زمانہ کے اعلم العلماء تھے۔ تحصیل علوم ملا احمد جند، ملا محمود سرخ اور ملا عصام الدین ابراہیم سے کی۔ ۹۶۶ھ ر ۱۵۵۸-۹ء میں ہندوستان میں آئے۔ اکبر بادشاہ کی ملازمت سے ممتاز ہوئے، کیفیت درویشی و انکساری کا غلبہ تھا۔ خوش طبع، فصیح، بلیغ اور شفیق تھے۔ بادشاہ ان کی صحبت سے خوش ہوتا تھا۔ ۹۷۰ھ ر ۱۵۶۲-۳ء میں فوت ہوئے۔(۱)

(۲۱۸) مولوی سلام اللہ محدث رام پوری

مولوی سلام اللہ محدث رام پوری ابن شیخ الاسلام ابن حافظ فخر الدین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد سے تھے۔(۱) فقیہ، محدث اور مفسر تھے، علوم مروجہ اپنے والد شیخ الاسلام مصنف شرح فارسی صحیح بخاری، رسالہ طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام، کشف الغطاء عما لزم (۲) للموتی عن الاحیاء سے حاصل کئے اور حدیث کی اجازت حاصل کی۔ ان کے دادا حافظ فخر الدین بھی اپنے زمانہ کے علامہ تھے۔ حافظ مذکور کی تصنیفات سے شرح فارسی صحیح مسلم، شرح فارسی عین العلم اور شرح حصن حصین یادگار زمانہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ صاحب ترجمہ (مولانا سلام اللہ) تحصیل کے بعد اپنے بزرگوں کی طرح مسند افادہ و افاضہ پر متمکن ہوئے اور علوم کی اشاعت میں کوشش کرتے رہے، جمادی الثانی کے مہینے میں بوقت شام ۱۲۲۹ھ ر ۱۸۱۴ء یا ۱۲۳۳ھ ر ۱۸۱۷-۸ء بقول (دیگر) میں فوت ہوئے ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ کمالین حاشیہ جلالین، محلی شرح موطا، جس کو انھوں نے ۱۲۱۵ھ ر ۱۸۰۰-۱ء میں تصنیف کیا، اس کی تاریخ تصنیف ''ہوالفوزالکبیر'' سے نکلتی ہے، ترجمہ فارسی صحیح بخاری، ترجمہ فارسی شمائل ترمذی رسالہ اصول حدیث بزبان عربی (☆)

(۲۱۹) مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی کان پوری

مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی (۱) ابن شیخ برکت اللہ صدیقی رئیس بدایوں، علوم کے عالم جیسے ستاروں میں آفتاب، ان کی ذات بابرکات توصیف و تعریف سے مستغنی ہے۔ مولف اوراق (مولوی رحمان علی) نے تھوڑا سا فیض ان سے حاصل کیا ہے۔ ان کے تعارف کے لئے ان کا رسالتہ الاسناد کافی ہے جو انھوں نے اپنے شاگرد رشید مخدوی مولوی شاہ محمد عادل کو سند عطا کرتے وقت فارسی زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ اس رسالہ سے ان کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سلامت اللہ کہتا ہے کہ میں بدایون میں پیدا ہوا۔ صدیقی نسب، حنفی مذہب اور قادری مشرب ہوں، فقیر نے مروجہ درسی کتابیں اپنے زمانہ کے چند(۲) فضلاء سے پڑھیں، اول بچپن میں مولانا ابوالمعالی ابن مولانا عبدالغنی بدایونی سے استفادہ کیا جن کا سلسلہ درس ملا جلال الدین دوانی تک پہنچتا ہے۔ دو سال میں میزان صرف سے شرح جامی بر کافیہ تک اور شرح تہذیب یزدی پڑھ لیں۔ اس کے بعد مولوی ولی اللہ سے جو مولانا باب اللہ جونپوری کے شاگرد تھے قطبی، میبذی اور رشیدیہ مناظرہ پڑھا۔ اسی

زمانہ میں ،مولوی صاحب کسی ضرورت کی وجہ سے اپنے وطن چلے گئے۔ حضرت پیرومرشد شاہ آل احمد مارہروی قدس سرہ کے حسب ارشاد مولانا مجدالدین عرف مولوی (☆) مدن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا جو اس زمانہ میں کلکتہ (۳) سے واپس ہوکر بریلی میں سکونت پذیر تھے اور ان سے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ کتب درسیہ متعارفہ سے زواہد ثلاثہ‘ قاضی مبارک‘ حمد اللہ شرح سلم‘ مطول تفتازانی‘ صدرا‘ شمس بازغہ‘ شرح عقائد جلالی‘ ملا یوسف‘ حاشیہ ملاکمال الدین‘ ہدایہ فقہ حنفی‘ مسلم الثبوت اور بیضاوی وغیرہ پڑھیں‘ مولانا مدن نے نہایت مہربانی اور عنایت سے تھوڑی مدت میں جو کچھ وہ سرمایہ علمی رکھتے تھے مجھ ہیچ کارہ کو مرحمت فرمادیا‘ اور حق یہ ہے کہ عظیم تحقیقات و تدقیقات جو معرکتہ الارا اور علماء کے قدم لڑکھڑانے والی ہیں جناب ممدوح (مولوی مدن) کے فیض و توجہ سے مجھے ان کی استعداد فراہم ہوگئی۔ واللہ یضاعف لمن یشاء (اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔) کتب درسیہ کی تحقیق و تدقیق کے بعد جناب پیرومرشد قدس سرہ کے حکم کے مطابق سراپا بخشش (۴) مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی انار اللہ برہانہ کی خدمت بابرکت میں سعادت حاصل کی اور احادیث و تفاسیر کی کتابوں کی تحصیل و تحقیق و تنقیح میں مشغول ہوا اور اس خوان عالی (خاندان عالی)(۵) سے فیض حاصل کیا چنانچہ صحاح ستہ اور کتب تفاسیر کی مولانا ممدوح (مولانا شاہ عبدالعزیزؒ) اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین سے جو جملہ علوم خصوصاً علم حدیث اور تفسیر میں تبحر کامل رکھتے تھے‘ سند حاصل کی یہاں تک کہ ان دونوں کی صحبت سے معانی حدیث کی فہم اور تفسیر کے حقائق و دقائق کے سمجھنے کا مذاق میری طبیعت میں پیدا ہوگیا۔ آخر میں جناب مولانائے ممدوح (حضرت شاہ عبدالعزیز) نے اس خاکسار کے حال پر بہت کرم فرمایا اور صحاح ستہ‘ مشکوۃ المصابیح‘ حصن حصین‘ کتاب المسلسلات اور احادیث و تفاسیر کی دیگر (۶) کتابوں اور اپنے مصنفہ رسالوں اور اپنے والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی) کی کتابوں کی اجازت مرحمت فرمائی اور رخصت کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقیر کتب درسیہ کی سند تمام و کمال مولانا مجد الدین شاہ جہاں پوری سے اور احادیث و تفاسیر کی کتابوں کی سند قراۃً‘ سماعۃً‘ درایۃً

اور اجازۃً حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین سے رکھتا ہے اور وہ حضرات اپنے والد ماجد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے رکھتے ہیں اور انھوں (شاہ ولی اللہ) نے اپنی مختلف اسناد کا حال ”کتاب الارشاد الی مہمات الاسناد“ میں تفصیل سے لکھا ہے۔“

مولانا صاحب الترجمہ (شاہ سلامت اللہ صاحب) نے اپنی زندگی میں کانپور میں ایک مسجد ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں بنوائی تھی اس کی بناء کی تاریخ ”ان ھذا الابیت اللہ ما ھذاالامسجد الفردوس“ اور ”واللہ ھوالغنی الحمید“ سے نکلتی ہے۔ مولانا سلامت اللہ کی ذات مفید عام اور مفیض انام تھی‘ سینکڑوں علماء و فضلاء آپ کے شاگرد ہوئے اور علم حاصل کیا‘ اس کے علاوہ ان کی شان علمی کی دلیل ان کی مصنفہ کتابیں ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) تحفتہ الاحباب (۲) معرکتہ الاراء (۳) برق خاطف در مناظرہ اہل سنت و شیعہ (۴) تحریر الشہادتین شرح سرالشہادتین بیان شہادت سید الشہداء رضی اللہ عنہ (۵) خدا کی رحمت در بیان میلاد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم (۶) رسالہ شہاب ثاقب (در سقوط کواکب) (۷) حقائق احمدیہ در علم حقائق (۸) بحرالتوحید در بیان شطحیات اولیاء اللہ (۹) اسرارالعاشقین در حل اقوال و اشعار عربی و فارسی بطریق صوفیہ کرام (۱۰) رسالہ کشفیہ جو بعض جہلاء کے ان اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے جو انھوں نے حافظ شیراز کی اصطلاحات سے ناواقفیت کی بناء پر حافظ کے بعض اشعار پر کیے ہیں (۱۱) ترجمہ دو تا رسالہ شیخ محی الدین ابن العربی دربیان لطائف موسومہ معائنات صوفیہ (۱۲) مکاشفات قدسیہ (۱۳) رسالہ نغمات حالات (۱۴) رسالہ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام (۱۵) رقعات کشفی (۱۶) شرح مثنوی گل کشتی (۱۷) رسالہ الوان دربیان جواز و عدم جواز الوان (۱۸) رسالہ در تحقیق جواز مصافحہ و معانقہ عیدین (۱۹) رسالہ مجموعہ استفتا. جن میں سے ہر ایک کا جواب خود تحریر فرمایا ہے (۲۰) اور رسالتہ الاسناد جس میں مختلف مروجہ علوم کے تحصیل کی کیفیت اور اساتذہ سے اسناد علوم کے حصول کا حال لکھا ہے۔

مولانا سلامت اللہ کو شعر گوئی کا بھی مذاق تھا۔ اس لئے اپنا تخلص کشفی کرتے تھے' دیوان کشفی ان کے فارسی کلام کا مجموعہ ہے اس کو بطور نمونہ (۱۰) مشتے از خروارے سمجھنا چاہئے۔ دیوان مذکور میں سے کچھ اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

آنانکہ برخیال تو جان را فدا کنند
بینند اگر ندیدہ جمالت چہا کنند
محو نظارہ رخ خوب تو دیدہ ہاست
آنے کہ خاک پائے ترا توتیا کنند
ترسم کہ رفتہ رفتہ فتد طشت من ز بام
یاران اگر کلافہ عشق تو وا کنند
غیر از جفا ندید دل من زمہوشان
ایں ہم حکایتے است کہ خوبان وفا کنند
بیمار عشق بہ نشود از دم مسیح
بیہودگی نگر کہ طبیبان دوا کنند
تنہا نہ من سبک رو گلزار وحدتم
زندان تمام تکیہ بدوش صبا کنند
آئینہ را بدست نگیرند زینہار
خوبان اگر معائنہ یار ما کنند
زاہد تو حق شناس نئی راہ خود بگیر
خاصان حق ہمیشہ بمن اقتدا کنند
تر دامنم چنان کہ ملائک برآسمان
نام مرا وظیفہ بجائے دعا کنند
حرف حزین بگفتہ حافظ نمی رسد
کشفی تو کیستی کہ ترا مرحبا کنند

خلاصہ یہ ہے کہ ہر کمال کو زوال ہے "و کل نفس ذائقۃ الموت" جو کہ صاحب

خیال کے دل میں جاگزین ہے۔ افسوس! کہ آسمان تحقیق و تدقیق کا وہ آفتاب (مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی) ۳ رجب بروز ہفتہ ۱۲۸۱ھ ر ۱۸۶۴ء کو عدم کے افق کے نیچے چھپ گیا۔ یعنی انتقال ہوگیا' اور کان پور میں اپنی مسجد کے سامنے سپرد خاک کیے گئے' اس مرجع العلوم کی تاریخ وفات کا قطعہ لوح مزار پر اس طرح کندہ ہے

قطعہ تاریخ وفات مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی

مظہر کشف و کرامات جناب کشفی
ہادی راہ خدا کاشف راز عرفان
شدہ برخاستہ خاطر چوں ازیں گلشن دہر
رفت در چشم زدن جانب باغ رضوان
سال تاریخ قلم بند نمودم ارشد
یوم ہفتہ سوم از ماہ رجب شد زجہان
۱۲۸۱ھ ر ۱۸۶۴ء

(۲۲۰) حاجی سلطان تھانیسری

حاجی سلطان تھانیسری مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے' علوم نقلیہ خوب اچھی طرح حاصل کیے تھے۔ ایک مدت تک اکبر بادشاہ کی ملازمت میں رہے۔ بادشاہ موصوف کے حکم سے چار (۱) سال کتاب مہابھارت کے ترجمہ میں موسوم بہ رزم نامہ تنہا (۲) واستقلال سے مشغول رہے' اس کام کا آغاز نقیب خاں نے کیا تھا' انہوں نے اس کو پورا کیا' مہابھارت کے ترجمہ نویسی کے وقت کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے جو لکھتے ہو' انہوں نے جواب دیا کہ دس ہزار سال پرانے حرف (زبان) کو زبان حال کے موافق لکھ رہا ہوں (☆)

(۲۲۱) قاضی سماء الدین

قاضی سماء الدین کا لقب تغلق خاں (۱) تھا' سلطان حسین شرقی (۲) کے وزیر تھے

جو خود ایک ممتاز عالم تھا' سلطان بہلول لودی کے ہاتھ سے ۸۸۴ھ ر ۸۰-۱۴۷۹ء میں گرفتار ہوئے اور قید خانے میں ڈال دیے گئے' مسلمانوں کی ایک جماعت نے رہائی دلوائی۔

(۲۲۲) مولانا سماء الدین دہلوی

مولانا سماء الدین دہلوی علوم رسمی و حقیقی کے جامع تھے اور صاحب تقویٰ و ورع تھے ضرورت سے زیادہ دنیا کو اختیار نہیں کیا' مولانا سناء الدین شاگرد میر سید شریف جرجانی' کے شاگرد تھے' ملتان سے بعض واقعات کی وجہ سے نکل کر مدت تک ز-تھور (ونتھبور؟) اور بیانہ (میں) گزر کیا (پھر) دہلی پہنچے اور وہیں سکونت اختیار کرلی' شیخ کبیر کے مرید تھے اور عمر بھی زیادہ تھی۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی' خدا تعالیٰ نے بغیر علاج کے ان کی آنکھوں کو روشنی دے دی۔ لمعات شیخ فخرالدین عراقی پر حواشی لکھے ہیں جن سے اس کے معانی بہت اچھی طرح حل ہوجاتے ہیں' رسالہ مفتاح الاسرار بھی ان کی تصنیف ہے۔ ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ھ ر ۱۴۹۶ء میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر حوض شمسی دہلی کے اوپر ہے۔ مولانا تراب علی لکھنوی ان کی اولاد امجاد سے ہیں۔ (☆)

(۲۲۳) مولانا سناء الدین احمد (ا) بدایونی

مولانا سناء الدین احمد ابن مولانا محمد شفیع بن مولانا عبدالحمید بن مولانا محمد سعید بن مولانا محمد شریف بن مولانا محمد شفیع بدایونی' ان کی پیدائش ۱۲۱۹ھ ر ۵-۱۸۰۴ء میں ہوئی۔ چنانچہ "ظہور حق" ان کا تاریخی نام ہے۔ علوم درسیہ کی تحصیل مولانا فضل امام خیرآبادی اور علم حدیث و تفسیر کی تحصیل شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی' نحو میں فوائد معتمدہ' لغت میں حاشیہ قاموس اور دوسرے عربی مسودات ان کی تالیفات سے یادگار ہیں' رحمتہ اللہ علیہ۔ اپنے چچا مولانا عبدالمجید عین الحق کے مرید تھے۔ محرم ۱۲۷۸ھ ر ۲-۱۸۶۱ء میں وفات پائی۔ (☆)

(۲۲۷) سید محمد گیسودراز ساکن گلبرگہ

سید محمد گیسودراز، بن یوسف الحسنی الدہلوی، شیخ نصیرالدین محمود کے سچے اور اعظم (۱) خلیفہ تھے۔ سیادت، علم اور ولایت کے جامع نیز شان رفیع، رتبہ عالی، استوار طبیعت اور عالی کلام کے مالک تھے۔ شروع میں وہ دہلی تشریف لائے، پھر اپنے پیر کے انتقال کے بعد دکن چلے گئے، وہاں مقبولیت عظیم ہوئی اور وہیں انتقال ہوا۔

گیسودراز اس لئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ دوسرے مریدوں کے ساتھ شیخ نصیرالدین محمود کی پالکی لئے جارہے تھے، پالکی اٹھاتے وقت ان کے گیسو لمبائی کی وجہ سے پالکی کے پائے میں الجھ گئے، انہوں نے ادب اور استغراق کی وجہ سے گیسوؤں کو نہیں نکالا اور اس طرح ایک طویل فاصلہ طے ہوگیا۔ جب شیخ کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور یہ شعر ارشاد فرمایا

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

ان کے مریدوں میں سے ایک شخص جس کا نام محمد ہے، اس نے ان کے ملفوظات جوامع الکلم کے نام سے جمع کئے ہیں اور ان کی تصنیفات میں ایک خاص کتاب اسماء ہے جس میں حقائق و معارف کو رموز و ایماء اور الفاظ و اشارات میں بیان فرمایا ہے۔ (☆)

(۲۲۸) مفتی سید محمد لاہوری

مفتی سید محمد لاہوری ابن مفتی غلام محمد لاہوری صاحب علم و عمل تھے، کتاب خلاصۃ المدارج، فقہ محمدی اور مخزن الفرائض ان کی تالیفات سے ہیں، حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے سفر کیا تھا، ابھی مٹھن کوٹ (پنجاب) (۱) میں پہنچے تھے کہ سفر آخرت پیش گیا اور دارالبقاء کو سدھار گئے۔

(۲۲۹) سید محمد قنوجی

سید محمد قنوجی گروہ سادات رسول سے تھے، اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے استاد

اور علوم ریاضی و ادب میں ماہر کامل تھے۔ ان کی تصنیف سے حاشیہ مطول ہے۔ (☆)

(۲۳۰) مولوی سید محمد برہان پوری

مولوی سید محمد برہان پوری، ابن شاہ فضل اللہ نائب رسول اللہ، دانشمند بزرگ اور عارف کامل تھے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد برہان پور میں مسند علم کو آراستہ کیا اور لوگوں کو فیض پہنچایا ان کی تصنیفات سے ایک کتاب "تحفتہ المرسلہ" مشہور و معروف ہے۔

(۲۳۱) سید محمد مکی الدہلوی ابن سید جعفرالمکی

سید محمد مکی دانشمند تبحر، خلیفہ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی، توحید و تفرید میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے، کتاب بحرالمعانی، حقائق المعانی، (۲) دقائق المعانی، رسالہ اسرار روح، رسالہ پنج نکات اور بحرالانساب "اہل بیت کے نسب میں" ان کی تصنیفات سے ہیں۔ سلطان بہلول لودی کے زمانہ میں ۸۹۱ھ ر ۱۴۸۶ء میں رحلت فرمائی۔ (☆)

(۲۳۲) میر سید محمد امروہوی

میر سید محمد امروہوی، عالم باعمل اور صاحب صلاح، متقی اور پرہیزگار تھے، بدایوں میں سید جلال شاگرد سید رفیع الدین سے تحصیل علم کی۔ حصول علم سے فارغ ہوکر درس و افادہ میں مشغول ہوگئے، آخر زمانہ میں شاہی ملازمت میں مرتبہ خصوصی حاصل کیا اور میر عدل کے مرتبہ پر سرفراز ہوئے اور اس جلیل القدر منصب میں عدالت، انصاف اور صدق امانت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا، اس زمانہ میں جب کہ وہ اکبر کے دربار میں تھے تو کسی مبتدع اور ملحد کو دین اسلام میں رخنہ اندازی کا موقعہ نہ ملا، ان کے بعد میر عدل کا عہدہ برائے نام لوگوں کے لئے رہ گیا۔ ۹۸۴ھ ر ۷-۱۵۷۶ء میں بھکر کی حکومت پر فائز ہوئے اور وہیں ۹۸۶ھ ر ۹-۱۵۷۸ء میں انتقال ہوا۔ (☆)

(۲۳۳) سید محمد بلگرامی

سید محمد بلگرامی ابن سید عبدالجلیل الحسینی الواسطی، بلگرامی علم ادب میں کمال

حاصل تھا' سید طفیل محمد اترولوی کے شاگرد تھے اور اپنے والد سے فنون عربی اور ادب کی تحصیل کی تھی۔ کتاب "الجزء الاشرف من المستطرف" منتخب کتاب مستطرف" ان کی تالیف سے ہے۔ جو کہ ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں منتخب کی گئی۔

۸ شعبان شب شنبہ ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۱-۲ء میں وفات پائی اور بلگرام میں دفن ہوئے۔ (☆)

(۲۳۴) شیخ سیف الدین سرہندی

شیخ سیف الدین سرہندی' ابن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد قدس سرہم' جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے' علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اور طریقت میں بھی ان کے مرید تھے اور محی السنتہ کے لقب سے مشہور تھے' ارباب دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ صرف اللہ تعالی کا نام سننے سے ان پر کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۶-۷ء میں فوت ہوئے۔ قدس سرہ' (☆)

حرف الشین المعجمہ

(۲۳۵) شاہ احمد شرعی ساکن چندری

شاہ احمد شرعی ساکن چندیری' دانشمند متبحر' درویش کامل' کبیر السن تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور رسمی و حقیقی کے جامع تھے' ملک مالوہ کے شہر چندیری میں رہتے تھے' انھوں نے صاحب کشاف کے اشعار کے جواب میں جو اس نے اہل سنت و جماعت کے طعن میں کہے ہیں ان اشعار کا جواب اسی وزن اور قافیہ میں دیا ہے۔

اشعار صاحب کشاف:

وجماعتہ سمو اھواھم سنتہ

وجماعتہ حمر لعمری موکفہ

قد شبھوہ بخلقہ فتورا

شنع (۱) الوری فتروابالبکفہ

جواب شاہ احمد شرعی:

عجبا القوم ظالمین تلقبوا

بالعدل ما فیھم بعمری (۲) معرفہ

قد جاءھم من حیث لایدرونہ

تعطیل ذات اللہ مع نفی الصفہ

ان کی وفات ۹۲۸ھ ر ۲-۱۵۲۱ء میں ہوئی۔ شیخ عبدالغنی سونی پتی جو متشرع فاضل اور عبادت گزار تھے ان کے شاگرد تھے۔(☆)

(۲۳۶) شیخ شاہ محمد فاروقی

جونپور کے بزرگ عالم اور صاحب زہد و تقوی تھے' ہمیشہ درس اور افادۂ علوم میں مصروف (۱) رہے۔ ملا محمد جونپوری ان کے پوتے تھے۔ شیخ موصوف نے ۱۰۳۲ھ ر ۳-۱۶۲۲ء میں وفات پائی ۔

(۲۳۷) شرف الدین احمد منیری

شرف الدین احمد منیری ابن یحیٰ المنیری ہندوستان کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں' کیا مجال ہے کہ کوئی ان کے مناقب بیان کرسکے' ان کی عالیہ تصانیف ہیں جن میں "مکتوبات ان کی مشہور اور لطیف ترین (۲) تصانیف سے ہیں۔ ان میں بہت سے آداب طریقت اور اسرار حقیقت درج کئے ہیں۔ نیز آداب المریدین کی بھی ایک شرح لکھی ہے' وہ خواجہ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے۔ شیخ شرف الدین کی قبر بہار میں زیارت گاہ و متبرک ہے۔ ۷۸۲ھ ر ۱-۱۳۸۰ء میں وفات پائی' رحمتہ اللہ علیہ (☆)

(۲۳۸) مفتی شرف الدین رام پوری

مفتی شرف الدین رام پوری علوم فلسفہ و منطق میں ماہر اور مشہور تھے' ملا احمد ولائتی کے داماد تھے۔ ۱۲۵۶ھ ر ۱-۱۸۴۰ء میں جب وہ کلکتہ سے رام پور واپس آرہے تھے تو راستہ میں فتح پور ہسوہ میں اپنے داماد مولوی محمد سعید کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے جو درگاہ سید شاہ راجی قدس سرہ میں مدفون ہیں اور میرے اپنے بڑے بھائی حکیم احسان علی کے مسکن پر تشریف لائے۔ میں (مولوی رحمان علی) اس وقت بہت چھوٹا تھا۔ (۱) لیکن ان کا حلیہ اب بھی خیال میں ہے۔ وہ میانہ قد' سیاہ رنگ' سفید ریش' نحیف الجثہ اور ضعیف القوی تھے ان کی تصنیفات سے سراج المیزان (منطق) شرح مسلم (تا لا یحدو لاتصور) اور بعض فقہ کے فتاوی مشہور ہیں۔(☆)

(۲۳۹) حکیم شریف خاں دہلوی

حکیم شریف خاں دہلوی مشہور و معروف طبیب تھے۔ عجالہ نافعہ' تالیف شریفی' علاج الامراض' دستورالفصد' حاشیہ نفیسی' حاشیہ شرح اسباب وغیرہ ان کی تصنیفات سے ہیں' ان کی وفات ۱۲۳۱ھ ر ۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ یوں کہی ہے۔(☆)

قطعہ تاریخ انتقال حکیم شریف خاں دہلوی:

دریغا ازیں دار فانی گذشت — حکیم و طبیب و لطیف و ظریف

خرد گفت سال وفاتش بمن — "صد افسوس مرزا محمد شریف"

۱۲۳۱ھ

(۲۴۰) مولانا شعیب دہلوی

مولانا شعیب دہلوی کے والد ملا منہاج (۱) صغرسنی میں تحصیل علم کی غرض سے لاہور سے دہلی آئے اور تحصیل علم میں بڑی محنت کی' اس کے بعد سلطان بہلول لودھی (۲) کے زمانے میں مفتی شہر ہوئے اور یہیں کی سکونت اختیار کرلی۔ مولانا شعیب عالم و عامل تھے۔ صورت و سیرت میں فرشتہ خصلت تھے اور وعظ و تذکیر میں بے نظیرزمان' جب وعظ کہتے اور قرآن مجید پڑھتے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ راستے سے گزر جائے۔ اگرچہ سر پر کتنا ہی بڑا بوجھ ہوکھڑے ہوکر سنتا' اور وعظ میں وعدوعید کے (بیان میں) اختلافات مقامات کے مطابق حالات واقع ہوتے تھے۔(۱) شہر دہلی کے اکابر علماء ان کے وعظ میں حاضر ہوتے اور شہر کے بہت سے لوگ شروع میں ان کے شاگرد ہوگئے۔ ۹۳۶ھ ر ۳۰-۱۵۲۹ء میں وفات پائی ان کی قبر دہلی میں حوض شمسی کے اوپر ہے۔ نور اللہ مرقدہ (☆)

(۲۴۱) قاضی شمس الدین شیبانی

قاضی شمس الدین شیبانی دانشمند تبحر تھے۔ تغلق شاہ کے زمانہ میں دہلی سے نارنول گئے۔ ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی کہ زیارت خانہ کعبہ کا ارادہ کرلیا۔ جب

گجرات پہنچے اور ایک مسجد میں ٹھہرے تو ایک معتزلی مذہب کا واعظ آیا اور مذہب اعتزال کے موافق تقریر کی کہ تخلیق افعال میں بندوں کو دخل ہے اور کہا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اگر کھولوں تو میں کھولوں اور بند کروں تو میں بند کروں۔ حاضرین میں سے کسی کو اس سے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ قاضی شمس الدین نے کہا کہ اگر تمہارے ہاتھ میں قدرت ہے تو تم نے ہاتھ کو پیٹھ پر قائم کیوں نہیں کیا۔ حاکم گجرات کو ان کا یہ دخل بہت پسند آیا اور جو لونڈی دارالحرب سے وصول ہوئی تھی ان کو نذر کی۔ اس سے اولاد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں برکت دی اور علم بخشا۔ ان کی اولاد میں ایک کا نام تاج الافاضل تھا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے، تمام دانشمند اور متقی تھے، ان میں سے ایک شیخ احمد مجد کے والد قاضی مجد تھے کہ جن کا ذکر حرف الف کے تحت گزر چکا ہے ان کے سات بیٹے تھے وہ سب عالم و عامل تھے۔(۱)

(۲۴۲) مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی

مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی مولانا فرید الدین شافعی کے شاگرد تھے جو اودھ کے شیخ الاسلام تھے۔ تحصیل علم کی غرض سے اودھ سے دہلی پہنچے۔ مولانا ظہیر الدین بھکری کی شاگردی اختیار کی اور شہر دہلی کے مشہور علماء میں شمار ہوا، شہر کے بیشتر لوگ ان کے شاگرد تھے اور اس نسبت پر فخر و خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی (ایک) شرح ہے مشارق الانوار پر (اور) اس میں نقل کیا ہے (حدیث شریف) ماتثاوب نبیؐ قط (یعنی کسی نبی نے کبھی انگڑائی جماہی نہیں لی) (۱)

بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک روز مولانا صدر الدین نادی کے ہمراہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں آئے۔ شیخ نے پوچھا شہر میں رہتے ہو کچھ پڑھتے ہو؟ جواب دیا ہاں! مولانا ظہیرالدین بھکری کی خدمت میں اصول بزودی پڑھتا ہوں۔ شیخ نے بعض مقامات میں سے جو مشکل مشہور ہیں کچھ پوچھا، انھوں نے کہا کہ ہمارا سبق یہیں تک پہنچا ہے۔ یہ حرف ہمیں بھی مشکل معلوم ہوا، شیخ (نظام الدین اولیاءؒ) نے اس کو حل کردیا۔ ان کو شیخ کے حق میں اعتقاد راسخ پیدا ہوگیا۔ ایک مدت کے بعد شیخ شمس الدین یحییٰ مرید ہوئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے، شیخ کے بڑے خلفاء میں ان کا شمار ہوا۔

شیخ کے مخصوص خلفاء میں معظم، مکرم اور ممتاز تھے۔ تکلفات اور نام و نمود کی عادت بالکل نہ تھی، شادی نہیں کی تھی، مرید بہت کم کرتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے جو ان کے مرید تھے ان کی تعریف میں ایک شعر کہا ہے۔

سالت العلم من احیاک حقاً

فقال العلم شمس الدین یحییٰ

اس زمانہ میں جب سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے مخلوق پر قہر و سیاست کی تلوار خصوصاً مشائخ پر کھینچ رکھی تھی تو اس نے مولانا شمس الدین یحییٰ (۲) کو بھی بلایا اور کہا کہ تم جیسا دانشمند یہاں کیا کرتا ہے، تم کشمیر جاؤ اور وہاں کے بت خانوں میں بیٹھو اور خلق خدا کو اسلام کی دعوت دو۔ مولانا بادشاہ کے سامنے سے سفر کے اسباب کی فراہمی کی غرض سے چلے آئے اور (لوگوں سے) کہا کہ میں نے خواب میں اپنے شیخ کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے بلاتے ہیں۔ (بادشاہ) کیا کہتے ہیں، میں اپنے خواجہ کی خدمت میں جاتا ہوں وہ مجھے کہاں بھیجتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن ان کے سینہ پر دنبل نکلا اور بیمار ہوگئے۔ جب سلطان کو یہ خبر پہنچی تو حکم دیا کہ ان کو ہمارے حضور میں لاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ بہانہ کرتے ہوں اسی دوران ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء میں اس دنیا سے رحلت فرماگئے اور دہلی میں یاروں کے چبوترے پر دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ (☆)

(۲۴۳) مولوی حافظ محمد شوکت علی صدیقی سندیلوی

مولوی حافظ محمد شوکت علی ابن چودھری مسند علی ابن چودھری منصب علی، ۱۹ محرم الحرام بروز جمعرات ۱۲۳۴ھ / ۹-۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے ان کے دادا چودھری منصب علی نے اپنے اولین (۱) پوتے کی پیدائش میں ہزار ہا روپیہ خرچ کیا۔ جب ان کی عمر تین سال کی ہوئی تو ان کی کمر کے نیچے دنبل نکل آیا۔ اس کے صدمہ کی وجہ سے پاؤں کی رگیں سمٹ گئیں، دونوں پاؤں لاغر اور کوتاہ ہوگئے۔ وہ چلنے سے معذور تھے۔ اس زمانہ کے اطباء کی کوششوں کے باوجود اس مصیبت سے نجات نہ ملی۔ جب ان کی عمر چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو جیسا کہ ہند پاکستان کے مسلمانوں کا

دستور ہے رسم تسمیہ خوانی ہوئی' قرآن مجید سید فتح اللہ سندیلوی اور حافظ محمد خیرآبادی سے حفظ کیا اور چار سال میں فارغ ہوگئے' مولوی سید فقیہ اللہ سندیلوی اور ملا اسرار قل بخاری قدری کی خدمت میں استفادہ کیا۔ اس کے بعد ان کے والد ماجد چودھری مسند علی نے مولوی تراب علی ابن شیخ شجاعت علی لکھنوی کو جو مشہور دانشمند تھے صاحب ترجمہ (مولوی شوکت علی) کی تعلیم کے لئے ملازم رکھا' پچاس روپے ماہانہ تنخواہ' اس کے علاوہ خوراک و پوشاک اور چند طلبہ کا خرچ طے ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مولوی تراب علی کی خدمت میں کتب درسیہ سے فراغت حاصل کرلی لیکن ان کے والد چودھری مسند علی فراغ علم سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کے چچا چودھری حشمت علی اور چودھری عظمت علی موجود تھے انھوں نے تقریب فراغ میں قریب پندرہ ہزار روپیہ صرف کیا۔ جزا ھا اللہ خیرا۔ اس تقریب میں بہت سے علماء' صلحاء' طلباء' حفاظ' اطباء' حجاج اور مشائخ بلائے گئے۔ صاحب ترجمہ (مولوی شوکت علی سندیلوی) نے نماز جمعہ کے بعد آیہ کریمہ "علم آدم الاسماء" پر گفتگو کی (وعظ کہا) اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور حدیث انما الاعمال بالنیات پڑھی' موجود علماء نے اپنے دست خاص سے ان کے سر مبارک پر دستار فضیلت باندھی۔ مولوی تراب علی صاحب کو ایک ہزار روپیہ نقد' دو شالہ اور رومال وغیرہ صاحب ترجمہ کے چچاؤں نے نذر کئے۔ علٰے ہذالقیاس دوسرے علماء کو بھی ان کے حسب حال نذر کیا۔ مشارالیہ (مولوی شوکت علی) طلباء کے درس و تربیت میں مصروف ہیں' مولوی سید حسین احمد ملیح آبادی' شاہ خادم صفی' صفی پوری' سید شاہ نوازش احمد صفی پوری اور شاہ محمد علی صفی پوری سے قادریہ' چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ میں بیعت و خلافت حاصل کی' سینکڑوں حضرات ان کے مرید ہیں' مؤلف (مولوی رحمان علی) کو اس تذکرہ کی تالیف میں حضرت (مولوی شوکت علی) سے مدد کامل ملی' میں ان کا شکریہ ہزار زبان سے (کسی طرح) ادا نہیں کرسکتا(☆)

مشہور تصانیف

(۱) حاشیہ شرح جامی (۲) الاصفاء فی الاستثناء (۳) علم الیقین فی مسائل الاربعین

(۴) ثمرات الانظار فیما مضی من الاثار (۵) غایۃ الادراک فی مسائل مسواک (۶) انوار الھدیٰ فی تحقیق الصلوۃ الوسطیٰ (۷) کشف المستور عن وجہ السحور۔

کتب زیر تالیف

(۱) رسالہ درباب طہارت مصلی (۲) رسالہ انشراح الصدر بلیلۃ القدر (۳) رسالہ بجواب بطلان خلافت خلفائے ثلاثہ (۴) افانۃ المنافع بمسائل اختلاف المطالع (در تحقیق رویت ہلال) (۵) عقد اللولوء المسحور فی تکملۃ کشف المستور (۶) افہام السائل بجواب مائۃ مسائل (۷) انشاء خرد افزاء (۸) تاریخ سندیلہ

(۲۴۴) قاضی شہاب الدین دولت آبادی

قاضی شہاب الدین دولت آبادی' ابن شمس الدین بن عمر الزاولی' دولت آباد میں پیدا ہوئے' قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی (تلمیذ مولانا معین الدین عمرانی) سے علوم کی تحصیل کی۔ جب امیر تیمور کا لشکر دہلی کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے پہنچنے سے پہلے قاضی شہاب الدین اپنے استاد مولانا خواجگی کے ہمراہ دہلی سے کالپی چلے گئے۔ مولانا خواجگی نے کالپی میں سکونت اختیار کرلی اور قاضی (شہاب الدین) جون پور چلے گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی کے پہنچنے کو غنیمت سمجھا' ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ملک العلماء کے لقب سے سرفراز کیا۔ قاضی نے جون پور میں افادہ و درس کی مسند کو آراستہ کیا اور تصنیف کتب میں مصروف ہوگئے۔ بحر مواج تفسیر قرآن مجید (فارسی) حاشیہ کافیہ' کتاب ارشاد جو کہ نحو کے بارے میں ہے اور اس میں ہر مسئلہ کی مثال ضمنی طور پر عبارت میں ادا کردی گئی ہے۔ مؤلف نے اسے مولانا مفتی علی کبیر مچھلی شہری کے کتب خانہ میں دیکھا تھا' بدائع البیان در فن بلاغت' شرح بزدوی در اصول فقہ' شرح قصیدہ بانت سعاد' رسالہ در تقسیم علوم فارسی میں' مناقب السادات اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ ان کی مشہور تصانیف سے ہیں۔ ۲۵ ر رجب ۸۴۹ھ ر ۱۴۴۵ء میں انتقال ہوا' جون پور میں سلطان ابراہیم کی مسجد میں جو مسجد اٹالہ کے نام سے مشہور ہے جنوبی جانب دفن ہوئے۔ مؤلف اوراق نے ۱۲۶۱ھ ر ۱۸۴۵ء

میں جب مچھلی شہر سے غازی پور جاتا تھا تو ان کی قبر کی زیارت کی تھی۔ نور اللہ مرقدہٗ
صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ وہ غزنین کے رہنے والے تھے دولت آباد
(دکن) میں نشوونما پائی' سلطان ابراہیم شرقی ان کی تنظیم و توقیر میں بہت کوشش کرتا
تھا' وہ متبرک دنوں میں سلطان ابراہیم کی مجلس میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے۔ کہتے
ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی کو کوئی مرض لاحق ہوا۔ سلطان ان کی عیادت کو گیا' حالات
پوچھنے کے بعد اظہار مہربانی کے طور پر پانی سے ایک پیالہ بھرا اور مولانا کے سر کے
گرد گھما کر پی لیا اور کہا کہ خدایا جو بلا بھی ان کی راہ میں ہووے میرے لئے مقدر
کردے اور ان کو شفادے۔ اس بات سے صاحب (۱) تخت و تاج سلطان کا عقیدہ
علمائے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق معلوم ہوسکتا ہے کہ کس قدر
تھا۔(☆)

(۲۴۵) شہاب الدین معمائی

شہاب الدین معمائی' فن معماگوئی میں بڑی مہارت رکھتے تھے' بابر بادشاہ کے ہمراہ
ہند میں آئے اور اس کے مقرب ندیموں میں شامل ہوئے ان کی تصنیفات سے ایک
کتاب "رسالہ در تبیین و توضیح علم معما" ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں ۹۴۲ھ ر
۶-۱۵۳۵ء میں انتقال ہوا "شہاب الثاقب" ان کے انتقال کی تاریخ ہے۔(☆)

(۲۴۶) ملا شگرف کشمیری

بابا شگرف کشمیری بابا عثمان گنائی کی اولاد میں ہیں' کشمیر کے مشہور عالم' محدث'
فقیہ اور علوم عقلی و نقلی کے جامع تھے۔ ملا فیروز مفتی ان کے بھتیجے تھے' اپنے شہر کے
علماء سے کتب درسیہ کی تحصیل کرکے حرمین شریفین گئے اور ابن حجر مکی سے اجازت
حدیث حاصل کی' وہاں سے واپس آکر طالب علموں کی تعلیم و تربیت میں مشغول
ہوگئے یہاں تک کہ ان کا آخری وقت آپہنچا' محلہ فلاش پورہ میں دفن ہوئے۔(☆)

(۲۴۷) حکیم شیر علی احمد آبادی

حکیم شیر علی ابن حکیم محی الدین صدیقی' اس مسود اوراق (مولوی رحمان علی

کے والد) نے پہلے علم طب کی درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اس کے بعد
لکھنؤ میں حکیم امام بخش تلمیذ حکیم محمد اسحاق خاں دہلوی مغفور(۱) کی موجودگی میں
مطب شروع کیا اور طبیب حاذق ہوئے۔ نواب آصف الدولہ بہادر کی سرکار میں عہدہ
ہائے جلیلہ مثل تحصیل داری اور فوج داری کی ملازمت کی' بڑھاپے میں خانہ نشین
ہوگئے۔ مریضوں کا علاج کرتے تھے' کسی سے طلب کچھ نہیں کرتے تھے' رات دن
تلاوت قرآن مجید' دلائل الخیرات اور نماز پنجگانہ میں مصروف رہتے تھے۔ غفراللہ لہ۔
نماز چاشت اور اشراق کے بعد اس تخت پر بیٹھتے تھے جو ان کی نشست گاہ تھا' اور ان
مریضوں کا احوال پوچھتے تھے جو موجود ہوتے تھے' ہر ایک کا مناسب علاج کرتے تھے
اور حتی الامکان ایسا نسخہ تجویز کرتے تھے جس میں اجزاء کم ہوتے اور نفع زیادہ ہوتا
تھا۔ کسی کے گھر نہیں جاتے تھے' اہل برادری اور غرباء سے کچھ نہیں لیتے تھے اور باہر
کے صاحب حیثیت حضرات سے جو کچھ ملتا تھا وہ غرباء کے اوپر خرچ کرتے تھے' ان
کے علاج کا طریقہ عجیب تھا کہ سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

ایک مرتبہ لوگ ایک بچہ کو ان کے پاس لائے' وہ بچہ کان کے درد کی وجہ سے
بیہوش تھا اور کہتا تھا کہ کوئی چیز میرے کان میں کاٹتی ہے' والد مرحوم نے فرمایا کہ حقہ
کی نلکی لاؤ۔ جب لوگ نلکی لائے تو انھوں نے اس کو قلم کی طرح چھری سے تراشا
جو ان کے قلمدان میں تھی اور اس بیمار بچہ کے کان میں لگادی اور دوسری طرف جلتا
ہوا ایک فتیلہ رکھ دیا' ذرا دیر نہ ہوئی تھی کہ بچہ ہنسنے لگا' جب نلکی کو زمین پر مارا تو
ہزار پا جس کو کنکھجورا کہتے ہیں(☆) باہر نکلا لوگ حیران رہ گئے۔

ایک عورت مجرا کرتی ہوئی دونوں ہاتھ سر کے اوپر لے گئی اس کے ہاتھ اسی
طرح اوپر کھنچے رہ گئے' کسی تدبیر سے نیچے نہیں آئے۔ والد مرحوم نے فرمایا کہ اگر
کوئی شخص اس عورت سے مذاق کا تعلق رکھتا ہو تو اچانک اپنا ہاتھ اس کی ناف (۲)
کے نیچے لے جائے' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس عورت کے دونوں ہاتھ اچانک نیچے
آگئے۔

اوائل ماہ شعبان المعظم ۱۲۵۶ھ ر ۱۸۴۰ء میں حضرت قبلہ گاہی تپ و اسہال

کبدی کے عارضے میں مبتلا ہوئے تو ان کے بیٹے حکیم موان علی اور حکیم احسان علی مؤلف طب احسانی جو مؤلف سے بڑے تھے ان کے پاس موجود تھے ان میں سے ہر ایک طبیب حاذق تھا، انھوں نے بہت کوشش کی لیکن بقول:

قضائے نبشتہ نباید سترد

کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی بتاریخ ۱۴؍ رمضان المبارک سال مذکور نماز عشاء کے وقت کلمہ طیبہ کہتے ہوئے ۷۵ سال کی عمر میں جان تسلیم حق فرمائی۔ اپنے آبائی قبرستان میں احمد آباد میں دفن ہوئے، سات بیٹے حکیم مردان علی، حکیم علی رضا، حکیم احسان علی، مولوی حکیم امان علی، حافظ قربان علی، حکیم فرمان علی اور رحمان علی مؤلف کتاب (۳) اور نیز پانچ بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ جملہ اولاد پسری و دختری، ذکور و اناث اور چھوٹے بڑے ساٹھ عدد ان کی وفات کے وقت زندہ اور موجود تھے، مرنے سے ایک دن پہلے سب کو پاس بلایا۔ ایک ایک کو پوچھا اور رخصت کیا، مؤلف اوراق اس وقت گیارہ سال سے چند ماہ زیادہ عمر کا تھا۔ ان کے انتقال کی جو تاریخیں شعراء نے لکھی ہیں ان میں سے چند ذیل میں درج ہیں:

تاریخ انتقال حکیم شیر علی احمد آبادی

از شیخ نیاز محی الدین سلونی

شیر علی بہ فن طبابت بہ ملک ہند
بوداست بے مبالغہ با بوعلی سہیم
رحلت بخلد کرد ز دارالشفائی دہر
در خانہ باغ خلد برضوان بود ندیم
تاریخ آن بدیہہ ز طبع صحیح ریختت
"افسوس بے علاج طبابت شدہ سقیم"

۱۲۵۶ھ

دیگر

از مولوی کفایت علی کافی مراد آبادی (☆☆)

جو شیر علی نے کیا انتقال
تو کافی مناسب ہے بہر ثواب
یہی سال تاریخ لکھ دیجئے
بہ لوح لحد "خادم بو تراب"

۱۲۵۶ھ

دیگر

از صنعت مراد آبادی

حکیم شیر علی ثانی فلاطون تھے
یہ چاہا آپ نے اب سیر کیجئے جنت کی
یہی ہے سال وفات ان کا صنعت از سر آہ
"ہزار حیف مسیح زماں نے رحلت کی"

۱۲۵۶ھ / ۱۲۵۵

دیگر

از شاعرے لکھنؤ

چو رفت از جہاں شیخ عالی نسب
کہ راز خفی بود بر وے جلی
خرد از سر جہد تاریخ گفت
"بود یا علی، حشر شیر علی"

۱۲۵۶ھ

حرف الصاد المہملہ

(۲۴۸) ملا صادق حلوائی سمرقندی

ملا صادق حلوائی سمرقندی، علامہ زماں تھے، ان کا مرتبہ اس سے کہیں اعلیٰ ہے کہ ان کا شمار شعراء میں کیا جاوے، ملائے(۱) خوش فہم اور خوش بیان پر مادہ (۲) تھے۔ بہت تردد کے بعد ہندوستان آئے، جب توفیق ان کے رفیق حال ہوئی تو بیت اللہ اور مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے گئے۔ ۹۷۸ھ ر ۱۵۷۰ء میں اپنے وطن مالوف کو واپس ہوئے۔ راستے میں مرزا محمد حکیم نے ان کو ٹھیرا کر سبق پڑھنا شروع کیا، شعرگوئی میں خوب سلیقہ تھا اور طبیعت موزوں تھی، صاحب دیوان ہیں نمونہ اشعار ہے۔

دل گم شد و نمی دہدم کس نشان ازو
در خندہ است لعل تو دارم گمان ازو

ضمیر دوست چو(۱) آئینہ در مقابل است
درو معاینہ پیداست انچہ در دل است

درد(۳) عشقت کز تو پنہان در دل و جان داشتم
شد عیاں(۴) از چہرہ ام ہر چند پنہان داشتم

(۲۴۹) سید صبغۃ اللہ بروجی

ان کا نام سید مجدالدین بن روح اللہ حسینی ہے۔ شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے شاگرد اور خلیفہ تھے، ایک مدت تک اپنے مرشد کے حکم کے مطابق درس و ارشاد میں مشغول رہے، ایک کثیر جماعت شاگرد اور مرید ہوئی، اس کے بعد حرمین شریفین گئے،

زیارت سے مشرف ہوکر اپنے وطن واپس آئے، ۹۹۹ھ ر ۱۵۹۰ء میں مالوہ پہنچے اور وہاں سے احمد نگر آئے، یہاں تک کہ ایک سال برہان الملک مرزبان مالوہ (۱) کے اشارہ سے مالوہ میں مقیم رہے، پھر حرمین شریفین کے ارادہ سے بیجاپور گئے، سلطان ابراہیم بیجاپوری نے پورا اعزاز فرمایا، اور سامان سفر مہیا کیا، خاص جہاز پر سوار کیا اور حرمین کی طرف روانہ کردیا، سید موصوف معہ متبعین و خدام کے حرمین پہنچ گئے، زیارت سے مشرف ہونے کے بعد احد کے پہاڑ کے قریب مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی۔ جواہر خمسہ از محمد غوث گوالیاری کو عربی میں لکھا، کتاب الوحدۃ، رسالہ ارادۃ الدقائق فی شرح مراۃ الحقائق اور ملا بسع للمرید، ان کی تصنیفات سے ہیں، احمد شناوی، حسن قراقی، حبیب اللہ اور عبدالعظیم ان کے شاگرد تھے۔ ۱۰۱۵ھ ر ۷-۱۶۰۶ء میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ برَوجُ بائے موحدہ و سکون رای مہملہ و فتح و او و جیم (۲) جعفر کے وزن پر صوبہ گجرات کا شہر ہے۔

(۲۵۰) صدر جہاں پہانوی

صدر جہاں پہانوی، پہانی کے رہنے والے تھے جو قنوج کے مضافات میں ایک گاؤں ہے، خوش مزاج فاضل تھے، شیخ عبدالنبی صدرالصدور(۱) گنگوہی کی خدمت میں تحصیل کمالات کی، شیخ موصوف کی کوشش سے کچھ دنوں ممالک محروسہ کے مفتی رہے اس کے بعد حکیم (۲) ہمام کے ہمراہ حاکم توران کے یہاں سفارت پر گئے، وہاں سے واپس آکر صدارت پر سرفراز ہوئے۔ (☆)

(۲۵۱) قاضی صدر الدین جالندھری ثم اللاہوری

قاضی صدر الدین جالندھری اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بندرگاہ بروج (ملک گجرات) کے قاضی تھے، دانشمند متبحر اور مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کے شاگرد تھے، لیکن تحقیقات میں اپنے استاد سے فائق تھے، اہل تصوف کے معتقد اور خوش مزاج تھے، اس کے باوجود اپنی سادہ لوحی سے ایسا حسن ظن رکھتے تھے کہ اگر کسی کو درویش صورت دیکھتے تو چاہے وہ بدعتی ہوتا مگر اس کے پاس جاتے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے،

ایک دن ایک چالاک بدعتی نے ان سے کہا کہ خضر علیہ السلام ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں' قاضی اس کے پیروں پر گر گئے اور کہا کہ مجھے دکھا دیجئے' اس چالاک آدمی نے کہا کہ ابھی تو مجھے اپنی بیٹی کی شادی کی فکر ہے اور اس کے لیے سات سو ٹنکوں کی ضرورت ہے' میں اس بات سے فارغ ہوکر خضر علیہ السلام سے تمہاری ملاقات کا انتظام کروں گا' قاضی نے فوراً سات سو ٹنکے اس کو دیئے' دو دن کے بعد وہ آدمی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ آؤ میں تمہیں خضر علیہ السلام کو دکھاؤں وہ قاضی کو دریا پر لے گیا' وہ مکار طویل القامت اور قاضی کوتاہ قد تھے' وہ قاضی کو اس جگہ لے گیا جہاں حلق تک پانی تھا اور قاضی سے کہا کہ آؤ اس جگہ خضر علیہ السلام ہیں' قاضی نے کہا کہ میں تیرنا نہیں جانتا ہوں کیسے آؤں' اس شخص نے کہا کہ میں نے تم کو خضر (علیہ السلام) تک پہنچا دیا' اگر تم نہیں آسکتے ہو تو میرا کیا گناہ ہے۔(☆)

(۲۵۲) صدر الدین حکیم دہلوی

حکیم صدر الدین دہلوی اپنے زمانہ کے اعلیٰ حکیم تھے' ان کو طب میں کامل مہارت حاصل تھی۔ شیخ نصیر الدین محمود (چراغ دہلوی) کے خاص خلیفہ تھے' بچپن میں شیخ نظام الدین اولیاء کے منظور نظر تھے' ان کی پیدائش سلطان المشائخ کی دعا سے ہوئی' پریاں ان کو بیماروں کے علاج کے لیے اڑا کر لے جاتی تھیں' یہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے' ان کی تصنیفات سے بہت فصیح و متین کتابیں ہیں جو حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہ۔(☆)

(۲۵۳) مفتی صدر الدین دہلوی

ان کی اصل کشمیر سے ہے وہ دہلی میں پیدا ہوئے۔(☆) علوم نقلیہ کی تحصیل شاہ عبدالعزیز' شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق سے کی اور علوم عقلیہ مولوی فضل امام خیر آبادی سے حاصل کیے' اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے' انگریزی حکومت کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور اور مفتی مقرر ہوئے' صاحب مروت و احسان تھے' مدرسہ دار البقاء کے اکثر طلباء کو جو جامع مسجد دہلی کے نیچے تھا کھانا اور لباس دیتے تھے۔ ۱۲۷۳

ھ / ۱۸۵۷ء میں غدر کے زمانہ میں فتویٰ جہاد کے اتہام میں منصب اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ ان سے چھین لی گئی' چند مہینے نظر بند بھی رہے' تحقیقات کے بعد رہا ہوئے۔ جائداد غیر منقولہ واپس مل گئی اور جائداد منقولہ جو نیلام ہوچکی تھی نہ ملی۔ اس کے بعد بھی درس دیتے تھے' موزوں طبع تھے' عربی فارسی اور اردو اشعار کہتے تھے' ان کا تخلص آزردہ تھا' دور دور سے لوگ آتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے' کثرت درس اور افتاء(۱) کی وجہ سے تصنیف کی طرف کم توجہ تھی' رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشدوالرجال' در المنفود فی حکم امراۃ(۲) المفقود اور بہت سے فتووں کے جوابات ان سے یادگار ہیں' دو سال فالج کے مرض میں مبتلا رہے' اکیاسی (۸۱) سال کی عمر میں بروز پنجشبہ ۲۴ / ربیع الاول ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں فوت ہوئے۔ مولوی ظہور علی الخاطب بہ شمس الشعراء نے ان کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی

از شمس الشعراء ظہور الدین ظہور

چہ مولانائے صدر الدین کہ در عصر — امام اعظم آخر زمان بود
زہے صدر الصدور نیک محضر — بعدل و داد چون نوشیروان بود
بر روز پنجشبہ کرد رحلت — کہ ایں عالم نہ جائے جاودان بود
ربیع الاول و بست و چہارم — وداع او سوئے دار الجنان بود
ظہور افسوس آں اوستاد ذی قدر — پدر وارم ہمیشہ مہربان بود
"چراغش" ہست تاریخ ولادت — کنوں گفتم "چراغ دو جہان بود"

چراغ = ۱۲۰۴ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء

(۲۵۴) مفتی صدر الدین لکھنوی

مفتی صدر الدین لکھنوی' شیخ محمد عرف شیخ قاضی (پسر اکبر شیخ اعظم ثانی) کی اولاد میں تھے' بزرگ اور مسن عالم تھے' شعرگوئی کا مذاق رکھتے تھے' جس زمانہ میں ارادت خاں فوجدار لکھنؤ نے رہنے کی غرض سے محلہ ارادت نگر آباد کیا اور بلند عمارت بنوائی

تو صاحب ترجمہ (مفتی صدر الدین) نے خان مذکور اور عمارت کی تعریف میں قصائد اور غزلیات لکھیں ان میں سے (بطور نمونہ) یہ ہیں۔

همہ(۱) آفاق چون جسم و جهان را جان ارادت خاں
صفات عالیاتش گوہراست و کان ارادت خاں
شود آباد کہ ہر جائے کہ افتد یک نگاہ او
خراب آباد گیتی را سزد سامان ارادت خاں

ہر سوختہ کان بہ ارادت نگر آید
گر چوبک خشک است کہ با برگ تر آید
جائے است(۲) مصفاکہ اگر دیدۂ یعقوب
اندر نظر آرد غم یوسف بسر آید

ان کا انتقال ۱۰۷۵ھ ر ۶۵۔۱۶۶۴ء میں ہوا' ان کے بیٹے محمد صادق نے ان کے انتقال کی تاریخ اور ان کے مقبرہ کی تاریخ تعمیر جو ۱۱۰۹ھ میں تعمیر ہوا' اس طرح لکھی ہے۔

شدہ تاریخ وصال وے و تاریخ بنا
کہ بود "خانۂ جنت" زپے "دوست خدا"
۱۱۰۹ھ ۱۰۷۵ھ

(۲۵۵) مولوی سید صدیق حسن خاں بہادر

مولوی سید صدیق حسن خاں ابن مولوی آل حسن قنوجی' ان کی کنیت ابو الطیب ہے۔ ۱۲۴۸ھ ر ۳۔۱۸۳۲ء میں قنوج میں پیدا ہوئے(☆) درسی مروجہ علوم مفتی صدرالدین خاں دہلوی کی خدمت میں حاصل کیے اور تفسیر و حدیث وغیرہ علوم یمن اور ہند کے علماء مثلاً قاضی حسین بن محسن انصاری' شیخ عبدالحق بن فضل اللہ ہندی اور شیخ محمد یعقوب دہلوی مہاجر(۱) برادر مولوی محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کیے اور ہر ایک سے اجازت حاصل کرکے متعدد علوم کی مختلف کتابوں کے مطالعہ میں مصروف

ہوگئے یہاں تک کہ وہ مالوہ کے ملک کی ریاست بھوپال میں مقیم ہوگئے' اس شہر میں ان کو خوب ترقی حاصل ہوئی اور وزارت و نیابت کا کیا ذکر ہے رئیسہ بھوپال کی شوہری ۱۲۸۸ھ ر ۲۔۱۸۷۱ء میں حاصل ہوئی اور نواب(۲) و خان کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور سلطان عبدالحمید خاں عثمانی سے نشان مجیدی درجہ ثانیہ حاصل ہوا۔ دوسری بیوی سے دو بیٹے نور الحسن خاں طیب اور میر علی حسن خاں طاہر ہیں' دونوں صاحب زادے باپ کی طرح صاحب علم و ثروت ہیں۔ صاحب ترجمہ (نواب صدیق حسن خاں) کی تصنیفات ہندی' فارسی اور عربی زبانوں میں ہیں جو بھوپال' مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں طبع ہوئیں' ان کے نام ذیل میں مذکور ہیں۔

تصنیفات ابجد العلوم' اتحاف النبلاء المتقین(۳)' الادراک' الاذاعہ لماکان و مایکون بین یدی الساعۃ' چہل حدیث' افادۃ الشیوخ' اکسیر فی اصول التفسیر' اکلیل الکرامہ فی بیان مقاصد الامامہ' الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح (۴)' بدور الاہلہ' بغیتہ الرائد فی شرح العقائد' البلغہ فی اصول اللغہ' بلوغ المسئول من اقضیتہ الرسول' تمیمتہ الصبی' ثمار(۵) التنکیت فی شرح ابیات التشبیت' الجنتہ فی الاسوۃ الحسنہ بالسنہ' حجج الکرامہ فی آثار القیامہ' الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون' حصول المامول من علم الاصول' الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ' حل الاسئلتہ المشکلہ' حقیقتہ الاکوان' دلیل الطالب الی ارجح المطالب' ذخر المحتی من آداب المفتی' رحلتہ الصدیق الی البیت العتیق' الروضتہ الندیہ فی شرح الدرۃ البہیہ' ریاض الجنتہ فی تراجم اہل سنۃ' السحاب المرکوم' سلسلتہ العسجد(۶) فی ذکر مشائخ السند' شمع انجمن' صافیہ شرح شافیہ' ضالتہ الناشد' ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی' العبرۃ مماجاء فی الغزو والشہادۃ والہجرۃ' العلم الخفاق(۷) من علم الاشتقاق' عون الباری لحل ادلتہ البخاری (۲ جلد)' غصن البان هنیتہ القاری' فتح البیان فی مقاصد القرآن' فتح المغیث بفقہ الحدیث' القرع الثامی من الاصل السامی' قصد السبیل' قضاء الارب' لقطف الثمر' کشف الالتباس ردشیعہ' لف القماط' لقطتہ العجلان مثیر ساکن الغرام(۹)' مراتع الغزلان' مسک الختام شرح بلوغ المرام(۱۰)' منہج الوصول (الی اصطلاح حدیث الرسول)' الموعظہ الحسنہ' نشوۃ السکران'

نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام' الوشی المرقوم' ہدایتہ السائل' یقظہ اولی الاعتبار۔ جمادی الثانی شب پنجشبہ ۱۳۰۷ھ ر ۱۸۹۰ء میں وفات پائی اور بھوپال میں دفن ہوئے۔(☆☆☆)

(۲۵۶) صفی بن نصیر

ان کا اسم شریف صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین ہے' چند واسطوں سے ان کا نسب امام ابوحنیفہ کوفی سے مل جاتا ہے' اور امام ہمام(۱) رحمتہ اللہ شاہ عجم نوشیرواں عادل کی اولاد سے تھے۔ صاحب ترجمہ (صفی الدین) کے دادا شیخ نظام الدین نے اپنے بیٹے نصیر الدین اور دوسرے چند لوگوں کے ہمراہ ہلاکو خاں کے ہنگامہ میں غزنین سے عہدعلاء الدین خلجی میں ہندوستان کی طرف رخ کیا (۲) اور مدتوں دہلی میں رہے اور اسی ہنگامہ میں قاضی شہاب الدین بن قاضی شمس الدین بن قاضی شمس الدین دولت آبادی بھی اس علاقہ سے آکر دہلی میں مقیم ہوئے اور انھوں نے (قاضی شہاب الدین) نے قاضی عبدالمقتدر دہلوی کی شاگردی اختیار کی۔ جب دہلی میں مغلوں کا ہنگامہ برپا ہوا (۳) تو سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں قاضی شہاب الدین اور صاحب ترجمہ کے دادا شیخ نظام الدین دہلی سے جونپور پہنچے' قاضی (شہاب الدین) کی ایک بیٹی تھی وہ انھوں نے نظام الدین سے بیاہ دی اس کے تین لڑکے ہوئے' صفی الدین' فخر الدین اور رضی الدین' ان میں سے ہر ایک اپنے نانا قاضی شہاب الدین سے علوم موجہ تحصیل کرکے دانشمند متبحر ہوا۔ شیخ صفی الدین تحصیل علم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علوم کے درس میں مصروف ہوگئے اور بہت سی عربی و فارسی کی کتابوں کی شرحیں لکھیں اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں' ان میں سے دستورالمبتدی' حل التراکیب کافیہ اور غایتہ التحقیق شرح کافیہ مشہور ہیں۔ شیخ صفی الدین مدتوں درس و تدریس میں مشغول رہے' آخر عمر میں وہ شیخ (مرشد) کی تلاش میں ردولی پہنچے' اس زمانہ میں شاہ اشرف جہانگیر کہ جن کا مزار کچھوچھہ میں ہے وہاں مقیم تھے' جب شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں پہنچے شاہ اشرف ان کی ملاقات کے لیے اٹھے اور اپنے قریب بٹھالیا' اسی وقت ان کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید کرکے

خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان کے چھوٹے (۴) بھائی شیخ رضی الدین اس زمانہ میں ردولی کے قاضی تھے شیخ صفی الدین وہیں مقیم ہوگئے۔ ان کے بیٹے شیخ ابوالمکارم اسمٰعیل تھے کہ جن کی تعلیم کی غرض سے رسالہ دستورالمبتدی لکھا۔ شیخ ابوالمکارم کو بھی خاندان چشتیہ نظامیہ میں خلافت حاصل تھی۔ ۱۳ر ذی قعدہ ۸۱۹ھ ر ۷-۱۴۱۶ء میں راہی جنت ہوئے۔(☆)

(۲۵۷) مولانا صفی الدین سرہندی

مولانا صفی الدین سرہندی' صفی القدر کے نام سے مشہور ہیں ان کے والد کا نام عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن محمد معصوم الملقب بہ عروۃ الوثقی ابن مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی ہے۔ مولانا صفی الدین دانشمند متبحر' محدث معتبر' جامع علوم ظاہر و باطن' تارک الدنیا زاہد اور طالب مولا تھے۔ نواب نصراللہ(☆) خاں (۱) حاکم رامپور(۲) ہرچند فوج کی بخشی گری کے لیے ملتجی ہوئے(۳) مگر انھوں نے قبول نہیں کیا' ہمیشہ حدیث' تفسیر اور اوراد و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ ۲۵ر شعبان بروز جمعرات ۱۲۲۶ھ ر ۱۸۱۱ء میں انتقال ہوا۔(☆☆)

حرف الضاد المعجمہ

(۲۵۸) خواجہ ضیاء الدین برنی

خواجہ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی کے مؤلف ہیں جو ۸۵۸ ھ ر ۱۴۹۳ء میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب میں آٹھ بادشاہ غیاث الدین بلبن سے فیروز شاہ تک کا ذکر ہے، جنھوں نے ۹۵ سال سلطنت کی ہے۔ (خواجہ ضیاء الدین) شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، طبیعت ظریفانہ تھی ہر قسم کی حکایات اور کلمات یاد تھے، آخر عمر میں لطائف طبع اور فن ندیمی کی بدولت سلطان محمد تغلق کی خدمت میں باریاب ہوئے، اس کے بعد فیروز شاہ کے زمانہ میں قناعت اختیار کرلی اور گوشہ نشین ہوگئے، فن تصوف میں ایک کتاب "حسرت نامہ" ان کی تصنیف ہے۔ انتقال کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء کے قریب دفن ہوئے (رحمتہ اللہ علیہ)

کہتے ہیں کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں تین آدمی ضیاء الدین نام کے تھے، ایک قاضی ضیاء الدین سنامی جو شیخ کے منکر تھے، دوسرے صاحب ترجمہ (خواجہ ضیاء الدین برنی) جو شیخ کے مرید و معتقد تھے، تیسرے خواجہ ضیاء الدین نخشبی جو نہ منکر تھے نہ معتقد۔(☆)

(۲۵۹) خواجہ ضیاء الدین نخشبی

خواجہ ضیاء الدین نخشبی شیخ فرید کے مرید تھے، جو شیخ حمید الدین ناگوری کے

پوتے اور خلیفہ تھے، ان کی بہت سی تصنیفات ہیں ان میں سلک السلوک، عشرہ مبشر، کلیات و جزئیات اور طوطی نامہ وغیرہ، کتاب سلک السلوک شیریں بیانی اور رنگین زبانی میں مشہور ہے اور (یہ کتاب) لطیف حکایات پر مشتمل ہے جو نہایت موثر ہیں۔ انھوں نے ۷۵۱ ھ ر ۱۳۵۰ء میں وفات پائی۔(☆)

(۲۶۰) قاضی ضیاء الدین سنامی

قاضی ضیاء الدین سنامی، دانشمند تبحر، دیانت و تقوی میں اپنے عہد میں ممتاز اور شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ہم عصر تھے، شریعت مطہرہ کے نہایت پابند تھے، ہمیشہ شیخ سے سماع کی وجہ سے احتساب کرتے تھے، شیخ ہمیشہ ان سے معذرت کرتے اور ان کا حکم مانتے اور صاحب ترجمہ کی تعظیم میں کوئی دقیقہ(۱) فروگذاشت نہیں کرتے تھے، قاضی ضیاء الدین سنامی کی ایک کتاب نصاب احتساب ہے جس میں دقائق (۲) و آداب احتساب انواع (۳) بدعت اور احکام سنت کے نکات بیان کیے گئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ قاضی کے مرض الموت میں شیخ نظام الدین اولیاء عیادت کے لیے گئے۔ قاضی نے اپنی دستار شیخ کے راستہ میں ڈال دی، شیخ نے پگڑی کو اٹھالیا اور آنکھوں پر رکھا، جب تک شیخ بیٹھے رہے قاضی نے ان سے آنکھیں چار نہیں کیں، جب شیخ اٹھے اور باہر آئے تو ان کے انتقال کی آواز باہر آئی، شیخ روتے تھے اور افسوس کرتے تھے کہ ایک ذات حامی شریعت تھی افسوس کہ وہ بھی نہ رہی۔ رحمتہ اللہ علیہما۔(۴)

ضیاء الدین سنامی کے وعظ میں تین ہزار سے زیادہ آدمی ہوتے تھے نقل ہے کہ ایک مرتبہ شیخ شرف الدین بو علی قلندر کی مونچھیں زیادہ لمبی ہوگئیں کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے کاٹنے کا حکم دے، قاضی ضیاء الدین سنامی جن میں شریعت کا جوش تھا اٹھے اور قینچی لی اور شیخ شرف الدین قلندر کی ڈاڑھی ہاتھ میں لے کر ان کی مونچھیں کتر ڈالیں، کہتے ہیں اس کے بعد شیخ بوعلی قلندر ہمیشہ اپنی داڑھی ہاتھ میں لیتے اور کہتے کہ یہ شریعت محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔ قدس سرہٗ۔(☆)

(۲۶۱) حافظ ضیاء اللہ بلگرامی

حافظ ضیاء اللہ بلگرام کے واسطی سادات سے ہیں' وہاں کے ممتاز فاضل تھے' قرآن مجید کے حافظ' قاری اور عالم کامل تھے۔ ہمیشہ طلباء کے درس میں مشغول رہتے عربی' فارسی نظم و نثر میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ان کی منشآت انتقال کے بعد دو دفتروں میں مرتب ہوئی میر عبدالجلیل بلگرامی نے اس پر دیباچہ لکھا ہے۔ ۱۱۰۹ھ ر ۱۷۰۰-۱ء میں فوت ہوئے۔(☆)

حرف الطاء المہملہ

(۲۶۲) سید طفیل محمد اترولوی

سید طفیل محمد اترولوی' ابن سید شکر اللہ الحسینی اترولوی البلگرامی دانشمند تبحر جامع علوم ظاہر و باطن اور موزوں طبع تھے' ۷ ر ذی الحجہ ۱۰۷۳ھ ر ۶۳-۱۶۶۲ء کو قصبہ اترولی میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں اپنے چچا احسن اللہ کے ہمراہ دہلی پہنچے اور وہاں پڑھنا شروع کیا۔ پہلا سبق میزان العرف کا(۱) سید حسن رسول(ﷺ) نما سے جو دہلی کے مشہور عارف تھے پڑھا اور ابتداء سے شرح جامی تک اپنے چچا سید احسن اللہ(۲) سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۵ سال کی عمر میں بلگرام آگئے اور دوسری درسی کتابیں سید مربی بلگرامی' سید سعداللہ بلگرامی' قاضی علیم اللہ گنجندوی اور مولانا قطب الدین شمس آبادی سے پڑھیں' فراغ علمی کے بعد بلگرام میں مقیم ہوگئے۔ اور اپنی عمر علوم کی خدمت میں صرف کردی' ان سے بہت سے فضلاء نے تربیت حاصل کی۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ ر ۳۹-۱۷۳۸ء کو وفات پائی اور محمد نگر کے باغ واقع بلگرام میں دفن ہوئے۔ اترولی' اکبر آباد (آگرہ) کے (مضافات) میں سے ایک قصبہ ہے۔(☆☆)

(۲۶۳) شیخ طیب رفیقی

شیخ طیب رفیقی' ابن احمد ابن مصطفےٰ ابن معین الدین رفیقی(۱) انکی کنیت ابوالمصطفےٰ ہے' ۱۱۹۱ھ ر ۱۷۷۷ء میں پیدا ہوئے' فقیہ و محدث تھے' قرآن مجید پڑھنے کے بعد مروجہ ظاہری باطنی علوم اپنے والد' چچا اور چچازاد بھائی سے حاصل کیے۔ اپنے والد کے مرید ہوئے' بہت سے اولیاء اور مشائخ کی صحبت سے استفاضہ فرمایا اور میاں عبدالجید سے قادریہ' کبرویہ اور شطاریہ طریقہ کی تعلیم حاصل کی' علماء و فضلاء کی ایک بڑی تعداد شیخ طیب رفیقی سے مستفید ہوئی' آخر عمر میں اپنی مسجد میں معتکف ہوگئے تھے' رات کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے۔ علم حدیث' فقہ' سلوک اور معرفت میں کئی کتابیں تصنیف کیں' حنفی مذہب کے حامی تھے' بروز پیر ماہ شوال ۱۲۶۶ھ ر ۵۰-۱۸۴۹ء میں فوت ہوئے۔(☆)

حرف الظاء المعجمة

(۲۶۴) مولوی ظہور الحق فرنگی محلی

مولوی ظہور الحق فرنگی محلی، ابن مولوی ازہار الحق، مروجہ علوم حاصل کرنے کے بعد قرآن مجید حفظ کیا، تلاوت قرآن، تفسیر بینی اور حدیث کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور معقولات کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرتے تھے، فراخی معاش کے سلسلہ میں کلکتہ، مدراس اور حیدر آباد کا سفر اختیار کیا مگر قسمت سے زیادہ نہ ملا۔ "نصیب میں ہوتا ہے وہی ملتا ہے"۔ غرض تمام عمر تنگی میں بسر ہوئی۔(☆)

(۲۶۵) مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی

مولوی ظہور اللہ، ابن مولوی محمد ولی بن مفتی غلام مصطفےٰ ۱۱۷۴ھ ر ۶۱-۱۷۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور اپنے تایا ملا حسن سے تحصیل علم کی اور یمین الملک سعادت علی خاں نواب لکھنؤ کے زمانہ میں عہدہ افتاء پر سرفراز ہوئے پھر بعض وجوہ کی بناء پر جن کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے معزول ہوئے، حکیم مہدی علی خاں، نائب نواب کی رفاقت میں رہے اور ان کی سفارش سے بیس روپیہ ماہوار سرکار نواب سے وظیفہ مقرر ہوگیا، سعادت علی خاں کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے غازی الدین حیدر نے ان کو پھر اسی عہدہ پر مقرر کردیا، **تعلیقات** حاشیہ زاہد برشرح تہذیب منطق، حاشیہ دودھۂ شمس بازغہ ان کی تصنیفات سے ہیں، ہمیشہ درس دیتے تھے اور اپنے زمانہ میں خوب مشہور ہوئے، بہت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا اور ایک جماعت ان کے فیض سے مستفیض ہوئی۔(☆)

حرف العین المہملہ

(۲۶۶) ملا عالم کابلی

ملا عالم کابلی، تخلص عارف تھا، وہ شیریں ادا، خوش طبع اور موزوں حرکاتی ملا تھے، مباحثہ کے وقت ایسی باتیں کرتے تھے کہ ہنستے ہنستے آدمی لوٹ جائے، اپنی بیاض میں ایک تقریر شرح مقاصد کی بحث میں اس طرح لکھی تھی کہ یہ عبارت کتاب قصد کی ہے اور خود مصنف کی تصنیف ہے، اسی طرح شرح تجرید کے مقابلے میں "تجدید" اور ایک دو حاشیے مطول پر لکھے تھے اور لکھا کہ یہ عبارت کتاب طول سے نقل ہے جو مطول و اطول کے برابر ہے، اور مشائخ ہند کے حالات میں ایک کتاب **فواتح الولایۃ** کے نام سے لکھی۔ صلصل الجرس، ولالۃ العقل، بحرالجود، عوالم الآثار بھی ان کی تصنیفات ہیں۔ ۹۹۲ھ ر ۱۵۸۴ء میں وفات پائی۔(☆)

(۲۶۷) مولوی عالم علی مراد آبادی

مولوی عالم علی مراد آبادی، ابن سید کفایت علی بن سید فتح علی ساکن قصبہ نگینہ ضلع بجنور، مراد آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ عالم، حافظ، طبیب اور قاری تھے، مندرجہ ذیل علماء، مولوی فرید الدین سہارن پوری، ملا غفران رام پوری، حافظ شبراتی رام پوری، مولوی محمد رام پوری، مفتی شرف الدین رام پوری، مولانا مملوک(☆) علی نانوتوی، مولانا محمد اسحاق دہلوی، حکیم نصراللہ خاں تلمیذ حکیم شریف خاں دہلوی، حکیم غلام حیدر خاں دہلوی، مولوی نوازش علی نگینوی، مولوی تہور علی نگینوی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

رسالہ فضائل صیام، رسالہ فضائل رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، رسالہ قرآت ضاد معجمہ، رسالہ تعدد جمعہ اور شرح ضابطہ شرح تہذیب یزدی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

۲۰ رمضان المبارک بروز جمعرات عصرو مغرب کے درمیان ۱۲۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں ۶۷ سال کی عمر میں رحلت فرمائی "بباغ جناں باد مسکن(۱)" تاریخ انتقال ہے۔(☆☆)

(۲۶۸) حافظ عبداللہ اعظم گڑھی

حافظ عبداللہ اعظم گڑھی، ساکن (قصبہ) مئو ضلع اعظم گڑھ اور رسالہ تسہیل الفرائض وغیرہ کے مؤلف ہیں۔ اوصاف حسبی(۱) اور فضیلت کامل کے مالک تھے، اکثر کتب فاضل صدوق(۲) مولوی محمد فاروق عباسی چریاکوٹی سے پڑھیں، کتب حدیث مولوی نذیر حسین نزیل دہلی سے سماعت فرمائیں، بہت دنوں تک مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں درس دیا، سیکڑوں طلباء کو مستفید کیا مگر اہل حدیث کے مسلک میں متعصب ہونے کی وجہ سے اپنے درجہ سے گر گئے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲۶۹) شیخ عبداللہ تلنبی

شیخ عبداللہ تلنبی، ابن شیخ الہ داد عثمانی تلنبی تاج العلماء سراج الفضلا اور علوم معقول و منقول میں یگانہ عصراور فروع و اصول میں یکتائے دہر تھے۔ مدتوں اپنے وطن تلنبہ مضاف ملتان میں درس اور طلباء کے افادہ میں مصروف رہے، ملتان کی خرابی کے وقت، سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں دہلی آئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔(۱) اس علاقہ میں علم معقول کو رواج دیا، ان سے قبل ہندوستان میں شرح شمسیہ اور شرح صحائف کے علاوہ علم منطق اور کلام میں کچھ نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ چالیس سے زیادہ علماء مثل میاں لاڈن، جمال خاں دہلوی، میاں شیخ بودے اور میاں سید جلال بدایونی وغیرہ علمائے تجروتبحر ان کے شاگرد تھے۔ جب سلطان سکندر درس کے وقت شیخ عبداللہ کے پاس آتا تھا تو مجلس کے گوشہ میں آہستہ سے بیٹھ جاتا تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ طلباء کے سبق میں کچھ خلل پڑے اور درس کے بعد سلام علیک کہہ کر (وہ

دونوں) ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔

بدیع المیزان اور شرح میزان منطق ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ان کی وفات ۹۲۲ھ ر ۱۵۱۶ء میں ہوئی۔

اولئک لھم الدرجات العلی سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔(۲)

(۲۷۰) آخوند عبداللہ کشمیری

آخوند عبداللہ کشمیری، ابن خواجہ محمد فاضل ٹوپی گروری، ملا محمد محسن اور امان اللہ شیخ الاسلام کشمیر جیسے نامور علماء کے شاگرد تھے، قاضی شاہ کے مرید و خلیفہ تھے، پشاور و لاہور کی سیر کی، اس کے بعد کشمیر کے مفتی مقرر ہوئے، آخر میں یہ عہدہ چھوڑ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ بابا محمد عثمان، بابا عبداللہ، ملاعبدالمومن، میر محی الدین قادری، قاضی محمد حسین، ملانورالدین اور قوام الدین محمد مفتی علمائے کشمیر ان کے شاگردوں میں ہیں۔ ۱۵ شوال ۱۱۷۱ھ ر ۱۷۵۸ء میں وفات پائی۔(☆)

(۲۷۱) شیخ عبداللہ مدنی

شیخ عبداللہ مدنی اور شیخ رحمت اللہ مدنی سندی دو عزیز تھے، فقیہہ صوفی تھے، مدینہ منورہ سے اس دیار (جنوبی ایشیا) میں آئے اور علم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے افادہ (درس) میں مصروف ہوگئے، اس علاقہ کے طلباء ان کو شیخین کہتے تھے، خواجہ عبدالشہید عبداللہی فرماتے تھے کہ یہ شیخین، ان شیخین (اولیٰ) یعنی (حضرات) ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہا کی یاد دلاتے ہیں، ان میں سے ہر ایک علم و عمل اور زہد و تقوی کا نمونہ تھا، ان مقامات مقدس سے ان کی طرح اس دیار (برصغیر جنوبی ایشیا) میں کوئی نہیں آیا، شیخ علی متقی کے دوست صادق اور خلیفہ تھے، بعض حکام جو سلطان روم (ترکی) کی طرف سے مکہ معظمہ میں آئے تھے وہ شیخ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے، شیخ اکثر اصحاب، خدام اور فقراء کے لیے ان سے وظیفہ لیتے تھے، لیکن وہ خود اور عبدالوہاب نہیں لیتے تھے، کیوں کہ یہ مال شبہ سے خالی نہ تھا۔

شیخ رحمت اللہ کے والد قاضی عبداللہ بعض حادثات کی وجہ سے ملک سندھ سے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کے قصد اور ان متبرک مقامات میں توطن اختیار کرنے کے خیال سے اپنے فرزندوں اور اہل و عیال کے ہمراہ چلے' کچھ دنوں احمد آباد میں رہے' شیخ علی متقی سے میل جول ہوگیا۔ مقامات مقدسہ دیکھنے کے بعد مدینہ شریف میں مقیم ہوگئے اور وہیں تھوڑے دنوں میں انتقال ہوگیا۔

شیخ عبداللہ' قاضی عبداللہ کے مصاحب اور دوست تھے' ان کی تعلیم و تربیت مدینہ منورہ میں ہوئی اور سالہا ان مقامات میں درس و عبادت میں گزار دیے۔ بعض حوادث و واقعات کی وجہ سے ۹۷۷ھ ر ۷۰-۱۵۶۹ء میں اس دیار میں آئے۔ کچھ دنوں احمد آباد میں جو ان کے اصلی وطن کے مصداق تھا ٹھہرے۔ آخر زمانہ میں دونوں بزرگ نے چند سال کے فصل سے عین مرض موت میں جبکہ حس و حرکت کی قوت نہ تھی احمد آباد سے نکل کر ان مقامات شریفہ کا ارادہ کیا یہاں تک کہ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور جلد ہی راہی دارالبقا ہوئے رحمتہ اللہ علیہما۔(☆)

(۲۷۲) سید عبداللہ لاہوری

سید عبداللہ لاہوری' ابن سید عبدالخالق بھکری' سلسلہ قادریہ کے مشائخ کرام اور سادات عظام سے تھے' جامع علوم و نقلیہ تھے' تمام عمر فقہ' حدیث اور تفسیر کے درس میں ختم کردی۔ کسی سائل کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں کرتے تھے۔ ۹۴۳ھ ر ۷-۱۵۳۶ء میں رحلت فرمائی' لاہور میں سید جان محمد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔(☆)

(۲۷۳) ملا عبداللہ سلطان پوری

ملاعبداللہ سلطان پوری' نسباً انصاری' ان کے بزرگ سلطان پور میں سکونت رکھتے تھے۔ علمائے زمان کے سرکردہ اور یگانہ دوران تھے خصوصاً علم فقہ اور تعلیلات میں گوئے سبقت رکھتے تھے۔ عربی ادب' اصول' فقہ' تاریخ اور تمام علوم نقلی میں اعلیٰ اور لائق تصنیفات کے مالک تھے۔ ان میں سے عصمتہ الانبیاء اور شرح شمائل النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مشہور ہیں۔ ہمایوں بادشاہ نے مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا

خطاب دیا۔ ملا عبداللہ شریعت غرا کی اشاعت میں بہت کوشش کرتے تھے۔ متعصب سنی تھے۔ یہاں تک کہ روضتہ الاحباب کے تیسرے دفتر کو کہتے تھے کہ یہ میر جمال الدین محدث کا نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں ان سے مولوی عبدالقادر بدایونی کا مکالمہ بھی ہوا جس کی تفصیل منتخب التواریخ میں مذکور ہے' ملا موصوف (عبداللہ سلطان پوری) اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اس قدر مال دار ہوئے کہ ان کے مرنے کے بعد تین کروڑ روپیہ ان کے خزانہ سے برآمد ہوا۔ وہ دیوان خانہ عالی کے عہدۂ وکالت پر سرفراز تھے ۹۹۰ھ ر ۱۵۸۲ء میں مکہ معظمہ آکر احمد آباد (گجرات) میں انتقال ہوا' سلطان پور' لاہور کے مضافات میں ہے۔(☆)

(۲۷۴) مولوی عبداللہ سندیلوی

مولوی عبداللہ سندیلوی' ابن سید زین العابدین' قصبہ سندیلہ کے مخدوم زادے تھے اور مولوی حمداللہ سندیلوی کے شاگرد اور شاہ عبدالباسط امیٹھوی کے مرید تھے' چشتیہ خاندان میں شاہ قدرت اللہ قدوائی صفی پوری سے اجازت حاصل تھی۔ علوم ظاہری وباطنی میں مہارت کاملہ رکھتے تھے' جمعرات کو نماز عصر کے بعد اور جمعہ کو وقت ان پر جذب کی حالت طاری ہوتی تھی ان دو روز کے علاوہ بقیہ ایام میں سالکانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا مزار' قصبہ سندیلہ کے امرہرہ کے باغ کے مقابر میں ہے۔

(۲۷۵) عبداللہ شطاری

عبداللہ شطاری' ابن شیخ بہلول سندیلوی' دانشمند صوفی اور بہترین تصانیف کے مالک تھے۔ کتاب سراج السالکین' انیس المسافرین' اسرار الدعوات' کنز الاسرار' اشکال الشطاریہ' شرح رسالہ غوثیہ وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۲۳ر جمادی الاول ۱۰۱۰ھ ر ۱۶۰۱ء میں آگرہ میں انتقال کیا رضی اللہ عنہ(۱)

(۲۷۶) شیخ عبداللہ بدایونی

سامانہ کے نواح سے' جہاں ان کے باپ دادا رہتے تھے دہلی کی طرف سفر اختیار کیا' قرآن مجید پڑھنے کے بعد تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔ غرض علمائے نامدار اور

مشائخ کبار کی ایک جماعت سے فیض حاصل کیا۔ اپنے عہد کے سرکردہ دانشمند ہوئے، شیخ عبدالباقی چشتی بدایونی روح اللہ روحہ کے مرید ہوئے، شیخ صفی قدس سرہٗ سے بھی فیض حاصل کیا اور تکمیل تک پہنچے(۱) علوم ظاہری کی تحصیل اپنے زمانہ کے اکثر علماء مثلاً شیخ لاڈن دہلوی اور سید جلال بدایونی سے کی اور سید جلال کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے، مدتوں بدایون میں درس دیا اور مخلوق کو فائدہ پہنچایا۔ بہت سے نامی دانشمند ان کے دامن تربیت سے فیضیاب ہوئے، بزرگوں کے طریقہ پر اپنی ضرورت کی چیزیں بازار سے خود لاتے تھے اور اس خدمت کو دوسروں سے نہیں لیتے تھے اور راستے میں طلبہ کو سبق بھی پڑھاتے تھے۔ ہر چند طلبا ان کی خدمت کی کوشش کرتے لیکن وہ قبول نہیں کرتے تھے اور باوجود بزرگوں کی اجازت کے پیری مریدی نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے احتراز کرتے تھے۔(۲) ملاعبدالقادر بدایونی نے علم کلام میں "شرح صحائف" اور اصول فقہ میں "تحقیق" ان سے پڑھی تھیں، وہ منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ شاگرد مسائل دقیق (۳) ان کے سامنے لاتے تھے لیکن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کو افادہ، افاضہ اور بحث و نکات کے حل میں کسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہو۔ تمام نظریات ان کے سامنے ہوتے تھے۔ نوے سال تک زندہ رہے ان کی تاریخ انتقال مؤلف کو نہ مل سکی۔(☆)

(۲۷۷) مولوی حافظ عبداللہ بلگرامی

مولوی حافظ عبداللہ بلگرامی، حنفی مذہب، قادری مشرب، سید آل احمد واسطی بلگرامی کے بیٹے تھے۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۲۴۸ھ ر ۱۸۳۲ء میں قصبہ بلگرام میں پیدا ہوئے، ان کے نسب کا سلسلہ حضرت زید بن زین العابدین بن سیدنا حسینؓ بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے، ان کے بعض بزرگ مدینہ منورہ سے آکر شہر واسط میں مقیم ہوگئے ان کی اولاد میں سید محمد صغری نے ۶۱۴ھ ر ۸-۱۲۱۷ء میں قصبہ بلگرام میں جس کا نام اس سے پہلے سری نگر تھا آکر سکونت اختیار کی، ان سے قبیلے اور شاخیں پھیلیں، وہ پنج بھیا یعنی پانچ بھائیوں کی اولاد ہیں اور اسی پنج بھیا قبیلہ سے صاحب ترجمہ (مولوی عبداللہ) متعلق ہیں۔ مولوی عبداللہ نے ۱۲ سال کی عمر میں قرآن کریم اور

فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے وطن میں ختم کرلیں پھر والد ماجد کے ہمراہ اپنے ماموں سید فرزند حسین عرف گھورے میاں کے پاس کانپور آئے اور عربی کتب کی تحصیل میں مصروف ہوگئے، اسی زمانہ میں قرآن مجید بھی حفظ کرلیا، صرف و نحو اور منطق کی ابتدائی کتابیں جناب مولانا محمد سلامت اللہ بدایونی کانپوری کے بعض شاگردوں سے پڑھیں، اس کے بعد قطبی سے شرح سلم حمد اللہ تک، خاص مولانا (سلامت اللہ بدایونی) کی خدمت میں پڑھیں، منطق و فلسفہ کی بقیہ کتابیں، عربی قصائد، مولوی فضل حق خیرآبادی سے رام پور اور لکھنؤ میں پڑھیں، اس کے بعد فقہ، حدیث اور تفسیر کی دوسری درسی کتابیں ریاست الور میں مولوی نورالحسن کاندھلوی(☆) سے ختم کیں جو معقولات میں مولانا فضل حق خیرآبادی کے اور حدیث میں مولانا محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے، کان پور میں واپس آکر بیضاوی شریف مولانا محمد سلامت اللہ مرحوم سے پڑھی اور ماہ شوال ۱۲۷۶ھ ر ۱۸۶۰ء میں سند فراغ حاصل کی، سید احمد دحلان مفتی شافعی اور مدرس مدرسہ بیت الحرام سے فقہ، حدیث اور تفسیر کی سند حاصل کی، حافظ عبدالعزیز دہلوی خلیفہ سید شاہ آل احمد مارہری عرف اچھے میاں سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور سند خلافت حاصل کی، گورنمنٹ کالج بنارس میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔ اعلیٰ تصنیفات ان سے یادگار ہیں۔ یکم رمضان بروز ہفتہ ۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۸ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی، کسی شاعر نے ان کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی حافظ عبداللہ بلگرامی

نکو سیرت چو عبداللہ حافظ سوئے ملک بقا ناگاہ رفتہ
بسال رحلتش ہاتف ندا داد "بجنت پاک عبداللہ رفتہ"(۱۳۰۵)

تصانیف:۔ رسالہ عین الافادہ فی کشف الافاضہ دربیان اضافت(۱)، عجالہ ہادیہ در حرمت شطرنج و گنجفہ وغیرہ، حاشیہ ہدایہ فقہ از کتاب الیسوع تاکتاب الشفعہ تحفہ علیہ حاشیہ ہدیہ سعیدیہ در علم حکمت طبعی مفیض فارسی(۲) قواعد فارسی، تشریح النحو عربی، قواعد نحو بزبان اردو اس کے صلہ میں سرکار انگریزی نے دوسو روپے انعام دیے۔ فیض

الصرف(۳) قواعد صرف عربی بزبان اردو، دفتر عصمت تذکرہ زنان شاعرات، تشریح الانشاء، شاہد نظم شرح گلدستہ دانش، حل غوامض شرح اشعار اردو اور ان کے علاوہ رسائل رد وہابیہ، قصائد، مکاتیب عربی اور قطعات تواریخ عربی و فارسی ان سے یادگار ہیں۔(☆☆)

(۲۷۸) مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی

مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی، ملا عبدالعلی بحرالعلوم بن ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی کے بڑے بیٹے تھے، کتب درسیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی، کچھ دنوں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا، مدراس میں ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید نہ رہی، انھوں نے والد سے وطن جانے کی اجازت چاہی، ہرچند ان کے والد نے منع کیا کہ اس بیماری میں اس قدر طویل مسافت کیسے طے ہوگی مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور رخصت ہوکر لکھنؤ چل دیے، راستہ میں ۱۲۰۷ھ ر ۳-۱۷۹۲ء میں انتقال(☆) ہوگیا، کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ اس طرح کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالاعلیٰ فرنگی محلی

ازیں جہاں رفت چو عبد اعلیٰ یافت در خلد مقام اعلیٰ
بست و ہشتم ز مہ شعبان بود رحلت از عالم اجسام نمود
گفت تاریخ وفاتش رضوان "کرد آرام گہ خود بجناں" (۱۲۰۷ھ)

(۲۷۹) مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی

مولوی عبدالاعلیٰ بنارسی، ابن حاجی شاہ کریم اللہ الصدیقی النقشبندی، نواح غازی پور زمانیہ سے آکر بنارس میں سکونت اختیار کرلی۔ صاحب ترجمہ (مولوی عبدالاعلیٰ) ۱۲۰۴ھ ر ۸۰-۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ علم باطن اپنے والد ماجد شاہ کریم اللہ سے حاصل کیا اور طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہوگئے، قانع، زاہد اور پرہیزگار تھے۔ کتاب ہدایت المسلین اور تہذیب المنطق منظوم فارسی وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔ بنارس کے مدرسہ میں جس کا نام جی نرائن کالج تھا عربی کے مدرس اول تھے، اس سے

مستعفی ہوکر عبادت الٰہی میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ ر ۱۸۵۸ء میں ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا اور فاطمان(۱) باغ شہزادگان بنارس میں دفن ہوئے روح اللہ روحہ الاسنیٰ۔(☆)

(۲۸۰) سید عبدالاول زیدپوری

سید عبدالاول زید پوری، ابن علاء الحسینی، ان کے بزرگ زید پور کے رہنے والے تھے جو جون پور کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، اس کے بعد وہ لوگ دکن چلے گئے اور وہیں ان (عبدالاول) کی پیدائش ہوئی وہیں علوم کی تحصیل کی۔ سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں کسی کے مرید تھے، علوم عقلی و نقلی اور حقیقی و رسمی کے جامع تھے، اکثر علوم میں ان کی تصانیف ہیں۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری، رسالہ فرائض منظوم، رسالہ تحقیق نفس در فارسی اور منتخب کتاب سفرالسعادت ان کی تصانیف سے مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کتابوں پر حواشی، شروح اور تعلیقات ہیں۔ آخر عمر میں بیرم خاں خانخاناں کے بلانے پر دہلی آئے اور ۹۶۸ھ ر ۱-۱۵۶۰ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۲۸۱) خواجہ عبدالباقی باقی باللہ دہلوی

خواجہ عبدالباقی باقی باللہ، نقشبندی، امام وقت، مقتدائے زمانہ، جامع کمالات ظاہرو باطن، زاہد و متقی(۱) خصائل حمیدہ سے متصف اور طریق پسندیدہ کے مالک تھے، پہلے کابل سے سمرقند پہنچے، علوم فقہ، حدیث اور تفسیر کی تحصیل کے بعد خواجہ محمد امکنگی خلیفہ خواجہ درویش محمد کے مرید ہوئے اور کمالات باطنی کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت پایا، اس کے بعد دہلی میں تشریف لائے اور مخلوق کے ہدایت و درس میں مشغول ہوگئے، وہ رحمتہ اللہ علیہ بہت کم بولتے، کم کھاتے اور کم سوتے تھے، نماز عشاء کے بعد نماز تہجد تک روزانہ دو مرتبہ قرآن کریم ختم کردیتے تھے۔ ان کے اجل خلفاء میں مولانا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔ ۲۵ ر جمادی الاخر ۱۰۱۲ھ ر ۱۶۰۳ء میں دہلی میں انتقال ہوا، قدم رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب محلہ چڑیماران میں دفن ہوئے۔(☆)

(۲۸۲) مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی

مولوی عبدالباسط، بن مولوی رستم علی قنوجی، حدیث و تفسیر اور اصول و فروع

میں ید طولیٰ رکھتے تھے، تفسیر ذوالفقار خانی لکھ رہے تھے کہ اس کے مکمل ہونے سے پہلے ان کی عمر کی تفسیر ۱۲۲۳ھ ر ۹-۱۸۰۸ء میں تمام ہوگئی اور رحمت حق سے واصل ہوگئے غفراللہ لہ، رسالہ عجیب البیان فی علوم القرآن بھی ان کی تصنیف ہے۔(☆)

(۲۸۳) مولوی عبدالباسط فرنگی محلی

مولوی عبدالباسط فرنگی محلی، بن مولوی عبدالرزاق بن مولوی جمال الدین احمد (نے) کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں، فراغ تعلیم کے بعد قرآن مجید حفظ کیا، جوان صالح اور عابد تھے، مولوی عبدالوالیؒ سے بیعت تھے، نظام حیدر آباد کی سرکار میں چار سو روپے ماہوار پر ملازم ہوگئے۔ ۲۲ ر ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں عین جوانی میں راہی جنت ہوئے۔(☆) رحمتہ اللہ علیہ۔

(۲۸۴) مولوی عبدالجامع فرنگی محلی

مولوی عبدالجامع فرنگی محلی، بن مولوی محمد نافع بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے کتب درسیہ پڑھیں مگر کوئی ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے سلسلہ درس جاری نہ کرسکے، حیدر آباد دکن گئے اور وہاں ۲۳ ر شوال ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۶ء میں انتقال ہوا۔ مولوی محمد غضنفر کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔(☆)

(۲۸۵) مولوی شیخ عبدالجلیل سندیلوی

مولوی شیخ عبدالجلیل سندیلوی، ابن حافظ نوازش علی بن بشارت علی ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ ر ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد کی خدمت میں پڑھیں پھر مولوی حافظ شوکت علی سندیلوی، مولوی سید محمد علی دوکوہی، مولوی محمد کمال عظیم آبادی، مولوی حکیم عبدالحمید عظیم آبادی(☆)، مولوی مقیم الدین ساکن کوٹ ممریز متعلقہ ڈیرہ اسمٰعیل خان اور حکیم عبدالعلی لکھنوی سے علوم درسیہ کی تکمیل کی، فی الحال مدرسہ شوکتہ الاسلام سندیلہ کے صدر مدرس ہیں۔ ایام طالب علمی سے اس وقت تک طلباء کی تدریس میں مشغول ہیں، رسالہ

ہدایت الکبریٰ لانتقال الدوار من درجتہ الی الاخریٰ، رسالہ البرق الخاطف فی علوم النبض والمعارف، رسالہ الشہاب الثاقب علی منکری رویتہ اللہ الواجب، ان کی تالیفات سے ہیں۔

دوکوہی، نسبت مکانی ہے "دوکہ" سے جو(۱) مضافات جالندھر میں ایک قصبہ ہے۔ شوکت الاسلام وہ مدرسہ ہے جس کو مولوی حافظ شوکت علی رئیس سندیلہ نے قصبہ سندیلہ میں قائم کیا ہے اور زر کثیر اساتذہ اور طلباء کی مدد میں صرف کرتے ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا۔

(۲۸۶) سید عبدالجلیل بلگرامی

سید عبدالجلیل بلگرامی، ابن سید احمد حسینی واسطی کی ولادت ۱۳ ر شوال ۱۰۷۱ھ ر ۱۶۶۱ء میں بلگرام میں ہوئی۔ علوم عقلی و نقلی مولانا غلام نقشبند لکھنوی(۲) سے حاصل کیے، اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے، سند حدیث شیخ نور الحق کے شاگرد سید مبارک محدث بلگرامی سے حاصل کی، تفسیر حدیث و تاریخ و لغت و ادب و شعرگوئی میں کامل مہارت تھی۔ عربی و فارسی و ترکی اور ہندی زبان میں بڑا ملکہ رکھتے تھے اور ہر زبان میں ان کی خوب صورت تصنیفات و شاندار تالیفات ہیں۔

اورنگ زیب کے زمانہ سے فرخ سیر کے زمانہ تک شاہان دہلی کی طرف سے بخشی گری اور وقائع نویسی کے عہدوں پر سرفراز رہے۔ جب ۱۱۱۱ھ ر ۱۷۰۰-۱۶۹۹ء میں اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ نے ستارہ کا قلعہ فتح کیا تو میر عبدالجلیل نے ایک رات میں گیارہ قطعے اس فتح کی تاریخ میں نظم کیے، اس رسالہ کا نام "گلزار فتح شاہ ہند" اور "طوی نامہ(۳) فیروزی شاہ عالمگیر" رکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، الطاف خسروانہ سے سرفراز ہوئے، طرفہ یہ ہے کہ رسالہ مذکور کے ہر دو ناموں سے قلعہ ستارہ کے فتح کی تاریخ نکلتی ہے اس رسالہ سے بطرز استنباط قطعات تاریخ ناظرین کے نزہت طبع کے لیے نقل کیے جاتے ہیں۔

قطعہ تاریخ (فتح قلعہ ستارہ) درعربی

لما توجہ سلطان الانام الی
رب السموت فی تائید اسلام
اقرابھا مہ فی اصل خنصرہ
بورد یا قادر افتاح اکمام
فصار حین(۴) افتاح الاسم مفتحا
حصنا لمن عبدوا احجار اصنام
نظرت فی الغات وھی اربعتہ
من فوق ابھامہ من غیر ابھام
وجدتھن لعام الفتح حنیئذ
رقیما علی سنتہ من مد ابھام
اللہ تلک ید بیضاء قد نزعت
للناظرین فیاللمعجز السام
ھذا البدیع من التاریخ انشائہ
عبدالجلیل بتائیدات(۵) الھام

ایضاً (فارسی)

چوشہ(۶) ابھام زیر خنصر آورد
بورد اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال
زتیغ او عدو شد پارہ پارہ
زانگشتان شہ بر مد ابھام
برابر چار الف کردم شمارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری
پے تاریخ تسخیر ستارہ
چنیں تاریخ گفتن اختراعیست
شد از عبدالجلیل این آشکارہ

میر عبدالجلیل شب بتاریخ ۲۳ ربیع الاخر ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء کو شاہجہان آباد (دہلی) میں فوت ہوئے اور اپنے وطن بلگرام میں دفن ہوئے نوراللہ مضجعہ۔ میر غلام علی آزاد حسان الہند نے آیہ کریمہ "للذین احسنو الحسنی و زیادۃ(۷) سے ان کے انتقال کی تاریخ نکالی ہے۔(☆)

(۲۸۷) مولوی عبدالحق رام پوری

مولوی عبدالحق رام پوری، خلف ملا محمد عمران پوری، اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے۔ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ملک دکن میں انتقال ہوا۔(☆)

(۲۸۸) شیخ عبدالحق دہلوی

شیخ عبدالحق دہلوی ابن سیف الدین بن سعد اللہ بن الترک الدہلوی بخاری، ان

کی کنیت ابوالمجد تھی، ان کے بزرگ بخارا سے آکر دہلی میں سکونت پذیر ہوگئے، وہ رحمتہ اللہ علیہ(۱) ماہ محرم ۹۵۸ھ ر ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے۔

ان کی ولادت کی تاریخ "شیخ اولیاء" ہے۔ آغاز عمر ہی سے حق کی اطاعت اور طلب علم میں کمر چست کرلی تھی، بلوغ کے قریب تک اکثر علوم سے فراغت حاصل کرلی اور ۲۲ سال کی عمر میں فضائل و کمالات سے فارغ ہوگئے، قرآن شریف حفظ کیا، فقیہ، محدث، بزرگوں کی نشانی، آنے والوں کے لیے نمونہ اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے، ہندوستان میں علم حدیث ان کے ذریعہ سے پھیلا، ان کو خداداد مقبولیت حاصل تھی کہ عقلمندوں میں سے کسی نے ان کی مقبولیت کا انکار نہیں کیا، عنفوان شباب میں حرمین شریفین گئے اور ایک مدت تک وہاں کے علماء و مشائخ خصوصاً شیخ عبدالوہاب متقی (خلیفہ وجانشین شیخ علی متقی) کی صحبت میں رہے اور فن حدیث کی تکمیل کو اعلیٰ درجہ تک پہنچایا اور بہت برکات کے ساتھ وطن مالوف کو واپس ہوئے، اشاعت علوم اور افادۂ خلق میں مشغول ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی چھوٹی بڑی سو سے زیادہ تصانیف ہیں اور آج کل کے علماء کے لیے فخر اور ان کا دستورالعمل ہیں، موزوں طبع تھے، حقی تخلص کرتے تھے، ان کے اشعار پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں سید موسیٰ قادری کے مرید تھے۔ شروع میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے اختلاف رائے رکھتے تھے مگر آخر عمر میں اپنے خیالات سے باز آگئے تھے(۲)۔ ان کی وفات ۱۰۵۲ھ ر ۳-۱۶۴۲ء میں دہلی میں ہوئی، ان کی قبر قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارے ہے، انتقال کی تاریخ "فخرالعلماء" سے نکلتی ہے۔

تصانیف مشہورہ

لمعات شرح مشکوۃ (عربی)، اشعۃ اللمعات، شرح مشکوۃ (فارسی)، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، مدارج النبوۃ، شرح اسماء الرجال بخاری، اخبارالاخیار، جذب القلوب، زبدۃ الآثار، جامع البرکات(۳) مرج البحرین، زادالمتقین، فتح المنان فی مناقب النعمان، ماثبت بالسنۃ، حلیہ سیدالمرسلین، چہل رسالہ(☆)

(۲۹۰) مولوی عبدالحق خیرآبادی

مولوی عبدالحق خیرآبادی، اپنے والد مولوی فضل حق خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ رئیس رام پور کے دربار میں اعزاز کے ساتھ ملازم تھے۔ ان کی تصنیفات سے حاشیہ غلام یحییٰ، تسہیل الکافیہ، شرح ہدایۃ الحکمۃ اور جواہر غالیہ شرح میرزاہد طبع و شائع ہوچکی ہیں، اللہ تعالیٰ و افادہ۔

(۲۹۱) ملا عبدالحکیم سیالکوٹی

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ زماں، ہم عصروں میں ممتاز، مولانا کمال الدین کشمیری کے شاگرد اور حضرت علامہ ربانی احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے خواجہ تاش تھے، حضرت مجدد سے بہت عقیدت رکھتے تھے، حضرت مجدد ان کو آفتاب پنجاب کہتے تھے۔ جہانگیر ابن اکبر شاہ کے زمانہ میں اپنے وطن سیالکوٹ میں درس علوم میں مصروف رہے، جب شاہجہاں ابن جہانگیر تخت حکومت پر بیٹھا اور علماء و فضلاء کی قدردانی کے اعتبار سے اس کی شہرت پوری دنیا میں پھیلی تو ملائے موصوف بھی دربار شاہی میں پہنچے(۱) اور انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں نے دو مرتبہ ملا کو چاندی سے تلوایا اور وہ چاندی ان کو بخش دی، ہر مرتبہ چھ ہزار روپیہ وزن میں آیا، چند دیہات معافی ان کو عطا فرمائے۔ ملا نے اپنی تمام عمر درس و تصنیف میں گزاردی مشہور ہے کہ ایک لاکھ روپیہ ماہانہ سلطان وقت سے ملتا تھا۔ ۱۲ر ربیع الاول ۱۰۶۷ھ ر ۱۶۵۶ء کو جان بحق تسلیم کی اور سیال کوٹ میں دفن ہوئے۔

ان کی تصنیفات میں ذیل کی کتابیں مشہور ہیں۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، تکملہ حاشیہ عبدالغفور برفوائد ضیائیہ، ترجمہ فارسی غنیتہ الطالبین، حاشیہ مقدمات اربعہ تلویح، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ شرح عقائد دوانی، حاشیہ برحاشیہ خیالی(۲)، حاشیہ شرح شمسیہ، حاشیہ شرح مطالع، الدرالثمینہ فی اثبات الواجب تعالیٰ، حواشی برہوامش شرح حکمۃ العین، حواشی برہوامش ہدایۃ الحکمۃ میبذی، حواشی برہوامش مراح الارواح۔(☆)

(۲۹۲) مولوی عبدالحکیم لکھنوی

مولوی عبدالحکیم لکھنوی، ابن مولوی عبدالرب بن بحرالعلوم مولانا عبدالعلی بن ملا نظام الدین بن قطب الدین سہالوی، نصاب کی ابتدائی اور درمیانی کتابیں اپنے والد ماجد مولوی عبدالرب اور مولوی دائم سے اور بڑی کتابیں مولوی نورالحق مرحوم سے پڑھیں، رات دن درس میں مصروف رہتے، صلاح و تقوی کے بدرجہ غایت پابند تھے،

رات بیداری اور یاد الٰہی میں گزارتے تھے، ہمیشہ طلباء کی خدمت کا خیال رکھتے اور دور کے مسافروں کو کھانا فراہم کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ ان کی ذات بابرکات جامع ظاہر و باطن تھی، شاہ نجابت اللہ کرسوی سے بیعت تھے۔ محرر سطور (مولوی رحمان علی) ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۷ء میں لکھنؤ میں ان کی صحبت سے فیضیاب ہوا، ان کو بہت خلیق اور مسافر نواز پایا۔ ۲۴ر صفر بروز جمعرات ۱۲۸۸ھ ر ۱۸۷۱ء میں انتقال ہوا۔ فقرہ "**وان موت الاعلم موت العالم**(۱)" ان کے تاریخ انتقال کا مادہ ہے۔

انھوں نے اپنی اولاد میں مولوی عبدالحلیم اور مولوی محمد نعیم چھوڑے جو دونوں عالم ہیں اور اپنے بزرگوں کے قائم مقام ہیں۔

شرح کافی بزبان فارسی۔ تفسیر بسم اللہ در فارسی ترجمہ فارسیہ دقائق الحقائق، حاشیہ شرح سلم مولوی حمد اللہ، شرح دائرالوصول الی علم الاصول، شرح جلدین آخرین ہدایہ، شرح چہل کاف در فارسی، شرح رسالہ نظامیہ دربیان وضو رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مجرد در علم صرف، زبدۃ النحو، حاشیہ تفسیر بیضاوی، شرح رسائل الارکان، حاشیہ برحاشیہ زاہدیہ، شرح تہذیب ملا جلال الدین دوانی، حاشیہ برحاشیہ کمالیہ، شرح عقائد جلالی، جدول الصرف فارسی، جدول النحو فارسی ان کی مشہور تصانیف سے ہیں، قدس اللہ روحہ الاقدس۔(☆)

(۲۹۳) مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی

مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی، ابن مولوی امین اللہ بن مولوی محمد اکبر بن مفتی احمد ابوالرحم(۱) بن مفتی محمد یعقوب بن ملا عبدالعزیز بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی، ۱۱ر شعبان ۱۲۰۹ھ ر ۵-۱۷۹۴ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید سے فارغ ہوگئے اور درسی علوم کی تحصیل شروع کردی، اپنے والد ماجد مولوی محمد امین اللہ، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد اصغر، مولوی نعمت اللہ اور مفتی محمد یوسف علمائے فرنگی محلی کی خدمت میں ۱۶ سال کی عمر میں خاندان قطبیہ شہیدیہ کے متداولہ درسی علوم(۳) سے فراغت حاصل کرلی، دانشمند تبحر، جامع علوم عقلی و نقلی اور حاوی فنون فرعی و اصلی ہوئے اور درس و افادہ کی مسند کو سنبھالا، ۱۲۶۰ھ ر ۱۸۴۴ء

میں شہر باندہ مضاف بندیل کھنڈ گئے وہاں کے رئیس نواب ذوالفقار بہادر جو علماء و فضلاء کے بڑے قدرداں تھے بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے اور ان کو اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کردیا اور مدتوں اس کام پر مقرر رہے پھر اپنے وطن لکھنؤ واپس آئے اور ایک سال وطن میں رہ کر شہر جون پور چلے گئے۔ ایک شخص حاجی امام بخش مرحوم جو شہر کے نئے روؤسا میں تھے' بڑی قدردانی سے پیش آئے اور مدرسہ امامیہ حنفیہ (جون پور) کا ان کو مدرس مقرر کروایا' جس کے وہ خود بانی تھے' ایک جہاں نے ان کے علم سے وہاں فیض حاصل کیا اور ۹ سال تک وہ اسی منصب پر سرفراز رہے۔ ۱۲۷۶ھ ر ۱۸۵۹ء میں اپنے وطن واپس آئے اور مولوی عبدالوالی قادری فرنگی محلی(۵) کے مرید ہوئے' ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء میں حیدر آباد دکن تشریف لے گئے' اس ریاست کے مدارالمہام سید تراب علی خاں سالار جنگ نے جو اوصاف حمیدہ سے ایسے متصف تھے جیسے ستاروں میں سورج نمایاں ہوتا ہے' ان کو مدرسہ نظامیہ کا مدرس مقرر کردیا اور اس سفر میں ریواں کے مقام پر جو دکن کے راستہ میں واقع ہے وہ جو خاندان قطبیہ کا چراغ تھے (مولوی عبدالحلیم) جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) کے مکان پر ٹھہرے۔ اس وقت ان کے صاحب زادے مولوی عبدالحئی صغیرالسن تھے اور قطبی پڑھتے تھے۔ ۱۲۷۹ھ ر ۱۸۶۲ء میں حیدر آباد سے رخصت لے کر تعظیما و تشریفا عازم حرمین شریفین زاد ہما اللہ ہوئے اور وہاں کے علماء و مشائخ کی صحبت بابرکت سے استفادہ فرمایا۔ مکہ معظمہ میں مولانا محمد جمال حنفی اور مولانا احمد بن زین دحلان(۶) شافعی سے علم حدیث اور دیگر علوم معقول و منقول کی سند حاصل کی۔ ۱۲۸۰ھ ر ۶۴-۱۸۶۳ء میں مدینہ طیبہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا علی مدنی شیخ الدلائل سے سند دلائل الخیرات' مولانا محمد بن محمد عرب الشافعی مدرس مسجد نبوی سے حدیث و تفسیر وغیرہ کی سند' مولانا شاہ عبدالغنی بن مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلوی نزیل مدینہ منورہ سے اجازت حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ اور مولوی عبد الرشید بن مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی سے قصیدۂ بردہ اور حزب البحر کی اجازت حاصل کی اور حجاز کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ ۱۲۸۲ھ ر ۶-۱۸۶۵ء میں حیدر آباد واپس آئے

اور عدالت نظامیہ کے کام میں منسلک ہوگئے' اس کے بعد جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ ر ۱۸۶۷ء میں رخصت پر وطن آئے اور اپنے صاحبزادے مولوی عبدالحئی کی شادی سے فراغت حاصل کرکے ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ ر ۸-۱۸۶۷ء میں لکھنؤ سے حیدر آباد کا سفر کیا' جس کو حقیقت میں آخرت کا سفر کہا جاسکتا ہے' ماہ شعبان سن مذکور (۱۲۸۴ھ ر ۸-۱۸۶۷ء) میں حیدر آباد پہنچے اور اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوگئے کہ اچانک سل و دق کے عارضے میں ماہ صفرا لمظفر ۱۲۸۵ھ ر ۹-۱۸۶۸ء میں مبتلا ہوئے اور بروز پیر ۲۹ ر شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ ر ۱۸۶۸ء کو آپ کے طائر روح پر فتوح نے قفس عنصری سے پرواز کرکے جنت کی شاخسار پر اپنا نشیمن جا بنایا اور اپنی وصیت کے مطابق شاہ یوسف قادری کے زیر قدم جو دکن کے اولیائے کبار میں تھے دفن ہوئے۔ شعرائے وقت نے ان کے انتقال کی اکثر تاریخیں کہی ہیں۔

(قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی)

از مولوی عبدالرحمٰن صاحب گنجی

العالم والعارف باللہ تعالیٰ
قدمر(۷) الی اللہ بجمد و ثناء
الهمت بعالم المتوفی بیقین
"قد شرفه اللہ بقصر ولقاء"

کسی نے اس مصرعہ "واقف راہ خدا مولوی عبدالحلیم" سے تاریخ انتقال نکالی ہے اور لفظ "غفرہ" سے بھی ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

تصانیف الرائقہ:۔ التحقیقات المرضیہ حل حاشیہ میر زاہد۔ رسالہ القول الاسلم حاشیہ شرح سلم(۸) ملاحسن۔ کشف المکتوم فی حاشیہ بحرالعلوم۔ القول المحیط فیما یتعلق بالجعل المؤلف والبسیط۔ حل العاقد فی شرح العقائد۔ التعلیق الفاضل فی مسئلہ "لا لقدر المتخلل"۔ معین الغائصین فی رد المغالطین۔ الایضاحات لمبحث المختلطات"۔ کشف الاشتباہ فی شرح السلم لحمد اللہ۔ البیان العجیب فی شرح (۹) ضابطۃ التہذیب۔ کاشف الظلمہ فی اقسام الحکمہ۔ العرفان در منطق۔ نظم الدرفی سلک شق القمر۔ التحلیہ شرح

التنویہ مؤلفہ شیخ محب اللہ الہ آبادی۔ نورالایمان فی آثار حبیب الرحمان۔ برکات الحرمین۔ ایقاد المصابیح فی صلوۃ التراویح۔ الالماء فی تحقیق الدعاء۔ غایۃ الکلام فی بیان الحلال و الحرام۔ خیرالکلام فی مسائل الصیام۔ القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل و السنن ۔ عمدۃ التحریر فی مسائل اللون و اللباس و الحریر۔ قمرالاقمار حاشیہ نور الانوار۔ حاشیہ نفیسی شرح موجز۔ الاقوال الاربعہ اور دوسری کتابیں مثلاً حاشیہ ہدایہ' حاشیہ بدیع المیزان اور حاشیہ قدیمہ ناتمام رہ گئے(☆) کہ ان کا انتقال ہوگیا عطراللہ روحہ۔

(۲۹۴)مولوی عبدالحمید خاں رام پوری

مولوی عبدالحمید خاں' ابن ملا غفران رام پوری نے اپنے بھائی ملا محمد عمران اور مولوی ارشاد حسین رام پوری سے تحصیل علم کی اور طلباء کے درس و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ ۱۲۹۸ھ ر ۱۸۸۱ء میں مولوی حافظ شوکت علی رئیس سندیلہ سے ملاقات کے لیے آئے تھے سلمہ اللہ تعالیٰ(۱)

(۲۹۵) مولوی عبدالحمید بدایونی

مولوی عبدالحمید' ابن مولوی محمد سعید بدایونی ۱۱۵۲ھ ر ۴۰-۱۷۳۹ء میں پیدا ہوئے' اپنے بڑے بھائی مولوی محمد لبیب سے علوم مروجہ کی تحصیل کی اور حضرت شاہ سید آل احمد قادری مارہروی کے مرید ہوکر کامل و مکمل ہوئے۔ ۱۲۳۵ھ ر ۲۰-۱۸۱۹ء میں انتقال ہوا روح اللہ روحہ (☆)

(۲۹۶)مولوی عبدالحیٔ دہلوی

مولوی عبدالحیٔ دہلوی' حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے شاگرد اور داماد تھے۔(۱) سید احمد مجاہد رائے بریلوی کے ساتھیوں میں تھے' فقہ حنفی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے' رسالہ نکاح ایامی اور متفرق فتاویٰ ان کی یادگار ہیں۔ ۸ شعبان بروز اتوار ۱۲۴۳ھ ر ۱۸۲۸ء کو عارضہ بواسیر میں انتقال ہوا۔(☆)

(۲۹۷) مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی

مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی' ابن مولوی عبدالحلیم ابن مولوی امین(۱)' ملا(۲) قطب الدین سہالوی کی اولاد امجاد میں تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسنات ہے۔ ماہ ذی قعدہ کے آخری عشرہ میں (۳) ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۸ء میں باندہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید شروع کیا اور دس سال (۴) کی عمر میں اس سے فارغ ہوگئے اور سب سے پہلے جامع مسجد جون پور میں نماز تراویح کی امامت کی' گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد سے علوم متعارفہ کی تحصیل شروع کی اور سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوکر طلباء کے افادہ میں استاد کے ساتھ بیٹھ گئے۔ علم ریاضی اپنے والد کے ماموں مولوی نعمت اللہ سے جو اس فن کے ماہر تھے حاصل کیا۔ اس زمانہ میں جب اپنے والد کے ہمراہ دکن جارہے تھے تو جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) کی ریواں کے مقام پر(۵) ان سے ملاقات ہوئی تھی' حالانکہ وہ اس وقت صغیرالسن تھے مگر ان کے چہرہ سے ذکاوت اور حافظہ کی روشنی کے آثار نمایاں تھے' دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین زاد ہمااللہ سے شرفاً و تعظیماً مشرف ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پہلی بار(۶) ۱۲۷۹ھ ر ۳-۱۸۶۲ء میں اپنے والد کے ہمراہ اور دوبارہ ۱۲۹۶ھ ر ۱۸۷۹ء میں حرمین شریفین گئے' سید احمد دحلان' شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جو ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی۔

اسی طرح اپنے والد ماجد سے (اجازت حاصل کی)' ایک عالم ان کے درس اور تعلیم سے فیض یاب ہوا اور بہت سے مشہور فاضل ان کے دامن فیضان سے مستفیض ہوئے۔ غرض صاحب ترجمہ (مولوی عبدالحیٔ) اس قدر کثیرالدرس اور تصنیف تھے کہ ان کے علوم کی اشاعت اور فیض کی شہرت ان کی زندگی ہی میں تمام دنیا میں پھیل گئی اور قریب "مجددیت" کے پہونچ گئے۔ ۲۹ ربیع الاول(۷) ۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء (۸) بروزدوشنبہ عارضہ صرع میں لکھنؤ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ایک لڑکی کے سوا کوئی اولاد نہ چھوڑی' وہ لڑکی دو سو روپے ماہوار نظام حیدر آباد سے پاتی ہے۔

تاریخ انتقال مولوی عبدالحیؔ فرنگی محلی

از سید عبدالعلی شرفی

ہائے مولانا محمد عبدحیٔ شاد در خلد از میان ما برفت
آستانش سجدہ گاہ خلق بود قبلۂ ہندوستان ما برفت
گفت شرفی مصرعہ سال وفات "وای استاد زمان ما برفت"

دیگر

از مولوی محمد سعید عظیم آبادی حسرت

کرد رحلت جناب عبدالحیٔ فاضل لکھنوی فطین و ذکی
گفت سال وفات او حسرت "شد فرنگی محل ز علم تہی"

(۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۶ء)

تصانیف:۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ، مجموعہ خطب سال تمام، الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرہون، نزہۃ الفکر فی سبحۃ الذکر، تحفۃ الطلبہ فی تحقیق مسح الرقبہ، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، الفلک الدوار فی رویۃ الہلال بالنہار، القول المنشور فی ہلال(۹) خیر الشہور، الافصاح(۱۰) عن شہادۃ المراۃ فی الارضاع، تحفہ النبلاء فی جماعۃ النساء، الکلام الجلیل فیما یتعلق بالمندیل، الاجوبۃ الفاضلہ للاسولۃ العشرۃ الکاملہ، السعی به نقص الوضوء بالقہقہ، خیر الخبر فی اذان خیر البشر، سباحۃ(۱۱) الفکر فی الجہر بالذکر، النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، رفع الستر عن کیفیۃ ادخال المیت وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر، طرب الاماثل(۱۲) فی تراجم الافاضل، ترویح الجنان تشریح حکم شرب الدخان، ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعہ رمضان، آکام النفائس فی اداء الاذکار فی لسان الفارس، زجر الناس علی انکار(۱۳) اثر ابن عباس، الانصاف فی حکم الاعتکاف، امام الکلام فیما یتعلق بالقراۃ خلف الامام، غیث الغمام، آثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، دافع الوسواس فی اثر ابن عباس، احکام غیبت (اردو)، فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ،

امتحان الطلبہ فی الصیغ المشکلہ، التبیان فی شرح المیزان، چہار گل (صرف)، خیر الکلام فی تصحیح کلام الملوک ملوک الکلام، ازالۃ الجمد فی اعراب الحمد للہ، اکمل الحمد (نحو)، ہدایۃ الوری الی لواء الہدیٰ، تعلیق حاشیہ غلام یحییٰ بر حاشیہ زاہدیہ قطبیہ، مصباح الدجی فی لواء الہدیٰ، نور الہدیٰ لحملۃ لواء الہدیٰ، علم الہدیٰ، حل المغلق فی تحقیق المجہول المطلق، الکلام المتین فی تحریر البراہین، میسر(۱۴) العسیر فی مبحث المثناۃ بالتکریر، الافادۃ الخطیرۃ فی بحث سبع سبتہ عرض(۱۵) شعیرہ، التعلیق العجیب لحل حاشیۃ الجلال علی التہذیب، تکملہ حاشیہ والد خود بر نفیسی، الہدیۃ المختاریہ شرح الرسالۃ العضدیہ (مناظرہ)، القول الاشرف فی الفتح عن المصحف، زجر ارباب الریان عن شرب الدخان، احکام القنطرۃ فی احکام البسملہ، غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال (فقہ)، حسرۃ العالم بوفات مرجع العالم ترجمہ والد خود، افادۃ الخیر فی الاستیاک بسواک الغیر، مقدمۃ الہدایہ، تذییلہ الہدایہ، التحقیق العجیب فی التثویب، تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار، الجد علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ، الکلام المبرور فی رد القول المنصور، ہدایۃ المعتد فی فتح المقتدین، ان کے علاوہ متعدد کتابوں پر متفرق تعلیقات لکھے ہیں، تیرہ کتابیں اور ہیں جن کے نام رسالہ نافع(۱۶) کبیر میں انھوں نے خود لکھے ہیں۔(۱)

تلامذہ:۔ مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی کے وہ شاگرد جنھوں نے سند فراغ کا امتیاز حاصل کیا

(۱) مولوی عبدالعزیز ساکن بسیرہ ضلع اعظم گڑھ

(۲) مولوی بدیع الزماں لکھنوی

(۳) مولوی وحید الزماں لکھنوی

(۴) مولوی محمد عبدالاحد الہ آبادی

(۵) مولوی سید مرتضٰی شیعی ساکن نونارپارہ ضلع غازی پور۔

(۶) مولوی عبدالباری ساکن نگر نہسہ

(۷) مولوی محمد حسین الہ آبادی

(۸) مولوی علی حیدر خاں ساکن خالص پور پرگنہ ملیح آباد

(۹) مولوی عبدالکریم پنجابی

(۱۰) مولوی بشارت کریم۔

(۱۱) مولوی عبدالغفور ساکن رمضان پور

(۱۲) مولوی عبدالغنی بہاری

(۱۳) مولوی فدا حسین ساکن محی الدین نگر (بہار)

(۱۴) مولوی ابوالحسن مرحوم ترہتی (کذا)

(۱۵) مولوی عین القضاۃ حیدر آبادی

(۱۶) مولوی عبدالعزیز فرنگی محلی (لکھنوی)

(۱۷) مولوی نظام الدین فرنگی محلی (لکھنوی)

(۱۸) مولوی عبدالرحمٰن ساکن صاحب گنج

(۱۹) مولوی حافظ محمد شعیب ولایتی

(۲۰) مولوی اکبر خاں ولایتی

(۲۱) مولوی محمد اسحاق ساکن امیٹھی

(۲۲) مولوی(۱۷) سلیمان ساکن پھلواری ضلع عظیم آباد

(۲۳) مولوی عبدالقادر ولایتی

(۲۴) مولوی سید امین نصیر آبادی

(۲۵) مولوی محمد ہارون نصیر آبادی

(۲۶) مولوی ظہور الاسلام فتح پوری

(۲۷) مولوی لطف(۱۸) الرحمٰن عظیم آبادی

(۲۸) مولوی مظاہر الحق عظیم آبادی

(۲۹) مولوی محمد ابراہیم الہ آبادی

(۳۰) مولوی محمد تقی اعظم گڑھی

(۳۱) مولوی محمد نذیر لکھنوی

(۳۲) مولوی شیر محمد ولایتی

(۳۳) مولوی آزاد خاں مرحوم

(۳۴) مولوی عبدالغنی بہاری

(۳۵) مولوی محمد یٰسین آروی

(۳۶) مولوی قادر بخش سہسرامی

(۳۷) مولوی محمد حسین نصیر آبادی عرف صاحب میاں۔

(۳۸) مولوی سید محمد(۱۹) رسان کابلی

(۳۹) مولوی عبداللہ ساکن چاند پارہ ضلع اعظم گڑھ

(۴۰) مولوی ابوالفضل محمد حفیظ اللہ ساکن بندی ضلع اعظم گڑھ

(۴۱) مولوی محمد عثمان ساکن چتارہ ضلع اعظم گڑھ

(۴۲) مولوی افہام اللہ فرنگی محلی

(۴۳) مولوی عبدالماجد بھاگل پوری

(۴۴) مولوی قاسم یار ساکن کڑا ضلع الہ آباد

(۴۵) مولوی سید اعجاز حسین ساکن سونی پت

(۴۶) مولوی محمد عثمان ساکن کھنڈا ضلع اعظم گڑھ

جیسا کہ کنزالبرکات مصنفہ مولوی محمد حفیظ اللہ سلمہ اللہ سابق الذکر میں تحریر ہے۔ انھوں نے تیرھویں صدی ہجری کے آخری زمانہ میں مولوی عبدالحیٔ مرحوم سے سند علمی حاصل کی ہے۔(☆☆)

(۲۹۸) مولوی عبدالرب فرنگی محلی

مولوی عبدالرب فرنگی محلی، مولانا عبدالحیٔ بحرالعلوم کے چھوٹے بیٹے تھے۔ بچپن سے اپنے والد کے ہمراہ، شاہجہاں پور، رام پور، بہار، اور مدراس میں رہے۔ مولانا بحرالعلوم نے ان کی تعلیم و تدریس میں بڑی کوشش کی اور تمام درسی کتابیں ان کو تمام و کمال پڑھائیں، ہمیشہ ان کی ضروریات کی کفالت کی۔ مولانا نے کثیر مال دے کر شادی کی غرض سے ان کو وطن بھیجا۔ انھوں نے لکھنؤ میں آکر اپنا نکاح کیا اور مال کثیر جو مدراس سے لائے تھے وہ فضول خرچی اور مسرفی میں برباد کردیا نتیجہ یہ ہوا کہ مفلس

ہوگئے۔ مولانا بحرالعلوم کے انتقال کے بعد وہ اور ان کے بھتیجے عبدالواجد مدراس گئے۔ اس کی تفصیل مولوی عبدالواجد کے ذکر میں آئے گی۔ حاصل مطلب یہ کہ درس و تدریس کو چھوڑ دیا، جاگیر کے معاوضہ میں نواب مدراس کی سرکار سے دو سو روپیہ ماہوار اور سرکار انگریزی سے ایک سو پچھتر روپے ماہوار لے کر راضی ہوگئے، تدریس کا کام مولوی عبدالواجد کے سپرد کرکے لکھنؤ آگئے اور تاحیات اپنا وظیفہ ریزیڈنٹ لکھنؤ سے حاصل کرتے رہے جیسا کہ "اغصان الاربعہ" میں ہے۔(۱)

(۲۹۹) مولوی عبدالرب دہلوی

مولوی عبدالرب دہلوی، جامع معقول و منقول، ماہر فروع و اصول، فنون علم و ادب میں کامل، لغت عربی کے ماہر تھے، ان کا وعظ پر تاثیر اور شہر آفاق تھا۔ زر کثیر صرف کرکے سہارن پور میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ ماہ محرم ۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء (۱) میں دہلی میں انتقال ہوا، طاب اللہ ثراہ۔ بیدل سہسرامی نے ان کی تاریخ انتقال یوں کہی ہے۔

جناب مولوی عبد رب آں
کہ وقت وعظ دل می شد شکارش
دریں ماہ محرم جاں بحق شد
زہے رحمت کہ بارد بر مزارش
رقم زد سال رحلت کلک بیدل
۱۳۰۵ ھ در نسخہ نو کشور
"درود ایزدی بادا نثارش"
۱۳۰۵ھ

(۳۰۰) مولوی عبدالرزاق فرنگی محلی

مولوی عبدالرزاق فرنگی محلی، ابن مولوی جمال الدین احمد ابن مولوی علاء الدین فرنگی محلی ۱۲۳۷ھ ر ۲-۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو ان کے

والد مولوی جمال الدین مدراس چلے گئے، وہ فطری رجحان کی بنا پر تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ اول کچھ کتابیں مولوی نور کریم دریا آبادی سے اور بقیہ کتابیں مفتی محمد اصغر اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے پڑھیں، حدیث و تفسیر کی درسی کتابیں مولوی حسین احمد ملیح آبادی سے اور تمام کتب حدیث مرزا حسن علی لکھنوی سے پڑھیں اس کے بعد پھر حدیث کی جملہ کتابیں ملا محمد حسن مدنی سے پڑھیں، مولوی حسین احمد، مرزا حسن علی اور دوسرے علمائے محدثین اس کی سماعت فرماتے تھے، اپنے مرشد مولوی عبدالوالی سے کتب عقائد اور سلوک و تصوف کی تحصیل کی، اس کے بعد قرآن مجید ایک سال میں حفظ کرلیا۔ ۱۲۵۴ھ ر ۱۸۳۸ء میں پورے طور سے فارغ التحصیل ہوگئے، قادریہ اور چشتیہ سلسلہ میں مولوی عبدالوالی اور اپنے والد سے اجازت حاصل تھی۔ اپنے مرشد کے انتقال کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ منقطع کردیا اور یاد حق کو اپنا شعار اور لباس بنالیا۔ آخر ماہ صفر ۱۳۰۷ھ ر ۱۸۸۹ء میں انتقال ہوا اور مولوی انوار احمد کے باغ میں دفن ہوئے۔(☆)

(۳۰۱) مولوی سید عبدالرحمٰن لکھنوی

مولوی سید عبدالرحمٰن لکھنوی، صوفی عالم تھے چشتیہ سلسلہ میں بیعت وخلافت سے سرفراز تھے۔ لکھنؤ کی مسجد پنڈائن میں رہتے تھے، وہیں ۶ ر ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ ر ۱۸۴۳ء میں وفات پائی اور مسجد مذکور کے صحن میں دفن ہوئے روح اللہ روحہ۔ وہ عالم، سادات کے خادم، قانع، متوکل اور عزلت نشین تھے۔

رسالہ کلمۃ الحق اور کاسرۃ الاسنان توحید کے بیان میں ان کی تصنیفات ہیں۔ سرود و غنا کی طرف بہت رغبت تھی۔(☆)

(۳۰۲) مولوی عبدالرحمٰن

مولوی عبدالرحمٰن، قصبہ بھدوہی ضلع مرزا پور کے رہنے والے تھے، عالم، متقی، واعظ اور تارک وطن تھے، نارگھاٹ کی مسجد واقع شہر مرزا پور میں متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۲۸۵ھ ر ۹-۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۰۳) مولوی عبدالرحیم دہلوی

مولوی عبدالرحیم دہلوی، عمری (فاروقی) نسب، حنفی، نقش بندی مشرب، جامع علوم عقلی و نقلی، حاوی علوم اصلی و فرعی اور محدث تھے۔ ان کے دو نامور بیٹے مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا شاہ اہل اللہ دہلوی ہوئے۔

ایں خانہ تمام آفتاب است

۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ ر ۱۷۱۸ء میں وقت چاشت انتقال ہوا۔

(۳۰۴) مولوی عبدالرحیم صفی پوری

مولوی عبدالرحیم صفی پوری ابن عبدالکریم صفی پوری، دانش مند تبحر، علوم ادبیہ میں کمال حاصل تھا۔ شرح قصیدہ سبع معلقہ، غایۃ التبیان فی علم اللسان دربیان قواعد صرفیہ و المسالک البہیہ (۱) فی القواعد النحویہ، ضرورۃ الادیب فی المؤنث السماعی، منتہی الارب فی کلام العرب ترجمہ قاموس در چہار جلد ان کی مشہور تصانیف ہیں، تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔(☆)

(۳۰۵) مولانا عبدالرشید جون پوری

مولانا عبدالرشید جون پوری، ابن شیخ مصطفےٰ ابن عبدالحمید، ان کا لقب شمس الحق تھا شمسی، تخلص کرتے تھے۔ شیخ فضل اللہ جون پوری کے شاگرد اور اپنے والد شیخ مصطفےٰ (مرید شیخ محمد مرید (۱) نظام الدین امیٹھوی قدس اللہ اسرارہم) کے مرید تھے جو اولیاء کبار اور علمائے کرام سے تھے، شروع میں درس و تدریس میں مشغول رہے پھر اس کو چھوڑ کر کتب حقائق کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے، امراء و اغنیاء کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے۔ شاہ جہاں بادشاہ ان کے اوصاف سن کر ان کی ملاقات کا مشتاق ہوا، وکیل کی معرفت ایک فرمان بلانے کے لیے بھیجا گیا مولانا نے قبول نہ کیا اور گوشہ عزلت سے اپنا پاؤں باہر نہ نکالا۔ مفید تصانیف رکھتے تھے ان میں سے رشیدیہ (مناظرہ)، زاد السالکین، شرح اسرار الخلوۃ رسالہ محکوم مربوط و حاشیہ شرح مختصر عضدی و حاشیہ فارسی برکافیہ ابن حاجب و مقصود الطالبین در اوراد اور دیوان شعر فارسی

مشہور ہیں ان کے انتقال کا واقعہ اس طرح شہرت پذیر ہے کہ جب فجر کی سنتیں ادا کرکے فرض شروع کیے تو تحریمہ کہنے کے وقت ان کا طائر روح جنت اعلیٰ کو پرواز کرگیا، یہ واقعہ ۱۰۸۳ھ ر ۷۳-۱۶۷۲ کا ہے، دخلہ اللہ بحبوحتہ الجنان۔(☆)

(۳۰۶) مولوی محمد عبدالسبحان

مولوی عبدالسبحان، ابن شیخ محمد محسن ساکن احمد آباد نارہ، فاضل علام، حاجی بیت اللہ الحرام، طبیب حاذق، حامل قرآن اور آغاز عمر سے صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے بلکہ مولف الاوراق (مولوی رحمٰن علی) کو معلوم ہے کہ سن بلوغ (۱) سے آخر عمر تک صلوٰۃ فریضہ کبھی ان سے فوت نہ ہوئی۔ تمام علوم ظاہر و باطن اور خلافت مولوی فخر الدین احمد الہ آبادی سے حاصل کی، اپنے استاد کی طرح تمام عمر ہدایت و ارشاد اور درس علوم میں بسر کردی، مولوی عبدالحمید خلف مولوی حیدر حسین جون پوری اور مولوی محمد (۲) عبدالکافی برادر زادہ صاحب ترجمہ (مولوی محمد عبدالسبحان) کے شاگردوں میں سے صاحب استعداد و لیاقت موجود ہیں۔ ان کی منجملہ مصنفہ کتابوں میں رسالہ اسرار الصلوٰۃ، قصہ منظومہ حضرت اسماعیل، قصہ منظومہ حضرت سلیمان، التہدید فی وجوب التقلید، دلائل قاطعہ در تحقیق فرقہ ناجیہ، خیرالمقالہ فی ازالتہ العجالہ (۳) مطبوع اور شائع ہو چکی ہیں۔ آخرکار ۶۳ سال کی عمر میں کیم محرم الحرام ۱۳۰۳ھ ر ۶-۱۸۸۵ء کو الہ آباد میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف رخت سفر باندھا۔ گلاب باڑی میں دفن ہوئے جو اہالیان دائرہ شاہ اجمل مرحوم کا مقبرہ ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

(۳۰۷) ملا عبدالسلام لاہوری

ملاعبدالسلام لاہوری شاگرد میرفتح اللہ شیرازی، فقیہ و مفسر تھے، ان کے شاگرد مولوی عبدالسلام ساکن قصبہ دیوہ مضاف لکھنؤ مشہور ہیں۔ ملا عبدالسلام لاہوری نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا ہے۔ ۱۰۳۷ھ ر ۸-۱۶۲۷ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۰۸) قاضی عبدالسلام بدایونی بن عطاء الحق

قاضی عبدالسلام بدایونی ابن عطاء الحق، محدث و مفسر تھے۔ ۱۲۴۴ھ ر ۲۹-۱۸۲۸ء

میں اردو زبان میں قرآن کریم کی منظوم تفسیر قریب دو لاکھ اشعار میں لکھی ''زاد الآخرۃ'' (۱۲۴۴ھ) سے اس کا سال تالیف نکلتا ہے۔ ۱۲۵۵ھ / ۴۰-۱۸۳۹ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۰۹) مولوی عبدالسلام ساکن ہسوہ

مولوی عبدالسلام ساکن ہسوہ' ابن شاہ ابوالقاسم نقشبندی ساکن قصبہ ہسوہ جو فتح پور کے متصل ہے ۱۲۳۴ھ / ۹-۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام ''سید ریاض الحسن'' ہے' متقی آدمی تھے۔ سن شعور سے زہد و اتقاء کے مالک تھے۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد کتب درسیہ اپنے چچا مولوی سراج الدین احمد سے پڑھیں اس کے بعد مولوی معین کنڑوی اور مولوی محمد معین (۱) لکھنوی سے تحصیل علم کی' صحاح ستہ کی سند شاہ عبدالغنی دہلوی سے لی اور ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں تحصیل علم سے فارغ ہوگئے۔ شاہ احمد سعید مجددی سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت و خلافت حاصل کی اور ۱۲۸۲ھ / ۶-۱۸۶۵ء میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج اکبر سے مشرف ہوئے۔ وہاں شیخ احمد دہلان مکی شافعی سے حدیث کی تکمیل کی اور مخلوق کے ہدایت و افاضہ میں مشغول ہوگئے۔ ماہ شوال ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں عارضہ دنبل میں انتقال ہوا۔ شیخ محمد علی المتخلص بہ طلیق ساکن قصبہ ہسوہ نے ''نور اللہ تربتہ (۱) سے ان کی تاریخ انتقال نکالی ہے۔(☆)

(۳۱۰) ملا عبدالشکور پتلو کشمیری

ملا عبدالشکور پتلو کشمیری' مشہور عالم' متقی اور پرہیزگار تھے۔ خواجہ حیدر چرخی وغیرہ علماء سے تحصیل علم کی اور منقولات کے پڑھانے میں مشغول ہوگئے' اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے جو زر کثیر علمائے کشمیر کی مدد معاش کے لیے بھیجا تھا اس میں سے انھوں نے کچھ قبول نہ کیا۔ ۱۱۱۳ھ / ۲-۱۷۰۱ء میں انتقال ہوا۔ ملا محمد اشرف نے جو ان کے شاگرد اور استاد زادے تھے ان کے غم میں عربی قصیدہ لکھا ہے اور اس قصیدہ میں مادۂ تاریخ اس طرح کہا ہے ''**لامات ہو فاتہ علوما**''(☆)

(۳۱۱) قاضی عبدالصمد چریا کوٹی

قاضی عبدالصمد چریا کوٹی' ابن قاضی ابوالحسن بن ملا محمد ماہ بن قاضی منصور عباسی' عالی طبع اور روشن ذہن تھے۔ اپنے والد سے تحصیل علم کی پھر سند قضاء حاصل کرنے کی غرض سے جو ان کا موروثی منصب تھا والد کے حکم سے دہلی گئے وہاں تمام علماء سے فضل و کمال میں ممتاز ہوئے (۱) یہاں تک کہ ارکان شاہی نے ان کو فقہ' اصول اور دیگر علوم منقول و معقول میں یگانہ پایا' محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حکم سے ان کو پرگنہ چریا کوٹ اور دیگر مقامات کا منصب قضا ملا مگر انھوں نے اپنے پرگنے کے قضاء کا عہدہ جس پر ان کے بزرگ زمانہ قدیم سے مامور رہے تھے قبول کیا اور دیگر مقامات کے عہدۂ قضاء کو قدیم مستحقین کو دے دیا۔ قاضی عبدالصمد دہلی سے چریا کوٹ آئے۔ فصل خصومات اور درس علم میں خوب مشہور و معروف ہوئے' یگانہ آفاق حافظ محمد اسحاق ان کے شاگرد تھے۔ ۱۱۷۱ھ / ۸-۱۷۵۷ء میں انتقال ہوا۔ قاضی منصف سے تاریخ وفات نکلتی ہے رحمتہ اللہ علیہ و علی اسلافہ۔

(۳۱۲) شیخ عبدالعزیز دہلوی

شیخ عبدالعزیز دہلوی' بن حسن طاہر جون پوری' چشتیہ سلسلہ کے مشہور شیخ اور بڑے صوفی عالم تھے رضوان اللہ علیہم۔ معرفت و محبت کے مظہر اور علوم شریعت (۱) طریقت و حقیقت کے عالم تھے۔ سماع و حال (۲) سے رغبت تھی' اپنے والد شیخ حسن کے مرید تھے' ہمیشہ معتکف رہتے اور لوگوں کی حاجت روائی میں بہت کوشش کرتے' علوم ظاہری میں بھی کامل اور مکمل تھے' تفسیر عرائس' عوارف' فصوص الحکم اور ان کی شروح (۳) کا طلباء کو درس دیتے تھے' مشہور تصانیف کے مالک ہیں۔ ان کی تصنیفات میں سے ایک رسالہ عینیہ ہے جو انھوں نے شیخ امان پانی پتی کے رسالہ غیریہ کے جواب میں لکھا ہے' وحدت وجود کے بہت سے گہرے مسائل ارباب شہود کے کشف کے موافق اس میں بیان کیے گئے ہیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی مولف منتخب التواریخ نے بھی تصوف کی بعض کتابیں اور رسالے شیخ عبدالعزیز سے پڑھے تھے۔ وہ

جون پور میں ۸۹۸ھ ر ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوئے اور ڈیڑھ سال کی عمر میں اپنے والد کے
ہمراہ دہلی آئے۔ ۶ جمادی الاخر ۹۷۵ھ ر ۸۔ ۱۵۶۷ء میں ان کا شہباز روح اوج بقا
کی طرف پرواز کرگیا۔ ان کے انتقال کی تاریخ کا مادہ "قطب طریقت(۴) نماند" ہے' وہ
اپنی تصانیف اور خطوط میں "ذرۂ ناچیز عبدالعزیز" لکھا کرتے تھے۔ لفظ "ذرہ ناچیز" سے
بھی تاریخ رحلت نکلتی ہے۔(☆)

(۳۱۳) مولانا عبدالعزیز دہلوی

مولانا عبدالعزیز' ابن شاہ ولی اللہ دہلوی محدث ۱۱۵۹ھ ر ۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے'
غلام حلیم تاریخی نام ہے' پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور کمالات
ظاہری و باطنی سے فراغت حاصل کرلی' اپنے پدربزرگوار کے بعد مسند درس و ارشاد کو
سنبھالا' تمام علوم کے جامع اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے' زبان و قلم جو
کچھ ان کی تعریف و توصیف کرے وہ کم ہے' سرالشہادتین' بستان المحدثین' تحفہ اثنا
عشریہ' عجالہ نافعہ' فتح العزیز (سورۂ بقر اور قرآن کے آخر دو سیپاروں کی تفسیر) ان کی
مشہور تصانیف ہیں۔ ۷ ر شوال ۱۲۳۹ھ ر ۱۸۲۴ء کو اس جہان بے ثبات نے عالم
جاودان کی طرف رحلت فرمائی۔ کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ یوں کہی ہے۔

بے سرو پا گشتہ انداز دست بیداد اجل
عقل بـ دیں' لطف و کرم فضل و ہنر علم و عمل
۱۰۰ + ۱۰ + ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۴۰
= ۱۲۳۹ھ ر ۱۸۲۴ء

(۳۱۴) ملا عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی

ملاعبدالعلی بحرالعلوم' ابن ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی' اپنے
والد کی آخر عمر میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں جملہ کتب درسیہ اور علوم متعارفہ
اپنے والد ماجد سے تحصیل کرکے فارغ ہوگئے' اور اسی سال ان کے والد کا انتقال
ہوگیا۔ والد کے انتقال کے بعد کتب معقول و منقول کے مطالعہ میں مشغول ہوگئے اور

ملا کمال الدین کی' جو ان کے والد کے خاص شاگرد تھے' غوامض مطالب مشکل (حل
کرنے) ان کی خدمت میں پیش کرتے تھے' صاحب ترجمہ (ملا عبدالعلی) کی عملی زندگی
کے آغاز میں ان کے وطن لکھنؤ میں ایک عظیم سانحہ پیش آیا☆ جس کی وجہ سے شاہ
جہاں پور چلے گئے اور اس شہر کے رئیس حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے ان کے
آنے کو غنیمت سمجھا اور وہ بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے' معقول وظیفہ ان کے
گزارے کے لیے مقرر کردیا۔ حافظ الملک کی تمام زندگی تک وہ وہیں مقیم رہے اور
طلباء کو درس دیتے تھے۔ حافظ الملک مرحوم کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں
رئیس رام پور ملائے موصوف کو رام پور لے گئے' وہاں بھی وہ درس تعلیم میں
مشغول ہوگئے۔ لیکن مشاہرہ کی کمی کی وجہ سے مولانا مطمئن نہیں تھے۔ اسی زمانہ میں
منشی صدر الدین بہاری (بوہاری) نے اپنے مدرسہ کی تعلیم کے واسطے جو انھوں نے
بہار (بوہار) میں قائم کیا تھا کافی سفر خرچ بھیج کر بلایا۔ چناں چہ ملا عبدالعلی رام پور سے
بہار (بوہار) روانہ ہوگئے اور اثنائے راہ میں رائے بریلی سے ملا ازہار الحق کو بھی جو
وہاں مقیم تھے اپنے ہمراہ بہار لے گئے۔ منشی صدر الدین اعزاز و اکرام سے پیش آئے
طلباء کے مصارف کے علاوہ چار سو روپے ماہوار ملا عبدالعلی کے واسطے اور ایک سو
روپیہ ماہوار ملا ازہار الحق کے لیے مقرر کیے' وہ وہاں ایک مدت تک رونق افروز اور
درس و تدریس میں مشغول رہے' کچھ مفتریوں نے ان کے اور منشی صدر الدین کے
درمیان رنجش پیدا کردی اس سے ان کی طبیعت کو رنج ہوا' یہ خبر نواب والا جاہ محمد
علی خاں رئیس کرناٹک کو پہنچی چنانچہ انھوں نے ایک خط مولانا کے بلانے کے لیے معہ
سفرخرچ ان کو بھیجا۔ مولانا مدراس روانہ ہوگئے' جب وہاں پہنچے تو نواب موصوف نے
معہ عزیزوں اور امراء کے استقبال کیا اور اعزاز کے ساتھ ان کو اپنے محل میں لے
گئے (نواب نے) ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی' مولانا اس مدرسہ میں طلباء کے درس
میں مشغول ہوگئے' نواب موصوف کی سرکار سے "بحرالعلوم" کا خطاب ملا۔ نواب محمد
علی خاں کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عمدۃ الامراء اور ان کے بعد عظیم الدولہ (نبیرہ
محمد علی خاں) مسند ریاست پر بیٹھے۔ مولانا کی تراسی (۸۳) سال کی عمر ہوچکی تھی' وہ

عوارض جسمانی میں مبتلا ہوگئے' ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ ر ۲۰-۱۸۱۹ء میں انتقال ہوا اور مدراس میں دفن ہوئے' ان کی جگہ ان کے شاگرد اور داماد مولوی علاء الدین مقرر ہوئے۔

مشہور تصانیف:۔

ارکان اربعہ در اصول فقہ' حاشیہ برمیرزاہد رسالہ و حاشیہ برحاشیہ زاہدیہ بر شرح تہذیب جلالیہ' حواشی ثلاثہ برحاشیہ زاہدیہ امور عامہ جدیدہ و قدیمہ' شرح سلم معہ حاشیہ منیہ' عجالہ نافعہ مع منیہ' فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت' تکملہ برشرح ملا نظام الدین برتحریرابن ہمام' تنویر الابصار شرح فارسی منار' حاشیہ برشرح صدرای شیرازی' شرح مثنوی مولانا روم' شرح فقہ اکبر' ہدایتہ الصرف' رسالہ دراحوال قیامت و رسالہ توحید وغیرہ (☆☆)

(۳۱۵) مولوی عبدالعلی فرنگی محلی

مولوی عبدالعلی فرنگی محلی' بوتراب کے نام سے مشہور تھے۔ مولوی عبدالجامع بن مولوی محمد نافع بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم کے چوتھے (۱) بیٹے تھے' قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد' تمام درسی کتابوں کی تحصیل کے بعد فاتحہ فراغ پڑھی' صاحب استعداد تھے' مولوی عبدالوالی فرنگی محلی کے مرید تھے اور درس دیتے تھے۔ عین عالم شباب میں سل و دق میں مبتلا ہوئے اور ۲ ر جمادی الاول ۱۲۹۲ھ ر ۱۸۷۵ء کو لکھنؤ میں لاولد(۲) فوت ہوئے۔(☆)

(۳۱۶) مولوی عبدالعلی نگرامی

مولوی حافظ عبدالعلی' ۱۲۳۲ھ ر ۱۷-۱۸۱۹ء میں قصبہ نگرام از مضافات لکھنؤ میں پیدا ہوئے' ابتدائی درسی کتابیں اپنے ماموں مولوی حافظ علیم اللہ نگرامی سے پڑھیں اس کے بعد لکھنؤ گئے اور مختلف علمائے وقت سے مستفید ہوئے۔ فراغ علم کی فاتحہ مولوی انور علی لکھنؤ سے پڑھی' جملہ علوم ظاہری کی اجازت سابق الذکر حافظ علیم اللہ سے حاصل کیں جن کو مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱) سے اجازت تھی اور مرزا حسن علی محدث کو شاہ عبدالعزیز دہلوی (۲) سے اجازت حاصل تھی۔ قاضی سید

عبدالکریم بریلوی کے مرید تھے۔ شاہ گلزار علی کشتوی خلیفہ قاضی ممدوح سے طریقت کے جملہ خاندانوں میں اجازت حاصل تھی۔ صاحب ترجمہ (حافظ عبدالعلی نگرامی) کی مولفہ کتابیں یہ ہیں۔ تفسیر آیات الاحکام' ردالمبتدعین' تحقیق الامور فی الفاتحہ و النذور' التحریر فی المزامیر' السکین المسلول علی من انکرکون مسح (۳) الرتبتہ من ستہ الرسول' التحقیق فی المولد و القیام' نورالایمان فی تائید مذہب النعمان' الیواقیت اللطیفہ فی تائید مذہب ابی حنیفہ' رسالہ درباب حفاظ شیعہ' ہدایتہ الانام الی خرقتہ المشائخ العظام' رسالہ تقریر حق' رسالہ مولد شریف۔

مسوداوراق (مولوی رحمان علی) ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ میں صاحب ترجمہ (حافظ عبدالعلی) کی خدمت میں حاضر ہوا تھا' بہت خلیق اور منکسرالمزاج پایا' خدا ان کو بخشے' ۲۸ ر ماہ شوال ۱۲۹۶ھ ر ۱۸۷۹ء میں فوت ہوئے' نگرام میں دفن ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون نگرام بانون مفتوح وکاف فارسی ساکن ورای مہملہ مفتوحہ الف و میم موقوف(☆)

(۳۱۷) مولوی عبدالعلی خاں رام پوری

مولوی عبدالعلی خاں' ابن ملا محمد عمران بن ملا محمد غفران رام پوری' اپنے (والد ماجد) کے شاگرد اور حافظ و قاری تھے ۱۲۹۷ھ ر ۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۱۸) مولوی عبدالعلی قنوجی

مولوی عبدالعلی قنوجی' ابن مولوی علی اصغر قنوجی' اپنے بھائی مولوی رستم علی قنوجی کے شاگرد اور علوم عقلی و نقلی کے فاضل تھے' اصول فقہ میں شرح منار کا حاشیہ ان کی تصنیف ہے' موضع بندگی متصل کوڑا جہاں آباد ضلع فتح پور ہسوہ (۱) میں انتقال ہوا' ان کے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہوئی۔(☆)

(۳۱۹) مولوی عبدالعلی اسلام آبادی

مولوی عبدالعلی اسلام آبادی' ابن منت علی' چاٹگام کے شرفا اہل اسلام میں سے ہیں۔ بروز جمعرات ۱۲۶۲ھ ر ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے' اپنے زمانہ کے علماء سے فارسی کی

درسی کتابیں پڑھیں، ۱۴ سال کی عمر میں میزان الصرف شروع کی اور نو(۱) مہینے میں
صرف و نحو سے فارغ ہوگئے اور کلکتہ پہنچے، کلکتہ میں انگریزی سرکاری مدرسہ (۲) میں
داخل ہوکر علم حاصل کرنے لگے، ہر سال ایک جماعت سے دوسری جماعت میں ترقی
کرتے تھے، ہر جماعت کے اساتذہ ان پر شفقت فرماتے تھے، اپنے تمام ساتھیوں میں
ممتاز تھے اور انعام اور عزت حاصل کرتے تھے۔ علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے زمانہ
ہی میں انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کرلی، اسی مدرسہ میں فارسی کے مدرس
مقرر ہوگئے، آج کل ہوگلی کے مدرسہ میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ صحیفۃ الاعمال اور
مراۃ الاحوال ان کی بہت سی تصانیف میں سے بطور نمونہ ہیں۔ اسلام آباد، چاٹگام کا
نام ہے جو ملک بنگال (حال بنگلہ دیش) کے مضاف میں واقع ہے۔

(۳۲۰) مولوی عبدالغفور لاہوری

مولوی عبدالغفور لاہوری کا لقب رضی الدین ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس
سرہ السامی کے عمدہ ترین شاگردوں میں تھے، بڑی قابلیت سے فوائد ضیائیہ کا حاشیہ لکھا
جس کا تکملہ ملا عبدالحکیم سیال کوٹی نے لکھا ہے۔ ۹۱۲ھ / ۷-۱۵۰۶ء میں جان جان
آفرین کے سپرد کی۔ طاب اللہ ثراہ

(۳۲۱) شیخ عبدالغفور اعظم پوری

شیخ عبدالغفور اعظم پوری، اپنے زمانہ کے مشاہیر میں تھے اور شیخ عبدالقدوس
چشتی کے مرید تھے، صوری و معنوی کمالات سے متصف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کی سنت کا بہت اتباع کرتے تھے۔ اکثر اوقات علوم دینیہ کا سبق دیتے، اپنے
ہم عصروں میں حسن صورت اور خوبی سیرت میں ممتاز تھے، مرید بھی کرتے تھے، مخلوق
کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے، تصوف میں کئی رسالے ہیں، جب ان کی عمر اسی سال
کے قریب پہنچی، اللہ تعالیٰ کی تحفظ میں قدم رکھا اور ۹۸۵ھ / ۸-۱۵۷۷ء میں دار بقا
کی طرف رحلت فرماگئے۔ اعظم پور میں دفن ہوئے اعظم اللہ شانہ اعظم پور سنبھل
کے قریب ایک قصبہ ہے۔(☆)

(۳۲۲) شیخ عبدالغنی بدایونی

شیخ عبدالغنی بدایونی، علمائے صوفیہ میں سے تھے، قدس اللہ اسرارہم ترک دنیا میں
ادہمؒ وقت اور تجرید میں شبلیؒ روزگار تھے۔ شروع میں بدایوں میں تحصیل علم کرتے
تھے تو ان پر کیفیت غالب آجاتی اور عین سبق پڑھنے کی حالت میں نغمہ سنتے ہی کم و
بیش ایک پہر کے لیے بے ہوش ہوجاتے تھے، بالجملہ بعض تعلقات کی بناپر جن سے
سربراہان طالبان واقفیت رکھتے ہیں:

در راہ خدا کہ رہزنانند
آن راہ زنان ہمین زنانند

شیخ تلاش معاش میں دہلی گئے اور وہاں کے حاکم تاتارخاں (۳) کی ملازمت میں
منسلک ہوگئے، وہ شخص اہل جاہ کے لباس میں (حقیقت میں) اہل اللہ تھا اور شیخ
عبدالعزیز دہلوی کے مرید ہوئے اور تمام کتب متعارفہ و مروجہ ان کی خدمت میں
پڑھیں، مدتوں درس دیا، اچانک ان پر اس جذبہ کا غلبہ ہوا جو قدرت نے ازل سے
انھیں ودیعت کیا تھا، چنانچہ تمام مشاغل کو چھوڑ کر اپنے شیخ کی خانقاہ میں صاحب
ریاضت درویشوں میں شامل ہوگئے اور ریاضت و مجاہدہ شروع کردیا۔ تحصیل کمال کے
بعد آبادی سے باہر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمگاہ کی جانب (۴)
ایک مسجد میں جو خان جہاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، رہنا شروع کردیا۔ ہمیشہ
اعتکاف میں رہتے تھے۔ اگرچہ کنبہ بڑا رکھتے تھے لیکن راہ سلوک کو توکل کے ساتھ
طے کرتے تھے۔ جب ۱۰۰۳ھ / ۹۵-۱۵۹۴ء میں خانخانان ان کی خدمت میں پہنچا اور
کسی نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا
اتباع کرو۔(☆)

(۳۲۳) مولوی عبدالغنی دہلوی

مولوی عبدالغنی دہلوی، ابن ابو سعید العمری ماہ شعبان ۱۲۳۵ھ / ۲۰-۱۸۱۹ء میں
دہلی میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد اپنے والد مولوی شاہ ابو
سعید(۱) مولوی مخصوص اللہ ابن مولانا رفیع الدین دہلوی، مولوی محمد اسحاق دختر زادہ

مولانا شاہ عبدالعزیز و شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ ابو زاہد اسماعیل رومی سے تحصیل علم کی اور درس حدیث میں مشغول ہوگئے' اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ سنن ابن ماجہ کا ایک ذیل لکھا جس کا نام انجاح الحاجتہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسری تالیفات بھی ہیں' بغاوت (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) کے بعد جب دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا تو دہلی سے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں سے مدینہ منورہ میں جاکر سکونت پذیر ہوگئے اور وہیں ماہ محرم ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء میں انتقال فرمایا۔(☆)

قطعہ تاریخ وفات شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی

شاہ عبدالغنی وحید زمان
نازش علم و عارف باللہ
سال نقلش شنیدم از ہاتف
"بہترین محدثین اے آہ"

(۱۲۹۶ھ)

(۳۲۴) مولوی سید عبدالفتاح گلشن آبادی

مولوی سید عبدالفتاح گلشن آبادی' ابن سید عبداللہ حسینی نقوی سید' گلشن آباد عرف ناسک کے رہنے والے' عالم باعمل اور فاضل اجل تھے' اپنے زمانہ کے موالی (مولویاں) سید میاں سورتی' مولوی شاہ عالم ساکن بڑودہ' مولوی بشارت اللہ کابلی' ملا عبدالقیوم کابلی' مفتی عبدالقادر تھانوی' مولوی خلیل الرحمان ساکن مصطفے آباد عرف رام پور' مولوی فضل رسول بدایونی' مولوی محمد اکبر کشمیری اور معلم ابراہیم باعکظہ سے تمام معروف و مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں امتحان سے فارغ ہوئے اور مفتی کی سند حاصل کی۔ ۱۲۷۱ھ / ۶-۱۸۵۵ء میں ضلع خاندیش کی عدالت میں مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ / ۸-۱۸۶۷ء میں مدرسہ انفلسٹن (الفنسٹن) واقع بندر بمبئی میں عربی و فارسی کے مدرس مقرر ہوئے اور اب سرکار انگریزی سے پنشن پاتے ہیں اور اپنے وطن مالوف میں مقیم ہیں۔ سرکار انگریزی سے جسٹس آف پیس اور خان

بہادری کے خطاب کا اعزاز ملا ہے۔ ہمیشہ تدریس' وعظ اور مفید کتابوں کی تالیف میں اپنے اوقات عزیز صرف کرتے ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ' مولوی سید نظام الدین' شیخ قطب الدین' قاضی سید بچو میاں خاندیسی ان کے شاگرد ہیں اور ان کے دو سعادت مند بیٹے مولوی سید امام الدین احمد(۲) اور سید سراج الدین محمد (۳) ہیں۔ وفقہما اللہ مدارج العلوم۔

تصانیف نادرہ:۔

تحفہ محمدیہ فی رد وہابیہ' تائید الحق' جامع الفتاویٰ (در چہار جلد)' خزینتہ العلوم (دو جلد)' فارسی آموز (دو حصہ) تشریح الحروف (فارسی)' خزینہ دانش' کلید دانش (فارسی) کلید دانش ہندی' اشرف القوانین' مصادر الافعال' مجامع الاسماء تعلیم اللسان' تحفتہ المقال' اشرف الانشاء' جغرافیہ عالم' باقیات الصالحات' دیوان اشرف الاشعار' رحمتہ اللعالمین' تاریخ روم' تاریخ اولیاء وغیرہ (☆)

(۳۲۵) مولوی شاہ عبدالقادر بدایونی

مولوی شاہ عبدالقادر بدایونی' ابن مولوی شاہ معین الحق فضل رسول بدایونی' ان کی پیدائش ۱۷ / رجب ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہوئی' تاریخی نام "مظہر حق" ہے اللہم اجعلہ کاسمہ الشریف' اکثر کتب درسیہ مولوی نور احمد بدایونی اور بعض کتب مثلاً شروح سلم (۱) العلوم' شرح اشارات اور محاکمات وغیرہ مولانا فضل حق خیرآبادی سے پڑھیں' اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے' بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ والد ماجد کے ایماء سے حرمین شریفین زاد ہما اللہ کی زیارت کے موقعہ پر شیخ الفقہاء و المحدثین مولانا شیخ جمال عمر مکی سے حدیث پڑھی۔ علوم دینی کے افادہ اور کتب دینیہ کی تالیف میں مصروف ہیں' رسالہ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام بزبان عربی' رسالہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد و القیام بزبان فارسی' رسالہ حقیقتہ الشفاعتہ علی اہل السنتہ و الجماعہ' شفاعہ السائل بتحقیق المسائل' یہ کتاب دو سو سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے جو فقہ و عقائد سے متعلق ہیں' دیوان عربی در نعت شریف نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو انھوں نے مدینہ

طیبہ کے سفر کے راستہ میں لکھی ہیں ان کی تصنیفات میں سے یہ کتابیں اہل علم میں مقبول ہیں ان کے علاوہ دوسری کتابیں بھی زیر تالیف ہیں' اللھم تممھابالخیر۔ غرض مولانا (عبدالقادر) کی ذات جامع البرکات کو مغتنمات سے شمار کرنا چاہیے' اللھم زدفی معالیہ وبارک فی ایامہ ولیالہ' خاص طور سے جو امداد اس کتاب کی تالیف میں مجھ ہیچ مدان (مولوی رحمان علی) کو پہنچائی ہے اس کا شکریہ ادا کرنا ناممکن ہے۔(☆) بقول

اگر ہر موئے تن گردد زبانم
ادائے شکر او کے می توانم

تاہم اس دعائیہ فقرہ سے میں اس کلام کو ختم کرتا ہوں عمر اللہ الوقت بحیاتہ والافاض علیہ بحال بہاتہ (ا)

(۳۲۶) شیخ عبدالقادر پٹنی ثم المکی

شیخ عبدالقادر پٹنی' ابن شیخ ابو بکر مفتی مکہ معظمہ' شیخ محمد طاہر پٹنی(ا) کی اولاد میں تھے۔ فصیح' بلیغ' جید فاضل اور مستند فقیہ تھے۔ تمام علوم کی تحصیل شیخ عبداللہ انصاری مکی شافعی سے کی' ان کی تصانیف میں چار جلدوں میں فتاویٰ اور مجموعہ منشات مشہور ہیں۔ ۱۱۸۳ھ ر ۷۰-۱۷۶۹ء میں رحلت فرمائی۔

(۳۲۷) شاہ عبدالقادر اورنگ آبادی

شاہ عبدالقادر اورنگ آبادی' مہربان تخلص اور عرف فخری تھا' ان کی اصل نیشاپور کے نقوی سادات سے ہے۔ ان کے بزرگوں میں سے کچھ لوگ وہاں سے ترک سکونت کرکے کنتور(ا) (مضاف لکھنؤ) میں آگئے۔ ان کے والد شرف الدین خاں اورنگ آباد پہنچے اور وہاں کے قاضی ہوگئے' وہیں صاحب ترجمہ ۱۱۴۳ھ ر ۳۰-۱۷۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد' درس دینے میں مشغول ہوگئے۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ شاعری میں غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے۔ تمام عمر ہدایت و ارشاد میں بسر کردی۔ بارھویں صدی کے آخر میں مدراس پہنچے نواب والاجاہ (رئیس شہر) بڑے اعزاز اور حسن عقیدہ سے پیش

آئے۔ وہیں ۱۲۰۴ھ ر ۹۰-۱۷۸۹ء میں انتقال ہوا۔ قصبہ میلاپور (مضاف مدراس) کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

(۳۲۸) مولوی عبدالقادر لکھنوی

مولوی عبدالقادر لکھنوی' ابن شیخ سلطان' مولانا قطب الدین محدث بن مولانا خضر(ا) محدث کی اولاد میں تھے' نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے بقدر احتیاج دنیا سے تعلق رکھتے تھے' موضع کمنڈی پرگنہ ملیح آباد میں مدد معاش سے جو محاصل وصول ہوتے تھے اس کا جزو وہ اپنی ضرورتوں اور فقراء پر صرف کرتے تھے۔ ان کی فطرت میں زہد و تقویٰ کا غلبہ تھا۔ بڑی ہمت و توجہ سے علم حاصل کیا۔ مختلف مقامات خاص طور سے لاہور میں علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور مکرم و ممتاز ہوئے۔ بہت برکت و کرامت کے ساتھ اپنے وطن مالوف لکھنؤ کو واپس ہوئے۔ اپنے ہم عصروں میں علم و فضل میں خاص امتیاز کے مالک تھے اور ہمیشہ یہ عادت تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد جب تک لوگ جاگتے یہ سوتے رہتے اور جب لوگ سوجاتے تو خود اٹھ بیٹھتے' صبح تک نماز اور اشغال باطنی میں مشغول رہتے' نماز چاشت کے بعد طلباء کو درس دیتے' چالیس سال تک مسند درس و افادہ کو سنبھالا۔ شیخ پیر محمد لکھنوی اور شہر و جوار کے دوسرے علماء ان کے شاگرد ہیں' صاحب ترجمہ (مولوی عبدالقادر) نے چار صاحبزادے چھوڑے' سال انتقال معلوم نہ ہوسکا' غالباً گیارھویں صدی کے وسط میں انتقال ہوا۔ قبر لکھنؤ میں ان کے مکان کے قریب ہے۔ نوراللہ مضجعہ

(۳۲۹) مولوی عبدالقادر سلہٹی

مولوی عبدالقادر' ابن مولوی ابو النصر محمد ادریس صدر الصدور ابن مولوی ابوسعید محمد محمود (ندیم نواب مرشد آباد) الملقب بہ عاقبت محمود ابن مولوی محمد کلیم (خلیفہ مرزا مظہر جانجاناں قدس سرہٗ) ابن محمد رفیع ابن محمد صالح ابن عبدالکریم فاروقی مدنی ثم الہروی ثم الہندی البنجالی (☆) السلہٹی' ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ علوم متعارفہ مولوی رمضان اللہ سے حاصل کیے۔ مولوی فضل الرحمان قاضی

القضات کے شاگرد اور وہ مولوی غلام سبحان قاضی القضات بنگال کے شاگرد اور وہ مولوی معظم الدین کے شاگرد اور وہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔ صاحب ترجمہ (مولوی عبدالقادر) صبح و شام درس و تصنیفات میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی تصنیفات جو راقم الحروف (مولوی رحمان علی) کی نظر سے گزری ہیں ان میں رسالہ رد المعقول (رد فرقہ وہابیہ) الفوائد القادریہ فی شرح العقائد النسفیہ، الجوامع القادریہ (عقائد اہل سنت) اور الدرالازہر فی شرح الفقہ الاکبر مشہور ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔(☆)

(۳۳۰) شیخ عبدالقادر احمد آبادی

شیخ عبدالقادر احمد آبادی، بن عبداللہ العیدروس یمنی حضرموتی ہندی، ان کی کنیت ابوبکر اور ان کا لقب محی الدین تھا، بروز جمعرات ۲۰ ربیع الاول ۹۷۸ھ ر ۱۵۷۰ء میں احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے اور علمائے وقت سے تحصیل علم کی، دانشمند متبحر تھے۔ تصنیفات و تالیفات جو ان سے یادگار ہیں۔ علوم عجیبہ اور فنون غریبہ پر مشتمل ہیں۔ ۱۰۳۸ھ ر ۹-۱۶۲۸ء میں احمد آباد میں رحلت فرمائی۔

تصانیف:۔

الفتوحات القدسیہ فی الخرقتہ العیدروسیہ۔ الحدائق الخضرۃ فی سیرۃ النبی و اصحابہ العشرہ۔ المنتخب المصطفائی مولدا لمصطفےٰ۔ الدرالثمین فی بیان المہلم من الدین۔ اتحاف الحضرۃ العزیزہ ،بعیون السیرۃ الوجیزہ۔ المنہاج الی معرفتہ المعراج۔ الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف۔ اسباب النجات والنجاح فی اذکار المساء و الصباح۔ الحواشی الرشیقہ علی العروۃ الوثیقہ۔ المنح(۱) الباری بختم البخاری۔ تعریف الاحیاء ،بفضائل الانبیاء۔ عقدا للآل(۲) ،بفضائل الآل۔ المستفید شرح تحفتہ المرید۔ النفحۃ العنبریہ فی شرح تبیین العذبیہ۔ غایتہ القرب فی شرح نہایتہ المطلب۔ اتحاف اخوان الصفاء بشرح تحفتہ الظرفاء۔ صدق العرفاء بحق الاخاء۔ النورالسافر فی اخبار القرآن العاشر وغیرہ وغیرہ۔

(۳۳۱) مولانا عبدالقادر دہلوی

مولانا عبدالقادر دہلوی، ابن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ تفسیر، حدیث، فقہ میں فضیلت تامہ رکھتے تھے۔ قرآن مجید کا ترجمہ موضح القرآن کے نام سے اردو زبان میں نہایت فصیح تحریر فرمایا ہے جو اردو کے محاورہ داں ماہرین(۱) سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ۹ رجب ۱۲۴۲ھ ر ۱۸۲۷ء کو رحلت فرمائی۔(☆)

(۳۳۲) مولوی عبدالقادر سندیلوی

مولوی عبدالقادر سندیلوی، ابن مولوی شاہ جمیل الدین ابن مولوی اظہر علی ابن مولوی اصغر علی ابن مولوی حمد اللہ سندیلوی، ۱۹ ر محرم ۱۲۳۴ھ ر ۱۸۱۸ء میں بروز جمعرات قصبہ سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ حافظ مولوی شوکت علی سندیلوی، مولوی سید نقیبہ اللہ سندیلوی، مولوی عبدالحکیم فرنگی محل اور مولوی تراب علی لکھنوی سے علوم متعارفہ کی تحصیل کی اور علمی فراغ حاصل کیا۔ اپنے والد کے مرید تھے۔ ناگود اور جھانسی وغیرہ میں تعلیم کی ملازمت کے سلسلہ میں قیام پذیر رہے۔ بہت سے طلباء ان سے مستفید ہوئے، ۱۹ ر ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۶ء میں انتقال ہوا، اپنے والد کے مزار کے قریب دروازہ کے سامنے دفن ہوئے۔

(۳۳۳) ملا عبدالقادر بدایونی

ملا عبدالقادر ابن ملوک شاہ، شہربدایوں کے اکابر سے تھے، شیخ مبارک ناگوری کے شاگرد اور صاحب فضل و کمال تھے، اکبر بادشاہ کی ملازمت میں شامل ہوئے، محفل خلوت میں باریابی حاصل تھی(۱) اکثرہندی کتابوں کے انتخاب اور ترجمے پر مامور رہے، رامائن کا فارسی میں ترجمہ کیا اور تاریخ کشمیر کا انتخاب کیا، تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ کتاب منتخب التواریخ جس کو تاریخ بدایونی بھی کہتے ہیں(☆) ان کی حق گوئی اور فضل و کمال کی واضح دلیل ہے۔ کتاب مذکور ۲۳ ر جمادی الثانی ۱۰۰۴ھ ر ۱۵۹۶ء کو تمام ہوئی۔ صاحب ترجمہ (ملا عبدالقادر بدایونی) نے اس کے اختتام کی تاریخ اس طرح کہی ہے۔

قطعہ تاریخ اتمام منتخب التواریخ

از ملا عبد القادر بدایونی

شکر اللہ کہ با تمام رسید　　منتخب از کرم ربانی
سال تاریخ ز دل جستم و گفت　　انتخابی کہ ندارد ثانی

ثانی سے دو حرف مراد ہیں' ایک نون کہ حرف اول کا ثانی ہے' دوسرے یائے تحتانی جو حرف آخر کا ثانی ہے۔ جب ان دونوں حروف کے اعداد جن کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے "انتخابی" سے نکال دیں تو کتاب کا سال اتمام نکل آتا ہے(☆☆) سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ نامہ خرد افزاء کے نام سے کیا ہے جس سے ترجمہ کی تاریخ نکلتی ہے یہ بھی ان کے کمال کی دلیل ہے۔

(۳۳۴) شیخ عبدالقدوس گنگوہی

شیخ عبدالقدوس گنگوہی' صاحب علم و عمل اور اکابر علمائے صوفیہ میں سے تھے' شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے مرید تھے اور شیخ احمد عبدالحق ردولوی کی روحانیت سے کامل اعتقاد رکھتے تھے۔ کتاب انوار العیون ان کی تصنیف ہے جس میں قریب سات فنون کا ذکر ہے۔ ۹۴۵ھ ر ۹۹-۱۵۳۸ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۳۵) مولوی عبدالقدوس فرنگی محلی

مولوی عبدالقدوس فرنگی محلی' مفتی محمد یعقوب بن ملا عبدالعزیز کے بڑے صاحبزادے اور حافظ قرآن تھے۔ کتب معقول اپنے والد سے اور کتب منقول ملا حسن سے پڑھیں اور جامع معقول و منقول ہوئے۔ تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ان کو اپنے بیٹے عبدالسلام کی موت سے جو خوب استعداد اور حظ مرغوب رکھتے تھے سخت صدمہ پہنچا اور انتقال ہوگیا۔(☆)

(۳۳۶) ملا عبدالکریم کاکوروی

ملا عبدالکریم بن حافظ شہاب الدین بن شیخ بھکھاری کاکوروی' ۱۳ سال کی عمر میں

کتب درسیہ سے فراغت حاصل کرلی اور بطور سیاحت دہلی پہونچے۔ خواجہ قطب الدین اوشی کے مزار فائض الانوار پر کچھ مدت مراقب رہے۔ پھر حضرت خواجہ باقی باللہ کے حلقہ میں بیٹھے اور کاکوری واپس آگئے۔ مخلوق کے ارشاد و ہدایت میں عمر بسر کردی تاکہ اللہ کی رحمت حاصل ہو۔ سال انتقال معلوم نہ ہوا۔(☆)

(۳۳۷) حاجی عبدالکریم لاہوری

حاجی عبدالکریم' عالم باعمل و فاضل بے بدل' شیخ(۱) نظام الدین بلخی کے مرید تھے' شرح فصوص الحکم' (فارسی) اور اسرار عجیبہ ان کی تصانیف ہیں۔ اسرار عجیبہ چشتیہ اذکار و اشغال کے بیان میں ہے۔ ۱۰۴۵ھ ر ۶-۱۶۳۵ء میں اس جہان سے رحلت کی۔ علیہ الرحمہ و الغفران

(۳۳۸) ملا عبدالکریم پشاوری

ملا عبدالکریم بن ملا درویزہ پشاوری (۱) آخوند کریم داد(۲) کے نام سے مشہور تھے' علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کرکے محقق افغانستان ہوئے۔ صوفی مشرب عالم تھے۔ میر سید علی غواول سے خرقہ خلافت پایا۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے' کتاب مخزن الاسلام ان کی تصنیف ہے۔ ان کی کرامت کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ایک جزو کاغذ روزانہ اپنے کمرے میں لے جاتے تھے اور چراغ کی روشنی کے بغیر لکھتے تھے اور صبح کو اپنے دوستوں کو دیتے تھے یہاں تک کہ کتاب ختم ہوگئی۔ ۱۰۷۲ھ ر ۲-۱۶۶۱ء میں وفات پائی اور علاقہ یوسف زئی میں دفن ہوئے۔(☆)

(۳۳۹) قاضی سید عبدالکریم رائے بریلوی

قاضی سید عبدالکریم' ابن سید محمد مقیم رئیس قدیم رائے بریلی' ان کے نانا قاضی محمد آصف صوفی نگرامی تھے۔ علم و عمل اور صلاح و تقوی کے مالک تھے۔ پہلے خاندان نقشبندیہ میں مولوی شاہ عبدالکریم چوراسی خلیفہ شاہ لال(۱) رائے بریلوی کے مرید ہوئے اور اشغال و اذکار نقشبندیہ سے مستفیض ہوئے۔ مولانا شاہ عبدالرحمان نزیل لکھنؤ کی خدمت میں حاضر ہوکر دیگر سلاسل چشتیہ' قادریہ' سہروردیہ' اویسیہ اور قلندریہ

کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ ان سے مخلوق کو فیض پہنچتا تھا۔ متعدد رسائل تالیف کئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے وسیلہ النجات فی احکام الاموات، الکلام المتین فی کشف اسرارالحق و الیقین، رسالہ در بیان مراتب ولایت و خاتم آن، رسالہ در محاکمہ مبحث وجود مطلق و وجود عام، رسالہ در فرق میان بروز تناسخ۔ ۲۲ رجب ۱۲۴۸ھ ر ۱۸۳۲ء میں رائے بریلی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ نوراللہ مرقدہ

(۳۴۰) شیخ عبدالکریم سہارن پوری

شیخ عبدالکریم سہارن پوری، انصاری، صاحب وجد و حال شخص تھے، تمام علوم و فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ۱۴ر محرم ۱۰۲۴ھ ر ۱۶۱۵ء (۱) میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک عزیز نے "شمع ارشاد حق" سے تاریخ انتقال نکالی ہے۔ مولف کتاب (مولوی رحمان علی) نے کتاب کی تالیف کے وقت(۲) اس کو نظم کردیا ہے۔(☆)

قطعہ تاریخ انتقال شیخ عبدالکریم انصاری
از مولوی رحمان علی مولف تذکرہ

شیخ عبدالکریم انصاری — بود از خطہ سہارن پور
از محرم چو چاردہ بگذشت(۳) — رخت بربست سوئے رب غفور
"شمع ارشاد حق" گفت کے — سال نقل در حال آں مبرور

(۳۴۱) ملا عبداللطیف سلطان پوری

ملا عبداللطیف سلطان پوری، اورنگ زیب بادشاہ کے معلمان سے تھے۔ معقولات و منقولات میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ ۱۰۳۶ھ ر ۷-۱۶۲۶ء میں انتقال ہوا۔ "آفتاب علم را آمد کسوف" (=۱۰۳۶ھ) سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔(☆)

(۳۴۲) میر عبداللطیف قزوینی

میر عبداللطیف قزوینی(۱) سادات حسینی، علوم عقلی و نقلی میں بہرہ تمام رکھتے تھے۔ ان کے آباء و اجداد کا سلسلہ تاریخ میں مشہور ہے۔ چوں کہ تمامی سیفی سادات متعصب سنی ہوتے ہیں اس لئے شاہ طہماسپ بادشاہ ایران نے ان کی زمین اور مال و متاع کو ضبط

کرلیا۔ میر موصوف ولایت عراق سے ۹۶۹ھ ر ۲-۱۵۶۱ء میں متوجہ ہند ہوئے۔ اکبر بادشاہ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ بادشاہ نے ان سے دیوان حافظ کے چند اسباق پڑھے۔ ۵ ر رجب ۹۸۱ھ ر ۱۵۷۳ء میں فتح پور سیکری میں انتقال ہوا، بالائے قلعہ اجمیر میں میر سید حسین خنگ سوار کے قریب دفن ہوئے، قاسم ارسلان نے "فخر آل یٰس" سے تاریخ انتقال نکالی ہے۔(☆)

(۳۴۳) مولوی عبدالمجید بدایونی

مولوی عبدالمجید بدایونی، ابن عبدالحمید ابن مولوی محمد سعید بن مولوی محمد شریف بن مولوی محمد شفیع بدایونی، ۲۹ ر رمضان ۱۱۷۷ھ ر ۱۷۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ "ظہور اللہ" ان کا تاریخی نام ہے، ابتدائے عمر سے مولوی محمد علی بدایونی کی خدمت میں تربیت حاصل کی۔ کمال زہد و تقویٰ اور علم دین کی تعلیم میں مشغول رہے۔ اکثر کتب مروجہ ان کی خدمت میں پڑھیں ان کے انتقال کے بعد بقیہ درسی کتابیں مولوی ذوالفقار علی ساکن قصبہ دیوہ مضاف لکھنؤ، تلمیذ مولانا نظام الدین ابن ملا قطب الدین سالوی سے پڑھیں۔ علم سے فراغ حاصل کرنے کے بعد مرشد کامل کی طلب میں پائے استقامت رکھا چوں کہ بہت سے مشائخ وقت شریعت کا اتباع نہیں کرتے تھے اس لئے اس گروہ سے نفرت شروع ہوگئی لیکن جب قسمت بیدار ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت ہادی المضلین سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جناب محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی اور مخدوم الانام، کان نمک، گنج شکر شیخ فرید الدین نیز دوسرے اولیاءاللہ قدس اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ سے جناب غوث الاعظم نے صاحب ترجمہ (مولوی عبدالمجید بدایونی) کا ہاتھ شاہ آل احمد مارہروی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب وہ رحمتہ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو مارہرہ کا راستہ لیا اور اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زہد و تقویٰ اور اتباع شریعت کو کامل طور سے پایا، ان کے مرید ہوئے۔ خلافت سے سرفراز ہوئے، اپنے مرشد سے عین الحق کا لقب پایا۔ اسی (۸۰) سال کی عمر میں حج و زیارت حرمین شریفین زاد ہمااللہ شرفا سے مشرف ہوئے، کتاب مواہب

المنان شرح جواہر الرحمان (ملفوظات غوثیہ)، رسالہ رد روافض در فارسی رسالہ رد وہابیہ در ہندی(۱) اور دوسرے رسالے ان کی تصنیفات سے ہیں۔(☆) ان کے شاگردوں میں شاہ آل رسول مارہروی اور مولوی افتخار الدین ہیں۔ صاحب ترجمہ علیہ الرحمتہ (مولوی عبدالمجید) ۱۷ر محرم الحرام ۱۲۶۳ھ ر ۱۸۴۶ء میں فوت ہوئے، دیار و امصار(۱) علماء و شعراء نے ان کے انتقال کی تاریخیں کہی ہیں۔(☆☆)

قطعہ تاریخ انتقال مولوی عبدالمجید بدایونی

از مفتی سعداللہ آشفتہ مراد آبادی

جناب مقدس شہ کاملین — امام ہدی قبلۂ اہل دین
بعلم و عمل یادگار سلف — فیضش منور دل عارفین(۲)
سر اولیاء شاہ عبدالمجید — خدائیش دہد جنت حور عین
بماہ محرم شب ہفت دہم — بسوئے جنان شد عزیمت گزیں
رقم کردہ آشفتہ تاریخ آن — کہ "گردید واصل بخلد بریں"

(۳۴۴) قاضی عبدالمقتدر دہلوی

قاضی عبدالمقتدر دہلوی، ابن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی الدہلوی خلیفہ شیخ نصیرالدین محمود اودھی، دانشمند فیاض، درویش کامل اور قاضی شہاب الدین کے استاد تھے، نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ ان کے قصائد و غزلیات بھی ہیں۔ ان کا ایک قصیدہ "لامیتہ العجم" کے جواب میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہے اور ان کی فصاحت کے کمال پر دلالت کرتا ہے، ہمیشہ درس دیتے اور افادۂ علم میں مشغول رہتے تھے، کہ نصیرالدین محمود اور ان کے اکثر خلفاء کا یہی طریقہ تھا،(۲) وہ طلباء کو حفظ شریعت کی پابندی کی وصیت کرتے تھے ان کا قول تھا کہ ایک شرعی مسئلہ میں فکر کرنا ایسی ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے جو تکبر اور ریا سے داغ دار ہوں۔ کہتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے میں وہ شیخ نصیرالدین محمود کی خدمت میں جاتے تھے اور بحث کرتے تھے۔ شیخ ان کو اور ان کی بحثوں کو ہمیشہ پسند کرتے تھے اور ان کو

تحصیل علم پر رغبت دلاتے تھے آخر کار وہ شیخ کے مرید ہوگئے۔ فضیلت ظاہر کے ساتھ نعمت باطن سے بھی سرفراز ہوئے۔ ان کے ایک معتقد نے ایک کتاب "مناقب الصدیقین" لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن قاضی شہاب الدین کو کچھ سونا ملا، انھوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس سونے کو کہیں دفن کردو، یہ کہہ کر قاضی عبدالمقتدر کی مجلس میں چلے گئے۔ جیسے ہی ان کی نظر قاضی شہاب الدین پر پڑی تو کہا کہ تم سونے کو دفن کرنے والے ہو تم کب علم حاصل کرسکتے ہو؟ قاضی شہاب الدین اپنی بات پر متنبہ ہوئے۔

قاضی عبدالمقتدر کہتے تھے کہ میرے پاس ایک طالب علم آتا ہے کہ اس کا پوست علم، اس کا مغز علم اور اس کی ہڈیاں علم ہیں اور اس طالب علم سے قاضی شہاب الدین کو مراد لیتے تھے۔ ۲۶ر محرم ۷۹۱ھ ر ۱۳۸۸ء میں ۸۸ (۳) سال کی عمر میں انتقال ہوا، ان کی قبر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے یہاں حوض شمسی کے جنوب کی طرف ہے نوراللہ مرقدہ۔ (☆)

(۳۴۵) شیخ عبدالنبی صدر الصدور گنگوہی

شیخ عبدالنبی صدر الصدور، بن شیخ احمد بن عبدالقدوس گنگوہی(☆)، چند مرتبہ حرمین شریفین گئے، حدیث کا علم پڑھا۔ بعد ازاں جب واپس آئے تو اپنے آبا و اجداد کے خلاف سماع و غنا کا انکار کرنے لگے و طریقہ محدثین کو اختیار کیا، تقویٰ و طہارت اور ظاہری صفائی و عبادت میں مشغول رہتے تھے، ان کے والد نے سماع کی اباحت میں ایک رسالہ لکھا تھا، انھوں نے سماع کے انکار میں رسالہ لکھا، غرض یہ بہت تکلیف و ایذا کا سبب ہوا۔ اس سے ان کی بہت شہرت ہوگئی، اکبر بادشاہ اس زمانہ میں "صدر" کے متلاشی تھے، جو علم و دیانت سے متصف ہو۔ بعض سفارشوں کی بناء پر ۹۰۱ھ ر ۶-۱۴۹۵ء میں ان کو "صدر الصدور" مقرر کردیا(☆) وہ اپنے عہدہ پر مستقل رہے اور مال و منصب کے سلسلہ میں جتنا کہا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ حاصل کیا، کسی بادشاہ کے زمانہ میں ایسا صدر نہیں ہوا۔ بادشاہ کو کچھ دنوں تک ان سے ایسا اعتقاد رہا کہ ان کے پیروں کے سامنے جوتیاں رکھتے تھے۔ آخر مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری کی

مخالفت اور دوسرے علماء کے قضیہ سے معاملہ الٹا ہوگیا اور بعض معاملات کی بنا پر ان سے مزاج سلطانی برہم ہوگیا۔ ۹۸۶ھ ر ۹-۱۵۷۸ء میں صدارت کے عہدہ سے معزول ہوئے' آخر بہت خرابی کے بعد انھیں اور ملا عبداللہ سلطان پوری کو جو باہم مخالف تھے ایک دوسرے کا رفیق بناکر مکہ معظمہ بھیج دیا گیا۔ پھر بھی دونوں کے درمیان سے کدورت رفع نہیں ہوئی۔ آخر بے صبری کرکے وہ دونوں پھر ہندوستان واپس آگئے۔ مولانا ملا عبداللہ نے ۹۹۱ھ ر ۱۵۸۳ء میں گجرات میں وفات پائی اور شیخ عبدالنبی بادشاہ کی خدمت میں آئے مدتوں قید خانے میں قید رہے اور اسی قید میں ۹۹۲ھ ر ۱۵۸۴ء میں انتقال ہوا۔(۱) امام قفال مروزی شافعی نے امام ابو حنیفہ پر جو طعن کیا تھا اس کے رد میں عربی زبان میں شیخ عبدالنبی نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔(☆☆)

(۳۴۶) عبدالنبی شطاری

ان کا نام عماد الدین محمد عارف عثمانی صوفی تھا۔ شطاری سلسلہ میں بیعت و اجازت تھی' حنفی مذہب تھے۔ شریعت کے نہایت متبع تھے۔ شیخ عبداللہ صوفی شطاری اکبر آبادی کے مرید تھے۔ بڑے عالم اور صوفی تھے۔ ان سے عجیب و غریب تصانیف یادگار ہیں۔

تصانیف:۔

فواتح الانوار شرح لوائح الاسرار ملا جامی' روائح شرح لوائح مختصر فواتح مذکور' ذریعتہ النجاۃ شرح المشکوٰۃ' شرح الفصوص' شرح ترجمہ فصوص' شوارق اللمعات فی شرح اللمعات' شرح خلاصتہ العشق' شرح جام جہان نما' شرح اللطیفتہ الغیبیہ' شرح نخبتہ الفکر' شرح آداب حنفی' شرح معمائی میر حسن' شرح جواہر خمسہ' شرح کلید مخازن' شرح تحفہ حل الودود' فیض الخبیر شرح حاشیہ سید شریف برعضدی' رسالہ در تعریف فقر' رسالہ کشف الجواہر' رسالہ در اسم ذات' رسالہ در شرح حدیث خیرالاسماء عبداللہ و عبدالرحمان' رسالہ کنوز الاسرار فی اشعار اشطار' جامع کلم الصوفی' مقامات العارفین' فتوحات المغیبیہ' حدائق الانشاء' رسالہ ناسخ و منسوخ مسمی بدستور المفسرین'

بحرالکرم شرح عین العلم' حاشیہ شرح جامی از مبحث حال تا مجرورات' سواطع الالہام شرح تہذیب الکلام(۱) شرح حدیث الصلوٰۃ معراج المومنین' شرح حدیث کنت کنزاً مخفیا' دستورالسعادۃ فی بیان الولایتہ' فیض القدوس منتخب نقد النصوص' مطالع الانوار الخفی شرح اجوبتہ الولی جواہر الاسرار' شرح الفصوص الفارابی' فیض الملک المبین شرح حق المبین' حاشیہ برنقد النصوص' لوامع الانوارنی مناقب السادات الاطہار' رسالہ سماع' رسالہ در جواب اسولہ فاضل نارنولی' شرح جواب شیخ ابن سینا کہ برمکتوب ابوالخیر مولانا ابو سعید نوشتہ' مواہب الٰہی شرح اصول ابراہیم شاہی' شرح ارشاد النحو قاضی شہاب الدین' روح الارواح شرح حکمتہ اشراقیہ(۲)' رسالہ ایمان فرعون' رسالہ خلوات الوجود' رسالہ ناسخ التناسخ' شرح حضرات خمس وغیرہ۔

ان کا سال انتقال معلوم نہ ہوسکا' فواتح الانوار کے خاتمہ میں جو بتاریخ ۸ ر ذی الحجہ یوم جمعہ ۱۰۲۰ھ ر ۱۶۱۱ء میں تصنیف ہوئی لکھتے ہیں۔ "بروز جمعہ ۸ ر ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ ر ۱۶۱۲ء میں والد بزرگوار کے مرقد کے پاس شہر آگرہ میں (اللہ اس کو تمام مکروہات سے محفوظ رکھے) فراغ حاصل کیا اور اس کے اتمام کی تاریخ "افضال حق" ہوئی۔" اس عبارت سے صاحب ترجمہ (عبدالنبی شطاری) کا زمانہ حیات جیسا کہ ذکر ہوا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔(☆)

(۳۴۷) ملا عبدالنبی احمد نگری

ملا عبدالنبی احمد نگری' ابن قاضی عبدالرسول عثمانی احمد نگری گجراتی' اپنے زمانے کے علامہ اور یگانہ دوران تھے' شاہ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کے مرید و شاگرد تھے' ان کی بہت سی تصنیفات مشہور ہیں جن سے ان کا علمی مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ ان میں ایک کتاب جامع الغموض(۱) منبع الفیوض کے نام سے کافیہ (نحو) کی مبسوط شرح فارسی زبان میں ہے جو ۱۱۴۴ھ ر ۲-۱۷۳۱ء میں بمقام احمد نگر مضاف گجرات دکن میں تالیف کی اور شرح تہذیب یزدی پر حاشیہ لکھا۔ شکراللہ سعیہ.

(۳۴۸) شیخ عبدالواحد بلگرامی شاہدی

شیخ عبدالواحد بلگرامی' شاہدی تخلص' فضائل و کمالات اور ریاضات و عبادات

کے مالک تھے' اچھے اخلاق اور نیک صفات سے متصف تھے۔ ان کے باپ کا نام ابراہیم بن خطیب تھا ان کا اصل وطن بلگرام ہے۔ ان کے بزرگوں میں سے بعض نے قصبہ باڑی میں قیام کرلیا' وہ بلگرام آگئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ سید حسین ساکن سکندہ کے مرید تھے۔ ان کی تصنیفات حقائق و معارف سے عبارت ہیں۔ ان میں سے حقائق ہندی' حل شبہات' شرح کافیہ (تابحث غیر منصرف' اس کو تصوف کے معانی سے حل کیا ہے)' شرح نزہتہ الارواح اور سبع سنابل تصوف میں ہیں۔ اکبر بادشاہ نے ان کو بہت تعظیم سے بلایا' سیورغال میں زمین دی' مؤلف نفائس المآثر نے ان کو اکابر قنوج سے شمار کیا ہے اس لئے کہ بلگرام سرکار قنوج میں شامل تھا۔ ان کی منظومات میں "مناظرہ انبہ و خربوزہ" اہل ذوق کو لطف دیتا ہے۔ ان کی عمر سو ۱۰۰ سے متجاوز ہوگئی تھی۔ انتقال شب جمعہ سوم رمضان ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء میں بلگرام میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ایک عزیز نے اس طرح تاریخ نکالی ہے۔

چورفت واحد صوری و معنوی گفتم
"ہزار و ہفدہ شب جمعہ و ماہ صوم سیوم"

مصرعہ ثانی میں تاریخ ظاہر اور پوشیدہ موجود ہے' اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حساب جمل سے دوسرے مصرع میں بیس عدد زیادہ ہیں اور ان کا بڑے لطیف انداز میں تخرجہ کیا ہے یعنی لفظ "واحد" جس کے ۱۹ عدد ہیں اور واحد کے لفظی معنی "ایک" ہیں' اس طرح ان کا مجموعہ بیس ہوا۔ ان کو مصرع ثانی کے اعداد سے خارج کردیا تو "۱۰۱۷" ان کی وفات کے اعداد باقی رہ گئے۔(۱)

(۳۴۹) میر عبدالواحد بلگرامی

واحد اور ذوقی تخلص رکھتے تھے' ہندی اور فارسی زبان میں شعر کہتے تھے' انہوں نے دیوان کے انداز پر "شکرستان خیال" ایک کتاب در وصف حلویات مرتب کی ہے۔ جس میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں۔ لاہور کے زمینداروں کی لڑائی میں دو محرم ۱۱۳۴ھ / ۲-۲۱-۱۷۲۱ء کو قتل ہوئے۔(۱)

(۳۵۰) مولوی عبدالواحد فرنگی محلی

مولوی عبدالواحد' مولوی عبدالاعلیٰ بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے بڑے صاحبزادے تھے' پہلے ملا ازہار الحق فرنگی محلی(۱) کی خدمت میں تحصیل علم کی اور بقیہ درسی کتابیں اپنے دادا کی خدمت میں مدراس میں پڑھیں' تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد منصب قضا و افتاء کے حاصل کرنے کے ارادہ سے کلکتہ گئے اور عدالت بنگال کے حاکم ہارنکٹن سے ملاقات کی مگر مقصد حاصل نہ ہوا' فتح دہلی کے بعد ڈھائی سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر حاکم مذکور کی سفارش سے رہتک کے مفتی ہوگئے۔ وہاں سے تبدیل ہوکر پانی پت پہنچے۔ کچھ دنوں کے بعد انتقال ہوگیا۔(☆)

(۳۵۱) مولوی عبدالواجد خیر آبادی

مولوی عبدالواجد خیر آبادی' مولوی محمد اعلم سندیلوی کے بھانجے اور شاگرد تھے۔ ان کے شاگردوں میں مولوی فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی بہت مشہور ہوئے ہیں رحمتہ اللہ علیہا ۔ مولوی امام العالم مرحوم خیر آبادی شارح قصیدہ بردہ ان کے پوتوں میں تھے' جو مئولف اوراق (مولوی رحمان علی) کے ہم سبق تھے اور طبع و ذہن کے اعتبار سے مشار الیہ (مولوی عبدالواجد خیر آبادی) کی مثل تھے غفر اللہ لہ۔(☆)

(۳۵۲) مولوی عبدالواجد فرنگی محلی

مولوی عبدالواجد فرنگی محلی' مولوی عبدالاعلیٰ بن مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے چھوٹے بیٹے تھے' بچپن ہی میں اپنے دادا کے پاس مدراس چلے گئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی عبدالرب سے' درمیانی کتابیں دوسروں سے اور بڑی کتابیں اپنے دادا مولانا عبدالعلی کی خدمت میں پڑھیں پھر لکھنؤ واپس آگئے' وہ اور ان کے چھوٹے چچا مولوی عبدالرب لکھنؤ میں تھے کہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کا مدراس میں انتقال ہوگیا' ان کے انتقال کی خبر سن کر مولوی عبدالواجد اور ان کے چچا مولوی عبدالرب مدراس پہنچے اور مولانا مرحوم کی جگہ کے خواہشمند ہوئے' چوں کہ اس سے پہلے مولوی علاء الدین ان کی جگہ پر مقرر ہوچکے تھے رئیس وقت نے ان کا ہٹانا مناسب نہ سمجھا اسی

وجہ سے مولانا مرحوم کے خاص مدرسہ کو جو ان کا اپنا تھا مولانا مرحوم کے بیٹے مولوی عبدالرب کے سپرد کردیا اور مولوی علاء الدین کو دوسری جگہ دے دی۔ مولانا مرحوم کا نصف مشاہرہ مولوی عبدالرب کو اور نصف مولوی علاء الدین کو مقرر کیا۔ مولوی عبدالرب اپنے بھتیجے مولوی عبدالواجد کو اپنا قائم مقام کرکے خود علیحدہ ہوگئے۔ اس وقت سے مولوی عبدالواجد مولانا مرحوم کے مدرسہ کے نیابتہ مدرس ہوئے (مولوی عبدالواجد) لاولد فوت ہوئے۔(☆)

(۳۵۳) حاجی عبدالولی طرخانی کشمیری

حاجی عبدالولی طرخانی(۱) کشمیری، دانشمند کامل اور محدث تھے۔ اپنے وطن طرخان واقع ترکستان سے حرمین شریفین پہنچے اور حج سے مشرف ہوئے۔ مدرسہ دارالشفاء میں شیخ ابوالحسن سندھی سے حدیث و تفسیر کی اجازت حاصل کرکے کشمیر واپس آئے اور تتمۃ الحواشی ملا کوبج کو شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کی خدمت میں تحفتہً پیش کیا، کتب حدیث و تفسیر کی اجازت ان کو دی اور ایک مدت تک ان کے مکان پر مقیم رہے، آخر ظالموں کے ہاتھ(۲) سے ۱۱۷۱ھ ر ۸-۱۷۵۷ء میں جام شہادت نوش کیا۔

(۳۵۴) مولوی عبدالوالی فرنگی محلی

مولوی عبدالوالی فرنگی محلی، ابن محمد ابوالکرم بن مفتی محمد یعقوب، تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد اپنے نانا ملا انوار الحق سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ برحق اور مجاز مطلق ہوئے۔ تمام عمر یاد الٰہی اور عبادات و ریاضات میں بسر کردی۔ ۲۲ ر شعبان کی رات ۱۱۷۶ھ ر ۱۷۶۳ء میں نوے سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں جاپہنچے، مولوی عبدالباسط نے "کنت کنزاً مخفیا" سے تاریخ وفات نکالی ہے (۱)

(۳۵۵) مولوی عبدالوحید فرنگی محلی

مولوی عبدالوحید فرنگی محلی، بن مولوی عبدالواحد فرزند اکبر(۱) مولوی عبدالاعلیٰ بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم، کتب درسیہ مولوی قدرت علی، مولوی سراج الحق، مولوی ولی اللہ اور اپنے چچا مولوی عبدالواجد فرنگی محلی سے پڑھیں۔ ۵ ر شعبان ۱۲۰۹ھ ر

۱۷۹۵ء کو لاولد فوت ہوئے۔(☆)

(۳۵۶) حاجی سید عبدالوہاب بخاری

حاجی عبدالوہاب بخاری، شاہ جلال بخاری کی اولاد میں سے ہیں جو جلال الدین مخدوم جہانیاں کے دادا تھے۔ شاہ جلال مذکور کے دو بیٹے تھے ایک سید احمد اور دوسرے سید محمود، مخدوم جہانیاں سید محمود کے بیٹے تھے اور حاجی عبدالوہاب سید احمد کی اولاد میں ہیں رحمتہ اللہ علیہ۔ وہ بزرگ (حاجی عبدالوہاب) علم و عمل اور حال و محبت سے متصف تھے۔شروع زمانہ میں جب وہ ابھی ملتان میں رہتے تھے ایک روز اپنے سسر، پیر اور استاد شاہ صدر الدین بخاری کی خدمت میں بیٹھے تھے ان سے انھوں نے سنا وہ فرماتے تھے دنیا میں ابھی دو نعمتیں موجود ہیں جو تمام نعمتوں سے افضل ہیں۔ لیکن لوگ ان دونوں نعمتوں کی قدر نہیں پہچانتے اور ان کا خیال نہیں کرتے اور ان کے حصول سے غافل ہیں، ایک یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک مدینہ میں زندہ صفت(۳) میں موجود ہے اور لوگ اس سعادت کو حاصل نہیں کرتے اور دوسرے قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ بے واسطہ اس سے کلام کرتا ہے اور مخلوق اس سے غافل ہے۔ جب شاہ عبدالوہاب نے اپنے پیر کی یہ بات سنی تو اپنے پیر کے پاس سے اٹھے اور مدینہ کی زیارت کی رخصت چاہی۔ خشکی کے راستہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو گئے اور یہ سعادت حاصل کرکے وطن واپس آئے۔ پھر بعض واقعات زمانہ کی بنا پر سلطان سکندر لودھی کے عہد میں دہلی آئے۔سلطان سکندر لودھی ان کا بہت معتقد ہوا جو کچھ ان کی تعظیم و تکریم کے شرائط تھے ان کی رعایت کی۔ انھوں نے دوبارہ پھر دہلی سے حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کیا اور بار دیگر اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کیا۔ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بشارتیں(۴) پائیں اور پھر دہلی آگئے۔ ان کی ایک تفسیر ہے جس میں اکثر بلکہ تمام قرآن مجید کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت سے عبارت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اس میں بہت سے نکات عشق اور اسرار محبت درج کیے ہیں

غالباً اس کا وقوع غلبہ حال و استغراق میں ہوا تھا۔ ان کی کچھ باتیں شیخ المحدثین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) نے انتخاب کرکے اخبار الاخیار میں درج کی ہیں۔ تفسیر مذکور کی تصنیف کا آغاز ماہ ربیع الثانی ۹۱۵ھ ر ۱۵۰۹ء میں ہوا اور اس کا اختتام بروز دوشنبہ ۱۷ ر ماہ شوال سن مذکور میں ہوا۔ وہ ۹۳۲ھ ر ۶-۱۵۲۵ء میں فوت ہوئے کہ ''شیخ حاجی'' سے اتنے ہی عدد نکلتے ہیں۔ ان کا مقبرہ شاہ عبداللہ کے مقبرہ کے قریب دہلی میں واقع ہے۔ ان کو شاہ عبداللہ سے زندگی میں اس قدر محبت و علاقہ تھا' جیسے کہتے ہیں کہ ''فنا فی الشیخ ہوتا ہے'' چنانچہ ان کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔(☆)

(۳۵۷) میر عبدالوہاب منور آبادی

میر عبدالوہاب منور آبادی' بن میر ہاشم' عالم عامل' فقیہ کامل' متورع اور متقی تھے۔ تمام عمر قال اللہ و قال الرسول کے ذکر میں بسر کردی۔ اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۱۵۲ھ ر ۴۰-۱۷۳۹ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۵۸) شیخ عبدالوہاب قنوجی

نواب منعم خاں بہادر خطاب تھا۔ شہر قنوج محلہ راج گیر کے رہنے والے تھے' فاضل جلیل' عالم بے بدل' علوم متعارفہ میں مہارت کلی رکھتے تھے' علوم درسیہ میں ان کی مفید تصانیف ہیں' ان میں سے مفتاح الصرف اور بحر المذاہب علم کلام میں اور کتاب الصدرہ(۱) عقائد میں بتائی جاتی ہے۔(☆)

(۳۵۹) سید عبدالوہاب سالوری

شاہ عبدالوہاب سالوری ابن شاہ عبدالمجید(۱)' کہتے ہیں کہ ان کا علم خدائی عطیہ تھا' مطالعہ کتب اور تدریس علم میں مشغول رہتے تھے۔ ۹۶۵ھ ر ۲-۱۵۶۱ء میں انتقال ہوا اور سالورہ میں دفن ہوئے۔

(۳۶۰) شیخ عبدالوہاب متقی

شیخ عبدالوہاب متقی' ابن شیخ ولی اللہ مندوی برہان پوری' عہد طفلی میں ان کے

والدین کا انتقال ہوگیا' اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور طلب حق میں' فقر' تجرد' مسافرت اور دنیا کی سیاحت اختیار کی' انھوں نے زیادہ تر گجرات' نواح دکن' سیلان (سری لنکا) اور سراندیپ میں سیاحت کی' تین روز سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرتے تھے۔ مگر بعض شہروں میں تحصیل علم اور مشائخ و صلحاء کی صحبت کی بناء پر نیز حاجت و غرض کے پورا ہونے تک ضرورت کے موافق ٹھہرتے تھے۔ عین عالم جوانی میں ماہ جمادی الاولیٰ(۱) ۹۶۳ھ ر ۱۵۵۶ء میں مکہ معظمہ پہنچے۔ جب شیخ علی متقی نے ان کے آنے کی خبر سنی تو اس تعارف کی بنا پر جو پہلے ان کے والد سے تھا' بہت مہربانی اور مدارات سے پیش آئے اور ساتھ رہنے کے لئے کہا' اول انھوں نے اپنے ذاتی استغناء کی بناء پر کہا کہ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ کیا نصیب میں ہے۔ غرض شیخ کا فضل و کمال دیکھ کر ان کی صحبت اختیار کرلی اور شیخ کی تالیفات کی کتابت اور ان کے مقابلہ و تصحیح(۲) میں مشغول ہوگئے' بارہ سال تک شیخ کی مصاحبت میں رہے اور فقہ و حدیث وغیرہ علوم شرعیہ میں مہارت کامل حاصل کی اور کاملین اولیاء اللہ سے ہوئے۔ شیخ کی وفات کے بعد ۳۶ سال تک مکہ معظمہ میں علوم ظاہر و باطن کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے اور ایام اقامت میں ایک حج بھی فوت نہ ہوا۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے مکہ معظمہ میں ان سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی اور ان کے مرید ہوئے۔(۳) انھوں نے ۱۰۰۱ھ ر ۳-۱۵۹۲ء میں اس عالم فانی سے ملک جاودانی کو کوچ کیا۔

''مندو'' پہلے سلاطین مالوہ کا دارالحکومت تھا اور اب ریاست دھار کے زیر حکومت ہے اور مانڈو گڑھ کے نام سے مشہور ہے۔(☆)

(۳۶۱) شیخ عزیز اللہ تلبنی

شیخ عزیز اللہ تلبنی' صاحب ارشاد و ہدایت اور متبحر دانش مند تھے۔ سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں ملتان سے(۱) سنبھل میں آکر سکونت اختیار کی' فیاض طبع اور حاضر ذہن تھے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت ذہین مدرس ہیں۔ ہر قسم کی مشکل کتابیں منتہی طلباء کو پڑھاتے تھے اور بغیر مطالعہ کے درس دیتے تھے' کہتے ہیں کہ بار ہا ایسا ہوا ہے

کہ لوگ امتحان کی غرض سے ایسے سوالات لاتے تھے کہ جن کے جوابات بہت مشکل ہوتے تھے شیخ بغیر کسی وقت کے فوراً حل کر دیتے تھے۔

میاں حاتم سنبھلی ان کے ارشد تلامذہ میں تھے' ان کی عجیب و غریب تصانیف مشہور ہیں ان میں سے رسالہ عینیہ ہے جو انھوں نے شیخ امان اللہ پانی پتی کے رسالہ غیریہ کے جواب میں لکھا ہے۔ ۹۷۵ھ ر ۸-۱۵۶۷ء میں اپنا رخت ہستی اس جہان سے عالم جاودان کو لے گئے۔

تلنبہ ملتان کے قریب ایک شہر ہے۔(☆)

(۳۶۲) مولوی عسکر علی سندیلوی

مولوی عسکر علی سندیلوی' مولوی حمد اللہ سندیلوی کے بڑے بیٹے تھے' اپنے والد سے تحصیل علوم کی اور فراغ حاصل کیا اور ان ہی کے توسل سے بادشاہ دہلی کے حضور میں باریاب ہوئے' دربار شاہی سے "خیراللہ خاں" خطاب اور چند گاؤں جاگیر میں ملے' مدرسہ کی تعمیر پر مامور ہوئے(ا) مدرسہ مذکور کی تعمیر نواب ابوالمنصور خاں صوبہ دار اودھ کے زیر اہتمام شاہی حکم سے ۱۱۳۶ھ ر ۴-۱۷۲۳ء میں اتمام کو پہنچی' اور مدرسہ "منصوریہ" کے نام سے مشہور ہوا' اس کی تعمیر کی تاریخ خیراللہ خاں کی مناسبت سے لفظ "خیرالمدراس" سے نکلتی ہے۔ (مولوی عسکر علی) اس مدرسہ میں طلباء کے درس و افادہ میں مشغول رہے' بارھویں صدی کے آخر میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخت ہستی باندھا۔ علیہ الرحمتہ و الغفران۔

(۳۶۳) ملا عصمت اللہ سہارن پوری

ملا عصمت اللہ سہارن پوری' ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ اگرچہ بظاہر بصارت سے محروم تھے' لیکن باطن میں چشم بصیرت روشن تھی۔ اپنی تمام عمر خدمت علم و تدریس میں بسر کری۔ ان کی عجیب تصانیف ہیں' مثلاً شرح خلاصتہ الحساب اور حاشیہ فوائد ضیائیہ یعنی شرح ملا جامی۔ ۱۰۳۹ھ ر ۳۰-۱۶۲۹ء میں رحمت حق سے جا ملے۔

(۳۶۴) مولوی عصمت اللہ لکھنوی

مولوی عصمت اللہ لکھنوی' مولوی عبدالقادر کے بڑے بیٹے اور شیخ پیر محمد سلونی کے مرید تھے۔ وہ قرآن کے حافظ اور علوم غریبہ کے عالم تھے' علم و عمل میں اپنے بھائیوں سے ممتاز تھے' سپاہیانہ لباس کو اپنے حال پر موزوں کرکے امراء کی طرح بادشاہ وقت کی خدمت میں رہتے تھے' ۲ رجب سہ شنبہ ۱۱۱۳ھ ر ۱۷۰۱ء کو دکن کے راستے میں' موضع بربندہ میں وفات پائی اور ۱۷ر شوال سن مذکور میں موضع بھدانوہ (متصل شہر لکھنؤ) میں دفن کیے گئے۔ "خلده اللہ بدار النعیم" ان کی تاریخ رحلت ہے۔

(۳۶۵) ملا علاء الدین نیلی

مولانا علاء الدین نیلی' اودھ کے علماء میں تھے۔ پاکیزہ روش اور صفائے خوب کے مالک تھے' مولانا فرید الدین شافعی سے جو اودھ کے شیخ الاسلام تھے تفسیر کشاف پڑھتے تھے اور مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی اور اودھ کے دوسرے علماء سامع (ا) ہوتے تھے۔ علماء کی زینت تھے لیکن تصوف سے بھی لگاؤ تھا' اگرچہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے صاحب اجازت تھے لیکن ایک مرید بھی نہیں کیا' ان کو اپنے پیر سے بہت محبت تھی' ان کی قبر دہلی میں ان کے دوستوں کے چبوترہ کے نزدیک ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ (☆)

(۳۶۶) ملا علاء الدین لاہوری

ملا علاء الدین لاہوری' شیخ منصور لاہوری کے بیٹے تھے' مشہور فاضل اور مدرس تھے' مدتوں خانخانان کی مصاحبت میں معزز و مکرم رہے۔ جب محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے تب بھی بہت اعتبار پایا' ہر چند سپاہ گری کی خدمت دی گئی مگر قبول نہیں کی۔ درس و افادہ میں مشغول رہے جو کچھ جاگیر سے ملتا تھا سب طلباء پر خرچ کر دیتے تھے۔ ان کی تصنیفات سے حاشیہ شرح عقائد مشہور ہے' زیارت حج سے مشرف ہوئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔(☆)

(۳۶۷) ملا علاء الدین فرنگی محلی

ملاء علاء الدین فرنگی محلی، ملا نور الحق بن ملا احمد انوار الحق بن ملا احمد عبدالحق کے حقیقی بھائی تھے، کچھ دنوں ملا محمد مبین فرنگی محلی سے تحصیل علم کی، اس کے بعد اپنے چچا ملا احمد ازہار الحق سے بانس بریلی (روہیل کھنڈ) میں استفادہ کیا، جس زمانہ میں ملا عبدالعلی بحرالعلوم بہار میں منشی صدر الدین کے مدرسہ میں مدرس تھے تو اپنے چچا ملا ازہار الحق کے ہمراہ وہاں پہنچے اور فاتحہ فراغ پڑھی پھر اپنے وطن واپس ہوئے اور اپنے والد سے بیعت کی، اشغال باطنی میں کوشش کرتے تھے کچھ درس و تدریس میں بھی رہتے تھے، جب مولانا عبدالعلی بحرالعلوم مدراس گئے تو وہ بھی ان کی خدمت میں رہے اور مولانا کی زندگی میں ان سے علوم کی تحصیل و تکمیل کرتے رہے۔ مولانا کی وفات کے بعد ان کے داماد ہونے کی وجہ سے نواب مدراس کی سرکار میں مدرس مقرر ہوگئے اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ان کی تصنیفات سے شرح فصول اکبری ہے۔ ۱۰ر شوال (ا) ۱۲۴۲ھ ر ۷۔۱۸۲۶ء میں مدراس میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(۳۶۸) مولانا علاء الدین لاری

مولانا علاء الدین لاری نے عقائد نسفی پر حاشیہ لکھا ہے۔ آگرہ میں خانزمان کی خدمت میں پہنچے اور درس علوم میں مشغول ہوگئے۔ خس(ا) سے مدرسہ بنایا اس کی تاریخ "مدرسہ خس" ہے۔ ۹۶۹ھ ر ۲۔۱۵۶۱ء میں حج کو گئے اور وہیں سفر آخرت کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ رحمتہ اللہ علیہ

(۳۶۹) مولوی علی اصغر قنوجی

مولوی علی اصغر بن مولوی عبدالصمد، قنوج کے اکابر علماء میں تھے ۱۰۵۱ھ ر ۲۔۱۶۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ محمد قنوجی اور ملا عصمت اللہ سہارن پوری سے ابتدائی، وسطی اور آخری کتابیں پڑھ کر ملا محمد زماں کاکوروی کی خدمت میں فاتحہ فراغ پڑھا۔ علوم عقلی و نقلی کے جامع، تصوف و سلوک کے امام اور شاہ پیر محمد لکھنوی کے مرید و

خلیفہ تھے، اپنی عمر کے ساٹھ سال طلباء کی تدریس میں گزار دیئے اور بہت سے علماء و فضلاء ان سے تربیت حاصل کرکے صاحب فضیلت ہوئے۔ ذیل کی تصانیف ان سے یادگار ہیں۔

الطائف العلیہ فی معارف الالہیہ، تبصرہ المدارج در سلوک، العقیدہ المهیمنہ فی النغمتہ المحمدیہ، شرح قصیدہ مذکورہ، النفائس العلیہ فی کشف اسرار المیمیہ، تفسیر ثواقب التنزیل جو ایجاز و اختصار میں جلالین کے ہم پلہ ہے اور علوم ادبیہ و مسائل شرعیہ میں کشاف و بیضاوی پر فوقیت رکھتی ہے۔ شرح فصوص الحکم، ۱۱۴۰ھ ر ۸۔۱۷۲۷ء میں فوت ہوئے۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ وفات نظم کی ہے۔(☆)

قطعہ تاریخ انتقال مولوی اصغر قنوجی

از میر غلام علی آزاد بلگرامی

مولوی زمان علی اصغر — از وفاتش کمال شد معدوم

سال تاریخ او نوشت خرد — "شد نہاں آفتاب صبح علوم"

(۳۷۰) قاضی علی اکبر چریا کوٹی

قاضی علی اکبر چریا کوٹی، ابن قاضی عطا رسول ابن قاضی غلام مخدوم عباسی، ۱۲۲۵ھ ر ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے، اگرچہ ان کے تحصیل علم کا سلسلہ کسی استاد کے ذریعہ سے ختم نہ ہوا اور ان کا علمی سرمایہ (بذریعہ درس) فوائد ضیائیہ جامی سے آگے نہ بڑھا، مگرچوں کہ ان کی تیزی ذہن اور قوت حافظہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور (اللہ کے) کے فیض نامتناہی کے سمندر کی ایک موج تھی اس لئے میں ان کے بعض حالات کا بیان کرتا ہوں اور آیہ کریم **"ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"** ورد زبان کرتا ہوں۔

ان کے والد ماجد قاضی عطا رسول اگرچہ صاحب علم و استعداد تھے اور فرائض و فقہ میں اچھی مہارت رکھتے تھے مگرچوں کہ حکومت انگلشیہ کی طرف سے کبھی منصفی اور کبھی تحصیلداری کے عہدہ پر مامور رہے، اس لئے صاحب ترجمہ علیہ الرحمتہ

(قاضی علی اکبر) کی تعلیم پر توجہ نہ کرسکے۔ انھوں نے اپنے فطری شوق کی بنا پر جو
مبداء فیاض نے ان کے دل میں ودیعت کیا تھا کتاب گلستان اپنے استاد سے ختم کی۔
اس وقت اتنی قوت اور استعداد پیدا ہوگئی کہ وہ فارسی کی جملہ مروجہ کتابوں کو استاد کی
مدد کے بغیر حل کرلیتے تھے۔ اس کے بعد عربی کی صرف و نحو کی تحصیل میں مشغول
ہوئے اور مختلف مقامات سے مختصرات ابتدائی کو حاصل کرلیا اور قوت مطالعہ کی بنیاد کو
مضبوط بنایا۔ ان کے ساتھیوں سے منقول ہے کہ ہم نے ان کو تحصیل علم کے موقعہ پر
کبھی کوشش میں مشغول نہیں دیکھا، مگر ہر سوال کا جواب ان سے بلا تامل سنتے تھے،
کتاب کافیہ محشی ان کو مل گئی راتوں کو اس کا مطالعہ کرتے یہاں تک کہ کتاب مذکور
کو حواشی کے ذریعہ سے ختم کردیا۔ اس کے بعد فوائد ضیائیہ کے چالیس سبق مولوی
علی احمد چریا کوٹی سے پڑھے جن سے برادر نسبتی ہونے کا تعلق بھی تھا۔ باقی اسباق
اپنے مطالعہ سے ختم کرلئے۔ اسی طرح کچھ منطق و کلام سے متعلق بھی مختلف مقامات
سے پڑھے، تحصیل علم کی کمی کے باوجود سخن فہمی کی استعداد اس قدر حاصل کرلی کہ
فلسفہ و کلام کے مسائل دقیقہ، شرح مواقف اور صدرا وغیرہ سے سمجھ لیتے تھے اور
عجیب و غریب تحقیقات میں اپنی نادر رائے دیتے تھے اور فنی مشکلات کو حل کرتے
تھے۔ جو بحث بھی اختیار کرتے تھے اس میں ہارتے نہیں تھے۔ جس کتاب کو اول سے
آخر تک ایک مرتبہ پڑھ لیا پھر دوبارہ اس کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک روز صاحب ترجمہ (قاضی علی اکبر) نے میرے استاد مشہور
مولانا محمد شکور مچھلی شہری سے "جوہر فرد" کے متعلق مناظرہ شروع کردیا۔ مولانا محمد
شکور نے ان اجزاء کی مثالوں سے گفتگو میں ترکیب اجسام کا رد کیا اور وہ متکلمان
سابق کی طرح سے انکار کرتے تھے یہاں تک کہ اس گفتگو کا سلسلہ ایک ہفتہ تک
جاری رہا اور طرفین سے بات نے طول پکڑا، آخر کار مولانا محمد شکور نے ان کی بہت
تعریف کی اور جوہر شناسی کی داد دی، کہ ایسے مسائل میں جن میں اختلاف ہو اور نہ
انکار کا پہلو ہو اور وہ نہ اقرار کا وہ ایسے تقریر کرتے کہ جس سے متاخرین متکلمین نے
چشم پوشی کی ہے۔

قاضی مشارالیہ صاحب ثروت و مال اور حکام انگلیشیہ کی طرف سے عز و وقار کے
مالک تھے، "غدر ہندوستان" کے زمانہ میں خیر خواہی کے بدلے میں سرکار انگریزی سے
وظیفہ اور اسلحہ رکھنے کی اجازت حاصل کی لیکن اس کے باوجود ہمیشہ تحصیل کمال کو
پسند کرتے تھے اور جاہ و مال کے حاصل کرنے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے،
اپنے صاحبزادگان مولوی عنایت رسول اور مولوی محمد فاروق، جن میں سے ہر ایک اپنے
باپ کے کمال کا آئینہ ہے، کو علم و ہنر حاصل کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور کبھی سیم و
زر کے حصول کی ترغیب نہیں دیتے تھے، تصنیف و تالیف کی طرف رغبت نہ تھی، دو
رسالے ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ایک میں اہل فرنگ کے بعض مزعومات یعنی مسئلہ
جذب و انجذاب کا رد کیا ہے اور دوسرا رسالہ شیعوں کے بعض اعتراضات کے رد میں
ہے۔ ۱۲۸۳ھ / ۷۔۱۸۶۶ء میں انھوں نے رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین
میں جگہ دے۔

(۳۷۱) مولوی علی احمد

مولوی علی احمد، حافظ شاہ ابو اسحاق سجادہ نشین آستانہ بھیرا ضلع اعظم گڑھ کے
نواسے تھے، زہد و تقویٰ میں اپنے دادا کی طرح یگانہ روزگار تھے، ان کی ولادت باسعادت
۱۲۲۹ھ / ۱۴۔۱۸۱۳ء (۱) میں ہوئی۔ اکثر درسی کتابیں فاضل ادیب مولوی محمد سلیم مچھلی
شہری سے اور بعض مولوی احمد علی عباسی چریا کوٹی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھیں، فاضل،
قوی حافظہ اور صاحب ادراک اور اس علاقہ کے ثقات میں سے تھے۔ مولوی محمد
فاروق عباسی چریا کوٹی سلمہ اللہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ۔

"راقم سطور تیس سال سے ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا
ہے آج تک میں نے کسی کی برائی میں ان کی زبان سے کوئی
بات نہیں سنی اور ان کی مجلس کبھی ذکر الٰہی سے خالی نہیں
دیکھی، آج تک اصلاح سے متصف ہیں۔ لوگوں کی زبان پر ان
کی تعریف ہے اور ہمیشہ اعمال حسنہ میں مشغول رہتے ہیں۔" ادام
اللہ برکاتہ،

(۳۷۲) مولوی علی بخش خاں بدایونی

مولوی علی بخش خاں، بدایوں کے ممتاز عالم اور رئیس تھے۔ مولوی فیض احمد بدایونی کے شاگرد اور مولوی عبدالمجید عین الحق بدایونی کے مرید تھے۔ صدر الصدوری کے منصب کے باوجود جو سرکار انگریزی کی طرف سے ان کو ملا تھا، طلباء کے درس اور مذہبی کتابوں کی تالیف میں مشغول رہتے، رسالہ شہاب ثاقب اور رسالہ تائید الاسلام فرقہ نیچریہ کے رد میں ہیں اور ایک رسالہ مذہب شیعہ کے رد میں ان کی تالیف سے مطبوع ہوچکا ہے اور حق پسندوں نے ان کو پسند کیا ہے۔ ان کی بقیہ مفید تصانیف ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔ ۱۳۰۳ھ ر ۶-۱۸۸۵ء میں رحلت فرمائی اور عالم جاودانی کو سدھارے علیہ الرحمۃ و الرضوان۔ (☆)

(۳۷۳) مولوی علی عباس چریا کوٹی

مولوی علی عباس چریا کوٹی، ابن شیخ امام علی ابن شیخ غلام حسین ابن شیخ سعد اللہ اور مولوی احمد علی عباسی کے بھتیجے تھے۔ ماں کی جانب سے مولوی فاضل باب اللہ جون پوری سے تعلق ہے، فاضل روزگار اور متقی زمانہ تھے۔ کتاب میبذی مولوی ابوالحسن منطقی سے پڑھی اور بقیہ درسی کتابیں اپنے مذکور الصدر چچا (مولوی احمد علی عباسی) سے پڑھیں۔ ان کا حافظہ بہت قوی تھا، نہایت ذہین و فطین تھے حق یہ ہے کہ ایسی ذہانت، ذکاوت اور فطانت کے مالک تھے کہ عہد طالب علمی میں مقابل سے ہمیشہ مناظرہ اور جدال میں مشغول ہوجاتے اور بحث میں کوئی ان سے بازی نہیں لے جاتا تھا۔ ہر کتاب جو استاد سے پڑھتے گویا مناظرہ کرتے۔ یہاں تک کہ وہ درس نظامی میں حواشی زاہد یہ متعلقہ رسالہ قطبیہ تک پہنچ گئے۔ ان کی استعداد، مطالعہ کتب اور ہر قسم کے مضامین کی تنقید کی وجہ سے کامل اور پوری ہوگئی۔ اس کے بعد تحصیل علم کا سلسلہ چھوڑ دیا اور قدماء و متاخرین کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک مطالعہ کرتے رہتے تھے، چند سال میں جودت حافظہ اور حسن فطانت سے کتب درسیہ اور غیر درسیہ کے اکثر مسائل پر عبور حاصل کرلیا۔

مشہور کتابوں میں سے بہت کم ہوں گی جو ان کی نظر سے نہ گزری ہوں، اکثر درسی کتابوں کو، حواشی کی مدد کے بغیر طلباء کو محققانہ طور سے پڑھاتے تھے۔ جب درس نظامی کے مسائل پر واقفیت حاصل ہوگئی تو عربی ادب اور لغات کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ نظم و نثر کے مضامین پر بھی قدرت حاصل ہوگئی۔ منطق اور نحو کے اکثر مسائل کو نظم کیا۔ بحث و جدل، ان کی طبیعت پر غالب تھا جو بات زبان پر لاتے ہرچند اس میں خطا پر ہوتے مگر دشمن کو جھگڑے سے خاموش کردیتے ایک روز "جنت زیدا" کی مثال میں لفظ "جنت" کو فعل متعدی اور زید کو مفعول کہا، ان کے ایک ذہین طالب علم نے اس کی مخالفت کی اور اس طالب علم کے ساتھ ان کے دوسرے معاصرین نے بھی موافقت کی، اس جھگڑے نے اس قدر طول کھینچا کہ معاملہ تقریر سے تحریر تک پہنچا پس مولوی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا، اس کے جواب کی کسی طالب علم کو ہمت نہ ہوئی۔

مولوی ممدوح نے قضیہ شرطیہ میں کہ اس کی اقسام غیر حاضر متصلہ اور منفصلہ مشہور ہیں ایک جدید قسم نکالی اور اس کا نام شرطیہ عباسیہ رکھا۔ اس کی مثال "قام زید" اور "قعد عمر" بتائی۔ غرض کہ قاضی ممدوح ہر علم کے مسائل کو اپنی تنقید کی ترازو میں تولتے تھے اور حق یہ ہے کہ تحقیق میں حکیمانہ انداز اختیار کرتے تھے۔ چناں چہ مسائل متداولہ میں انھوں نے (نئے احکام) اور خامیاں ظاہر کی ہیں۔ اس مختصر میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

مروجہ علوم میں فن تاریخ و سیر میں کامل تھے اور فن ادب و انشاء نظم و نثر میں اچھی مہارت رکھتے تھے، دوسرے علوم سے بھی بے بہرہ نہ تھے۔ اوائل حال میں سیروسیاحت کی غرض سے حیدر آباد دکن گئے، امرائے دولت کی تعریف میں قصائد لکھے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔ وہاں سے واپس آکر اس سرزمین کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا یہ شعر اسی قصیدے کا ہے۔

من حیدر آباد اهر بن ولا تقم

لبها فواد اولی المکارم یصلو

اس کے بعد ریاست بھوپال پہنچے وہاں نواب سکندر بیگم والیہ ریاست سے انعامات وغیرہ حاصل کئے اور چند سال وہاں رہے، زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ بعض ارکان دولت کی مخالفت کی وجہ سے وطن واپس آگئے۔ کچھ دنوں وطن میں بیکار رہے وہاں سے ان کے کمال کی شہرت آفتاب کی طرح دنیا میں پھیلی۔ والی حیدر آباد نے اپنے ارباب دولت کے مشورہ سے عزت و مرتبہ کے ساتھ بلایا اور بلند منصب و مرتبہ پر سرفراز فرمایا، کچھ دنوں اس منصب پر مقیم رہے۔ اس کے بعد مستعفی ہوکر دو سو روپیہ ماہانہ وظیفہ بلاخدمت پر اکتفاء کیا۔ ۱۳۰۲ھ / ۵-۱۸۸۴ء میں وطن واپس ہوئے اور اواخر ذی الحجہ سن مذکور میں انتقال کیا، گمان غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء میں ہوئی۔ یہ ان کے اشعار ہیں :-

لو کان ندی فی الزمان فهاته   واخبر به انکان فی میقاته

یہ قصیدہ شمس الامراء کی مدح میں کہا ہے :-

لو لم یکن شمس السماء سمیه   ما هذوری لخضر وانه

یہ بھی ان کا شعر ہے :-

ثفورک والحواجب المحیا   سنمار هلا لات ثریا

فقیر مؤلف (مولوی رحمان علی) ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۶ء طالب علمی کے سلسلہ میں بیت السرور غازی پور میں تھا صاحب ترجمہ (مولوی علی عباس) اس شہر کے صدر الصدور(۱) مولوی محمد ظہور مچھلی شہری کی فرودگاہ پر مولوی ابوالحسن منطقی سندھی کے پاس تشریف لائے تو میں نے ان کو دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں تمام اوصاف موجود تھے مگر اس قابلیت کے باوجود نکتہ چینی اور تنقید کی وجہ سے قبولیت حاصل نہ ہوئی اور اپنے ہم عصروں میں مقبول نہ ہوسکے، میں اس وقت حاشیہ عبدالغفور بر شرح ملا جامی(۲) اور شرح تہذیب یزدی مولانا مولوی ابوالحسن سے پڑھتا تھا۔ اسی زمانہ میں صاحب ترجمہ کی کتاب نبراس الفطانہ میری نظر سے گزری۔ حق یہ ہے کہ اس میں خوب داد قابلیت دی تھی۔ عامله الله بلطفه الخفی۔

(۳۷۴) مفتی علی کبیر مچھلی شہری

مفتی علی کبیر مچھلی شہری، تفضل حسین خاں کشمیری کے شاگرد تھے۔ سرکار انگریزی میں مدتوں منصب افتاء پر سرفراز ہے۔ اس منصب سے پنشن یاب ہوکر خانہ نشین ہوگئے، جامع اوراق (مولوی رحمان علی) جب ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں مولانا محمد شکور مرحوم و مغفور مچھلی شہری کے تلامذہ میں جو ان کے بھانجے تھے، شامل ہوا تو ان کو دیکھا کہ ضعیف و نحیف تھے۔ صرف ہڈیاں اور کھال رہ گئی تھی۔ ان کا قد، کمر جھک کر مثل رکوع کے ہوگیا تھا۔ غالباً اس وقت نوے سال کی عمر ہوگی۔ جب کبھی ہم طلباء ان کی خدمت میں پہنچ جاتے تو نہایت اخلاق حمیدہ سے ہم لوگوں کا احوال پوچھتے۔ اگر کوئی کتاب مانگتا تو جس حالت میں کتاب رکھی ہوتی اسی حالت میں الماری سے اٹھا کر دے دیتے اور یہ کہہ دیتے۔(☆)

کتابم می دہم لاکن باپیں شرط
کہ طبل و بوق و صندو قش نسازی

(۳۷۵) قاضی علی محمد بیجاپوری

قاضی علی محمد، سلطان ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ محدث، مفسر اور فقیہ تھے۔ استاد الاولیاء کے لقب سے مشہور تھے۔ گجرات سے بیجاپور میں آئے، وہاں ایک مدرسہ کا افتتاح کیا، اس مدرسہ سے بہت سے طلباء مستفیض(۱) ہوئے، ان کے شاگردوں میں شاہ برہان، شیخ ابوتراب مدراسی، سید محمد مدراسی اور قاضی ابراہیم زبیری مشہور ہیں۔ سابق الذکر سلطان کے عہد میں بیجاپور کے منصب قضاء پر سرفراز رہے۔ ۴ / ماہ ذی الحجہ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء میں رحلت فرمائی، اور بیجاپور میں دفن ہوئے۔

(۳۷۶) ملا علی محدث سمرقندی

ملا علی محدث سمرقندی، ملا صادق حلوائی کے بھائی تھے، علم حدیث عرب میں

تحصیل کیا، بہت پرہیزگار اور متقی تھے۔ ہندوستان آکر ۹۸۱ھ / ۴-۱۵۷۳ء میں انتقال ہوا۔ ملا عالم کابلی نے یہ تاریخ نکالی ہے۔(☆)

از عالم علی کابلی

دریغا کہ ناگاہ ملا علی را — ربود از میاں دستبرد حوادث
پے سال تاریخ او سال دیگر — بگو مرد ملا علی محدث

(۳۷۷) شیخ علی متقی برہان پوری

شیخ علی متقی برہان پوری، بن حسام الدین، بن عبدالملک بن قاضی خاں، المتقی لقب تھا، قادری شاذلی، مدینی، چشتی مشرب، وطن جون پور، برہان پور میں پیدا ہوئے مکہ میں رہے، ۸۸۵ھ / ۱-۱۴۸۰ء میں برہان پور (دکن) میں پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے، ان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی کہ ان کے والد نے انھیں شیخ باجن برہان پوری کا مرید کرادیا، خود ان (حسام الدین) کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد کچھ دنوں امراء و سلاطین کی صحبت میں وقت گزارا پھر عین عالم شباب میں جذبہ ازلی کی بناء پر شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن کی خدمت میں پہنچے وسلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا، برہان پور سے ملتان کا سفر اختیار کیا اور شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں پہنچے، تفسیر بیضاوی اور عین العلم ان کی خدمت میں پڑھیں اور سلوک نیز طریقہ زہد و تقویٰ ان کی بابرکت صحبت میں حاصل کیا، اسی زہد و تقویٰ کی برکت سے حرمین شریفین کی توفیق ہوئی، وہاں شیخ ابوالحسن بھکری کی شاگردی اختیار کی اور اس علاقہ کے دوسرے علماء سے بھی مستفید ہوئے۔ شیخ محمد بن محمد سخاوی سے قادریہ شاذلیہ سلسلے میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور مکہ معظمہ میں مقیم ہوگئے اور ایک عالم کو اپنی طاعات، مجاہدات اور علوم دینی و فنون یقینی کے فیوض و فوائد سے مستفید فرمایا، علم حدیث و تصوف کے کتب و رسائل کے جمع و تالیف میں مشغول رہے، ان میں سے

جامع صغیر و جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی کو جو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب تھی فقہ کے ابواب پر مرتب کیا پھر ان میں سے انتخاب کیا۔ جو بہت اچھا اور مناسب تھا۔ رسالہ تبیین الطرق اور مجموعہ حکم کبیر تصوف میں ان کی تصنیفات ہیں۔ عربی و فارسی میں ان کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں، ۲/ جمادی الاول ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء میں مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی، علیہ الرحمتہ ربہ الودود لفظ "قفی نجبہ" سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔(☆)

(۳۷۸) ملا علی مہائمی

ملا علی مہائمی ابن شیخ احمد نوائت (بروزن ثوابت)، اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور عارف تھے، وحدت الوجود کے قائل تھے، ان کی متبرک اور معتبر تصانیف ہیں۔ ان میں سے تفسیر رحمانی ہے۔ جس کو تفسیر مہائمی بھی کہتے ہیں۔ زوارف شرح عوارف المعارف، شرح فصوص الحکم، شرح فصوص مصنفہ شیخ صدر الدین قونوی، ادلتہ التوحید، رسالہ دربیان وجوہ اعراب، قولہ تعالیٰ، "الم ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین" جس میں بارہ کروڑ تراسی لاکھ چوالیس ہزار پانچ سو چوبیس (۱۲۸۳۴۴۵۲۴) وجوہ بیان کی ہیں، ماہ جمادی الاولی(۱) ۸۳۵ھ / ۱۴۳۲ء میں انتقال ہوا، مہائم میں دفن ہوئے۔ مہائم بروزن عظائم کوکن کی ایک بندرگاہ ہے جو دکن میں سمندر کے کنارے ایک علاقہ ہے، نوائت علاقہ کوکن میں ایک قوم ہے، کہتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف ثقفی نے پچاس ہزار اولیا و علماء کو قتل کیا تو قریش کا ایک گروہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر ساحل بحر ہند پر پہنچا اور وہیں سکونت اختیار کرلی ان کی اولاد سے قوم نوائت ہے۔(☆)

(۳۷۹) سید(۱) علیم اللہ جالندھری

سید علیم اللہ جالندھری، جامع علوم ظاہر و باطن، شاہ ابوالمعالی کے مرید اور سید بھیکہہ کے خلیفہ تھے، نہار الاسرار، نزہتہ السالکین، شرح اخلاق ناصری، زبدۃ الروایات، نثرالجواہر، ترجمہ فارسی نظم الدر و المرجان مؤلفہ مرزا جان برکی محدث، ان کی مشہور تصانیف ہیں ۱۲۰۲ھ / ۸-۱۷۸۷ء میں انتقال ہوا۔

(۳۸۰) مولوی حافظ علیم اللہ نگرامی

مولوی حافظ علیم اللہ، صاحب علم و فضل مولانا شاہ عبدالرحمان نزیل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا۔ ہمیشہ اشغال و اوراد میں مشغول رہتے تھے، اپنے مرشد کے رسالہ جہد المقل کے ترجمہ کے سوا اور کوئی تالیف نہیں کی۔ ۱۲۵۵ھ ر ۴۰۔۱۸۳۹ء میں دار فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ روح اللہ روحہ۔

(۳۸۱) مولوی علیم اللہ قنوجی

مولوی علیم اللہ قنوجی، ابن مولوی فصیح الدین قنوجی، صلحائے سلف کے فضائل کے مالک تھے اور عربی ادب میں عربوں کے نمونہ تھے۔ مولوی عبدالباسط قنوجی کے شاگرد تھے۔ ان کی لطیف تصنیفات سے دار الفضائل فی شرح الشمائل، چند رسالے منطق میں اور کتاب عین الہدی شرح قطر الندا ہیں۔ عین الہدی ۱۲۱۱ھ ر ۷۔۱۷۹۶ء میں تالیف کی۔ سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔(☆)

(۳۸۲) امیر کبیر سید علی ہمدانی

امیر کبیر سید علی ہمدانی، ابن شاہ شہاب الدین، ۱۲ ر رجب بروز دو شنبہ ۷۱۴ھ ر ۱۳۱۴ء میں پیدا ہوئے، علوم ظاہر کے خزانہ اور تجلیات ربانی کے مظہر تھے اور علاء الدولہ سمنانی کے مرید تھے۔ دنیا کے اکثر ممالک کی سیر کی تھی۔ ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور مستفید ہوئے۔ ۷۸۱ھ ر ۸۰۔۱۳۷۹ء میں سات سو سادات و رفقاء کے ہمراہ ہمدان سے کشمیر میں آئے اور محلہ علاؤ الدین پورہ میں مقیم ہوگئے، جہاں ان کی خانقاہ ہے۔ لفظ "مقدم(۲) شریف" سے ان کے آنے کی تاریخ نکلتی ہے۔ قطب الدین شاہ والی کشمیر کو ان سے بہت ارادت تھی۔ نہایت سرگرمی سے خطہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت کی۔ ۷۳ سال کی عمر میں میدان کبیر میں جو کہ ایک مقام کا نام ہے(۱) ۶ ر ذی الحجہ، ۷۸۶ھ ر ۱۳۸۴ء میں انتقال ہوا اور ختلان میں دفن ہوئے۔ وقت نزع ان کی زبان سے لفظ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نکلا اور ان کے اس آخر

کلام سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ و علی اسلافہ.

تصانیف:۔

مجمع الاحادیث، شرح اسمائے حسنیٰ، ذخیرۃ الملوک، شرح فصوص الحکم، مراۃ التائبین، شرح قصیدہ حمزیہ فارضیہ، آداب المریدین اور اوراد فتحیہ وغیرہ ہیں۔(☆)

(۳۸۳) شیخ علی کشمیری رفیقی

شیخ علی کشمیری، بن یحییٰ، بن معین الدین، بروز سہ شنبہ ۴ ر رمضان ۱۱۵۲ھ ۱۷۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی شیخ اسلم سے تحصیل علم کی، فقیہ و محدث ہوئے، اپنے تینوں بیٹوں عبدالاحد، بہاء الدین، شیخ ثنا، نیز اپنے چچازاد برادران ابوالطیب احمد، عبداللہ اور اخوند عبدالرسول کو تعلیم دی۔ عالم و عارف اور زاہد و متورع تھے۔ ۱۰ ر محرم ۱۲۱۴ھ ر ۱۷۹۹ء کو انتقال ہوا۔(☆)

(۳۸۴) شیخ علائی مہدوی بیانوی

شیخ علائی مہدوی، بن شیخ (شیخ حسن) بنگال کے مشائخ کبار سے تھے، وہ اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ نصراللہ جو بنگال کے نامور علماء سے تھے، مکہ معظمہ کی زیارت کے لئے گئے وہاں سے ہندوستان واپس آکر بیانہ میں سکونت اختیار کرلی **"جاء نصراللہ والفتح"** (= ۹۳۵ھ) سے ان کے آنے کی تاریخ نکلتی ہے، شیخ حسن، ارشاد و ہدایات میں اور شیخ نصراللہ فتویٰ و درس میں مشغول ہوگئے۔ علائی شیخ حسن کی نیک اولاد تھے اور بچپن ہی سے ان کی پیشانی سے صلاح و خیر کا اثر نمایاں تھا، علوم ظاہری و باطنی اور تہذیب اخلاق کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی تھوڑے سے وقت میں ہی کتب

متداولہ کا مطالعہ کیا(۱) اور درس و افادہ میں مشغول ہوگئے والد کی وفات کے بعد تدریس کا کام چھوڑ کر راہ طاعت و نہج ریاضت اختیار کی(۲) اور سجادۂ مشیخت کو سنبھالا، طالبان راہ کو ارشاد و ہدایت فرماتے، لیکن ابھی نفس امارہ کا غلبہ تھا، چاہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی دوسرا شیخ اس شہر میں نہ رہے۔

آخر میں اپنے آباء واجداد کے طریقہ کو چھوڑ کر عبداللہ نیازی کی خدمت میں پہنچے جو سید محمد جون پوری موجد طریق مہدویہ کے مرید و خلیفہ تھے اور ان سے ان کا طریقہ سیکھا، ان کے ہمراہ بہت سے لوگ ہوگئے، انھوں نے راہ سلوک میں توکل اختیار کیا۔ اس کے باوجود اسلحہ اور آلات جنگ دفع مخالفین کے واسطے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ہر جگہ شہر یا بازار میں نامشروع اور برا کام دیکھتے تو جبر و قہر سے اس کا احتساب کرتے تھے اور حاکم کا خوف نہیں کرتے تھے، موافق حکام ان کی مدد کرتے تھے۔ جب اسلام شاہ پسر شیر شاہ سریر آرائے سلطنت ہند ہوا تو شیخ علائی کی شہرت اس تک پہنچی، میر سید رفیع الدین محدث، میاں ابوالفتح تھانیسری اور آگرہ کے دوسرے علماء کو بلایا، نیز مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری کے بہکانے سے شیخ علای کو بیانہ سے طلب کیا، وہ اپنے مخصوص اصحاب کی ایک جماعت کے ہمراہ جو سب ایک جیسے لباس میں اور مسلح تھے حاضر ہوئے اور ان طریق و آداب کی پابندی نہ کی جو شاہی ملازمت کے لئے ضروری تھے (بلکہ) مسنون طریقہ پر تمام مجلس کو سلام کیا۔ سلیم شاہ نے کراہیت کے ساتھ جواب دیا اور اس کے مقربین کو بھی شیخ کا طریقہ برا لگا۔ مخدوم الملک اس سے پہلے سلیم شاہ کے ذہن نشین کر چکے تھے کہ یہ بدعتی، مہدویت کا دعوٰی کرتا ہے اور بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے واجب القتل ہے۔ اس روز عیسٰی خاں کی سفارش سے ان کو نجات مل گئی۔ سلیم شاہ نے شیخ علائی کے اخراج کا حکم دیا۔ شیخ علای ہنڈیہ چلے گئے جو سرحد دکن پر ہے، وہاں کے حاکم اعظم ہمایوں شروانی نے کچھ دنوں اپنی نگرانی میں رکھا۔ وہاں بھی مخلوق ان کی معتقد ہوگئی، مخبروں نے یہ خبر سلیم شاہ کو پہنچادی تاکہ پھر ان کی طلب کا حکم فرمادے۔ جب وہ حاضر ہوئے، سلیم نے

ان سے کہا کہ "تو اپنے عقیدے سے توبہ کر" شیخ نے بادشاہ کی بات نہ سنی۔ سلیم نے کوڑے کی سزا کا حکم دیا۔ شیخ پہلے ہی سے کمزور تھے۔ تیسرے کوڑے میں جان نکل گئی، ان کی لاش ہاتھی کے پیر سے باندھ کر اردوئے معلٰی میں گھمایا گیا اور حکم دیا کہ ان کو دفن نہ کریں۔ یہ واقعہ ۹۵۷ھ ر ۱۵۵۰ء میں ہوا، اردوئے معلٰی اس بازار کو کہتے ہیں جو شاہی دروازے کے سامنے ہوتا ہے۔(☆)

(۳۸۵) معتمد الملوک سید علوی خان حکیم دہلوی

ان کا اصلی نام محمد ہاشم بن حکیم محمد ہادی قلندر(۱) بن سید مظفر الدین علوی ہے، محمد بن حنفیہ کی اولاد میں ہیں۔ رمضان ۱۰۸۰ھ ر ۱۶۷۰ء میں دارالعلم شیراز میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۱۱ھ ر ۱۶۹۹ء میں ہند آئے اور قلعہ ستارہ میں عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں خلعت و منصب سے سرفراز ہوئے۔ شہزادہ محمد اعظم کی خدمت پر متعین ہوئے، شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں، علوی خاں کا خطاب، منصب میں اضافہ اور جاگیر ملی۔ محمد شاہ بادشاہ کا علاج بہت اچھی طرح کیا، بادشاہ موصوف نے چاندی میں تلوایا، شش ہزاری منصب، تین ہزار روپیہ ماہوار اور معتمد الملوک کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ نادر شاہ بہت اعزاز کے ساتھ اپنے ہمراہ لے گیا، وہاں سے حج بیت اللہ کو گئے۔ ۱۱۵۶ھ ر ۱۷۴۳ء میں شاہجہان آباد (دہلی) واپس آئے ان کی تصنیفات سے علم طب میں ایک کتاب جامع الجوامع ہے جو اسم بامسمی ہے۔ ۲۵ ر رجب، (۲) ۱۱۶۰ھ ر ۱۷۴۷ء کو مرض استسقاء سے فوت ہوئے، وصیت کے مطابق ان کو درگاہ نظام الدین اولیاء میں دفن کیا گیا۔

(۳۸۶) ملا عماد الدین عثمانی لکھنی

ملا عماد الدین لکھنی، متبحر عالم، فطری و طبعی طور سے ذکی و ذہین تھے، ملا عبدالعلی بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔ جب ملا موصوف (عبدالعلی بحرالعلوم) حرمین شریفین گئے تو ملا

عماد الدین نے بقیہ شرح چغمنی ملا محمد حسن سے پڑھی۔ ان کی تصنیفات سے عقدۂ وثیقہ، عشرہ کاملہ اور رسالہ مقولہ عشرہ یادگار ہیں اور ان کے علم و فضل کے شاہد ہیں۔ عقدۂ وثیقہ علم معقول کے چند مباحث کے بیان میں ہے، عشرۂ کاملہ میں بھی علم معقول کی بحث ہے اور مقولہ عشرہ میں محقق طوسی کے ابیات کی شرح لکھی ہے۔

لکین ایک گاؤں کا نام ہے جو ضلع بانس بریلی ملک(ا) روہیل کھنڈ میں واقع ہے۔(☆)

(٣٨٧) مولانا عماد الدین غوری

مولانا عماد الدین، دیار نارنول کے اکابر مشائخ میں سے ہیں، مولانا عماد کی اولاد میں سے ہیں جو محمد تغلق کے زمانہ میں تھے۔ ان کے آباء و اجداد عرب سے غور آئے اور وہاں سے ان کے بعض بزرگ سلطان شہاب الدین غوری کے ہمراہ ہندوستان پہنچے۔ کہتے ہیں کہ عالم جوانی میں تحصیل علم کی کوشش نہ کی بہت زور بازو رکھتے تھے، پہلوانوں سے کشتی کرتے تھے۔ ایک روز اپنے سے قوی تر ایک پہلوان کو انھوں نے زمین پر دے مارا (شکست دی) اس خوشی میں مست اور مغرور اپنے گھر آرہے تھے کہ علمائے عصر میں سے ایک نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر افسوس کیا اور ان کو اس حالت پر طعنہ دیا ان کی حمیت و غیرت کو جگایا تو وہ اپنی اس وضع سے پشیمان ہوئے اور چاہا کہ تحصیل علم کریں لیکن چوں کہ بچپن میں اس کام سے تعلق نہ رہا تھا اس لئے اس سلسلہ میں کوشش مفید نہ ہوئی۔ ناچار شیخ محمد ترک نارنولی کے روضہ کی خدمت کرنے لگے، رات دن طہارت کے ساتھ وہاں رہتے، نفل پڑھتے اور ذکر و تلاوت قرآن کرتے، طہارت کی غرض کے بغیر باہر نہ نکلے، روحانیت شیخ سے حصول علم کے لئے مدد چاہتے، ١٢ سال اس طرح گزر گئے یہاں تک کہ ایک رات طہارت کے لئے باہر آئے، ایک شخص ظاہر ہوا اس نے پیچھے سے پکڑ لیا اور کہا جو چاہتا ہے مانگ، (عماد الدین) اپنے بزرگوں کے طریقے کے خواہاں تھے۔ علم و تقویٰ کی درخواست کی، اس مرد نے کہا جاؤ اپنے بزرگوں کے کتب خانہ سے استفادہ کرو اور لوگوں کو درس دو، حق

سبحانہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کے دروازے ان پر کھول دے۔ بزرگ آدمی تھے، شریعت کا اتباع پورے طور سے کرتے تھے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی سنت ترک نہیں کرتے تھے، درویشی اور درویشوں کو دوست رکھتے تھے۔ رحمتہ اللہ علیہ(☆)

(٣٨٨) شیخ عماد الدین رفیقی کشمیری

شیخ عماد الدین رفیقی کشمیری، بن عبدالرسول بن اسلم بن یحیٰ رفیقی کشمیری، ١٢٣٩ ر ٤-١٨٢٣ء میں پیدا ہوئے، اساتذہ وقت سے تحصیل علم کی صحیح بخاری شیخ احمد واعظ سے پڑھی، شیخ احمد تارلی کے مرید تھے، بیت اللہ شریف کی زیارت کے ارادہ سے سفر اختیار کیا۔ اکثر شہروں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ان کے چچا کے بیٹے شیخ نظام الدین اور شیخ حمزہ ان سے مستفید ہوئے۔ بروز جمعہ وقت عصر ٨ ر رمضان ١٣٠٠ھ ر ١٨٨٣ء کو جان جان آفرین کے سپرد کی۔(☆)

(٣٨٩) عمر غزنوی

عمر غزنوی، ابن اسحاق بن احمد ہندی غزنوی، ان کی کنیت ابو حفص اور لقب سراج الدین تھا۔ امام زاہد وجیہ الدین دہلوی، شمس الدین خطیب دہلوی، ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی اور رکن الدین بدایونی جو ابوالقاسم تنوخی(ا) شاگرد حمید الدین ضریر کے اعزہ (شاگردوں میں سے تھے) سے علم فقہ حاصل کیا اور پھر مصر گئے وہاں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ ان کی بہت سی عمدہ اور معتبر تصانیف یادگار ہیں، ان میں سے توشیح شرح ہدایہ، زبدۃ الاحکام فی اختلاف ائمۃ الاعلام اور شامل در فقہ و شرح بدیع الاصول، شرح مغنی، مغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، شرح زیادات، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر (نامکمل)، شرح ماتۃ ابن الفارض، کتاب الخلاف، کتاب التصوف، شرح منار، شرح المختار، لوائح الانوار، لطائف الاسرار، وحدۃ الناسک فی

المناسک، شرح عقیدۃ الطحاوی و اللوامع فی شرح جمع الجوامع مشہور ہیں۔ کفوی کے قول کے مطابق ۷۶۳ھ / ۲-۱۳۶۱ء میں اور سیوطی اور صاحب کشف الظنون کے قول کے مطابق ۷۷۳ھ / ۲-۱۳۷۱ء میں وفات پائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔(☆)

(۳۹۰) عنایت اللہ قادری لاہوری

عنایت اللہ قادری، قصوری ثم لاہوری اشطاری، ان کی کنیت ابوالمعارف تھی۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، غایۃ الحواشی حاشیہ شرح وقایہ (دو جلد، متعلق فروع کثیرہ) اور ملتقط الحقائق، شرح کنزالدقائق ان کی تصنیفات سے ہیں، ملتقط الحقائق میں اشارۂ سبابہ کو مسنون بتایا اور ترجیح دی ہے۔ ان کی وفات ۱۱۴۱ھ / ۹-۱۷۲۸ء میں ہوئی۔(☆)

(۳۹۱) ملا عنایت اللہ شال کشمیری

ملا عنایت اللہ شال، کشمیری از علمائے کشمیر، عالم، فقیہ، محدث، متقی اور پرہیزگار تھے، مولوی ابوالفتح، ملا عبدالرشید زرگر اور خواجہ حیدر چرخی کے بیٹوں سے تحصیل علم کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوگئے۔ ۳۶ مرتبہ صحیح بخاری کو اول تا آخر پڑھا۔ مثنوی مولانا روم کو کمال ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔(۱) مشائخ وقت سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور تمام عمر تدریس و تذکیر میں بسر کردی۔ موزوں طبع تھے، صوفیانہ اشعار کہتے تھے۔ ۶۸ سال کی عمر میں آخر ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ / ۱۷۱۳ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۹۲) مولوی عنایت رسول چریا کوٹی

مولوی عنایت رسول چریا کوٹی، ممتاز عالم، معقول و منقول کے ماہر، اسرار نفوس و عقول کے واقف، فروع و اصول کے نظائر کے ناقد، ابن قاضی علی اکبر ابن قاضی عطا رسول، ۱۲۴۴ھ / ۹-۱۸۲۸ء میں یوسف آباد چریا کوٹ کی سرزمین میں بنی عباس کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ابتدائی رسائل صرف و نحو اپنے والد بزرگوار اور دوسرے بزرگوں سے پڑھے۔ جب کافیہ ابن حاجب تک پہنچے تو مولوی احمد علی چریا کوٹی کے سپرد ہوئے۔ وہ صلہ رحم و کرم کے ساتھ ان کی تعلیم میں بہت کوشش کرتے تھے اور سفر و حضر میں اپنے بیٹے مولوی نجم الدین کے ساتھ ان کو رکھتے تھے، جب ہندسہ، حساب، مناظرہ، ہیئت اور دوسرے علوم ریاضیہ و حکمیہ سے فراغت حاصل کرلی تو علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس غرض سے محمد آباد (ریاست) ٹونک مولوی حیدر علی مرحوم کی خدمت میں پہنچے اور وہاں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور وطن واپس آئے۔ کچھ دنوں وطن میں مقیم رہے، عبرانی زبان کی تحصیل کے شوق میں کلکتہ گئے اور وہاں کچھ سال مقیم رہے اور علمائے یہود سے عبرانی زبان کو تحقیق کے ساتھ پڑھا اور توریت و زبور کی آیات سے ان بشارات اور پیشین گوئیوں کو جو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق تھیں تحقیق کے ساتھ جمع کرکے پایہ ثبوت تک پہنچایا، ۱۲۷۱ھ / ۵-۱۸۵۴ء میں وہاں سے وطن واپس آئے۔ اس کے بعد کہیں نہیں گئے اور چند طلباء کی تعلیم میں کوشش کی۔ طلباء کے ہجوم کو کبھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس اخفاپسندی و استغناء کے باوجود ان کے کمال کی شہرت سید احمد خاں نجم الہند تک پہنچی تو انھوں نے ملنے کی بہت خواہش کی اور ان سے استفادہ کیا۔ صاحب ترجمہ (مولوی عنایت رسول) نے اپنا تمام حاصل علم ان کے جام طلب میں ڈال دیا اور کتب قدیمہ کے اسرار و غوامض پر ان کو مطلع کیا۔ نجم الہند عفی اللہ عنہ نے ان کی گوہر شناسی کی داد دی۔ مولوی عنایت رسول صاحب کچھ سالوں سے علوم متعارفہ کی تسہیل و تہذیب کی طرف متوجہ ہیں۔ پہلے علم صرف کو تہذیب و تحقیق کے ساتھ مرتب کیا اور اس کی دشواریوں کو حل کیا۔ اس کے بعد ہندسہ و حساب کی تنقیح کی اور فنون مذکورہ کے تمام مسائل کے اشکال کو دلائل سے حل کیا (۲) اعمال

حساب و ہندسہ اور مسائل مناظرہ و انعکاس کو اسلوب خوب اور طریق مرغوب کے ساتھ دوسری زبانوں سے ہندوستان کی مروجہ زبان (اردو) میں مرتب کیا اور اس کتاب کو والی حیدر آباد کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے اس کو نگار قبول سے دیکھا اور بہت پسند کیا۔ سلمہ اللہ تعالی. (☆)

(۳۹۳) ملا عیاض رام پوری

ملا عیاض رام پوری، مفتی شرف الدین رام پوری کے شاگرد تھے۔ بحث بہت کرتے تھے اور ہر کسی سے بحث و مناظرہ کرتے تھے۔ ان کی ایک کتاب علم صرف میں دستور المنتھی ہے، یہ کتاب دستور المبتدی کے مقابلہ میں تالیف کی ہے اور سوال و جواب کی بجائے لفظ شک و فک اس میں اختیار کیا ہے۔(☆)

(۳۹۴) شاہ عیسیٰ جند اللہ برہان پوری

شاہ عیسیٰ جند اللہ برہان پور، کے اکابر علماء اور اعظم عرفاء میں سے تھے، قرآن مجید کی تفسیر، انوار الاسرار، عربی زبان میں چار جلدوں میں ان کی مشہور تصنیف ہے۔ برد اللہ مضجعہ. (☆)

حرف الغین المعجمۃ

(۳۹۵) مولوی غلام اللہ لاہوری

مولوی غلام اللہ لاہوری، فاضل اجل اور عالم اکمل تھے، لاہور کے علماء میں سے تھے، ان کے فیض علمی سے شریف و غریب سب فیض یاب ہوتے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری، مصنف گنج تاریخ وغیرہ ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ احمد دین اور حمید دین دو لڑکے چھوڑے۔ ۱۲۷۲ھ ر ۶-۱۸۵۵ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۹۶) مولوی غلام حسنین قنوجی

مولوی غلام حسنین قنوجی بن مولوی حسین علی، بن مولوی رستم علی قنوجی، ۱۲۲۱ھ ر ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام غلام علیم ہے۔ مولوی سعادت خاں فرخ آبادی اور مولوی ولی اللہ فرخ آبادی کے شاگرد تھے۔ ۱۲۵۵ھ ر ۳۰-۱۸۲۹ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوکر مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں شیخ محمد عابد سندھی سے کتب صحاح ستہ و سنن کی اجازت حاصل کی۔ اپنے وقت کا زیادہ حصہ تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ کتاب المنازل الاثنا عشریہ کا حاشیہ لکھا ہے۔ یہ کتاب ان کے دادا مولوی رستم علی کی تالیف ہے۔ اواخر عمر میں(۱) دوسری مرتبہ جب سفر بیت اللہ کو گئے واپسی پر شہر بمبئی میں سفر آخرت اختیار کیا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ مطبوعہ ابجد العلوم میں ان کی وفات کا سال صرف ۱۲ تحریر ہے۔ صفر بھی صفر ہے معلوم نہیں کون سے سال وفات پائی۔(☆)

(۳۹۷) مفتی غلام حضرت لکھنوی

مفتی غلام حضرت، علامہ زماں، نقیبہ دوراں، لکھنؤ کی عدالت میں مفتی تھے۔ ۱۲۳۴ھ ر ۹-۱۸۱۸ء میں انتقال ہوا کسی شاعر نے ان کے انتقال کی تاریخ نظم کی ہے جو یہ ہے(☆)

تاریخ انتقال مفتی غلام حضرت لکھنوی

مرد مفتی غلام حضرت افسوس
کو بود بشہر لکھنؤ حاکم شرع
سال تاریخ رحلت آں مرحوم
فرمود کہ بود او حاکم شرع(۱)

(۳۹۸) مولوی غلام رسول لاہوری

مولوی غلام رسول لاہوری، لاہور کے عمدہ ترین فاضل تھے، مولوی غلام فرید لاہوری کے شاگرد اور بیٹے تھے۔ پنجاب کے علماء ان کے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔ ۱۲۵۰ھ ر ۵-۱۸۳۴ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۳۹۹) مولوی غلام رسول پنجابی

مولوی غلام رسول پنجابی، پنجاب کے علماء میں فقہ، حدیث اور تفسیر میں فاضل کامل تھے، اکثر اوقات وعظ کہتے تھے، شیخ محمد نصیر مجددی کے مرید تھے، پنجابی زبان میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۱۲۹۱ھ ر ۱۸۷۴ء میں انتقال ہوا۔

(۴۰۰) حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی

حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی، بن سید نوح، حسینی سبا، واسطی اصلا، حنفی مذہب اور چشتی مشرب تھے۔ پیدائش و پرورش بلگرام میں ہوئی ۔ ۲۵ صفر بروز یکشنبہ ۱۱۱۶ھ ر ۵-۱۷۰۴ء میں بلگرام میں پیدا ہوئے۔ درسی کتابیں اول سے آخر تک سید طفیل محمد اترولوی سے پڑھیں۔ لغت و سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سند احادیث اور عربی و فارسی اشعار کی تعلیم(۱) اپنے نانا سید عبدالجلیل بلگرامی سے حاصل کی۔ عروض و قوافی اور دیگر ادبی علوم کے لیے اپنے ماموں سید محمد بن سید عبدالجلیل سے استفادہ کیا(۲) سید لطف اللہ بلگرامی کے مرید تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ صحیح بخاری شیخ محمد حیات سندھی سے مدینہ منورہ میں(۳) پڑھی اور صحاح ستہ کی ان سے اجازت حاصل کی۔ ہندوستان واپس آکر نواب نظام الدولہ ناصر جنگ ابن نواب نظام الملک آصف جاہ حیدر آبادی کی مصاحبت میں رہے، ان کی تصنیفات یہ ہیں۔

عربی تصانیف:

اوضوء الدراری شرح صحیح بخاری تاکتاب الذکر، تسلیتہ الفواد در قصائد، تراجم علماء اور دو عربی دیوان کہ ہر دونوں میں تین ہزار اشعار ہیں، کتاب سبحۃ المرجان میں سات سو(۷۰۰) عربی اشعار بطور مثال درج کئے ہیں، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔

فارسی تصانیف:

یدبیضا و سرد آزاد و خزانہ عامرہ در تذکرہ شعراء و روضۃ الاولیاء تذکرہ بعض

اولیاء' ومآثر الکرام (بلگرام کی تاریخ در ذکر شعراء و فضلا اور اولیاء) و سند السادات فی حسن خاتمۃ السادات و دیوان فارسی و مظہر البرکات و سبعہ سیارہ وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ ١٢٠٠ھ ر ٦-١٧٨٥ء میں اس جہاں سے رحلت فرمائی۔(☆) نور اللہ فریحہ

(٤٠١) حافظ غلام علی چریا کوٹی

حافظ غلام علی چریا کوٹی' ابن شیخ نجابت اللہ عباسی' مولوی محمد حسن عباسی کے سلسلے سے ہیں شروع میں فوجی سپاہی تھے۔ ایک دن ان کے بزرگوں میں سے کسی نے فرمایا' اے کاش ہمارے خاندان میں کوئی ہوتا جو تیغ و تبر کے فن کے بجائے علم و ہنر کا سرمایہ اور خنجر و ڈھال کی بجائے علم و حدیث حاصل کرتا یہ بات سن کر ان کو غیرت آئی یہاں تک کہ سفر اختیار کیا' تحصیل علم کی غرض سے چل دیے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے آستانے پر پہنچ گئے' ایک مدت تک مقیم رہے۔ درسی علوم سے فراغت حاصل کی اور اپنے وطن پہنچے اور اپنی برداری کی تعلیم میں کوشش کی' طرز تعلیم مفید اور اچھا تھا' صرف و نحو میں اچھے اور مفید رسالے لکھے' ثروت اور اخلاق کریمہ کے مالک تھے۔ ١٢٤٨ھ ر ٣-١٨٣٢ء میں جہان فانی سے وداع ہوئے۔

(٤٠٢) مولانا غلام علی دہلوی

مولانا غلام علی دہلوی' سادات علوی سے تھے' مرزا مظہر جان جاناں کے مرید' عارف کامل اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے' ان کی ولادت ١١٥٦ھ ر ٤٣-١٧٤٣ء میں ہوئی۔ چناں چہ کسی شاعر نے ان کی ولادت کی تاریخ یوں کہی ہے۔(☆)

چو نجم چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی
شدہ ظہور فگن در جہان جہان بشگفت
سن ولاد شریفش چو جست رافت دل(١)
"مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع" بگفت

٢٢ صفر ١٢٤٠ھ ر ١٨٢٤ء میں انتقال فرمایا اور اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عبارت "نور اللہ مضجعہ (= ١٢٢٤ھ)" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ مسود اوراق (مولوی رحمان علی) نے تخرجہ سے تاریخ نکالی ہے جو یہ ہے۔

تاریخ انتقال حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از مولوی رحمان علی مولف تذکرہ

چو ماہ چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی
برخ کشید ز ابر(٢) عدم نقاب و نہفت
گزیدہ پیر خرد لب بحسرت و افسوس
"مہ سپہر ہدایت نہفتہ"(٣) سال بگفت

١٢٧٢ + ٣٢ = ١٢٤٠ھ ر ١٨٢٤ء

(٤٠٣) قاضی غلام غوث گوپاموی(١)

قاضی غلام غوث گوپاموی' فاضل افضل اور فقیہ اکمل' قاضی مبارک شارح سلم(٢) کی اولاد سے تھے۔ ارتضاء علی خاں کی خدمت میں تحصیل علوم کی' ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہے' کچھ دنوں ضلع گنتور صوبہ مدراس میں مسند قضاء کو زینت بخشی' دو جلدوں میں ان کے فتاویٰ مشہور ہیں۔ ١٢٣٢ھ ر ١٧-١٨١٦ء میں حیدر آباد میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(٤٠٤) مولوی غلام فرید لاہوری سہروردی

مولوی غلام فرید لاہوری' عالم اجل' فاضل اکمل' جامع کمالات ظاہر و باطن' عابد'

زاہد، ذاکر اور شاغل تھے۔ تمام عمر طلباء کی درس و تدریس میں بسر کردی۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ تجرید و تفرید کا ان کی طبیعت پر غلبہ تھا۔ ۱۲۱۶ھ / ۲-۱۸۰۱ء میں جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

(۴۰۵) شاہ غلام قطب الدین مصیب الہ آبادی

شاہ غلام قطب الدین ابن شاہ محمد فاخر زائر بن شیخ خوب اللہ الہ آبادی، اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ یکم محرم الحرام ۱۱۳۸ھ / ۲۶-۱۷۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کی تاریخ "نیک بخت ازلی بادا" ۱۱۳۸ھ سے نکلتی ہے۔ علوم ظاہری کی تحصیل مولوی برکت اللہ الہ آبادی کی خدمت میں کی، بچپن ہی میں جب کہ ان کے والد ماجد مکہ معظمہ کو گئے تو یہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ ایک فارسی دیوان ان کی تصنیف ہے جو نہایت مربوط و مضبوط ہے۔ مثنوی نان و قلیہ (در جواب نان و حلوا) اور بستان الحقیقت(۱) ان کی علمی یادگار ہیں، آخر عمر میں حج بیت اللہ کے لیے گئے۔ ۱۱۸۷ھ / ۴-۱۷۷۳ء میں ذی الحجہ کی آخری تاریخ کو مکہ معظمہ میں انتقال ہوا اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی قبہ میں داہنی طرف دفن ہوئے۔ ان کے شاگرد منشی جوگل کشور نے ان کی تاریخ بطور تعمیہ یوں کہی ہے۔(☆)

تاریخ وفات شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی

از منشی جوگل کشور

ذات پاک غلام قطب الدین
رخت بر بست زین جہان افسوس

دل سوزان من سوال نمود
سال این غم ز نوحہ خوان افسوس
با دل زار سوختہ گفتم
قطب الدین رفت زین جہان افسوس(۲)

(۴۰۶) مفتی غلام محمد لاہوری

مفتی غلام محمد لاہوری، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی اولاد میں تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری کے والد تھے، علوم و فنون کے جامع تھے۔ تدریس و طبابت کے کام میں سرگرم رہتے تھے، قرآن کریم کی کتابت کے ذریعہ سے حلال روزی حاصل کرتے تھے۔ ۱۲۷۶ھ / ۶۰-۱۸۵۹ء میں فوت ہوئے۔

(۴۰۷) مفتی غلام محمد خاں ساکن کوٹ

مفتی غلام محمد خاں، ولد رحمت خاں عرف خان محمد، گروہ کھوکراں، قصبہ کوٹ کے رہنے والے تھے۔ مولانا محمد سلامت اللہ کشفی کانپوری کی خدمت بابرکت میں پہنچے اور علوم متعارفہ(۱) کی تحصیل کی۔ زہد و تقویٰ ان کا دستور العمل تھا، گوشہ عزلت کو پسند کرتے تھے، فراغ علمی کے بعد ان کے گاؤں کے چھوٹے بڑوں نے ان سے وہاں آنے کی درخواست کی، انھوں نے کہا کہ جب تک ہماری قوم سود خوری کو نہ چھوڑے گی اور نامحرموں سے عورتوں کو پردہ نہ کرائے گی میں اس وقت تک اس گاؤں میں قدم نہ رکھوں گا۔ ان کی قوم کے لوگوں نے ان کی یہ دونوں شرطیں قبول کرلیں، اور(۲) وہ وطن پہنچے اور زندگی بھر سب کو شریعت کی پابندی کی ہدایت کرتے رہے۔(۳) اس گاؤں میں ایک مسجد بنوائی آخر بحکم "کل نفس ذائقۃ الموت" ۱۴ / ربیع الاول بروز اتوار، ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں رحلت فرماگئے۔ اپنے گاؤں میں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمۃ و

الغفران۔ کھوکھرا ایک گروہ ہے مسلمان جو لقب خانی سے ممتاز ہیں۔ اصل ان کا تعلق(۴) پنجاب سے ہے۔ جیسا کہ تاریخ فرشتہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ خود کو شیخ کہتے ہیں اور لفظ "خاں" خطاب کے طور سے اختیار کرتے ہیں۔ سب سنی مذہب ہیں کوٹ دوآبہ گنگ و جمن میں دریائے جمنا کے بائیں جانب ایک گاؤں ہے۔ اب ضلع فتح پور ہسوہ سے متعلق ہے۔

(۴۰۸) قاضی غلام مخدوم چریاکوٹی

قاضی غلام مخدوم ابن قاضی عبدالصمد عباسی' اپنے والد کی طرح ذہن و ذکاوت میں مشہور تھے ان کے کرم و جواں مردی کے لوگ معترف تھے۔ علوم مروجہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں(۱) سنسکرت زبان کے سیکھنے کا شوق(۲) پیدا ہوا یہاں تک کہ زبان مذکور کی تحصیل میں کافی دلچسپی لی۔ بمقام(۳) بنارس جو زبان مذکور کا مرکز ہے اس فن کے ماہروں میں کافی(۴) امتیاز حاصل کیا۔ سخن سنج طبیعت کے مالک تھے' فارسی زبان میں ایک دیوان مرتب کیا۔ جب وقت آخر قریب پہنچا تو ایسی چیزوں کو جلتی ہوئی آگ میں رکھ دیا۔ ان کے اشعار جو لوگوں کو زبانی یاد رہ گئے وہ(۵) محفوظ ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

بباغ دہر نہ گل ماند و نی سمن باقیست
ز عندلیب پری چند در چمن باقیست
دلم بسوخت تنم سوخت و استخوان ہم سوخت
تمام سوختم و ذوق سوختن باقیست
ز فیض خان مکرم خوشم نیم محتاج
درون سینہ دلی حسرت وطن باقیست

میرے مخلص دوست مولوی محمد فاروق چریاکوٹی نے جن کے نسب کا سلسلہ صرف دو واسطوں سے صاحب ترجمہ (قاضی غلام محمد) تک پہنچتا ہے' ایک غزل' غزل مذکورہ جواب میں لکھی ہے جس کو صاحب ذوق ناظرین کی تربیت کے لیے تحریر کیا جاتا ہے۔

غزل

نہ آں پیالہ نہ آں مے نہ آں چمن باقیست
مگر ز بیخودیم قصہ کہن باقیست
چناں گداختہ ام من کہ غیر یاد تو نیست
زمن ہر انچہ در آتش پیرہن باقیست
بہرچہ داد خداوند شادم و لیکن
دروں دل ہوس طائف و یمن باقیست
خجل ز منت دشنام تو شدم ای جان
کہ بر زبان تو زین حیلہ یاد من باقیست

الغرض صاحب ترجمہ اپنے والد کی جگہ قاضی مامور ہوئے۔ ۱۲۰۵ھ ر ۹۱-۱۷۹۰ء میں پچاس سال کی عمر جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ غفرلہ اللہ تعالیٰ۔

(۴۰۹) مولوی غلام محی الدین بگوی

مولوی غلام محی الدین' ابن حافظ نور حیات بن حافظ محمد شفاء بن حافظ محمد نور بگوی' عالم اجل' فاضل اکمل' فقیہ' محدث اور جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔ بروز دو شنبہ ماہ محرم ۱۲۰۳ھ ر ۸۹-۱۷۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف حافظ حسن سے پڑھا۔ اس کے بعد رمضان المبارک کے مہینے میں ایک ایک سپارہ روزانہ حفظ کیا اور تراویح میں پڑھا' اس طرح ایک ماہ میں حافظ قرآن ہوگئے۔ پھر دوسرے علوم کی طرف متوجہ ہوئے' چوں کہ ذہین و ذکی تھے' ملک پنجاب میں کوئی ان کو تعلیم نہ دے سکا۔ بالاخر وہ اپنے چھوٹے بھائی مولوی احمد الدین کے ہمراہ جن کی عمر ۸ سال کی تھی دہلی چلے آئے۔ علمائے دہلی سے علم معقول و منقول پڑھا۔ علم حدیث کی تحصیل مولوی محمد اسحاق کی خدمت میں کی۔ اس کے بعد مولانا شاہ عبدالعزیز سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔ جب تحصیل علم سے فارغ ہوگئے تو لاہور پہنچے۔ لال مسجد میں تیس سال تک طلباء کی تدریس میں مشغول رہے' استرخاء کی بیماری کی وجہ سے اپنے گاؤں بگا

متعلقہ بھیرا مضافات لاہور میں آئے۔ ۱۴ سال تک بیمار رہے' اس حالت میں بھی تدریس و تعلیم میں مشغول رہے۔ دوشنبہ کی رات' ماہ شوال' ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں وفات پائی۔ موضع بگا میں دفن ہوئے' دو بیٹے یادگار چھوڑے' ایک حاجی مولوی غلام محمد جو لاہور کی جامع مسجد میں امام ہیں۔ دوسرے مولوی عبدالعزیز جو بھیرا کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ ۔(☆)

(۴۱۰) حافظ سید غلام میر سندیلوی

حافظ سید غلام میر' بن سید قلندر بخش بن مولوی عبداللہ بن سید زین العابدین' مخدوم زادۂ سندیلہ۔ مولوی حیدر علی سندیلوی' مولوی ظہور اللہ لکھنوی اور مولوی عبدالواجد خیر آبادی سے تحصیل علم کی' اکثر نواح کلکتہ میں تاجرانہ زندگی بسر کرتے تھے' پھر سندیلہ واپس آئے اور طلبہ کی تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۳ / ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں فوت ہوئے۔ بمقام امرہرہ(۱) واقع سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۴۱۱) مولوی غلام نجف خان حقانی سندیلوی

مولوی غلام نجف خاں ولد احمد شاہ بن حافظ عنایت اللہ حقانی' قصبہ سندیلہ کے شیوخ سے تھے' دانشمند کثیر الدرس' قرآن اور حامل (حافظ) اتنے سریع التلاوت تھے کہ(۱) اکثر ماہ رمضان میں ایک رات میں قرآن کریم ختم کردیتے تھے۔ ۱۲۱۵ھ/ ۱۸۰۰-۱ء میں انتقال ہوا۔

(۴۱۲) شیخ غلام نقشبند لکھنوی

شیخ غلام نقشبند' ابن شیخ عطاء اللہ' یگانہ روزگار اور جامع شریعت و طریقت تھے وہ شیخ عطاء اللہ کے شاگرد میر محمد شفیع دہلوی کے شاگرد تھے' شیخ عطاء اللہ' شیخ پیر محمد لکھنوی کے شاگرد تھے۔ لیکن شیخ غلام نقشبند نے فاتحہ فراغ شیخ پیر محمد لکھنوی سے پڑھی جو ان کے باپ کے استاد تھے۔ تمام عمر طلباء کے درس و افادہ میں بسر کردی اور بہت سے مشہور فاضل ان کے سایہ تربیت میں منزل مراد تک پہنچے' اکثر علمائے ہندوستان کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے' شاہ عالم ابن عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ نے جب

ان کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کو طلب کیا' ان کا بہت اعزاز و اکرام فرمایا۔ ان کے ارشد تلامذہ میں سید عبدالجلیل بلگرامی ہیں کہ جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ تفسیر ربع قرآن مجید مع حاشیہ و قرآن کی چند سورتوں کی تفسیر فرقان الانوار و رسالہ لامعہ عرشیہ در وحدۃ الوجود و شرح قصیدہ خزرجیہ وغیرہ ان کی مستند و معتبر تصانیف ہیں' یکم رجب ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء میں اس جہان فانی سے وداع ہوئے اور لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔(☆)

(۴۱۳) مولوی غلام یحییٰ بہاری

مولوی غلام یحییٰ' کا مولد و مسکن موضع اکیڑ متصل نگر نہسہ مضاف بہار سے ہے جو بہار سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پٹنہ و بہار کے درمیان واقع ہے۔ دانشمند' متبحر اور اپنے عہد کے ممتاز عالم تھے' ذہانت و منطق میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ ان کی تصنیفات میں حاشیہ میر زاہد ہے جو علمائے زمانہ میں مروج ہے۔ ۱۱۲۸ھ / ۱۶-۱۷۱۵ء میں انتقال ہوا اور بہار میں مخدوم شرف الدین قدس سرہٗ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔(☆)

(۴۱۴) میر غیاث الدین قزوینی

میر غیاث الدین قزوینی ابن میر عبداللطیف قزوینی' جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے مشہور اور عمدہ ترین فاضل تھے۔ علم سیر' تواریخ' اسماء الرجال اور محاضرات میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور زمانہ کی برکتوں میں سے ایک برکت تھے' ان کی قوت حافظہ کا ثانی لوح محفوظ ہی کہا جاسکتا ہے۔ بادشاہ کی خدمت میں علم تاریخ اور تمام کتب نظم و نثر پڑھانے میں مشغول رہتے تھے۔ نقیب خاں کے خطاب سے ممتاز تھے۔

حرف الفاء

(۴۱۵) میر فتح اللہ اودھی

شروع میں دہلی کے نامور علماء میں سے تھے۔ جامع مسجد دہلی میں جو کہ منار ششی کے نیچے ہے مسند درس و افادہ کو زینت بخشی۔ آخر میں شیخ صدر الدین حکیم کے مرید و خلیفہ ہوئے اور اس سلسلہ کے سلوک میں مشغول ہوگئے، کہتے ہیں کہ بہت ریاضتیں کیں لیکن کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ انھوں نے اس کی شکایت اپنے پیر سے کی، پیر نے کہا کہ درس منقطع کردو اور کتابیں اپنی ملکیت سے خارج کردو، انھوں نے ایسا ہی کیا، مگر تھوڑی سی کتابیں جو نہایت نفیس اور اعلیٰ تھیں ان کو اپنے پاس حفاظت سے رکھا ابھی باب معرفت نہ کھلا تھا کہ بقیہ کتابوں کو بھی اپنے پاس سے جدا کردیا لوگوں نے ان کو دیکھا کہ دریا کے کنارے بیٹھے (کتابوں کے) اجزا دھو رہے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا قلب غیر اللہ سے پاک ہوگیا۔ اور اس کے بدلے میں علم باطن مل گیا۔ شیخ قاسم اودھی دہلی میں ان کے مریدوں میں تھے۔ ان کا ایک رسالہ آداب السالکین کے نام سے ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

(۴۱۶) میر فتح اللہ شیرازی

میر فتح اللہ شیرازی، شیعہ مذہب سادات شیراز اور اپنے زمانہ کے مشہور عالموں میں تھے، جمیع علوم عقلی و نقلی، حکمت، ہیئت، ہندسہ، نجوم، رمل، حساب، طلسمات، نیرنجات اور جراثقال خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ رصد بندی کی قابلیت بھی رکھتے تھے۔ عربی ادب، حدیث، تفسیر میں بھی مساویانہ حیثیت رکھتے تھے، غیاث الحکماء کے شاگرد تھے۔ ان کی دو اچھی تصانیف ہیں۔ میر موصوف اگرچہ مجلس میں بہت خلیق، متواضع اور نیک نفس تھے لیکن جب درس دیتے تھے تو شاگردوں کے متعلق فحش، گندے اور رکیک الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کم لوگ ان کے درس میں جاتے تھے، ان کا کوئی شاگرد رشید نہ ہوا۔ چند سال دکن کے

حاکم عادل خاں کے پاس رہے۔ ۹۹۰ھ ر ۱۵۸۲ء میں اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آئے، عضد الملک خطاب پایا۔ کشمیر میں ۹۹۷ھ ر ۹-۱۵۸۸ء میں فوت ہوئے اور تخت سلیمان میں دفن ہوئے۔ ان کی مصنوعات سے ایک چکی تھی جو خود حرکت کرتی تھی اور آٹا پیستی تھی اور ایک آئینہ تھا جس میں دور و نزدیک سے عجیب و غریب شکلیں دکھائی دیتی تھیں اور ایک بندوق تھی جو ایک ہی گردش میں بارہ آوازیں دیتی تھی۔(☆)

(۴۱۷) بابا فتح محمد برہان پوری

بابا فتح محمد برہان پوری، عالم علوم عقلیہ و نقلیہ(۱)، محدث، عارف باللہ برہان پور میں درس دیتے تھے، علوم فقہ، حدیث اور تفسیر اپنے والد مولانا عین العرفاء شاہ محمد عیسیٰ جند اللہ برہانپوری (۲) سے حاصل کیے ان کے دادا شیخ محمد قاسم سندھی رئیس المحدثین کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کا مزار مکہ معظمہ میں ہے۔

(۴۱۸) مولوی فخرالدین زرادی

مولوی فخرالدین زرادی، جامع علوم اور متقی بزرگ تھے۔ دینی امور میں نہایت پختگی اور بڑی عظمت کے مالک تھے۔ شروع میں مولانا فخرالدین ہانسوی سے دہلی میں پڑھتے تھے۔ خوش طبعی، سخن سنجی اور فصاحت کے لیے اہل شہر میں ممتاز تھے بالآخر سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ ہوکر(۱) تعلیم کا کام چھوڑ دیا اور درویشوں کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ زیادہ تر سفر میں رہتے تھے اور جنگلوں میں خدا کی عبادت کرتے تھے، ہمیشہ روزہ رکھتے۔ جس زمانہ میں محمد تغلق، بادشاہ دہلی نے دہلی کے باشندوں کو دیوگیر بھیجا تو یہ بھی گئے اور وہاں سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے چلے گئے۔ پھر بغداد پہنچے، علم حدیث میں درک حاصل کیا، جب واپس لوٹے تو جہاز ڈوب گیا اور مولانا نے درجہ شہادت پایا۔ علم صرف میں ان کی ایک کتاب مشہور ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ(☆)

(۴۱۹) مولانا فخرالدین احمد الہ آبادی

مولانا فخرالدین احمد، شاہ رفیع الزماں الہ آبادی کی اولاد امجاد سے تھے، الہ آبادی

کے بارہ دائروں میں سے ایک دائرہ محلہ یحییٰ پور کے نام سے مشہور ہے، شہر الہٰ آباد کے شرفاء میں سے تھے، لکھنؤ میں (۴) عصر علمائے (۱) مفتی محمد یوسف، مولوی نعمت اللہ مفتی محمد اصغر، مولوی حسین احمد محدث لکھنوی فرنگی محلی اور اخوند شیر محمد ولایتی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ فراغ علمی کے بعد اپنے وطن الہٰ آباد واپس ہوئے اور اپنے خاندان کے دستور کے مطابق مسند ارشاد کو سنبھالا اور بیت اللہ الحرام کے حج سے مشرف ہوئے۔ اس کے علاوہ طلباء کو درس دیتے اور مریضوں کا علاج کرتے، حذاقت اور معالجہ کی شہرت کی وجہ سے ان کا لقب حکیم بادشاہ ہوگیا اور ان کے اکثر خلفاء طریقت میں اور شاگرد علوم میں نامی گرامی ہوئے۔ مثلاً مولوی مسیح الدین احمد خلف و خلیفہ موصوف الذکر، مولوی محمد عبدالسبحان (۳) ساکن احمد آباد نارہ، اور ان کے بھتیجے مولوی عبدالکافی وغیرہم۔ ان کی جملہ تصنیفات سے رسالہ تفرقۃ البدعۃ و السنۃ، کف اللسنۃ عن تکفیر الفرقۃ الرفضۃ، رسالہ بشیرو نذیر و رسالہ مولد شریف و رسالہ مناسک الحج و رسالہ ازالۃ الشکوک والاوہام بجواب تقویۃ الایمان اور فاتحہ فی جواز الفاتحہ مشہور ہیں۔ آیہ کریمۃ "کل من علیہا فان" (۴) کے مصداق بہتر سال کی عمر میں ۲۳ ر ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۰۳ھ ر ۶-۱۸۸۵ء میں دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت کی۔ اور محلہ یحییٰ پور الہٰ آباد میں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمتہ الغفران۔

(۴۲۰) فرید واحد العین

فرید واحد العین، شاہ میر سامانہ کے شاگردوں میں تھے، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگرچہ تحصیل علم زیادہ نہ کیا تھا لیکن ہر کتاب سے جو (۱) مشکل مسئلہ اور دقیق و غامض بحث کو جو بطور فتویٰ (۲) ان سے پوچھی جاتی تھی۔ اسے (۳) فوراً قلم دوات لے کر لکھ دیتے تھے اور حل کردیتے تھے مگر جیسی کہ تحریر کی قوت رکھتے تھے ویسی تقریر کرنے کی یا جو خود تحریر کرتے تھے اسے پڑھنے کی قوت نہ رکھتے تھے (۴)

(۴۲۱) مولوی فرید الدین احمد

مولوی فرید الدین احمد، بن سید محمد راجی بن مولوی سید یاد علی مشہدی کڑوی

نہایت ذہین و ذکی تھے۔ شروع میں مولانا محمد سلامت اللہ کشفی کان پوری اور دیگر علمائے وقت کی خدمت میں علوم مروجہ کی تحصیل کی اور پھر قوانین انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے قانون دانی اور معاملات فہمی میں مشارالیہ (مولوی فرید الدین) اپنے ساتھیوں میں حکام والا شان کی عنایات سے سرفراز ہوئے، کچھ دنوں ہائی کورٹ میں وکیل رہے اس کے بعد سب جج مقرر ہوئے، حق یہ ہے کہ اگر تحصیل علوم کے بعد خدمت علم میں کمر باندھتے تو ملا حسن سہالوی اور ملا عماد لبکنی سے کم نہ ہوتے اس حالت میں بھی جو متاع و اسباب ان کو حاصل ہوا وہ ان کے ہم چشموں کو کم حاصل ہوگا۔ اس کے باوجود اعزاء و اقرباء پروری ان کا دستور ہے۔ ملکہ انگلستان قیصر ہند کی جوبلی کے موقع پر خطاب خان بہادر حاصل کیا۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

(۴۲۲) مولوی فضل امام خیر آبادی

مولوی فضل امام خیر آبادی، شیخ فاروقی، مولوی سید عبدالواجد خیر آبادی کے شاگرد رشید تھے، دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر انگریزی سرکار کی طرف سے ممتاز تھے، میر زاہد رسالہ (۱) اور میر زاہد ملاجلال پر تفصیلی حواشی لکھے ہیں، علوم عقلیہ میں نہایت شہرت رکھتے تھے، آمدنامہ کہ جس میں فارسی قواعد بیان کیے ہیں اور جوار لکھنؤ کے کچھ علماء کا ذکر ہے، تحریر کیا، مبتدیوں کے لیے بہت مفید ہے ۵ ر ذی قعدہ ۱۲۴۳ھ ر ۱۸۲۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت الفردوس کی راہ لی۔ (☆)

(۴۲۳) مولوی فضل اللہ سندیلوی

مولوی فضل اللہ سندیلوی ابن سید (۱) شاہ غلام علاء الدین، سندیلہ کے مخدوم زادے تھے۔ شروع میں مولوی زین العابدین سندیلوی سے تحصیل علم کی اور تکمیل گوپامئو میں وہاں کے علمائے وقت سے کی۔ اپنے والد کے مرید و سجادہ نشین تھے، طالبین کے ارشاد و ہدایت میں مشغول رہتے، بارھویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے۔ قصبہ سندیلہ میں کریم باغ کے مقبرہ میں اپنے والد کے روضہ کے اندر دفن ہوئے۔

(۴۲۴) مولوی فقیہہ اللہ سندیلوی

مولوی فقیہہ اللہ سندیلوی، ابن سید(۱) اصلح اللہ بن سید(۲) غلام علاء الدین، قصبہ سندیلہ کے مخدوم زادے تھے۔ ۱۲۰۳ھ ر ۹-۱۷۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمد بخش سندیلوی، مولوی ہادی ساکن دیوا، مولوی غلام حسین بنگالی، مولوی اسلم بلگرامی، مولوی نور الحق لکھنوی، مولوی محمد حیدر فرنگی محلی لکھنوی، مولوی سراج الحق فرنگی محلی لکھنوی، مفتی محمد اصغر فرنگی محلی اور مولوی محمد جعفر ساکن کمنڈی سے تحصیل علم کی۔ اپنے والد ماجد کے مرید(۳) تھے۔ ہمیشہ درس دیتے تھے اور وعظ فرماتے تھے۔ ۲۲ ر صفر ۱۲۵۹ھ ر ۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔ مخدوم صاحب کی مسجد کے صحن میں قصبہ سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۴۲۵) شاہ فضل اللہ برہان پوری

شاہ فضل اللہ برہان پوری، نائب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لقب سے مشہور تھے ان کی اصل جون پور سے تھی، برہان پور میں مقیم ہوگئے تھے اور وہیں توطن اختیار کرلیا، ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، ہمیشہ فقہ، تفسیر، حدیث اور تصوف کے درس میں مشغول رہتے تھے، مدرسے اور طلباء کے مصارف بادشاہ وقت خود دیتا تھا۔
ان کی وفات ۱۰۰۵ھ ر ۷-۱۸۹۶ء میں برہان پور میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

(۴۲۶) مولانا فضل رحمٰن

مولانا فضل رحمٰن کے اوصاف حمیدہ اور خصائص پسندیدہ ایسے نہیں ہیں کہ زبان بریدہ قلم بے بنیاد کاغذ پر ان میں سے تھوڑے بھی لکھ سکے اور انسان ضعیف البیان کی کیا مجال ہے کہ ان کا عشر عشیر بھی بیان کر سکے۔

لایدرک الواصف المطری خصائصہ
وان یک سابقا فی کل ماوصفا

مختصر یہ کہ ان کے والد ماجد اہل اللہ بن محمد فیاض قصبہ ملانوان ضلع اناؤ (اودھ) کے قدیم باشندے تھے۔ وہ مخدوم شیخ محمد ملانوان مصباح العاشقین کی اولاد سے

تھے۔ حضرت نے قصبہ گنج مراد آباد میں جو ضلع اناؤ میں ملانوان سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے سکونت اختیار فرمائی اور ان کی بعض اولاد اب بھی ملانوان میں سکونت پذیر ہے۔ حضرت موصوف الالقاب (مولانا فضل رحمٰن) ۱۲۰۸ھ ر ۴-۱۷۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ چناں چہ فضل رحمٰن(۱) (بغیر الف، لام اور الف بعد میم) ان کا تاریخی نام ہے اس حساب سے عمر شریف ۱۳۰۵ھ ر ۸-۱۸۸۷ء تک کہ اس مجموعہ (تذکرہ علماء ہند) کی تالیف کا زمانہ ہے، ۹۷ سال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طویل زندگی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے، انھوں نے درسی مروجہ علوم کی تحصیل اپنے زمانے کے مشہور ترین اساتذہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنوی اور مولوی محمد اسحاق دہلوی سے کی۔ زہد و اتقاء اور اتباع فقہ و حدیث ان کا دستور و طریق ہے۔ مرید و خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس اللہ سرہما کے ہیں۔ چوں کہ آغاز سن شعور ہی سے طبیعت اشغال باطن کی طرف متوجہ تھی اس لیے تدریس و تصنیف کا اتفاق نہ ہوا، شروع میں تذکیر و وعظ بھی فرماتے تھے اب جسمانی ضعف کی وجہ سے جو اس عمر کا تقاضہ ہے وہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ پھر بھی اس زمانہ میں مخلوق ان کی طرف رجوع کرتی ہے، چھوٹے بڑے، مالدار و مفلس، مشہور و غیر مشہور نزدیک و دور سے آتے ہیں اور بیعت سے سرفراز ہوتے ہیں ادام اللہ فیضہ علی ونوس المسترشدین۔ مولف اوراق ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ ر ۱۸۸۳ء میں اپنے وطن مالوف سے ملاقات کی غرض سے کان پور تک گیا، وہاں معلوم ہوا کہ اناؤ سے مراد آباد تک بارش کی وجہ سے سخت طغیانی ہے، گاڑی اور پالکی وغیرہ کی سواری کا عبور کرنا سخت دشوار ہے اس لیے یہ مشہور شعر پڑھ کر ریواں واپس آگیا۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را(☆)

(۴۲۷) مولوی فضل رسول بدایونی

مولوی فضل رسول بدایونی، بن مولوی شاہ عبدالمجید قدس سرہ ماہ صفر ۱۲۱۳ھ ر ۹-۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام ظہور محمد ہے۔ مروجہ درسی کتابوں کی

تحصیل و تکمیل مولوی نورالحق فرنگی محلی خلف مولانا انوار الحق شاگرد ملک العلماء بحرالعلوم ملا عبدالعلی سے کی۔ قصبہ ردولی میں مخدوم شاہ عبدالحق قدس سرہ کے مزار کے سامنے اکابر علمائے وقت مثلاً مولوی عبدالواسع، مولوی عبدالواجد خیرآبادی (☆)، مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی وغیرہ نے رسم دستار بندی ادا فرمائی، علم طب حکیم ببر علی خاں موہانی، علم حدیث و تفسیر شیخ المکہ عبداللہ سراج اور شیخ عابد مدنی اور علم تصوف اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ قادریہ و چشتیہ سلسلہ میں بیعت وخلافت اپنے والد ماجد سے پائی، چند بار حرمین شریفین گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک بار دہلی سے احرام باندھ کر بمبئی تک پیدل گئے وہاں سے جہاز پر سوار ہوکر جدہ پہنچے، اور جدہ سے پھر پیدل چل کر مدنیہ (منورہ) پہنچے(۱) اسی طرح کامل جذب اور ارادت کے ساتھ بغداد شریف گئے۔ سجادہ نشین درگاہ غوثیہ و سربراہ سلسلہ غوثیہ سید علی نے خود اجازت خاص مرحمت فرمائی، غرض ہمیشہ مخلوق کی ہدایت و تعلیم اور تدریس میں مشغول رہتے (تھے)۔ وہابیوں کی بیخ کنی میں بہت کوشش کرتے تھے۔ بہت سے مشہور علماء و فضلاء نے ان کے سایہ تربیت میں نشوونما پائی، ان میں مولوی فیض احمد بدایونی، مولوی سخاوت علی جون پوری، مفتی اسد اللہ الہ آبادی، مولوی شاہ احمد سعید رام پوری اور مولوی عنایت رسول چریا کوٹی ہیں۔ ۳ جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء کو بروز پنج شنبہ بعد نماز ظہر ۷۷(۳) سال کی عمر میں جہان فانی سے رخصت ہوئے اور بدایوں میں دفن ہوئے۔ برد اللہ مضجعہ مولوی عبدالسلام (سنبھلی) مراد آبادی نے ان کی تاریخ انتقال فقرہ "انا فضل الرسول" سے نکالی ہے۔(☆)

تصانیف مشہورہ:۔

بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، معتقد منتقد، سیف الجبار، فوز المومنین، تلخیص الحق، احقاق الحق، شرح فصوص الحکم، رسالہ طریقت، حاشیہ میر زاہد، حاشیہ ملا جلال، طب الغریب اور متفرق مسائل میں دیگر رسائل بر مسائل متفرقہ۔

(۴۲۸) مولوی فضل حق خیرآبادی

مولوی فضل حق خیر آبادی، عمری، حنفی، ماتریدی، چشتی ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء میں پیدا

ہوئے، اپنے والد مولوی فضل امام کے شاگرد تھے۔ حدیث مولانا عبدالقادر دہلوی سے پڑھی۔ قرآن مجید چار ماہ میں حفظ کرلیا۔ تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ شاہ دھومن دہلوی کے مرید تھے۔ علوم منطق، حکمت، فلسفہ، ادب، کلام، اصول اور شاعری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے، ان کا کلام چار ہزار اشعار سے زیادہ پر مشتمل ہوگا۔ دور دور کے شہروں سے طلباء آتے اور ان سے مستفید ہوتے۔ ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں، میں ان کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہوا تو عین حقہ پینے اور شطرنج کھیلنے کی حالت میں ایک طالب علم کو افق المبین کا سبق دے رہے تھے اور کتاب کے مطالب کو بہت خوبی کے ساتھ طالب علم کے ذہن نشین کرا رہے تھے۔ ان کی اعلیٰ تصنیفات ہیں، انگریزوں نے ان کو فساد ہند (۱۸۵۷ء) کے زمانہ میں قید کرکے جزیرہ رنگون بھیج دیا، وہیں ۱۲/ صفر ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں فوت ہوئے۔(☆)

تصانیف:۔

الحسن الغالی فی شرح الجواہر العالی، حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک، حاشیہ افق المبین، حاشیہ تلخیص الشفاء الہدیۃ السعیدیہ در حکمت طبعی، رسالہ تحقیق العلم و المعلوم، الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود، رسالہ تحقیق الاجسام، رسالہ تحقیق کلی طبعی، (رسالہ) تشکیک درماہیات(۱) تاریخ غدر ہندوستان، ان کے خلف رشید مولوی عبدالحق ہیں جو اپنے والد کے کمالات کا آئینہ ہیں۔ رام پور کی ریاست سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۴۲۹) شیخ فضیل کالپوی

شیخ فضیل کالپوی، شیخ جلال واصل کالپوی کے بڑے بیٹے تھے، عربی ادب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، عربی قصائد بڑی فصاحت سے لکھتے تھے، یہ مطلع ان کے قصیدہ کا ہے جو انھوں نے معین الدین طنطرانی کے جواب میں لکھا ہے۔

یا جمیل الوجہ وجھی عن قدیم الحال حال

راح روحی بالنوی والدمع کالسلسال سال

اور طنطرانی کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے:۔

یاخلی البال قد بلبلت بالبلبال بال
بالنوی زلزلت قلبی فھو بالزلزال زال

شیخ نفیل موصوف نے عربی نثر و نظم کی توقیع جو شیخ فیضی کی تفسیر پر لکھی ہے وہ ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔

(۴۳۰) مولوی فقیر محمد جہلمی

مولوی فقیر محمد جہلمی، بن حافظ محمد سفارش، موضع چتن کے رہنے والے تھے جو شہر جہلم سے دو میل مغرب کی جانب ہے۔ جمعرات کے دن ۱۲۶۰ھ ر ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے، رسمی و مروجہ علوم کی تحصیل میاں قطب الدین ساکن نالیاں والہ، میاں غلام محمد ساکن موضع جادہ اور مولوی نور احمد ساکن کہائی کوٹلی وغیرہ علمائے وقت کی خدمت میں کی رفتہ رفتہ مولوی مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلی کے تلامذہ میں منسلک ہوئے، تھوڑے ہی زمانہ میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اپنے وطن مالوف کو واپس آگئے۔ مذہب نصاریٰ کے رد میں بہت کوشش کی، فی الحال مطبع سراج المطابع جہلم کے مالک و مربی ہیں، ترجمہ تصدیق المسیح، حاشیہ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان، حدائق الحنفیہ (تذکرہ حنفی علماء) زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل اور رسالہ آفتاب محمدی ان کی تصانیف ہیں۔ (☆)

(۴۳۱) مولوی فیض احمد بدایونی

مولوی فیض احمد بدایونی، بن حافظ غلام احمد بن مولوی شمس الدین بن مولانا محمد علی بدایونی، ان کی پیدائش قریب ۱۲۲۳ھ ر ۱۸۰۸ء میں ہوئی۔ جملہ علوم عقلی و نقلی اپنے ماموں مولوی شاہ فضل رسول بدایونی سے بہت تحقیق و تدقیق کے ساتھ حاصل کئے، اپنے نانا مولانا شاہ عبدالمجید کے مرید تھے۔ ان کے کمالات علمیہ اور حالات قدسیہ کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔ ان کی تصنیفات سے حاشیہ صدرا، حواشی فصوص(۱) فارابی، اور تین دیوان عربی، فارسی اور اردو در مناقب حضرت غوث اعظم

قدس سرہ) تھے ان میں اکثر فساد ہند (۱۸۵۷ء) میں تلف ہوگئیں۔ ۱۲۷۴ھ ر ۸-۱۸۵۷ء کے قریب انہوں نے رحلت فرمائی۔ رحمتہ اللہ علیہ

(۴۳۲) ملا فیروز کشمیری

ملا فیروز کشمیری، سچاگنائی کے نام سے مشہور تھے، بابا نونی گنائی کے والد تھے، عالم جوانی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، ہندوستان واپس آئے اور بدایوں میں تحصیل علم میں کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر قسمت کی یاوری سے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی ان سے علم کی درخواست کی، انہوں نے ان کو علوم کی تعلیم دی۔ صاحب ترجمہ (ملا فیروز) فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ میں اپنے ہم عصروں میں فائق ہوئے، کشمیر میں عہدۂ افتاء پر سرفراز ہوئے۔ میر حمزہ کشمیری کے مرید تھے۔ حسین شاہ والی کشمیر کے زمانے میں ۹۷۳ھ ر ۶-۱۵۶۵ء میں ستر سال کی عمر میں شیعوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ شیخ یعقوب صیرفی نے ان کے انتقال کی تاریخ یوں کہی ہے۔

تاریخ شہادت ملا فیروز کشمیری

از شیخ یعقوب صرفی

از پے تاریخ در دین وحید
گفت "شد از بہر دیں ملا شہید"

ان کے بیٹوں میں ملا عبدالوہاب دانشمند اور صاحب تالیف تھے۔ حاشیہ توتی، شرح مواقف اور شرح شمسیہ پر انہوں نے حاشیے لکھے ہیں۔ (☆)

حرف القاف

(۴۳۳) قاضی خاں ظفر آبادی

ان کا نام یوسف، وطن ظفر آباد، شیخ حسن بن طاہر جون پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع اور نہایت قناعت پسند تھے۔ نصیر الدین محمد ہمایوں شاہ نے ہر چند ان سے نذر قبول کرنے کی درخواست کی لیکن انھوں نے قبول نہیں کی اور کہا۔

از خدا خواہم و از غیر نخواہم بخدا
کہ نیم بندۂ غیر و نہ خدائے دگر است

جب معافی کا فرمان ان کے بڑے بیٹے شیخ عبداللہ کے پاس لے گئے تو انھوں نے بھی قبول نہ کیا اور کہا کہ بیٹے کو باپ کی متابعت کرنی چاہیے۔ قاضی خاں کی وفات ۱۵ ر صفر ۹۷۰ھ ر ۱۵۶۲ء کو ہوئی ان کا مزار ظفر آباد سواد جون پور میں ہے۔(☆)

(۴۳۴) قاضی قاضن . ٹھکری(۱)

قاضی قاضن . ٹھکری، ابن قاضی شاہ ابوسعید بن قاضی زین الدین . ٹھکری، اپنے زمانہ کے علماء میں مختلف فضائل کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ علم قرات بہت اچھی طرح سیکھا تھا، فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف اور عربی ادب میں بہت مہارت رکھتے تھے، راہ سلوک میں بہت ریاضتیں کی تھیں۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے سیر و سفر بہت کیا اور آخر میں سید محمد جون پوری مدعی مہدویت کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ لہٰذا علمائے وقت ان پر طعن کرتے تھے۔ شاہ حسن (ارغون) حاکم سندھ کی طرف سے موروثی جگہ بھکر کے قاضی ہوئے۔ بڑھاپے میں اس عہدہ سے مستعفی ہوگئے اور اپنے بھائی قاضی نصر اللہ کے سپرد کردیا۔ ۹۵۸ھ ر ۱۵۵۱ء میں انتقال

کیا۔ . ٹھکر سندھ میں ایک شہر کا نام ہے۔

(۴۳۵) ملا قاسم کاہی

علم تفسیر، ہیئت، کلام اور تصوف میں ان کو خوب مہارت حاصل تھی ان کی علم موسیقی میں بھی ایک تصنیف ہے، اگرچہ مشائخ متقدمین اور مولانا جامیؒ قدس سرہ السامی (کذا) وغیرہ کا زمانہ پایا مگر تمام عمر الحاد و زندقہ میں بسر کردی۔ اس وارستگی اور آزادی کے باوجود بذل و ایثار خوب کرتے تھے۔ شاعری میں ان کا دیوان مشہور ہے۔ بوستان سعدی کے جواب میں گل فشاں نام ایک مثنوی قافیہ بقافیہ لکھی ہے اس کا مطلع یہ ہے۔

جہاں آفرین را بجان آفرین
بجان آفرین صد جہان آفرین

ہمایوں کے زمانہ سے اکبر کے زمانہ تک زندہ تھے۔ ان کے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔(☆)

(۴۳۶) سید قطب الدین محمد حسنی الکڑوی

سید قطب الدین محمد ابن سید رشید الدین احمد الغزنوی، ان کے والد کا سلسلہ نسب امام حسن بن امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے۔ وہ عالم تبحر و فقیہ نحریر، صاحب ولایت اور مجاہد فی(۱) سبیل اللہ تھے۔ ۵۸۱ ھ ر ۶-۱۱۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ سلطان قطب الدین التتمش کے زمانہ میں غزنی سے دہلی آئے اور وہاں سے آکر موضع کڑا میں سکونت پذیر ہوگئے۔ کڑا قصبہ ہسوہ کے قریب نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو کڑا سادات کے نام سے مشہور ہے وہاں سے غزا اور جہاد کی نیت سے بمقام کڑا رونق افروز ہوئے جو مانک پور کے مقابل گنگا کے کنارے واقع ہے۔ راجہ جے چند سے غزا فرمایا اور غالب آئے۔ ۹۶ سال کی عمر میں مقام کڑا میں ۳ رمضان ۶۷۷ ھ ر ۹-۱۲۷۸ء میں رحلت فرمائی۔ تین بیٹے سید نظام الدین، سید قوام الدین مقیم دہلی، اور سید تاج الدین قاضی بدایوں یادگار چھوڑے۔ سید موصوف علیہ الرحمہ کی

اولاد کڑا' نصیر آباد' ردولی' کوندھن پٹی' اجھوا' رسول پور' کرولی' منعم آباد' راجوپور' گوالیار' کرئی' جیزا' دہلی' بدایوں اور ہسوہ وغیرہ میں سکونت رکھتی ہے اور یہ لوگ سادات قطبیہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

(۴۳۷) ملا قطب الدین شہید سہالوی

انصاری شیخ ہیں۔ ان کا نسب سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ ان کے ایک بزرگ مدینہ طیبہ سے ہرات آئے۔ ان کی اولاد امجاد میں مشہور معروف خواجہ عبداللہ انصاری ہرات میں دفن ہیں۔ خواجہ موصوف کی اولاد سے شیخ علاء الدین انصاری ہندوستان میں آئے۔ مضافات دہلی میں سکونت پذیر ہوگئے اور وہیں وفات پائی۔ علاء الدین کی اولاد میں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی (اودھ) میں سکونت اختیار کی' ان کا سلسلہ ملا قطب الدین شہید سے آٹھویں پشت میں جاکر ملتا ہے۔ صاحب ترجمہ (ملا قطب الدین) اساتذہ کے امام' علماء کے قائد' علوم عقلی کے معدن اور فنون نقلی کے مخزن تھے۔ ملا دانیال چوراسی (شاگرد ملا عبدالسلام ساکن دیوہ) اور قاضی گھاسی (شاگرد شیخ محب اللہ الہ آبادی) سے تحصیل علم کی۔ تمام عمر تدریس و تعلیم میں مشغول رہے۔ لکھنؤ کے قرب و جوار میں علمی ریاست کے صدر نشین تھے' اکثر علمائے ہند کا سلسلہ ان پر منتہی ہوتا ہے' قصبہ سہالی میں عثمانی اور انصاری شیوخ کے دو قبیلے مقیم و قابض تھے۔ دونوں فریقوں میں زمین داری کی شرکت کی وجہ سے موروثی نزاع رہتا تھا۔ ۱۱۰۳ھ ر ۲-۱۶۹۱ء میں شیوخ عثمانی نے رات کے وقت ملا قطب الدین انصاری کے مکان پر ہجوم کرکے ان کو جان سے مار ڈالا اور ان کے مکان کو جلا دیا۔ ان کی تصنیف شرح عقائد دوانی کا حاشیہ بھی اسی ہنگامہ میں تلف ہوگیا' کتاب تلویحات ان کی تصنیف ہے۔ انھوں نے چار فرزند یادگار چھوڑے' ان چاروں کی اولاد اس کتاب کی تالیف کے وقت تک (۱۳۰۸ھ ر ۱-۱۸۹۰ء) فرنگی محل' لکھنؤ اور اضلاع بنارس اور مرزا پور میں موجود ہے ابقاہم اللہ۔ ان کے تمام بیٹوں کی اولاد صاحب علم و عمل ہوئی ہے' بقول شخصے:

این خانہ تمام آفتاب است

تمام ہندوستان میں ملائے شہید کے خاندان کے سوا کوئی خاندان کہ جس میں علم موروثی اباعن جد رہا ہو نہیں پایا جاتا۔ ان کی اولاد امجاد میں سے کچھ لوگوں کا حال جو وفور علم' کثرت درس اور تصانیف میں شہرہ آفاق تھے' ان اوراق میں لکھا جائے گا۔

سہالی:۔ لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے۔

چوراس:۔ صوبہ اودھ میں ایک قصبہ ہے۔

دیوہ:۔ صوبہ اودھ میں ایک قصبہ ہے۔ **فرنگی محل:۔** صوبہ اودھ کے دارالحکومت شہر لکھنؤ کا اب ایک محلّہ ہے۔ پہلے یہ ایک قطعہ زمین تھا جس میں فرنگستان کا ایک تاجر رہتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ مکان فرنگی محل کے نام سے مشہور ہوگیا۔ چوں کہ فرنگی تاجر کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے امتداد زمانہ کے بعد وہ جگہ نزول شاہی میں آگئی۔ ملائے شہید کے قتل کے بعد ان کی اولاد کے قیام کی لیے وہ جگہ معافی میں مل گئی' اب بھی ان کی اولاد وہیں مقیم ہے اور وہ مقام فرنگی محل کے نام سے مشہور ہے۔(☆)

(۴۳۸) مولوی قطب الدین شمس آبادی

ان کی اصل امیٹھی کے سادات سے ہے وہاں سے شمس آباد آکر مقیم ہوگئے۔ اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے۔ پہلے اپنے عہد کے علماء سے اکتساب علم کیا اس کے بعد ملا قطب الدین سہالوی کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہوئے اور فراغ علمی حاصل کیا۔ تمام عمر شمس آباد میں مسند افادہ درس پر متمکن رہے اور ستر سال کی عمر میں ۱۱۲۱ھ ر ۱۰-۱۷۰۹ء میں فوت ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

امیٹھی لکھنؤ کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے اور شمس آباد' قنوج کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔

(۴۳۹) نواب قطب الدین خاں بہادر

نواب قطب الدین خاں بہادر' محدث دہلوی(۱) ۱۲۱۹ھ ر ۵-۱۸۰۴ء میں پیدا

ہوئے۔ فقیہ، محدث، مفسر(۲) اور شرک و بدعت کا رد کرنے والے تھے، علوم دینیہ خصوصاً حدیث اور اس کے اصول مولوی محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کئے اور علمائے حرمین شریفین سے بھی فیض پایا۔ ۱۲۷۹ھ ر ۳۔۱۸۶۲ء میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔(☆)

تصانیف:۔

مظاہر حق ترجمہ و شرح اردو مشکوٰۃ، جامع التفاسیر، ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین، مظہر جمیل، مجمع الخیر، جامع الحسنات، خلاصہ جامع صغیر، ہادی الناظرین، فقہ سلطان، معدن الجواہر، وظیفہ مسنونہ، تحفۃ الزوجین، احکام، الضحیٰ، فلاح دارین، تنویر الحق، توقیر الحق، تحفۃ العرب و العجم، احکام العیدین، رسالہ مناسک، خلاصۃ النصائح، گلزار جنت، تنبیہ النساء، حقیقۃ الایمان، مراد المعاد، تذکرۃ الصیام، تذکرۃ الربا وغیرہ۔

(۴۴۰) مولوی قطب الہدیٰ ساکن رائے بریلی

مولوی قطب الہدیٰ، بن سید محمد واضح بن سید محمد صابر بن سید آیت اللہ بن سید شاہ علم اللہ قدس اللہ اسرارہم اپنے زمانہ کے بڑے عالم، شرع کے پابند اور دین دار تھے۔ درسی کتابیں لکھنؤ کے فضلاء سے پڑھیں، حدیث، تفسیر اور دوسرے دینی علوم شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے بھائی شاہ عبدالقادر مصنف موضح القرآن سے پڑھے اور سند حاصل کی، ان علوم میں کامل دستگاہ حاصل فرمائی۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں لطائف و معارف حاصل کیے اور تحصیل و تکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ تدریس دینیات و طالبان مولیٰ تعالیٰ کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔ چالیس سال کی عمر میں ۱۹ ر ربیع الآخر ۱۲۲۶ھ ر ۱۸۱۱ء میں انتقال ہوا۔ ان کی تصنیفات میں ایک رسالہ جانب الشرقی نی اثبات کفر فرعون الغرقی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں مل سکی ہے۔

(۴۴۱) سید قمرالدین حسین اورنگ آبادی

سید قمرالدین حسین، ابن سید منیب اللہ بن سید عنایت اللہ ان کی اصل سادات

نجند سے ہے۔ ۱۱۲۳ھ ر ۱۷۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اس شہر کے نامور علماء سے حاصل کیے پھر حفظ قرآن کی توفیق ہوئی۔ خرقہ نقشبندیہ اپنے والد سے پہنا، عالم باعمل اور فاضل اجل تھے۔ ۲۰(۱) جمادی الاول ۱۱۷۴ھ ر ۱۔۱۷۶۰ء کو حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے اورنگ آباد سے اپنے دونوں فرزند میر نور الہدیٰ اور میر نورالعلی کے ہمراہ روانہ ہوئے، اول جدہ سے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے، ۱۷ ر ذی قعدہ سال مذکور کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ ۴ ر ذی الحجہ سن مذکور کو مکہ معظمہ پہنچے اور مناسک حج ادا کیے اور پھر اپنے وطن اورنگ آباد واپس آئے۔ بحث وجود میں ان کی تصانیف سے ایک کتاب مظہر النور ہے جو ۱۱۶۴ھ ر ۱۔۱۷۵۰ء میں تصنیف ہوئی۔۲۳ ر ربیع الاول ۱۱۹۳ھ ر ۱۷۷۹ء میں رحلت فرمائی۔ اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے ان کی تاریخ وفات لفظ "موت العماء ثلمتہ" سے نکالی ہے۔(☆)

(۴۴۲) سید قوام الدین دہلوی

سید قوام الدین دہلوی، سید قطب الدین محمد الحسنی کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ان کے والد عالم، عامل، فاضل متدین اور کامل تھے ان کی شادی سلطان التتمش کی دختر کے ساتھ ہوئی اور وہ دہلی میں مقیم ہوگئے۔ ۶۲۷ھ ر ۳۰۔۱۲۲۹ء میں ان (سید قوام الدین) کی ولادت ہوئی اور تراسی سال کی عمر میں ۷۱۰ھ ر ۱۱۔۱۳۱۰ء میں رحلت فرمائی۔ ان کے شاگردوں میں سید رکن الدین سید نظام الدین بن سید قطب الدین محمد حسنی تھے۔

(۴۴۳) مفتی قوام الدین محمد کشمیری

مفتی قوام الدین کشمیری، بن مولوی سعدالدین صادق بن مولوی معزالدین بن امان اللہ شہید، بن مولوی خیرالدین ۴ ر شعبان ۱۲۵۲ھ ر ۷۔۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے، محدث، فقیہ اور کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ ختم قرآن مجید کے بعد بچپن ہی میں شیخ رحمہ اللہ اور ملا مقیم السنتہ ٹوپی گر کی خدمت میں کم عمری میں علوم و فنون

حاصل کیے، جس کے سبب ہم عصر حسد کرنے لگے۔ حدیث کی اجازت میر قاری تلمیذ شیخ القراء و حاجی عبدالولی طرخانی تلمیذ شیخ ابوالحسن سندھی مدنی اور حاجی نعمت اللہ نوشہری اور بابا محمد محسن پکھلی تلمیذ مولوی امان اللہ شہید سے حاصل کی۔ مولوی محمد امین اویسی کی خانقاہ میں درس و تدریس کا ہنگامہ گرم کردیا۔ رفتہ رفتہ کشمیر کے عہدۂ قضا اور وہاں کے شیخ الاسلامی کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ زین العابدین قادری، میاں زکریا لاہوری، شیخ الاسلام احمد اکبری، خواجہ عبدالرحیم مہکمان کی صحبت میں مدتوں مستفید و مستفیض ہوئے۔ ان کی تصنیف سے ایک کتاب صحائف سلطانی ہے جس میں ساٹھ علوم کا بیان ہے۔ ۹ ر ذی الحجہ ۱۲۱۹ھ ر ۵-۱۸۰۴ء کو اس جہان سے وداع ہوئے۔(☆)

الکاف

(۴۴۴) مولوی کرامت اللہ چریاکوٹی

مولوی کرامت اللہ چریاکوٹی، بن احمد ملیح عباسی، علوم کے ماہروں اور اس علاقہ کے ناموروں میں سے تھے۔ باپ کے انتقال کے بعد بچپن ہی میں وطن کو خیرباد کہہ دیا۔ علم حاصل کرنے کی غرض سے جون پور پہنچے اور وہاں ملا محمد عسکری شیعی کی خدمت میں کچھ درسی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد ملا حمد اللہ سندیلوی کی خدمت میں پہنچے، ہر قسم کے علوم و معارف حاصل کرکے فارغ ہوئے چاہا کہ دستاربندی کی رسم ادا ہونے تک ان کی شہرت کا غلغلہ دنیا میں چاروں طرف پھیل جائے، کہتے ہیں مجلس منعقد ہوئی، قریب تین ہزار(۱) عالم اور ہر دیار کے طلباء جمع ہوئے۔ ان میں سے ہر شخص مختلف مسائل کے متعلق سوال کرتا تھا اور وہ فاضل عالی پایگاہ (مولوی کرامت اللہ) ہر ایک کے جواب میں تحسین بیکراں اور آفرین بے پایاں سنتا تھا۔ تحصیل علم کے بعد دنیا کی طلب میں کوشاں ہوئے، بعض امرائے لکھنؤ کی طرف سے معاش کے لیے ایک قطعہ زمین مقرر ہوگیا جس کا محاصل (سالانہ) دو ہزار روپیہ تھا۔ تمام عمر جاہ و جلال اور خاص و عام کے مرجع ہونے کی حیثیت سے بسر کردی۔ ۱۲۵۱ھ ر ۶-۱۸۳۵ء میں سو ۱۰۰ سال کی عمر میں جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

(۴۴۵) مولوی کرامت علی جون پوری

مولوی کرامت علی جون پوری، صدیقی، شرع کے پابند، زاہد، واعظ، کثیر و التصانیف و الدرس، سید احمد بریلوی کے مرید، مخلوق کے ارشاد و ہدایت میں بہت کوشش کرتے تھے، ڈھاکہ اور بنگال کے لوگ خاص طور سے ان سے مستفید ہوئے۔ ان علاقوں میں اسلام ان ہی کی برکت سے شائع ہوا۔ ۳ ر ربیع الآخر بروز جمعہ وقت صبح صادق ۱۲۸۰ھ ر ۴-۱۸۷۳ء میں فوت ہوئے۔ رنگ پور میں دفن ہوئے۔

شکر اللہ سعیہ۔

مولوی حافظ احمد ان کے صاحب زادے اور مولوی محمد محسن ان کے بھتیجے ان کی یادگار ہیں سلمہا اللہ تعالیٰ۔(☆)

تصانیف:۔

مفتاح الجنتہ' زینتہ المصلی' دعوات مسنونہ' قرۃ العیون' تزکیہ نسوان' زاد التقوی راحت روح' نور علیٰ نور' فیض عام' تزکیتہ العقائد' مراد المریدین' قوۃ الایمان' نسیم الحرمین' احقاق الحق' تنویر القلوب' حق الیقین' قول الحق' مراۃالحق' رفیق السالکین' عکازۃ المومنین بطرو المعاندین' براہین تقطیعہ مولدخیرالبریہ' کرامتہ الحرمین فی ازالتہ شبتہ الفریقین' ملخص القول الامین' اطمینان القلوب' ہدایتہ الرافضین' برہان الاخوان مخارج الحروف' زینتہ القاری' شرح ہندی جزری' شرح شاطبی' ترجمہ مشکوٰۃ (جلد اول)' ترجمہ شمائل ترمذی' فتح باب صبیان' کوکب دری' نورالہدیٰ' حجب قاطعہ' مکاشفات رحمت' دافع الوسواس' مصباح الظلام' رسالہ بیعت' قامع المبتدعین' استقامت' ردالبدعتہ' قوت روح' سبیل الرشاد' القول الثابت' رسالہ محمودیہ وغیرہ۔

(۴۴۶) مولوی کرم اللہ محدث دہلوی

ان کے والد ہندو تھے' مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے خرقہ خلافت پایا۔ اکثر اہل دہلی فن قرأت میں ان کے شاگرد تھے' ایک مرتبہ حج سے مشرف ہوکر وطن واپس آئے' اپنی واپسی پر افسوس کیا کرتے تھے' پھر دوبارہ زیارت حرمین شریفین کو گئے راستے میں ہی ۱۲۵۸ھ ر ۱۸۴۲ء میں انتقال ہوا۔ اور آیہ کریمہ ''من یخرج من بیتہ مہاجرالی اللہ'' کے مصداق ٹھہرے۔روح اللہ روحہ۔(۱)

(۴۴۷) مولوی کریم اللہ دہلوی

مولوی کریم اللہ دہلوی' بن مولوی لطف اللہ فاروقی نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی' مولانا رشید الدین خاں دہلوی' اور مولوی محمد کاظم دہلوی کی خدمت میں رسمی علوم

حاصل کیےاور حضرت آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی کے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی، کثیر الدرس و التصانیف تھے۔ ۲۴ر شوال ۱۲۹۱ھ ر ۵۔۴۔۱۸۷۴، کو نوے سال کی عمر میں دار فنا سے ہجرت کی۔(☆)

(۴۴۸) مولوی کریم الزماں سندیلوی

مولوی کریم الزماں سندیلوی بن خواجہ نہال الدین' قصبہ سندیلہ کے خواجہ زادگان میں تھے' ان کا نسب خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ ماہ صفر ۱۲۳۰ھ ر ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ علمائے عصر مثلاً مولوی تراب علی لکھنوی اور مولوی سعداللہ مرادآبادی سے تحصیل علم کی' طلباء کے درس و افادہ میں عمربسر کردی۔ ۲۹ر ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ ر ۱۸۸۰ء میں مرض فالج سے انتقال ہوا۔

(۴۴۹) مولوی کلیم اللہ جہاں آبادی

مولوی کلیم اللہ جہاں آبادی' دانش مند' متبحر' شیخ یحییٰ مدنی کے مرید تھے۔ مختلف علوم اور علم حقائق میں معتبرکتابیں تصنیف کیں' سواء السبیل'کشکول اور مرقع ان کی نادر تصنیفات ہیں۔ ۱۱۴۰ھ ر ۱۷۲۷ء میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ نوراللہ مرقدہ۔(☆)

(۴۵۰) ملا کمال الدین سہالوی

ملا کمال الدین سہالوی' مولانا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید سہالوی کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ جامع معقول و منقول' حاوی فروع و اصول اور اپنے زمانہ کے ذہین حضرات میں سب سے افضل ترین تھے۔ ان کی بہت سی عجیب تصنیفات ہیں۔ ان میں سے عروۃ الوثقیٰ' شرح کبریت احمر' حاشیہ کمالیہ برشرح عقائد جلالیہ مبسوط و مشہور ہیں' تعلیقات حاشیہ زاہد یہ بھی لکھا ہے جو شرح تہذیب جلالی پر ہے۔ ۱۳ر محرم الحرام ۱۱۷۵ھ ر ۲۔۱۷۶۱ء میں انتقال ہوا۔ فقرہ ''برد الودود مضجعہ'' سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔ نعمہ اللہ بکمالہ۔(☆)

(۴۵۱) کمال الدین علامہ دہلوی

کمال الدین علامہ دہلوی' شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ ان کا نسب کا سلسلہ سیدنا حسن بن علی کرم اللہ وجہ سے ملتا ہے چونکہ وہ حدیث' تفسیر' فقہ اور اصول میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اس لئے ان کو علامہ کہتے تھے۔ احمد آباد گجرات پہنچے اور مدتوں مخلوق کے ہدایت و افادہ میں مشغول رہے۔ ۷۵۶ھ ر ۱۳۵۵ء میں وفات پائی' دہلی میں دفن ہوئے۔ نور اللہ مرقدنہ ☆

(۴۵۲) مولانا کمال الدین زاہد دہلوی

مولانا کمال الدین زاہد دہلوی' دانشمند تبحر' زاہد متقی اور دیانت دار تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے حدیث کی ایک کتاب مشارق الانوار کی سند ان سے حاصل کی۔ اور انہوں نے مولانا برہان الدین بلخی سے اور مصنف کتاب (حسن صغانی) سے حاصل کی۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے یہ آرزو کی کہ مولانا کمال الدین زاہد کو اپنا امام مقرر کرے مگر انہوں نے انکار فرمادیا۔ رحمتہ اللہ علیہا ☆

(۴۵۳) ملا کمال الدین لاہوری

ملا کمال الدین لاہوری' مولانا جمال الدین کے بھائی' علم و عمل اور زاہد و تقوی سے متصف تھے۔ بہت مدت تک لاہور اور سیال کوٹ میں مسند تدریس و تلقین پر متمکن رہے اور مخلوق کو فائدہ و فیض پہنچایا۔ شیخ احمد مجدالف ثانی اور ملا عبدالحکیم سیال کوٹی ان کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ ۱۰۱۷ھ ر ۹ - ۱۶۰۸ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔ اب قبر کا پتہ نہیں۔ ان کے انتقال کی تاریخ یہ ہے۔

ملحق حق قطب و تاج اولیاء ملا کمال

حرف اللام

(۴۵۴) مولوی لال محمد ساکن ہسوہ

مولوی لال محمد' قصبہ ہسوہ ضلع فتح پور کے سادات قطبیہ سے تھے' عالم تبحر' جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور کثیر التصانیف تھے۔ اکثر کتابوں پر شروح و حواشی لکھے' سادات عرب و عجم کے متعلق ایک کتاب لکھی اور تمام عمر قصبہ ہسوہ میں علوم عقلی و نقلی کے افادہ میں بسر کردی اور لاولد فوت ہوئے۔ ملفوظات قطبیہ ان کی تالیف سے ہے۔ ان کا نسب سید قطب الدین محمد حسنی سے جن کا ذکر حرف قاف میں ہوا اس طرح ملتا ہے۔

سید لال محمد بن فیض اللہ بن سید ملوک بن سید علی بن سید جان بن سید طاہر بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اخوند بن سید بڑا بن سید قوام الدین بن سید صدرالدین بن سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن سید قطب الدین محمد حسنی مدنی غزنوی دہلوی کڑوی۔

(۴۵۵) شاہ لطف اللہ انبالوی

شاہ لطف اللہ انبالوی' شاہ بھیک چشتی لاہوری کے مرید اور صاحب علم و عمل تھے۔ اپنے مرشد کے خرق عادات اور کرامات کے ذکر میں "ثمرۃ الفواد" تالیف کی ۱۱۸۶ھ ر ۳ - ۱۷۷۲ء میں وفات پائی۔ نور اللہ مضجعہ

قطعہ تاریخ انتقال شاہ لطیف اللہ انبالوی

عارفے بود شاہ لطف اللہ
چشتی و شہ سوار اسپ ورود

پیر او شاہ بھیک چشتی نیک
فرس عشق آنکہ تیز ربود
روز شنبہ بہ بستم ذی قعدہ
ابلقش بر سوئے حق خوشنود
خیر مقدم بگفت رضوانش
"در بہشت بریں بیا" فرمود

حرف المیم

(۴۵۶) قاضی مبارک گوپاموی

قاضی مبارک گوپاموی، شیخ نظام الدین امیٹھوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ موصوف کی خدمت میں علوم و تہذیب حاصل کیے۔ علم، دیانت و امانت سے متصف اور منصب قضاء پر فائز تھے۔ آخر عمر تک معزز، محترم اور مکرم رہے۔ اسی طرح آخرت کی جانب رحلت کی۔ ان کے ارشد تلامذہ سے ایک مخدوم بدھ بن میاں ابوالفتح خراسانی تھے جو اکثر نسخ درسیہ کا درس فرماتے تھے اور دوسرے سید محی الدین تھے، وہ بھی اسی طرح کی نسبت رکھتے تھے۔ جیسا کہ منتخب التواریخ میں ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے☆

(۴۵۷) شیخ مبارک ناگوری

شیخ مبارک ناگوری، اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے۔ شروع میں خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد طارمی سے گجرات میں تحصیل علم کی۔ ہمیشہ دینی علوم کے درس میں مشغول رہتے، فن شعر، معما بلکہ جملہ فضائل خصوصاً علم تصوف کو خاص طور سے حاصل کیا اور شاطبی کو حفظ کرلیا، درس دیتے تھے، قرآن مجید کو دس قراتوں سے حفظ کیا تھا۔ آخر عمر میں قرآن کریم کی تفسیر چار جلدوں میں موسوم بہ "منبع العلوم" لکھی، اس کے علاوہ اور بھی تالیفات ہیں۔ آگرہ میں پچاس سال طلباء کے افادہ و افاضہ میں گزار دیے۔ ان کے بیٹے شیخ ابوالفضل علامی، ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی اور شیخ ابوالخیر وغیرہ فخر زمانہ تھے۔ ۱۷ ذی قعدہ ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۳ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔☆

(۴۵۸) سید مبارک بلگرامی

سید مبارک بلگرامی حسینی واسطی، شیخ نورالحق فرزند و تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز دینی علوم کے افادہ

خصوصاً فن حدیث اور طلباء کے درس میں بسر کردی۔ ۱۱۱۵ھ ر ۴ ۔ ۱۷۰۳ء میں ان کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا اور روضہ رضوان کی شاخسار پر اپنا نشیمن جا بنایا۔ رضی اللہ عنہ

(۴۵۹) قاضی مبارک گوپاموی

قاضی مبارک گوپاموی شارح سلم العلوم بن شیخ محمد دائم اودھی فاروقی، ان کے علم منطق کے کامل ہونے پر "شرح سلم" گواہی دے رہی ہے۔ ان کے معاصر حمداللہ سندیلوی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی تھے۔ ہر دو قاضیوں (قاضی مبارک اور قاضی احمد علی) میں علمی مناظرہ اور مباحثہ ہوا۔ ۱۱۶۲ھ ر ۱۷۴۹ء میں رحلت فرمائی۔ جیسا کہ بحر ذخار میں ہے۔ قاضی (مبارک) نے اپنی شرح کے خاتمہ میں جو عبارت لکھی ہے۔ اس کو بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔☆

"قد تم الشرح بفضل من اللہ تعالیٰ و تبارک من عبدہ محمد مبارک فی سنتہ الف و مایتہ واربعین و ثلث من الحجرۃ لنبویتہ فی سابع شھر ربیع الاول یوم الخمس فی بلدۃ شاہجہاں باد الحمد للہ رب العالمین حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ والصلوۃ علی نبینا محمد خیرالبریہ وعلی آلہ وازواجہ و اصحابہ المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین۔"

(۴۶۰) مولانا شیخ محب اللہ الہ آبادی

مولانا شیخ محب اللہ الہ آبادی، دانشمند تبحر، مشہور علمائے صوفیہ سے تھے، اپنے ہم عصروں میں علوم ظاہر و باطن میں ممتاز تھے۔ اصلی وطن قصبہ صیدپور توابع خیرآباد (مضاف اودھ) ہے ان کا نسب شیخ فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ شیخ ابو سعید گنگوہی کے مرید تھے، ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ان کی تحقیقات و تدقیقات علم تصوف میں اجتہاد کا درجہ رکھتی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی کو شیخ اکبر اور ان کو شیخ کبیر کہیں (تو بجا ہے) ان کی عمدہ تصانیف حقائق و توحید میں بہت ہیں ان کی تصانیف کو اسرار الٰہی کا خزینہ دقائق اور گنجینہ حقائق کہنا چاہئے۔ ان کی مشہور تصانیف ذیل میں

لکھی جاتی ہیں۔ شرح فصوص (عربی) شرح فصوص (فارسی)، رسالہ ہفت احکام، غایت الغایات، مغالیط عامہ، (۱) سرالخواص، عبادۃ الخواص، طرق الخواص، عبادۃ اخص الخواص، مناظراخص الخواص، رسالہ تسویہ، رسالہ سہ رکنی، رسالہ وجود مطلق۔

۹ رجب ۱۰۵۸ھ ر ۱۶۴۸ء کو غروب آفتاب کے وقت وہ آفتاب عالمتاب پردہ عدم میں پنہاں ہوگیا۔ الہ آباد میں ان کا مزار شریف زیارت گاہ اہل بصیرت ہے، ان کی اولاد امجاد دائرہ حجتہ اللہ قدس سرہ میں رونق افروز ہے۔ ان میں سے میرے مولا و مرشد مولانا حافظ، حکیم حاجی الحرمین الشریفین مولوی محمد حسین سلمہ اللہ رب المشرقین اسی خاندان عالی کے چراغ ہیں۔ شیخ محب اللہ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء میں قاضی گھاسی الہ آبادی، میر سید کبیر قنوجی اور میر سید محمدی فیاضی امروہوی مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے اسلاف واخلاف پر رحمت فرمائے☆

(۴۶۱) قاضی محب اللہ بہاری

قاضی محب اللہ بہاری، ابن عبدالشکور موضع کڑا متعلقہ محب علی پور (مضاف بہار)، قبیلہ ملک میں پیدا ہوئے۔ بحار علوم میں (عظیم) بحر اور ستاروں میں چاند کے مصداق تھے۔ بچپن میں درسی کتابیں اپنے عہد کے علماء سے پڑھیں، آخر ملاقطب الدین شمس آبادی کے سلسلہ تلامذہ میں منسلک ہوگئے۔ فراغ علمی حاصل کرکے دکن گئے۔ عالمگیر بادشاہ کی طرف سے لکھنؤ اور حیدرآباد کے یکے بعد دیگرے قاضی ہوئے اس کے بعد بادشاہ کے پوتے رفیع القدر بن شاہزادہ معظم ملقب بہ شاہ عالم کی تعلیم پر مقرر ہوئے۔ محمد معظم شاہ عالم کے عہد میں (۱) ممالک ہند کی صدارت اور فاضل خاں کا خطاب ملا۔ ۱۱۱۹ھ ر ۸ ۔ ۱۷۰۷ء میں وفات پائی۔ احاطہ مزار شاہ فریدالدین طویلہ بخش محلہ چاندپورہ شہر بہار میں دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کی تاریخ اس مصرع سے نکلتی ہے۔ "قاضی مولوی محب اللہ" ۱۱۱۹ھ اور دوسرے مصرع سے۔ "رفتہ سوئے ارم محب اللہ۔" (۲) سے بھی نکلتی ہے۔

سلم العلوم و افادات در منطق و مسلم الثبوت در اصول فقہ مع منہیہ آن، الجواہر الفرد در بیان جزء لا یتجزیٰ اور رسالہ مغالطہ عامتہ الورود ان کی وہ تصانیف ہیں جو علماء میں مقبول و مروج ہیں۔ لفظ مسلم الثبوت سے اس (کتاب مسلم الثبوت) کی تاریخ

تالیف یعنی ۱۱۰۹ھ / ۸ - ۱۶۹۷ء نکلتی ہے۔ بہار، مشرقی ہندوستان (صوبہ بہار) میں ایک شہر ہے۔ تیموریوں کے زمانہ میں (اس نام سے) ایک صوبہ تھا۔ کڑا (بکسر بای موحدہ وہای ہوز مفتوح و الف و رای مہملہ) توابع محب علی پور (بہار) میں ایک گاوں ہے۔

انتباہ = سید غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں لکھا ہے کہ محب اللہ بہاری ملاقطب الدین شمس آبادی کے شاگرد تھے اور مولوی عبدالحلیم لکھنوی نے حاشیۂ شرح ملا حسن میں ان کے تلمذ کی نسبت ملا قطب الدین شہید سہالوی سے بیان کی ہے۔ حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔

(۴۶۲) مولوی محمد احسن عباسی چریا کوٹی

مولوی محمد احسن عباسی چریا کوٹی، اپنے عہد کے ذہین ترین اور گراں مایہ لوگوں میں سے ایک اور تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل جامع علوم اولین و آخرین ملا نظام الدین لکھنوی فرنگی محلی کی خدمت میں کی۔ علوم عقلی و نقلی کے رموز و نکات میں خاص ملکہ حاصل کیا، ایسی قوت حافظ اور صفائی ذہن کے مالک تھے کہ جو کتاب پڑھتے اس کی عبارت تمام الفاظ اور معانی کے ساتھ مطالعہ کرتے وقت ان کے لوح حافظہ پر محفوظ ہوجاتی تھی۔ متعلقہ سبق کے جملہ اسرار و مشکلات ان کی فکر سے حل ہوجاتے تھے۔ چنانچہ روزانہ استاد کے سامنے اپنا سبق بغیر کتاب کھولے پڑھتے تھے اور بحث کرتے وقت تمام اسرار نکات، مشکلات اور باریکیاں حل کردیتے تھے۔ سب جانتے تھے کہ بغیر پڑھے ہوئے کتاب نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ تمام مشکل بحثیں اور نئی تحقیقات پہلے سے سمجھ لیتے تھے۔

لطیفہ:- ایک دن شارح سلم العلوم ملا حسن نے ان سے کہا کہ تم سے زیادہ کند ذہن کون ہے کہ پڑھی ہوئی کتاب کو پڑھتے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ تم ہو، اس لئے کہ میں تو اپنی نادانی کو جانتا ہوں اور اس کی اصلاح میں کوشش کرتا ہوں اور تم یہ بھی نہیں جانتے ہو کہ تم نادان ہو، بے شک تم اسی طرح اندھیرے اور نادانی میں رہو گے۔

غرض تکمیل علوم کے بعد وہ دہلی آئے، شاہی امراء و عمائدین کے حضور میں

عزت و اکرام حاصل کیا، علمائے شہر نے ان سے جھگڑا اور نزاع کیا۔ آخر سب ہار گئے اور خجل و نادم ہوئے ان کی ذات والا عجوبۂ روزگار اور نادرہ امصار تھی۔ ان کی عجیب خصوصیات کی شہرت حاکم شہر تک پہنچی۔ اس نے ان کے کمال کی گفتگو کو دل کے کانوں سے سنا اور چاہا کہ ان کو بلائے اور خاک مذلت سے اٹھا کر کرسی دولت پر بٹھائے۔(۱) جب حاسدوں نے سنا تو ان کے ہلاک کرنے کی کوشش کی اور (حسد میں) اپنا خون جگر پیا اور (۲) ان کے کھانے میں زہر ملا دیا اور کام تمام کردیا۔

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

کہتے ہیں کہ جس وقت زہر قاتل اس مظلوم کے رگ پے میں سرایت کرگیا تو اس وقت ان کے وطن سے ایک خط آیا، روح پر فتوح کی کشاکش کی حالت میں اس خط کے جواب میں ایک شعر پڑھا، خط پھاڑ دیا روح پرواز کرگئی۔

شعر

از حیاتم رمقے بود کہ یادم کردی
بہر تشخیص نفس آئینہ شد نامہ تو

(۴۶۳) مولوی محمد احمد فرنگی محلی

مولوی محمد احمد فرنگی محلی، مولوی احمد انوار الحق کے پسر و جانشین تھے۔ اگرچہ کتب درسیہ کی تحصیل جیسی کہ چاہیے تھی نہیں کی تھی مگر اپنے والد سے اذکار و اوراد حاصل کئے تھے اور ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۵ صفر ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء بروز ہفتہ انتقال ہوا "نور انوار رفت از دنیا" مادہ تاریخ وفات ہے۔

(۴۶۴) مولوی محمد ادریس نگرامی

مولوی محمد ادریس نگرامی، بن مولوی حافظ عبدالعلی نگرامی، اپنے باپ کے شاگرد و خلیفہ تھے اور بحکم "الولد سرلابیہ" اپنے والد کی طرح لوگوں کو تدریس، ارشاد و ہدایت کرتے ہیں خدا وند کریم ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور راہ استقامت اور ہدایت مستقیم پر رکھے۔(۱) مندرجہ ذیل کتب ان کی تصنیفات ہیں:-

ابرازا لکتمان من تکمیل الایمان، تحفۃ النبلاء فی آداب الخلفاء، القول المتین فی التامین، الکلام الموطا فی تحقیق الصلوٰت الوسطیٰ، واھب القدوس فی احکام الجلوس، طریق الفلاح الی الاضطجاع بعد رکعتی الصباح، تحصیل المرام بتبویب مسند الامام، اربعین من مرویات نعمان سید المجتہدین، الکلام النفیس فی ترجمۃ محمد ادریس، تحفۃ الحبیب فی تحقیق الصلوٰت و الکلام بین یدی الخطیب، الکلام المبین فی تحقیق مجددی الامین، احیاء السنیات باقامۃ الصلوٰت، قرا العیون عن مدعی ایمان فرعون۔ ☆

(۴۶۵) ملا محمد اسعد سہالوی

ملا محمد اسعد سہالوی، ملا قطب الدین شہید السہالوی کے بڑے صاحب زادے تھے۔ اپنے والد کے شاگرد اور علامہ عصر تھے، والد کی زندگی ہی میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے بعد برہان پور کے صدر الصدور (۱) مقرر ہوئے اسی زمانہ میں ان کی عدم موجودگی میں ملا قطب الدین کو سہالی کے عثمانی شیوخ نے جان سے مارڈالا۔ انھوں (ملا اسعد) نے دکن میں وفات پائی۔ ☆

(۴۶۶) مولانا شیخ محمد اسعد حنفی مکی

مولانا شیخ محمد اسعد، شیخ تاج الدین مالکی (۱) نزیل ارکاٹ کے شاگرد تھے، اپنے زمانہ کے علامہ تھے، مکہ معظمہ سے ہندوستان آئے، ایک مدت تک نواب نظام الملک ناصر جنگ کی رفاقت میں رہے، نواب موصوف ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ نظام الدولہ ناصر جنگ کے قتل کے بعد ان کے بھانجے مظفر جنگ ملک کے مالک ہوئے، شیخ محمد اسعد مظفر جنگ کے رفقاء میں شامل ہوگئے پھر مظفر جنگ اور ناصر جنگ کے قتل کرنے والے افاغنہ کے درمیان نفاق پیدا ہوا اور طرفین میں نوبت جنگ تک پہنچی، مظفر جنگ اور روسائے افاغنہ مارے گئے۔ اس معرکہ میں شیخ محمد اسعد ۱۷ ربیع الاول بروز یک شنبہ، ۱۱۶۴ھ بوقت ظہر (۲) قتل ہوئے۔ سرزمین کریت میں دفن ہوئے جو میدان جنگ تھا۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے جو اس معرکہ میں خود شریک تھے انھوں نے ان کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

مضی خیرنا اسعد الانقیاء
الا لا یری قبلہ واحد
لقد الھم اللہ تاریخہ
قضی نحبہ عالم ماجد

(۴۶۷) مولانا محمد اسحاق دہلوی

ان کی کنیت ابوسلیمان، مولانا شاہ عبدالعزیز کے نواسے اور (ان کے) شاگرد و جانشین تھے۔ حدیث، تفسیر اور فقہ میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ چند تالیفات مسائل اربعین اور اقتای ہندی ان سے یادگار ہیں۔ ہندوستان سے مکہ معظمہ ہجرت فرماگئے اور وہیں ۱۲۶۲ھ / ۴۶-۱۸۴۵ء میں رحمت حق سے جاملے۔ رحمتہ اللہ علیہ

(۴۶۸) قاضی محمد اسلم ہروی

قاضی محمد اسلم ہروی، ملا خواجہ کوہی خراسانی (۱) کی اولاد سے تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ کابل میں نشو و نمایائی، علوم متعارفہ کی تحصیل شیخ بہلول لاہوری سے(۲) کی خدمت میں کی، فراغ علمی کے بعد نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے چونکہ قاضی میرکلاں محدث (استاد جہانگیر) کے اقرباء میں سے تھے اس لئے بادشاہ بڑے اعزاز سے پیش آیا اور ان کو کابل کا قاضی مقرر فرما دیا۔ قاضی نے اپنے فرائض منصبی نہایت دیانت و امانت سے انجام دئے۔ جہانگیر نے قاضی کو اپنے حضور میں بلاکر اردوئے معلیٰ کا عہدہ قضا سپرد فرمایا، شاہ جہاں ابن جہانگیر کے زمانے میں وہ اسی منصب پر مستقل فائز تھے۔ اس نے ان کو منصب ہزاری پر سرفراز فرمایا۔ یہاں تک کہ تیس سال تک لشکر کے قاضی رہے اور مراحم سلطانی سے مستفید ہوئے۔ ایک روز بادشاہ نے انھیں روپوں میں تلوایا اور چھ ہزار پانچ سو روپے جو قاضی کے وزن کے برابر تھے ان کو بخش دئے۔ قاضی کے لئے عہدہ قضاء کے مشاہرہ کے علاوہ دس ہزار روپے سالانہ کی جاگیر مقرر تھی۔ ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء میں لاہور میں فوت ہوئے۔ ان کا بیٹا محمد زاہد، زواہد ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ ☆

بالله من سوء الاعتقاد ان کی تصنیفات میں حاشیہ شرح تہذیب یزدی' اور حاشیہ میبذی مشہور ہے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء کو فوت ہوئے۔ تجاوز اللّٰہ عنہ☆

(۴۷۲) ملا محمد اشرف نٹنو (منٹو) کشمیری

ملا محمد اشرف نٹنو کشمیری' بن خواجہ محمد طیب' خواجہ حیدر کشمیری کی اولاد میں تھے' نہایت ذہین و ذکی تھے۔ پہلے اپنے بزرگوں سے کمالات کی تحصیل کی پھر ملا محمد محسن کی خدمت میں فقہ وغیرہ حاصل کیا اور بڑے فاضل ہوئے۔ ان کی تصنیفات علم قرات' ردشیعہ اور دوسرے فنون میں یادگار ہیں۔ ان میں جواہرالحکم مشہور ہے۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء میں انتقال ہوا۔ ☆

(۴۷۳) مولانا محمد اشرف لکھنوی

مولانا محمد اشرف لکھنوی' بن قاضی نعمت اللہ خوش نویس بن محمد معظم بن احمد علی صدیقی' ان کے بزرگوں میں کوئی لاہور سے آکر لکھنؤ میں مقیم ہوگیا۔ مولوی نورالحق لکھنوی فرنگی محلی' مولوی سید مخدوم لکھنوی کے شاگرد اور سید احمد مجاہد بریلوی کے مرید تھے' تمام عمر تصنیف و تدریس میں گزاردی۔ تاج اللغات کی تالیف میں بھی شریک تھے جو والی لکھنؤ کے حکم سے تالیف ہوئی تھی' اصول راسخہ' شرح اصول راسخہ' دوحہ شامخہ' قسطاس العرف تفسیر قرآن مجید (عربی)' تاریخ علماء و مشائخ و سلاطین ہند (ناتمام) کہ جس کا مسودہ' ان کا لکھا ہوا مؤلف (مولوی رحمان علی) کی نظر سے گزرا ہے' ان کی تصنیفات ہیں۔ مولوی ثابت علی مرحوم ساکن موضع بھکا ضلع الہ آباد ان کے شاگرد تھے اور جامع اوراق (مولوی رحمان علی) کے استاد تھے' صاحب ترجمہ (مولانا محمد اشرف) نے ۱۷ صفر ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء کو ہیضے کے مرض میں رحلت فرمائی اور محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں اپنی مسجد کے حجرے میں دفن ہوئے۔ شرفہ اللّٰہ بہ تشریف الغفران۔

(۴۷۴) مولوی محمد اصغر فرنگی محلی

مولوی محمد اصغر فرنگی محلی' بن مفتی احمد ابوالرحم بن مفتی محمد یعقوب' حافظ قرآن

اور عالم تھے، طلباء کی تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ لکھنؤ کی عدالت دیوانی میں عہدہ افتاء پر سرفراز تھے، ۱۹ رجب ۱۲۵۵ھ ر ۱۸۳۹ء میں وفات پائی۔

(۴۷۵) مولوی محمد اعلم سندیلوی

مولوی محمد اعلم سندیلوی، قصبہ سندیلہ کے قاضی زادے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ ملا کمال الدین سہالوی کے شاگرد تھے، فاتحہ فراغ مولوی حمد اللہ سندیلوی کی خدمت میں پڑھا اور تدریس و تصنیف میں مشغول ہوگئے۔ ان کے مشہور شاگردوں میں ان کے ہم شیر زادہ مولوی سید عبدالواحد (۱) خیرآبادی اور مولوی محمد مستعان کاکوروی ہیں۔ حاشیہ دائر، شرح منار، صدرا کے تین حاشیے، صغیر، کبیر، اکبر اور رسالہ تشکیک ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ بارہویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے۔ محلہ ملکانہ قصبہ سندیلہ میں دفن ہوئے۔☆

(۴۷۶) خواجہ محمد اعظم ڈومری

خواجہ محمد اعظم ڈومری، ابن خیرالزماں کشمیری مجددی، کشمیر کے نامور عالم اور مشہور شیخ تھے۔ ملا عبداللہ شہید، مرادبیگ، کامل بیگ اور میرہاشم وغیرہ سے کسب علوم کیا۔ شیخ محمد مراد مجددی کے مرید ہوئے۔ شعرگوئی اور تاریخ نویسی میں کامل مہارت تھی، ۱۱۴۷ھ ر ۶ - ۱۷۳۵ء میں تاریخ اعظمی معروف بہ تواریخ ڈومری، کشمیر کے بادشاہوں، مشائخ اور شعراء کے حالات میں لکھی۔ "واقعات کشمیر" اس کا تاریخی نام ہے۔ اپنے پیر کے حالات و مقالات کے بیان میں ایک کتاب فیض مراد لکھی، فوائد المشائخ بیان فقر، رسالہ اثبات الجبر، تجربتہ الطالبین، اشجارالخلد، ثمرات الاشجار اور شرح کبریت احمر بھی ان کی یادگار ہیں۔ ۱۱۸۵ھ ر ۲ - ۱۷۷۱ء میں رحلت فرمائی۔☆

(۴۷۷) مولوی محمد اعظم عباسی

مولوی محمد اعظم عباسی بن مولوی نجم الدین عباسی چریا کوٹی کی ولادت باسعادت ۱۲۶۶ھ ر ۵۰ - ۱۸۴۹ء میں ہوئی۔ درسی مروجہ کتابیں اپنے چچا مولوی محمد فاروق عباسی چریا کوٹی سے اور مولوی علی عباس چریا کوٹی سے بھی پڑھیں اور بقیہ کتابیں مختلف

مقامات پر ختم کیں اور اب حیدرآباد دکن میں کسی اچھی جگہ پر ملازم ہیں۔ سلمہ اللہ و وقاہ الی ما یتمناہ۔

(۴۷۸) مولانا (محمد) شیخ افضل جون پوری

مولانا شیخ افضل جون پوری، اپنے عہد کے افضل الفضلاء اور اعلم العلماء تھے، علوم عقلی و نقلی کے جامع، متشرع، متقی، خوش خلق اور سلیم المزاج تھے۔ ہمیشہ اپنے اوقات عزیز علم کی خدمت میں صرف کرتے تھے۔ جب ملا محمود جون پوری جو ان کے ارشد تلامذہ سے تھے فوت ہوئے تو مولانا کو ان کے انتقال سے سخت صدمہ اور رنج ہوا، چالیس دن تک مسکرائے بھی نہیں۔ چالیس روز کے بعد اسی رنج و غم میں ۱۰۶۲ھ ر ۲ - ۱۶۵۱ء میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔☆

(۴۷۹) شیخ محمد افضل الہ آبادی

ان کی پیدائش ۱۰ ربیع الاول کی رات میں ۱۰۳۸ھ ر ۱۶۲۸ء میں ان کے اصلی وطن سیدپور توابع غازی پور زمانیہ میں ہوئی، بچپن میں جون پور آگئے اور ملا نورالدین سے علوم مروجہ کی تحصیل کی، چھ مہینے درس و تدریس میں مشغول رہے۔ دفعۃً (۱) جذبہ عشق الٰہی کا ان پر غلبہ ہوگیا۔ اس وادی (سلسلہ) کو چھوڑ کر کالپی پہنچے۔ میر سید محمد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، مداریہ اور نقشبندیہ سلاسل میں بیعت و اجازت سے مشرف ہوئے، لیکن اپنے مرشد کی طرح تمام عمر سنت نبویہ علی صاحب التحیہ کے تتبع اور نقشبندی طریقے کے پیرو رہے۔ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق الہ آباد میں سکونت اختیار کرلی اور پورے توکل کے ساتھ ہدایت و ارشاد کی مسند پر بیٹھ گئے، تمام مخلوق ان کی طرف رجوع ہوئی۔ ۱۰۸۰ھ ر ۷۰ - ۱۶۶۹ء میں ایک مسجد الہ آباد میں بنوائی۔ اس کی تاریخ "بقعہ افضل" (=۱۰۸۸ھ) سے نکلتی ہے۔ اور ان کی خانقاہ کی بنیاد ۱۰۹۲ھ میں رکھی گئی۔ اس کی تاریخ "مقام افضل" (=۱۰۹۲ھ) ہے)(۲۱) ہدایت و ارشاد کے مشاغل کے باوجود عربی و فارسی زبان میں بہت سی نہایت عمدہ تصانیف ہیں۔ ان میں شرح گلستان، شرح بوستاں، شرح زلیخا، تذکیر دلپذیر، شرح

نصوص الحکم مسمی بشرح الفصوص علی و فق النصوص، فتح الاغلاق (۳)، رسالہ عربیہ فارسیہ در بحث ایمان فرعون، شرح قصائد خاقانی، سیر منظوم، شرح مثنوی معنوی وغیرہ تصنیفات ہیں جو پچاس جلدوں سے متجاوز ہیں۔ ان رحمتہ اللہ علیہ نے ۸۷ سال یا ۹۲ سال کی عمر میں (۴) ۱۸ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۱۴۴ھ ر ۱۷۳۲ء کو جان بمشاہدہ جانان تسلیم نذر کی۔ اور اس جہان بے بنیان کو الوداع کیا۔ ان کی سال وفات "**کان الشیخ قطبا**" سے نکلتی ہے۔ ان کا مدفن الہ آباد میں زیارت گاہ و متبرک (۵) ہے۔ ان کے بعد شیخ محمد یحیی عرف شاہ خوب اللہ ان کے بھتیجے، ان کے جانشین ہوئے۔☆

(۴۸۰) شیخ محمد آفاق لکھنوی

شیخ محمد آفاق لکھنوی، عارف مجرد، محقق بلند ہمت، علوم ظاہر و باطن کی فضیلت سے آراستہ، طریقت و مجاہدات میں صادق اور راسخ قدم تھے۔ وہ موضع تلاوہ، مضاف پٹنہ، صوبہ بہار، کے ساکن اور بزرگ زادے تھے۔ بچپن میں مروجہ کتابیں شیخ وجیہہ الدین گوپالوی کی خدمت میں پڑھیں اور اس کے بعد درویشی و توکل کو اختیار کیا، نفع و نقصان کو دل سے بھلا دیا۔ شیخ پیر محمد لکھنوی کی خدمت میں پہنچے اور ان کے مرید ہوگئے۔ اپنے زمانہ کے بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے، علوم طریقت میں شاہ مجاہد پوری سے بھی استفادہ کیا۔ اپنے پیر کے حکم سے شیخ عبدالرسول پھندوی کے رسالہ مصباح الطالبین کو مرتب کیا جو شاہ مجاہد کے خلیفہ تھے اس رسالہ میں قلندریہ مشرب کے اذکار و افکار درج ہیں۔ شیخ محمد آفاق سب پر عمل کرتے تھے۔ شیخ پیر محمد قدس سرہ کے انتقال کے بعد چند سال (۱) ان کے جانشین رہے۔ تکلفات کے مراسم و عادات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ تعلق تزویج سے مبرا مجرد زندگی گزارتے تھے۔ اپنے پیر کے زیر قدم لکھنؤ میں (۲) دفن ہیں۔

(۴۸۱) حاجی محمد افضل سہرندی (سرہندی)

حاجی محمد افضل سہرندی (سرہندی)،☆ ابن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد سرہندی، دانشمند متبحر اور محدث تھے۔ ظاہر علوم کی تحصیل کے بعد شیخ حجتہ اللہ

نقشبندی کے مرید ہوگئے، اس کے بعد شیخ عبدالاحد خلیفہ شیخ احمد سعید سے استفادہ کیا، زیارت حرمین شریفین سے بھی مستفیض ہوئے، وہاں سے بے شمار فیوض و برکات کے ساتھ واپس آئے اور علوم دینی کی تدریس اور اسرار باطنی کی تلقین میں مصروف ہوگئے۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی۔ جو کچھ انہیں فتوحات (کشائش، نذرانے) ملتی تھی اس سے ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے۔ ان کی وفات ۱۱۴۶ھ ر ۳۔ ۱۷۳۳ء میں ہوئی۔

(۴۸۲) مولوی محمد اکبر کشمیری

مولوی محمد اکبر کشمیری، اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں تھے۔ تیس سال تک مدرسہ محمدیہ متعلقہ جامع مسجد بمبئی میں درس دیتے رہے۔ ملک کوکن (کونکن) میں ان کے بہت سے شاگرد اب بھی موجود ہیں۔ ان میں شاہ عبدالفتاح گلشن آبادی، مولوی سید عمادالدین اور مفتی عبداللطیف مشہور و معروف ہیں۔ ۱۲۷۲ھ ر ۶۔ ۱۸۵۵ء میں رحلت فرمائی اور بمبئی میں دفن ہوئے۔

(۴۸۳) ملا محمد امین کشمیری

ملا محمد امین کشمیری، دانشمند متبحر، کثیر الدرس والتصنیف تھے۔ ملا عنایت اللہ شال، اور ملا محسن وغیرہ علمائے کشمیر ان کے شاگرد تھے۔ شرح تہذیب وغیرہ کتب مروجہ پر حواشی و شروح لکھے ہیں۔ ماہ رمضان بروز لیلتہ القدر ۱۱۰۹ھ ر ۱۶۹۸ء میں وفات پائی۔
نور اللہ ضریحہ

(۴۸۴) مولوی محمد امجد قنوجی

مولوی محمد امجد قنوجی، قنوج کے اکابر فضلا اور اعظم علماء میں سے تھے، مولوی علی اصغر قنوجی کے شاگرد تھے۔ کثیر الدرس و التصانیف تھے۔ علم حکمت میں شرح صدرا پر ان کا حاشیہ مشہور ہے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی☆

(۴۸۵) محمد بیرم خاں خانخانان

محمد بیرم خاں، مرزا جہاں شاہ کی اولاد سے ہے، دانش، سخا، صدق، حسن مقال

فصوص الحکم مسمی بشرح الفصوص علی وفق النصوص' فتح الاغلاق (۳) رسالہ عربیہ
فارسیہ در بحث ایمان فرعون' شرح قصائد خاقانی' سیر منظوم' شرح مثنوی معنوی وغیرہ
تصنیفات ہیں جو پچاس جلدوں سے متجاوز ہیں۔ ان رحمتہ اللہ علیہ نے ۸۷ سال یا ۹۲
سال کی عمر میں (۴) ۱۸ ذی الحجہ روز جمعہ ۱۱۲۴ھ ر ۱۷۱۲ء کو جان بمشاہدہ جانان تسلیم
نذر کی۔ اور اس جہان بے بنیان کو الوداع کیا۔ ان کی سال وفات "کان الشیخ قطبا"
سے نکلتی ہے۔ ان کا مدفن الہ آباد میں زیارت گاہ و متبرک (۵) ہے۔ ان کے بعد شیخ
محمد یحیی عرف شاہ خوب اللہ ان کے بھتیجے' ان کے جانشین ہوئے۔☆

(۴۸۰) شیخ محمد آفاق لکھنوی

شیخ محمد آفاق لکھنوی' عارف مجرد' محقق بلند ہمت' علوم ظاہر و باطن کی فضیلت
سے آراستہ' طریقت و مجاہدات میں صادق اور راسخ قدم تھے۔ وہ موضع تلاوہ' مضاف
پٹنہ' صوبہ بہار' کے ساکن اور بزرگ زادے تھے۔ بچپن میں مروجہ کتابیں شیخ وجیہہ
الدین گوپالوی کی خدمت میں پڑھیں اور اس کے بعد درویشی و توکل کو اختیار کیا' نفع و
نقصان کو دل سے بھلا دیا۔ شیخ پیر محمد لکھنوی کی خدمت میں پہنچے اور ان کے مرید
ہوگئے۔ اپنے زمانہ کے بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے' علوم طریقت میں
شاہ مجاہد پوری سے بھی استفادہ کیا۔ اپنے پیر کے حکم سے شیخ عبدالرسول نقشبندی کے
رسالہ مصباح الطالبین کو مرتب کیا جو شاہ مجاہد کے خلیفہ تھے اس رسالہ میں قلندریہ
مشرب کے اذکار و افکار درج ہیں۔ شیخ محمد آفاق سب پر عمل کرتے تھے۔ شیخ پیر محمد
قدس سرہ کے انتقال کے بعد چند سال (۱) ان کے جانشین رہے۔ تکلفات کے مراسم و
عادات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ تعلق تزویج سے مبرا مجرد زندگی گزارتے تھے۔ اپنے
پیر کے زیر قدم لکھنؤ میں (۲) دفن ہیں۔

(۴۸۱) حاجی محمد افضل سہرندی (سرہندی)

حاجی محمد افضل سہرندی (سرہندی)'☆ ابن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد
سرہندی' دانشمند متبحر اور محدث تھے۔ ظاہر علوم کی تحصیل کے بعد شیخ حجتہ اللہ

نقشبندی کے مرید ہوگئے' اس کے بعد شیخ عبدالاحد خلیفہ شیخ احمد سعید سے استفادہ کیا'
زیارت حرمین شریفین سے بھی مستفیض ہوئے' وہاں سے بے شمار فیوض و برکات کے
ساتھ واپس آئے اور علوم دینی کی تدریس اور اسرار باطنی کی تلقین میں مصروف
ہوگئے۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی جو کچھ انہیں
فتوحات (کشائش' نذرانے) ملتی تھی اس سے ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کردیتے
تھے۔ ان کی وفات ۱۱۴۶ھ ر ۴ - ۱۸۳۳ء میں ہوئی۔

(۴۸۲) مولوی محمد اکبر کشمیری

مولوی محمد اکبر کشمیری' اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں تھے۔ تیس سال تک مدرسہ
محمدیہ متعلقہ جامع مسجد بمبئی میں درس دیتے رہے۔ ملک کوکن (کونکن) میں ان کے
بہت سے شاگرد اب بھی موجود ہیں۔ ان میں شاہ عبدالفتاح گلشن آبادی' مولوی سید
عمادالدین اور مفتی عبداللطیف مشہور و معروف ہیں۔ ۱۲۷۲ھ ر ۶ - ۱۸۵۵ء میں رحلت
فرمائی اور بمبئی میں دفن ہوئے۔

(۴۸۳) ملا محمد امین کشمیری

ملا محمد امین کشمیری' دانشمند متبحر' کثیر الدرس والتصنیف تھے۔ ملاعنایت اللہ شال'
اور ملا محسن وغیرہ علمائے کشمیر ان کے شاگرد تھے۔ شرح تہذیب وغیرہ کتب مروجہ پر
حواشی و شروح لکھے ہیں۔ ماہ رمضان بروز لیلتہ القدر ۱۱۰۹ھ ر ۱۶۹۸ء میں وفات پائی۔
نور اللہ ضریحہ

(۴۸۴) مولوی محمد امجد قنوجی

مولوی محمد امجد قنوجی' قنوج کے اکابر فضلا اور اعظم علماء میں سے تھے' مولوی علی
اصغر قنوجی کے شاگرد تھے۔ کثیر الدرس و التصانیف تھے۔ علم حکمت میں شرح صدرا پر
ان کا حاشیہ مشہور ہے انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی☆

(۴۸۵) محمد بیرم خاں خانخانان

محمد بیرم خاں' مرزا جہاں شاہ کی اولاد سے ہے' دانش' سخا' صدق' حسن مقال

نیاز مندی اور انکساری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا۔ شروع میں بابر بادشاہ کی اور درمیان میں ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں نشوونما پاکر خانخانانی کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ آخر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس کے القاب کو بڑھا دیا۔ وہ درحقیقت' درویش دوست' ذی علم' صاحب حال اور نیک اندیش تھا' اس کی سعی' بہادری اور حسن تدبیر سے دوبارہ ہندوستان فتح ہوا۔ تمام دنیا کے علماء و فضلاء اس کے پاس پہنچتے اور اس سے مستفید ہوتے تھے۔ اس کے وجود باجود سے ارباب فضل و کمال کو تفاخر تھا لیکن ارباب نفاق نے بادشاہ کے مزاج کو اس سے متغیر کردیا' ناچار وہ حرمین شریفین کے ارادہ سے ناگور کے راستے سے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔

جس راستے سے وہ گزر رہا تھا اس میں جھاڑیوں کی کثرت تھی۔ اتفاق سے اس کی دستار کا گوشہ ایک کانٹے میں الجھا اور دستار سر سے گر پڑی۔ چونکہ یہ برا شگون سمجھا جاتا ہے اس لئے خانخانان کے مزاج پر بھی تغیر کے آثار ظاہر ہوئے' حاجی محمد خان نے فی البدیہہ کیا

در بیاباں چوں ز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلان غم مخور

اس سے طبیعت کو ذرا انشراح ہوا۔ جب پٹن گجرات میں پہنچے ایک روز سہس لنگ تالاب میں کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کررہا تھا' اچانک مبارک خاں افغان نامبارک نے جس کے والد کو خانخانان نے ہندوستان کی فتح کے موقعہ پر قتل کرنے کا حکم دیا تھا' انتقام کا اچھا موقعہ سمجھا اور مغرب کی نماز کے وقت جب خانخانان کشتی سے نیچے اترا تو "بدمعاشوں" کی ایک جماعت ملاقات کے بہانے سے آئی اور خنجر کی ایک ضرب میں اس کو شربت شہادت پلا دیا۔ یہ واقعہ ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء میں وقوع پذیر ہوا۔ اس کی ہڈیوں کو حسب وصیت مشہد لے گئے۔ کسی نے تاریخ انتقال اس طرح نکالی ہے۔

بیرم بطواف کعبہ چوں بست احرام
در راہ شہید گشت نایافتہ کام

تاریخ شہادتش ز دل پرسیدم
گفتا کہ "شہید شد محمد بیرام"

۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء

خانخانان رقیق القلب تھا' اکابر مشائخ رضی اللہ عنہم کے اقوال کا معتقد تھا۔ ہمیشہ اس کی مجلس شریف میں "قال اللہ وقال الرسول" کا ذکر ہوتا تھا۔ ایک روز سیکری میں ایک گوشہ نشین درویش سے ملنے گیا اور آیہ کریم **"تعزمن تشاء وتذل من تشاء"** کے معنی پوچھے چونکہ درویش نے تفسیر نہیں پڑھی تھی اس لیے جواب نہیں دیا' خانخاناں نے خود کہا **"تعزمن تشاء بالقناعتہ وتذل من تشاء بالسوال"** خانخانان کی جمعہ و جماعت کی نماز فوت نہیں ہوتی تھی وہ تفضیلت کی طرف مائل تھا' حافظ محمد امین خطیب سے کہتا تھا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہ کے القاب میں دوسرے اصحاب سے چند کلمے بڑھا دینا۔

لطیفہ:۔ ایک رات ہمایوں بادشاہ بیرم خاں سے مخاطب تھا' اس پر ظاہری طور سے غنودگی کا غلبہ ہوگیا' بادشاہ نے اس کو متنبہہ فرمایا کہ ہاں بیرم! میں تم سے کہتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں! میرے بادشاہ میں حاضر ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ بادشاہوں کے حضور میں محافظت چشم اور درویشوں کے حضور میں دل کو نگاہ رکھنی چاہئے اور عالموں کے سامنے حفظ زبان ضروری ہے' میں اسی فکر میں تھا کہ کس کس کو نگاہ میں رکھوں کیونکہ حضرت بادشاہ بھی ہیں اور درویش اور عالم بھی ہیں۔ بادشاہ کو اس کی یہ ادا پسند آئی اور اس کی تحسین فرمائی۔ اس کا ایک دیوان فارسی اور ترکی میں تھا۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہ کی منقبت میں قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے

شہی کہ بگذرد از نہ سپہر افسر او
اگر غلام علی نیست خاک بر سر او
محبت شہہ مرداں مجوز بی پدری (۱)
کہ دست غیر گرفتست پای مادر او

(۴۸۶) مولوی محمد جعفر سندیلوی

مولوی محمد جعفر سندیلوی، بن شاہ ولی اللہ بن شاہ غلام علاء الدین بن سید روح اللہ، سندیلہ کے مخدوم زادے تھے، مولوی اظہر علی سندیلوی، مولوی وارث علی سندیلوی، مولوی تقیہ اللہ سندیلوی، مولوی انعام اللہ سندیلوی اور مولوی تراب علی لکھنوی کے شاگرد تھے۔ تدریس و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۳ رمضان ۱۲۶۱ھ ر ۱۸۴۵ء کو لکھنؤ میں رحلت فرمائی اور قصبہ سندیلہ میں کریم باغ میں دفن ہوئے۔

(۴۸۷) مولوی محمد جون پوری

مولوی محمد جون پوری، مولوی سخاوت علی عمری جون پوری کے خلف اکبر تھے۔(۱) مکہ معظمہ میں مقیم و مہاجر تھے۔ اپنے والد ماجد سے تحصیل علم کی۔ علم، فضل، زہد، تقویٰ، ورع اور وعظ گوئی میں ممتاز تھے، بدیہہ گوئی، حاضر جوابی، دلپسند تحریر اور پرتاثیر تقریر میں یگانہ روزگار، اپنے ہم عصروں اور ساتھیوں میں امتیاز رکھتے تھے، ہیچ کی تعریف میں انہوں نے جو تحریر لکھی (۲) تھی اس سے ان کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ عین حالت جوانی میں اپنے والد ماجد کی زندگی میں ۲ شوال ۱۲۷۳ھ ر ۱۸۵۷ء سامان ہستی کو سوئے روضہ رضوان لے گئے۔ اللہم اغفرلہ ولوالدیہ

(۴۸۸) مولوی حکیم محمد جنید جون پوری

مولوی حکیم محمد جنید جون پوری، مولوی سخاوت علی عمری جون پوری کے دوسرے صاحبزادے تھے، اپنے والد ماجد کے ہمراہ ملک حجاز تشریف لے گئے اور اپنے والد کی زندگی تک ان کے فیضان علمی و عملی سے مستفیض ہوتے رہے، والد کی رحلت کے بعد جون پور (۱) آگئے اور مولوی عبدالحلیم فرنگی محلی کی خدمت میں جو جون پور میں مدرسہ امام بخش کے مدرس تھے، بعض درسی کتابیں پڑھیں اور فراغ علمی مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کی خدمت میں حاصل کیا۔ پھر علم طبابت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، مولوی حکیم اولاد علی کاہش کی خدمت میں مطب شروع کیا اور اس فن میں مہارت و حذاقت حاصل کی اس کے ساتھ ہی تدریس و تذکیر اور طلباء کی امداد بھی کرتے تھے، ایک مرض میں مبتلا تھے کہ عین عالم جوانی میں ۱۲۸۱ھ ر ۵ ـ ۱۸۶۴ء

میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو چل بسے۔ ان کے ایک بیٹے مولوی محمد معروف تھے جو مولوی عبداللہ ساکن چھپرا کی خدمت میں درسی کتابیں ختم کرکے فارغ ہوگئے ہیں۔ سلمہ ربہ۔

(۴۸۹) قاضی محمد جمیل برہان پوری

قاضی محمد جمیل برہان پوری، عالم کامل، فاضل اجل اور حیدر آباد دکن کے مدرسہ میں مدرس تھے ۱۲۷۴ھ ر ۱۸۵۸ء میں انتقال ہوا☆ غفراللہ

(۴۹۰) مولوی محمد حامد فرنگی محلی

مولوی محمد حامد فرنگی محلی، مولوی احمد کے بیٹے اور جانشین تھے۔ ماہ رجب ۱۲۸۳ھ ر ۱۸۶۶ء میں رحلت فرمائی اور ان کی جگہ مولوی لمعان الحق بن مولوی برہان الحق جانشین ہوئے☆

(۴۹۱) شیخ محمد حسن جون پوری

شیخ محمد حسن جون پوری، بن شیخ حسن بن طاہر جون پوری، اپنے زمانے کے عارف تھے، حال و قال کے جامع اور ظاہری صورت سے بھی بزرگ تھے، والد کی طرف سے ان کی اصل نسبت چشتیہ سلسلہ میں تھی۔ لیکن سلسلہ عالیہ قادریہ کا تعلق سب پر غالب تھا۔ کئی سال حرم مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوات والتحیۃ (۱) میں مجاورت کی، مشائخ قادریہ سے اجازت و بیعت حاصل تھی، ان کی کرامات میں سے مشہور ہے کہ جب خلوت سے نکلتے تھے تو ہندو مسلمان جس کسی کے چہرہ پر نظر ڈالتے اس کے منہ سے بے ساختہ صدائے تکبیر نکلتی، لوگ تعجب کرتے، ان کے مکتوبات و رسائل ہیں اور مرید بہت ہیں۔ ولادت جون پور میں ہوئی، آگرہ میں مقیم رہے۔ ۲۷ رجب ۹۴۴ھ ر ۱۵۳۷ء میں فوت ہوئے، دہلی میں بجے منڈل کے نیچے اپنے والد ماجد کے مزار کے برابر دفن ہوئے۔ قدس سرہ۔

(۴۹۲) ملا محمد حسن

ملا محمد حسن، بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد خلف اکبر ملا قطب الدین الشہید

السهالوی، ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید کے شاگرد تھے، ذہن و ذکاء میں اپنے بھائیوں میں ممتاز تھے، معقول و منقول کی تحقیقات میں بے نظیر بے مثال اور کثیر الدرس و تصانیف تھے۔ شرح مسلم الثبوت (تامبادی الاحکام)، معارج العلوم (منطق) غایۃ العلوم (طبیعات)، حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ صدرالدین شیرازی، حاشیہ شمس بازغہ، حواشی زواہد ثلاثہ اور شرح سلم العلوم ان کی مفید تصانیف میں سے مشہور ہیں۔

دہلی سے واپس ہونے کے بعد فرنگی محل (لکھنؤ) میں مقیم ہوگئے اور علوم کا درس شروع کردیا، بعض حوادث کی وجہ سے ایک عظیم فساد ہوگیا۔ اس لیے وطن کے قیام کو مناسب نہ سمجھا اور روہیل کھنڈ کی طرف چلے گئے۔ نواب فیض اللہ خاں کے زمانہ میں رام پور پہنچے اور مدرسہ محلّہ میں قیام کیا، وہیں نکاح ثانی غیر کفو میں ایک خاتون سے کرلیا۔ اس کے بطن سے مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالرزاق پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان کی دوسری بیوی کی اولاد رام پور میں موجود ہے۔ تیسری بیوی صفی پور کی تھیں ان سے ایک لڑکے غلام دوست محمد پیدا ہوئے۔ جن کے بیٹے مولوی غلام یحییٰ، مولوی غلام محمد اور مولوی غلام زکریا تھے۔ جو بنارس میں مقیم تھے اور سرکار انگریزی میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے، ملا حسن رام پور میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ انتقال معلوم نہ ہوسکی۔☆ ان کے شاگرد مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لبکنی مشہور ہیں۔

(۴۹۳) مولوی محمد حیدر لکھنوی

مولوی محمد حیدر، بن ملا محمد مبین بن ملا محب اللہ فرنگی محلی نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں تحصیل علم کی، تدریس اور مخلوق کے تذکیر و ہدایت میں مشغول ہوگئے۔ شاہ نجات اللہ مرحوم سے بیعت کی اپنے والد کی طرح مقبول خلائق تھے۔ نواب سعادت علی خاں (والی اودھ) کی سرکار سے تین روپیہ یومیہ بطور کفاف ملتا تھا، حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور سفر کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد ۲ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ ر ۱۸۲۴ء میں مکہ معظمہ پہنچے۔ سید یوسف بطاح یمنی اور شیخ عمر مکی سے صحیحین (بخاری و مسلم) کی تحصیل کی۔ ماہ جمادی الثانی میں مدینہ طیبہ کی طرف رخت

سفر باندھا، وہاں کے علمائے وقت سے سند حدیث حاصل کی۔ آخر ماہ شعبان میں دوبارہ مکہ معظمہ آئے اور قرآن شریف جو کہ راستہ میں حفظ کیا تھا، ماہ رمضان میں بیت اللہ شریف میں پڑھا۔ حج ادا کرنے کے بعد ۲۷ ذی الحجہ سن مزکور (۱۲۴۰ھ) کو مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور خرابی بسیار کے بعد ۱۹ روز میں بمبئی پہنچے، وہاں سے وطن جانے کا قصد کیا۔ چوں کہ حیدر آباد میں بتقریب ملازم ہوئے تو ہزار روپیہ ماہوار سرکار نواب نظام سے ان کے لئے مقرر ہوا۔ ان کی اولاد میں مولوی ظہور حسن اور مولوی افضل حسن اب بھی حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ چار ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر سرکار نظام سے مقرر ہوئی ہے جیسا کہ اغصان اربعہ میں ذکر ہے۔☆

(۴۹۴) شیخ محمد حیات سندھی

شیخ محمد حیات سندھی، عالم ربانی، محدث عظیم اور عالم باعمل تھے۔ ان کے والد کا نام ملا فلاریہ تھا اور قبیلہ چاچڑ سے تعلق تھا، اطراف عادل پور ملک سندھ کے رہنے والے تھے۔ عین عالم جوانی میں محمد حیات اپنے وطن سے حرمین شریفین گئے اور حج ادا کیا، مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے، اسباب توکل کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ تھا۔ اسی حال میں تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے، مولانا ابوالحسن سندھی مقیم مدینہ منورہ کے شاگرد ہوئے اور علوم درسیہ کی تحصیل ان سے کی، حدیث کی اجازت مولانا عبداللہ بن سالم بصری سے حاصل کی اور پھر تمام عمر درس حدیث نبوی میں مشغول رہے۔ بروز چہار شنبہ ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ ر ۱۷۴۹ء کو دار فنا سے دار بقا کے لیے رخت سفر باندھا اور ان کے طائر روح نے ان کے جسد خاکی کو جنت البقیع کے سپرد کرکے خود روضہ رضوان میں جانشیمن بنایا۔ فلاریہ سندھی اسم ہے۔ چاچڑ دو جیم فارسی مفتوح درمیان آن الف و در آخر رای مہملہ ملک سندھ میں ایک قوم ہے۔ عادل پور، سکھر کے پاس ایک چھوٹا سا شہر ہے۔☆

(۴۹۵) مولوی محمد رضا لکھنوی

مولوی محمد رضا لکھنوی، خلف اصغر مولوی عبدالقادر لکھنوی، شروع میں شیخ پیر

محمد لکھنوی اور اپنے بھائی قاضی محمد وارث کے شاگرد ہوئے۔ ضروری علوم کی تحصیل کے بعد صفائے باطن میں مشغول ہوگئے۔ چلوں میں بیٹھ کر ریاضت شاقہ اور دور دراز کے سفر کئے' مشائخ اور فقراء وقت سے مستفید ہوئے صحراوں اور بیابانوں میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آخر اکیلے خشکی کے راستہ سے حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ مصر میں ۲ رمضان ۱۲۱۰ھ ر ۱۷۹۶ء میں رحلت کی اور وہیں دفن ہوئے۔☆

(۴۹۶) مولوی محمد رضا سہالوی

مولوی محمد رضا سہالوی' مولوی ملا قطب الدین شہید کے چوتھے بیٹے تھے' اپنے والد کے بعد بڑے بھائی ملا نظام الدین سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور اپنے بھائی کے ساتھ طلباء کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ شاہ عبدالرزاق بانسوی سے بیعت کرکے مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔ روضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بعد حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے پھر بغداد آئے اور وہیں جان جان آفرین کے سپرد کی۔

(۴۹۷) شیخ محمد رفیقی کشمیری

شیخ محمد رفیقی کشمیری' بن مصطفےٰ بن معین الدین رفیقی' ان کی کنیت ابوالرضا تھی۔ ۱۲۵۴ھ ر ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔☆ فقیہ' محدث' مفسر اور صوفی مشرب تھے۔ علوم معقول و منقول اپنے نانا مقیم السنتہ ٹوپی گر اور اپنے ماموں علامہ نورالہدیٰ ٹوپی گر سے حاصل کئے اور علم حدیث اپنے چچا اور والد بزرگوار سے حاصل کیا اور کتاب عوارف کو نعمت اللہ بن رضا ٹوپی گر سے پڑھا' بہت سے لوگ ان کی خدمت میں مستفید ہوئے۔ تصوف میں متعدد رسالے ان سے یادگار ہیں۔ بروز چہار شنبہ ۱۲ جمادی الاخر ۱۲۲۸ھ ر ۱۸۱۳ء میں وفات پائی۔

(۴۹۸) میر محمد زاہد ہروی

میر محمد زاہد ہروی' بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی' ہند میں پیدا ہوئے اپنے والد سے تربیت پائی اور دوسرے علمائے ہندوستان سے اکتساب علوم کیا۔ ذہن ثاقب اور

فکر صائب کے مالک تھے' تحقیق و تدقیق میں اپنے ہم عصروں میں بازی لے گئے۔ حاضرین و لاحقین میں ممتاز تھے۔ شاہجہاں بادشاہ نے کابل کی وقائع نگاری کے منصب پر ممتاز فرمایا۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں وہ اردوئے معلیٰ کے محتسب ہوئے۔ اس کے بعد عالم گیر بادشاہ نے ان کی خواہش کے مطابق کابل کی صدارت پر فائز کردیا۔ (۱) وہاں اپنے منصب کے علاوہ تدریس علوم بھی کرتے تھے۔ ان کی اعلیٰ تصانیف ہیں۔ جن میں شرح مواقف' حاشیہ شرح تہذیب علامہ دوانی' حاشیہ رسالہ تصور و تصدیق مصنفہ ملا قطب الدین رازی اور حاشیہ شرح الہیاکل مشہور ہیں۔ ۱۱۰۱ھ ر ۹۰ - ۱۶۸۹ء میں کابل میں فوت ہوئے۔☆

(۴۹۹) مولوی محمد باقر مدراسی

آگاہ تخلص تھا' بیجاپور کے رہنے والے تھے' ویلور میں ۱۱۵۸ھ ر ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ مدراس میں نشوونما پائی مولانا سید ابوالحسن قرنی کی خدمت میں علوم ظاہری کی تحصیل کی علوم عجیبہ اور فنون غریبہ کے عالم و ماہر ہوئے' شعر گوئی اور عربی ادب میں مہارت حاصل تھی' کہتے ہیں کہ شافی المذہب تھے۔ مدراس اور کرناٹک کے علاقے میں ان سے ظاہری و باطنی فیض پھیلا۔ ۲۴ ذ حجہ ۱۲۲۰ھ میں رحلت فرمائی اور خاک مدراس میں مدفون ہوئے۔ (۲)

تصانیف:۔ تنویر البصیر' نفائس النکات' القول المبین' الدرالنفیس' دیوان اشعار عربی' نفحتہ العنبریہ' کشف الغطاء' اتحاف السالک' جلاء البصائر' تبیین الانصاف' النقول البدیعہ' الجنہ البدیعہ' ریاض الجنان' روضتہ الاسلام وغیرہا۔

(۵۰۰) مولوی محمد زماں خاں شاہجہاں پوری

فضائل و کمالات کے جامع احادیث و آیات کے عامل' سنن و حسنات کے زندہ کرنے والے' شرک و بدعت کے مٹانے والے' ابو رجا محمد زماں خاں' تغمدہ اللہ بالرحمتہ والغفران حیدر آباد کے مدرسہ میں مدرس اور محبوب علی خاں نظام الملک

رئیس حیدرآباد کے استاد تھے۔ فرقہ مہدویہ سے عصبیت رکھتے تھے' فرقہ مہدویہ کے لوگ سید محمد جون پوری مدعی مہدویت کی پیروی کرتے ہیں' علاقہ ڈھونڈھار' گجرات' اور حیدرآبادی دکن میں اس گمراہ فرقے کے اکثر لوگ رہتے ہیں اور اسلام کے دیگر فرقوں سے تعصب رکھتے ہیں یہاں تک کہ مسلمانوں کی خوں ریزی کے مرتکب ہوئے' القصہ اس فرقہ کے سرگروہ مسمی سید عیسٰی عرف عالم میاں مہدوی حیدرآبادی نے ۱۲۸۲ھ ر ۶۔ ۱۸۶۵ء میں اپنے مولفہ تین رسالے کشف الجذب' دلیل المتین' ثلاثیہ اور ایک سال کے بعد رسالہ روشبہات الفتاویٰ در رد فتاویٰ ابن حجر مکی وغیرہ آئمہ مذاہب اربعہ نیز رسالہ معارضۃ الروایات طبع کرائے اور یہ کتابیں ہند کے اطراف و اقطار میں مشتہر و مشہور کیں' وہ اسی پر قانع نہ رہا (بلکہ) اس نے رسائل مذکورہ نیز دوسرے رسالے جو اس کے معتقدات و معمولات پر مشتمل تھے تالیف کرکے ایک رقعہ کے ساتھ قاضی دلاور علی خاں حاکم' دارالقضائے حیدرآباد' کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے پیش کیے۔ رقعہ کا مضمون یہ تھا:

"ہم نے رسائل مذکورہ حق کے دریافت کرنے کی غرض سے شہر کے اطراف میں تقسیم کیے ان کو مشہور علماء کی خدمت میں بھیجا ایک مدت تک انتظار کیا لیکن ابھی تک علمائے وقت ان کے جواب میں خاموش ہیں۔ لہٰذا ان کو جناب کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اگر کوئی خطا نظر میں آوے تو تلاش کرکے ہمیں مطلع کریں تاکہ ہم حق کی طرف رجوع کریں ورنہ ہماری اعانت و امداد اور تصدیق و اقرار کریں۔" فقط

قاضی صاحب موصوف نے رقعہ اور رسائل مذکورہ عالم میاں مذکور کے ہمراہ مولوی محمد زماں خاں کے پاس بھیج دئے اگرچہ وہ اس قسم کے نزاعات اور مناقشات سے کنارہ کش رہتے تھے تاہم اسلامی حمیت اور ایمانی غیرت کی بنا پر اپنے حقیقت نگار

اشہب قلم کو ان رسایل پر رد و قدح کے لیے دوڑایا اور مسائل مذکورہ کی برائیاں ظاہر کیں' اس فرقہ کے مسلم اقوال سے ان کے باطل دعووں کا رد کیا۔ اس فرقہ کے مجتہدین اس کے جواب سے عاجز رہے اور بہت نادم ہوئے' اس رسالہ کا نام "ہدیہ مہدویہ" ہے۔ جب رسالۂ مذکور' عالم میاں مجتہد مہدویہ یعنی گمراہ کن رسائل کے مصنف کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے حواریوں سے کہا کہ:

"جو کوئی مولوی زماں خاں کو قتل کرے گا اس کو میں جنت میں مروارید کے دو مکان اور خرمے کے چار درخت دوں گا"۔

اس بات کو سن کر اس فرقہ کا ایک بائیس سالہ نوجوان فریب میں آگیا اور موقعہ کا منتظر رہا۔ جب نواب مختار الملک بہادر' پرنس آف ویلز کی ملاقات کی تقریب کی غرض سے کلکتہ روانہ ہوئے (اور) اس بے مغز نے شہر حیدرآباد کو اس بیدار مغز حاکم سے اپنے دماغ کی طرح خالی پایا(۱)۔ ۶ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ ر ۱۸۷۵ء بروز سہ شنبہ بوقت شام مولوی صدر الذکر (محمد زماں خاں شاہ جہاں پوری) حسب معمول مسجد میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز کے بعد دوزانو بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی۔ اس شقی نے سلام کرکے پیچھے سے کٹار مار کر ممدوح الذکر کو زخمی کردیا۔ آں مرحوم نے قرآن کریم پر سر رکھ کر شربت شہادت پیا۔ اس جاں باز کا خون آیہ کریمہ **"فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین"** پر گرا' ہر چند تفتیش و تلاش کی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا۔ مہدویوں کا سرگروہ' انگریزی سفارت خانے میں چھپ گیا۔

ان کے جنازہ پر مسلمانوں کا ایک انبوہ کثیر اور دینداروں کا حجم غفیر جمع ہوا۔ چودہ متفرق جماعتوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ حیدرآباد میں اپنے مدرسہ کے صحن میں دفن ہوئے۔☆ شعرائے وقت نے اس واقعہ کی تاریخ کے قطعات لکھے ہیں' ان میں سے مکرمی محمد عبدالرحمٰن خاں شاکر تخلص مالک مطبع نظامی (کان پور) کی تاریخ کو لکھتا ہوں جو یہ ہے:

قطعہ تاریخ شہادت مولوی محمد زماں خاں شاہ جہاں پوری مرحوم و مغفور

از جناب محمد عبدالرحمان خاں شاکر مالک مطبع نظامی (کان پور)

محمد زمان خان ز حکم قضا
بہ بحر شہادت چو شد آشنا
ہمیں مصرعہ سال شاکر نوشت
"عبائے شہادت ز حق شد عطا"
۱۲۹۲ھ

دیگر

بگو چوں علی شد بمسجد شہید (۱)

دیگر

از منشی عنایت حسین

برون رفت از جسم چوں جان جاں
عنایت بگو "شدچون عثمان شہید" (۳)

(۵۰۱) شیخ محمد سعید سرہندی

شیخ محمد سعید سرہندی' ابن مولانا شیخ احمد مجدد الف ثانی بن عبدالاحد سرہندی' لقب خازن الرحمت' متبحر فقیہ اور محدث تھے' علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کئے' مشکوٰۃ المصابیح پر حاشیہ لکھا۔ ۱۰۷۰ھ ر ۶۰ ۔ ۱۶۵۹ء میں رحلت فرمائی۔

(۵۰۲) ملا محمد سعید سہالوی

ملا قطب الدین شہید کے دوسرے بیٹے تھے' اپنے والد کی شہادت کے بعد مظلومی کے محضر کو لے کر استغاثہ کی غرض سے محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے حضور میں ملک دکن گئے اور بادشاہ موصوف کی بارگاہ سے فرنگی محل کی معافی کا فرمان

جو لکھنؤ کی مشہور عمارات میں تھا حاصل کیا اور وطن واپس پہنچ کر اہالیان نزول کے ذریعہ سے فرمان مذکور کی تعمیل میں فرنگی محل پر قبضہ کیا اور ملائے شہید کے تمام بیٹوں کو اس میں مقیم کیا' کچھ دنوں کے بعد دوبارہ فرنگی محل کی معافی کے فرمان کے استحکام

وغیرہ کے لئے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور دوسری اسناد حاصل کرکے ان کو وطن بھیج دیا اور خود مکہ معظمہ چلے گئے' وہیں بیمار ہوئے اور عالم فانی سے ملک جاودانی سدھارے(۱)

نزول:۔ لکھنؤ کے دفتر کی زبان میں لاوارث اور منضبط زمین کو کہتے ہیں۔

(۵۰۳) مولانا محمد سعید بدایونی

مولانا محمد سعید بدایونی' بن محمد شریف بن محمد شفیع بدایونی' اپنے زمانہ کے بدایوں کے اجل علماء اور اولیائے کبار میں سے تھے۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مرید تھے' جن کا مزار پر انوار دہلی میں ہے۔ اور ان (مولانا محمد سعید) کے ظاہری و باطنی فیض سے ایک عالم مستفیض تھا۔ ۴ ذی قعدہ ۱۱۵۷ھ ر ۱۸۴۴ء میں انتقال فرمایا' دو بیٹے مولوی محمد لبیب اور مولوی عبدالحمید یادگار چھوڑے۔ قدس اللہ سرہ السامی۔

(۵۰۴) حکیم محمد سرور ساکن احمد آباد نارہ سرور

حکیم محمد سرور ساکن احمدآباد نارہ تخلص سرور' بن حکیم حضور احمد' طبع سلیم اور ذہن مستقیم کے مالک تھے۔ رسمی تعلیم مئولف اوراق (مولوی رحمان علی) سے حاصل کی' اکثر نعتیہ اشعار کہتے تھے' منظوم قصہ اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ ان کی یادگار ہے۔ فتوح الشام کو بحر متقارب میں لکھ رہے تھے کہ پیغام اجل پہنچ گیا' عین عنفوان شباب میں ۱۲۹۴ھ ر ۱۸۷۷ء میں انتقال ہوا۔ چند نعتیہ اشعار جن میں کلام سعدی پر تضمین کی ہے اور جو ان کے منظومات کا خاتمہ ہیں بطور یادگار لکھے جاتے ہیں۔ در حقیقت عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا انہوں نے کوئی دوسری چیز یادگار نہیں چھوڑی۔

تضمین

اے نور خدا عجب حسینی رحمت ز برائے عالمینی
محبوب زمان و ہم زمینی اللہ اللہ چہ مہ جبینی

گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

آگہ ز علوم اولینی واقف ز رموز آخرینی
کحل از پے دیدۂ یقینی اے لعبت مکی و مدنی
گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

واللیل ز گیسوئے تو تعبیر والشمس ز روئے تست تفسیر
نون از پے ابروئے تو تقریر اے مہر سپہر عز و توقیر
گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اے باعث خلقت دو عالم اے موجب فخر نوح و آدم
منظور نگاہ رب اکرم ہستی پے ریش سینہ مرہم
گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اے سرمۂ دیدۂ تولا اے غازۂ چہرۂ تمنا
برروئے تو دیدۂ تماشا باز است تو نیز دیدہ بکشا
گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اے حجلہ نشین محمل نور اے شمع ضیائے شعلہ طور
از نور تو عالم است معمور اے مردمک دو دیدہ حور
گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

زلفت پے عاشقاں جانباز زنجیر بلاست اے ہمہ ناز
بشیت ہمہ دلبران طناز مستند برین ترانہ دمساز

گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

زلف تو بلائے جان سرور ورد تو دوائے جان سرور
عشقت ز نام و نشان سرور نامت ورد زبان سرور
گر بر سرو چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

(۵۰۵) استادی مولانا محمد شکور مچھلی شہری

مولانا محمد شکور مچھلی شہری، بن شیخ امانت علی جعفری، علوم عقلیہ و ادبیہ میں مولانا رشید الدین خاں دہلوی اور حدیث و تفسیر میں شاہ عبدالعزیز دہلوی سے مستفید ہوئے، ہمیشہ انگریزی سرکار کی طرف سے معزز و ممتاز رہے۔ جب فتح پور ہسوہ میں صدرالصدور کے عہدہ پر رونق افروز تھے تو مؤلف ہیچمدان (مولوی رحمان علی) جناب کے نعل بردار (یعنی خدمت گزار) شاگردوں میں شامل ہوگیا۔ ۱۲۶۰ھ ر ۱۸۴۴ء میں مولانا ممدوح پنشن لے کر اپنے وطن مراجعت کی تو یہ حقیر (مولوی رحمان علی) بھی ان کے ہمرکاب مچھلی شہر گیا اور جناب سے درمیانی درسی کتابیں پڑھیں، مولانا نے تمام عمر درس و تدریس میں بسر کردی۔ درسی کتابیں بغیر دیکھے چہل قدمی کی حالت میں پڑھاتے تھے، تالیف و تصنیف کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ۲۱ ذی الحجہ بروز سہ شنبہ ۱۳۰۰ھ ر ۱۸۸۳ء کو دار فنا سے دار بقا کو روانہ ہوئے۔ اناللہ وانالیہ راجعون۔ ان کی پیدائش ۱۲۱۱ھ ر ۷-۱۷۹۶ء میں ہوئی لفظ ''تاریخ'' سے سال ولادت نکلتی ہے اس طرح ننانوے سال کی عمر ہوئی۔ مچھلی شہر جون پور کے قریب ایک قصبہ ہے۔ غفر اللہ لہ☆

(۵۰۶) مولوی محمد شبلی اعظم گڑھی

مولوی محمد شبلی اعظم گڑھی، رسالہ اسکات المعتدی فی انصاف المقتدی اور حل الغمام وغیرہ کے مصنف ہیں۔ مروجہ درسی کتابیں مولوی محمد فاروق عباسی چریا کوٹی سے

پڑھیں، اب مدرسہ علی گڑھ میں مدرس اول ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ

تصانیف:۔ المامون (تاریخ زمانہ مامون الرشید خلیفہ عباسیہ، بغداد) الجزیہ (جزیہ کی حقیقت کا بیان) گزشتہ تعلیم (مسلمانان سلف کے علوم کی تدوین اور قدیم مدارس کے نام، صبح امید (اسلام کی موجودہ حالت) سیرت النعمان ۲۵۸ص (امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری) عربی و فارسی قصائد و غزلیات۔☆

(۵۰۷) مولوی محمد شبلی جون پوری

مولوی محمد شبلی جون پوری، مولوی سخاوت علی جون پوری کے تیسرے بیٹے تھے۔ ۲۵ شعبان ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ جب ان کے والد بزرگوار نے ہجرت فرمائی تو بہت کم سن تھے۔ اس لئے مکہ معظمہ جانے سے قاصر رہے۔ ان کے نانا قاضی ضیاء اللہ صدرالصدر مرحوم نے ناز و نعم کے ساتھ تعلیم و تربیت فرمائی، جون پور میں حافظ نعمت اللہ ساکن سرای میر (۱) سے قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی کی درسی کتابیں جون پور کے علماء سے پڑھیں، علوم عربی کی ابتدائی کتابیں صرف ونحو وغیرہ مفتی محمد یوسف فرنگی محل (۲) کے شاگردوں سے پڑھیں، تھوڑے ہی عرصہ میں مفتی موصوف الذکر (مفتی محمد یوسف) سے درس نظام کی مروجہ درسی کتابیں نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ ختم کرلیں، سند فضیلت مفتی محمد یوسف نے اپنے دست خاص سے دی، علوم باطنی کی تحصیل اپنے والد بزرگوار کے شاگرد مولوی سید خواجہ نصیر آبادی کی خدمت میں کی اور کتب احادیث کی اجازت مولوی سید نذیر حسین تلمیذ مولانا محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کی اور صاحب امتیاز ہوگئے۔ ۱۲۸۶ھ / ۷۰-۱۸۶۹ء میں اپنے نانا اور مربی قاضی ضیاء اللہ کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر وطن کو واپس ہوئے اپنے والد کے جانشین ہیں۔ مدرسہ قرآنیہ جامع مسجد جون پور میں تذکیر خلائق میں مشغول ہیں سلمہ اللہ وابقاہ و اوصلہ الی ماتمناہ۔☆

(۵۰۸) مولوی محمد شفیع بدایونی

مولوی محمد شفیع بدایونی، محی الدین اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ کے اجلہ علما سے

تھے۔ ان کا سلسلہ نسب امیرالمومنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے مولوی محمد شفیع بن شیخ مصطفےٰ بن شیخ عبدالغفور بن عزیز اللہ بن کریم الدین بن قاضی محمد بن شیخ معروف بن شیخ وددو بن عبدالشکور بن محمد راجی بن قاضی سعدالدین بن قاضی القضاۃ قاضی رکن الدین الملقب بہ شمس الحق بن قاضی دانیال بن شیخ شہید بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسحاق بن عبدالکریم بن شیخ شریف بن نوراللہ بن عبدالحئی بن شیخ محمد فردوس بن شیخ انیس بن شیخ رافع بن شیخ عبدالکریم بن عبدالرحیم بن عبدالرحمان بن آبان بن سیدنا عثمان ابن عفان الاموی القرشی رضوان اللہ علی من اتبع الہدی منہم۔

قاضی دانیال عراق سے ہند آئے اور بدایوں کے قاضی ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ ان کی اولاد امجاد میں شیخ مصطفےٰ تھے جو علم تصوف میں یگانہ روزگار تھے۔ اور خصوصاً شیخ محی الدین ابن عربی کی کتابوں کے مشکلات کے حل کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے بیٹے مولوی محمد شفیع ان کے شاگرد تھے۔ جنہوں نے اپنی تمام عمر گراں مایہ درس و تدریس میں بسر کی اناسی (۱) سال کی عمر میں بتاریخ ۲۲ شوال گیارہویں صدی کے آخر یا بارہویں صدی کے شروع میں فوت ہوئے۔ دو بیٹے مولوی محمد شریف اور خطیب عبداللطیف یادگار چھوڑے۔

(۵۰۹) محمد صدیق لاہوری

محمد صدیق لاہوری، بن محمد حنیف بن محمد لطیف فقیہ، محدث اور ادیب تھے۔ ان کے والد ماجد کابل سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے۔ مسجد وزیر خاں کی امامت کرتے تھے۔ صاحب ترجمہ (محمد صدیق لاہوری) بروز دو شنبہ ۲۹ محرم ۱۱۲۸ھ / ۱۷۱۵ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو مولانا محمد عابد، صاحب تعلیقات تفسیر بیضاوی سے بسم اللہ پڑھی۔ حفظ قرآن کے بعد مولانا محمد عابد، مرزا مہراللہ، ملا حفیظ اللہ، مولوی عبداللہ، ملا ظہور اللہ، ملا شہریار وغیرہ سے مروجہ علوم حاصل کئے۔ حدیث کی سند شیخ یحیٰی ابن صالح مکی مدرس مدرسہ مسجدالحرام اور شیخ ابوالحسن سندھی مدنی مدرس مدرسہ مدینہ منورہ سے ۱۱۷۰ھ / ۵۷-۱۷۵۶ء حاصل کی۔ تصانیف بہت ہیں۔

۱۹۲ھ ر ۱۷۷۸ء میں انتقال ہوا۔

تصانیف:۔ سلک الدرر (غیر منقوطہ در سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، مدار الاسلام فی علم الکلام شروط الایمان، القول الحق فی بیان ترک الشحرو الحلق، درء التعسف، ہدم الطاغوت فی قصۃ ہاروت و ماروت، نور حدقۃ الثقلین فی تمثال النعلین، شرح النفحات الباہرہ فی جواز القول بالخمسۃ الطاہرہ، ازالۃ الفسادات فی شرح مناقب السادات، تبعیض الرق فی تبیین الحق، جامع الوظائف، لقطۃ الخطب، مزیل الاحزان، زبدۃ الفرح، جامع طب احمدی، ترجمہ فقر محمدی، ہدیہ انام وغیرہ۔☆

(۵۱۰) محمد صدیق برہان پوری

محمد صدیق برہان پوری، علمائے دکن سے تھے۔ ان کی کنیت ابوبکر، لقب محی الدین بن حبیب اللہ الزبیری البرہان پوری ہے۔ ان کی تصنیفات میں ایک رسالہ فقہ ممات ہے، اس میں ایک تنبیہہ، بارہ فصلیں اور خاتمہ ہے۔ اس کتاب میں نزع، تجہیز، تکفین وغیرہ متعلقات میت کے مسائل بیان کئے ہیں، یہ کتاب زوائد سے خالی نہیں ہے۔ زمانہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ (۱)

(۵۱۱) شیخ محمد طاہر پٹنی

ان کا نام جمال الدین محمد بن طاہر ہے، محمد طاہر کے نام سے مشہور ہیں۔ ۹۱۴ھ ر ۹-۱۵۰۸ء میں شہر نہروالہ گجرات (پٹن: ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ اول مولانا مٹہ، مولانا شیخ ناگوری، مولانا برہان الدین سمہوی اور مولانا یداللہ سوہی سے علوم حاصل کرکے فارغ التحصیل ہوگئے۔ ۹۴۴ھ ر ۳۸-۱۵۳۷ء (۱) میں سفر حجاز اختیار کیا زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً و تعظیماً سے مشرف ہوئے۔ وہاں شیخ عبداللہ زبیدی، سید عبداللہ عدنی، شیخ عبیداللہ (۲) حضرمی، شیخ جاراللہ مکی، شیخ ابن حجر مصری ثم المکی صاحب صواعق محرقہ، شیخ علی مدنی، شیخ برخوردار سندھی، شیخ علی بن حسام الدین المتقی، شیخ ابوالحسن بکری مکی وغیرہ سے نہایت تحقیق اور استناد سے فن حدیث حاصل کیا، شیخ علی متقی کے مرید اور فضل و کمال میں کامل و مکمل ہوئے، وہاں سے خیر و برکت

کے ساتھ وطن آئے اور طلباء کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ محمد طاہر پٹنی آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر تھے۔ اور بدعات و منکرات کی بیخ کنی میں بہت کوشش کرتے تھے۔ اپنی قوم بوہرہ کی بدعات کے رد میں جو مہدویہ اسماعیلیہ مذہب کی پیرو تھی خاص طور سے ہمہ تن مستعد رہتے تھے اور عہد کیا تھا کہ جب تک اپنی قوم سے بدعات و ضلالت کو دور نہ کرلوں گا عمامہ سر پر نہ باندھوں گا، اور اپنے مرشد شیخ علی متقی کی وصیت کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی حل کرکے طلباء کو کتب نویسی میں مدد دیتے تھے اور درس کی حالت میں بھی سیاہی حل کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔

جب ۹۸۰ھ ر ۳-۱۵۷۲ء میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کی سرزمین میں اپنا قیام کیا تو شیخ نے بھی علمائے وقت کے ہمراہ شاہی تقرب (۵) حاصل کیا۔ بادشاہ نے عمامہ نہ باندھنے کا سبب پوچھا جو وجہ تھی ظاہر کردی۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے (شیخ محمد طاہر) کے سر پر عمامہ باندھا اور فرمایا کہ دین متین کی نصرت ہمارے ذمہ ہے تمہیں ازالہ بدعت میں کوشش کرنی چاہئے۔ خان اعظم مرزا عزیز کوکہ جو اکبر بادشاہ کا رضاعی بھائی تھا جب تک گجرات کا حاکم رہا وہ اپنے ایام حکومت میں شیخ کی مدد کرتا رہا اور جب وہ معزول ہوا اور اس کی بجائے عبدالرحیم خانخاناں شیعی منصوب ہوا تو فرقہ اسماعیلہ بوہرہ قوی بازو ہوگیا کیوں کہ وہ مذہب اہل تشیع سے موافقت رکھتا تھا، شیخ مایوس ہوگئے اور عمامہ اپنے سر سے جدا کرکے بادشاہ کے حضور میں عرض حال کی غرض سے آگرہ روانہ ہوگئے۔ بوہروں کا ایک گروہ ان کے پیچھے چل دیا۔ جب شیخ نے اجین کے نواح میں اجین اور سارنگ پور کے درمیان منزل کی تو گروہ اشقیاء نے فرصت پاکر ان کو شہید کردیا۔ یہ واقعہ ۹۸۶ھ ر ۱۵۷۸ء میں واقع ہوا، شیخ کے ہمراہیوں نے ان کی لاش کو پٹن لاکر ان کے بزرگوں کے مقابر میں سپرد خاک کیا۔ شکر اللہ سعیہ و جزاہ اللہ جزاء۔☆

شیخ علیہ الرحمۃ (محمد طاہر پٹنی) نے فن حدیث میں مفید تالیفات کی ہیں جو یہ ہیں:۔

مجمع بحار الانوار:۔ یہ کتاب لغت حدیث میں ہے اور دراصل صحاح ستہ کی شرح

ہے۔

معنی' تصحیح اسماء الرجال کے بیان میں ہے نہایت اچھے انداز میں مختصر حالات تحریر کئے گئے ہیں۔

تذکرۃ الموضاعات:۔ موضوع احادیث کے بیان میں ہے۔

قانون الموضوعات فی ذکر الضعفاء والوضاعین:۔ یہ بھی ان کی تصنیف ہے۔

بوہرہ' جوہرہ کے وزن پر ہندی لفظ ہے جس کے معنی تاجر ہیں یہ لفظ بیوہار سے مشتق ہے۔ جس کے معنی تجارت ہیں' بوہرہ دکن میں ایک قوم ہے جس کے تمام افراد تجارت پیشہ ہیں' یہ لوگ آپس میں محبت و اتحاد سے رہتے ہیں' ان کے مالدار (اپنی قوم کے) غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ بمبئی میں آج کل ان کا پیشوا ملا نجم الدین ☆ ہے جو تمام بوہروں پر مثل باپ کے شفقت رکھتا ہے۔ یہ فرقہ مہدویہ اسماعیلیہ ہے' یہ لوگ اپنے آپ کو محمد مہدی بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کا پیرو کہتے ہیں اور محمد بن عبداللہ کو مہدی آخرالزمان سمجھتے ہیں۔ مذہبی تعصب بہت رکھتے ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے چند فرقے ہیں داودیہ اور اسحاقیہ' دکن ہندوستان کے علاوہ یمن' الموت' مغرب' ایران اور قستان کے ملکوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر بوہرہ اسماعیلیہ خاص طور سے دکن میں رہتے ہیں۔ فرقہ مہدویہ جو اپنے آپ کو محمد جون پوری کا پیرو کہتے ہیں اس مذہب کے اکثر لوگ جے پور اور حیدر آباد دکن میں سکونت رکھتے ہیں' مہدویہ اسماعیلیہ اور مہدویہ جون پوریہ میں یہ فرق ہے کہ مہدویہ اسماعیلیہ تشیع کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور مہدویہ جون پوریہ وہابیت کی طرف مائل ہیں۔

(۶) نہروالہ شہر پٹن کا پرانا نام ہے۔ پٹن صوبہ گجرات دکن کا ایک شہر ہے جو عہد قدیم میں ہندو راجاوں کی راجدھانی تھا۔☆

(۵۱۲) مولوی محمد ظاہر

مولوی محمد ظاہر' بن سید غلام جیلانی بن سید محمد واضح بن سید محمد صابر بن سید محمد آیت اللہ بن سید شاہ محمد علم اللہ حسنی الحسینی القطبی النقشبندی' امام ہمام (۱) حسن مثنی

بن سبط اکبر امام الائمہ حسن بن علی بن ابی طالب (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے بزرگوں کی اصل مدینہ منورہ سے ہے۔ مولد و مسکن تکیہ شاہ علم اللہ' رائے بریلی (صوبہ یوپی ہندوستان) ہے۔ مولوی محمد ظاہر کی ولادت باسعادت ۱۱۹۸ھ ر ۴ ۔ ۱۷۸۳ء میں ہوئی۔ انہوں نے درسی کتابیں اپنے عم بزرگوار مولوی قطب الہدیٰ' تلمیذ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' سے پڑھیں اور تکمیل علوم مولوی عبدالجامع سیدنپوری سے کی اور جامع کمالات ہوئے۔ بیعت طریقت سید احمد مجاہد کے ہاتھ پر کی جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ طریقہ چشتیہ' قادریہ' نقشبندیہ مجددیہ اور محمدیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور مستفیض ہوئے۔ ہدایت و ارشاد' طریقہ تعلیم' اور تصنیف و تالیف سے ایک عالم کو روشن کردیا۔ ان کی تصانیف تصوف' عقائد اور محاکمات سنت و بدعت میں ہیں' مثلاً خیرالمسالک' تحریم الحرام' قاطع البدعۃ' رسالہ دربیان وحدت وجود و وحدت شہود اور کتاب دربیان فتوحات شام وغیرہ فارسی زبان میں ہیں۔ یہ کتابیں نہایت متین نافع اور بہت اچھے طریقہ پر مرتب ہوئی ہیں۔ مولوی محمد ظاہر تصنیف و تالیف' افتاء و تدریس' وعظ و ہدایت اور مشاغل وظائف کے باوجود کبھی کبھی نظم بھی لکھتے تھے' ان کے اشعار' فارسی' اردو' ہندی ہر زبان میں خوب مرغوب و مقبول ہوئے ہیں۔ جس زمانہ میں صاحب ترجمہ علیہ الرحمہ (مولوی محمد ظاہر) پانڈے دین بندہ بہادر دیوان ریاست ریواں کے بیٹوں کی تعلیم کی غرض سے ریواں میں رونق افروز تھے تو مسود اوراق (مولوی رحمان) اکثر ان کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین کی یادگار تھے۔ ریاست ریواں کے کچھ لوگ ان کے مرید بھی تھے۔ ان کی کچھ طبع زاد ٹھمری اور ہولی (ہوری) ریواں کے بعض گانے والوں (۲) کو یاد ہیں۔ ان کے نواسے (۳) مولوی سید فخرالدین احمد سلمہ ربہ نے ان میں سے اکثر کتاب "مہرجہاں تاب" میں نقل کی ہیں۔ ان کے باقی حالات مولوی محمد عبدالحئی خلف الصدق مولوی قمر (۴) الدین احمد نے نزہتہ الناظر میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ مولوی ولی الدین نصیر آبادی ان کے مرید تھے۔ مولوی محمد صادق غازی پوری مولوی لطف (۵) اللہ مناظر صاحب تفسیر

مظہر العجائب اور ان کے بھانجے مولوی فخرالدین احمد نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔
ان کی وفات ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں رائے بریلی میں فالج کے مرض میں ہوئی "آہ سید محمد ظاہر" مادہ تاریخ وفات ہے۔☆

(۵۱۳) محمد جون پوری

محمد جون پوری مدعی مہدویت کا مدعی، اس کی سیادت اور مشیخت کے متعلق ارباب تواریخ کی رائیں مختلف ہیں۔ مؤلف سیرالمتاخرین لکھتا ہے کہ "سید محمد جون پوری ابن سید بدہ اویسی روحانیت کی فراوانی سے فیض یاب تھا۔ صوری و معنوی علوم پر پورا عبور رکھتا تھا۔ شوریدگی (کے جذبہ) سے مہدویت کا دعوی کیا۔ بہت سے لوگ اس کے معتقد ہوگئے۔ بہت سی کرامتیں اس سے ظاہر ہوئیں۔"

مولوی محمد زمان شاہ جہان پوری نے "ہدیہ مہدویہ" میں مطلع الولایت، شواہدالولایت، پنج فضائل اور تذکرۃ الصالحین وغیرہ مہدویہ فرقہ کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے کہ شیخ جون پور، جس کو مہدوی لوگ میراں سید محمد مہدی موعود کہتے ہیں، کی ابتدا اس طرح ہے کہ جون پور میں ایک شخص سید خاں نام کا تھا، اس کے دو بیٹے تھے ایک احمد اور دوسرا محمد، دوسرا ہی شیخ جون پور ہے جو ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء میں پیدا ہوا، اس کی ماں کا نام بی بی آغا ملک تھا۔ مہدویوں نے مہدویت کے دعوی کی وجہ سے اس کے والدین کا نام میاں عبداللہ اور بی آمنہ مقرر کیا۔ جب اس کی عمر چار سال چار ماہ چار روز کی ہوئی تو اس کے باپ سید خان نے جون پور کے شرفا و امراء کی نہایت تکلف کے ساتھ ضیافت کی اور شیخ دانیال جون پوری سے، جو مشائخ وقت سے تھے، رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی۔ شیخ جون پور اور اس کا بڑا بھائی احمد شیخ دانیال کی خدمت میں اکتساب علوم کی غرض سے حاضر ہوئے۔ شیخ جون پور طبع بلند اور اچھے ذہن کا مالک تھا۔ اس نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا اور بارہ سال کی عمر میں درسی علوم سے فراغت حاصل کرلی۔ وہ مسائل کی تحقیق میں دلیر اور مباحثہ میں شیر کی مانند تھا۔ شیخ دانیال جون پوری اور علمائے داناپور اس کو اسدالعلماء کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ پہلے شیخ جون پور چشتیہ سلسلہ میں دانیال کا مرید ہوا۔ جوانی

میں سیر و سیاحت اختیار کی، اس زمانہ کے بہت سے لوگ اس کے معتقد ہوگئے۔

سلطان حسین حاکم داناپور، جو دلیپ راو حاکم گوڑ کا باج گزار تھا، اس کا بہت معتقد تھا ہر مہم میں اس کو اپنے ہمراہ لے جاتا تھا آخر شیخ جون پور نے سلطان حسین کو دلیپ راو کی اطاعت سے باز رکھنے کی غرض سے جنگ و جدال پر آمادہ کرلیا۔ سلطان حسین تیس ہزار جنگی سواروں کو لے کر شیخ جون پور کے ساتھ گوڑ کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ سو سوار مجرد جو بیراگیوں کی فوج کے نام سے موسوم تھے شیخ کے ساتھ تھے۔ جب دلیپ راو نے سلطان حسین کی سرکشی کی خبر سنی تو وہ بھی مقابلہ پر آیا۔ فوج کی کمی کی وجہ سے سلطان حسین نے ہزیمت اٹھائی اور پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن شیخ جون پور نے قدم استقلال اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا، پندرہ سو بیراگی سواروں سے دلیپ راو پر حملہ کردیا اور ایک تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کردئے اس کا قلب جسم سے باہر نکل پڑا۔ کہتے ہیں کہ اس کے قلب پر اس بت کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کو دلیپ راو پوجتا تھا۔ اس واقعہ سے شیخ کا جذبہ بڑھ گیا کہ معبود باطل کا تو یہ اثر ہے (تو) معبود حق کا کیا اثر ہوگا۔ شیخ جون پور بارہ سال تک اسی جذبہ بے ہوشی میں رہا۔ جب اس حالت سے کچھ افاقہ ہوا تو ترک وطن کرکے اپنے بیوی بچوں اور چند مریدوں کے ہمراہ داناپور کے جنگل کے راستہ میں ہوکر جہاں گردی کے لئے چل دیا۔ اس سفر میں شیخ کی زوجہ بی بی الہدینی (الہ دینی) اس کا بیٹا سید محمود، شیخ بھیکہ اور میاں دلاور نو مسلم (ہمشیر زادہ دلیپ راو مقتول) شیخ کے ہمراہ تھے۔ اسی جنگل میں سب کے سامنے مہدویت کا الہام ظاہر کیا۔ اس کے رفیقوں نے اس کی تصدیق کی رفتہ رفتہ چندیری شہر میں پہونچے۔ اس کے وعظ و تذکیر میں اس شہر کے لوگ بہت جمع ہوئے وہاں کے مشائخ نے اس سے حسد کیا اور جبراً اس کو شہر سے باہر نکال دیا۔

شیخ اپنے متبعین کے ہمراہ ملک مالوہ کے دارالحکومت مندہ (مانڈو) میں آیا، سلطان غیاث الدین بادشاہ مالوہ نے جو اس زمانہ میں اپنے بیٹے سلطان نصیرالدین کے حکم سے سنہری زنجیروں میں مقید تھا، شیخ کو انعام کثیر سے مرفہ الحال بنا دیا۔

غیاث الدین کے امیروں میں سے ایک امیراللہ داد جو علمی فضیلت اور شعرگوئی

میں شہرت رکھتا تھا ترک دنیا کرکے شیخ کے ہمراہ ہوگیا، مہدویاں اس کو خلیفہ ششم سمجھتے ہیں۔ مرثیہ شیخ جون پوری، دیوان مہمل، رسالہ بار امانت اور رسالہ ثبوت مہدویت اس کی تصنیفات سے ہیں، صاحب دیوان مہری ابن خواجہ طہ اس ہی الہ داد کا شاگرد ہے۔

شیخ جون پور، مالوہ کے تخت گاہ مانڈو سے شہر جاپانیر عاصمہ (چمپانیر؟) (گجرات دکن) میں آکر جامع میں ٹھیرا، اس کے وعظ، ترک دنیا اور تجرد کی شہرت مخلوق میں ہوگئی۔

سلطان محمود بیگڑہ لقب سلطان محمود گجراتی کا ہے لوگوں نے سلطان کے اس لقب کی دو وجہیں بیان کی ہیں اول یہ کہ سلطان کی مونچھیں گائے کے دونوں سینگوں کی طرح بھاری اور پیچ دار تھیں، ایسی گائے کو گجراتی میں بیگڑہ کہتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ "بے" گجراتی میں دو کو کہتے ہیں اور گڑھ قلعہ کو، جب جونا گڑھ اور جاپانیر کے دو قلعے فتح ہوگئے اور سلطان کے قبضہ میں آگئے تو اس کو بیگڑہ کہنے لگے۔ رک مرأت احمدی۔

حاکم گجرات (محمود بیگڑھ) نے چاہا کہ شیخ کی مجلس میں حاضر ہو، مگر علمائے وقت کی ممانعت کی وجہ سے وہ اس ارادہ سے باز رہا، میاں نظام جو اسلام خاں کی مسجد میں طالب علم تھا اس کے مریدوں کے حلقہ میں شامل ہو کر اس کے ہمراہ ہوگیا۔ وہیں شیخ کی بڑی بیوی الہدنی کا انتقال ہوا اور وہ قلعہ کے نیچے دفن ہوئی۔ شیخ جون پور وہاں سے برہان پور اور دولت آباد کے راستے سے شہر احمد نگر (۱) میں آکر مقیم ہوا۔ وہاں کا بادشاہ احمد نظام الملک بڑے اعتقاد کے ساتھ اس سے پیش آیا۔ اس کے بعد وہ شاہی ملک برید کے دور میں شہر بیدر میں پہنچا، شیخ ممن، ملا ضیاء اور قاضی علاء الدین اس کے مرید ہوگئے۔ شیخ جون پور وہاں سے گلبرگہ پہنچا۔ سید گیسو دراز قدس سرہ کی زیارت کے بعد رائے پاک کے راستے سے مری و اپھول پہنچا اور وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب حرم شریف میں پہنچا تو اس کو یاد آیا کہ رکن (یمانی) اور مقام ابراہیم کے درمیان مخلوق مہدی موعود کے ہاتھ پر بیعت کرے گی اپنی زبان سے کلمہ **"من اتبعنی فھو مومن"** (جس نے میرا اتباع کیا پس وہ مومن

ہوا) کہا۔ میاں نظام اور قاضی علاو الدین نے آمنا کہا اور (۲) اسما کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ کہتے ہیں کہ دو گواہ اس واقعہ کی سند کے لئے ۹۰۱ھ ر ۱۴۹۵ء میں ظاہر ہوئے۔ شیخ مکہ معظمہ سے واپس آنے کے بعد مسجد تاج خان سالار واقع احمد آباد گجرات میں مقیم ہوگیا اور تذکیر و دعوت میں مشغول ہوا۔ ملک برہان الدین اور ملک گوہر اس کے مریدوں کے گروہ میں شامل ہوگئے اور اسی مسجد میں مجمع عام کے سامنے ۹۰۳ھ / ۸-۱۴۹۷ء میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ یہ دوسرا دعویٰ ہے، گجرات کے علماء و مشائخ نے سلطان محمود سے کہا کہ شیخ جون پور اپنے وعظ میں شریعت کے خلاف حقائق و معارف بیان کرتا ہے۔ سلطان نے اس کے اخراج کا حکم صادر فرما دیا۔ شیخ وہاں سے موضع سولا سانبیج کی منزل پر مقیم ہوگیا۔ میاں نعمت جو ظالم ڈاکو تھا ایک حبشی کو قتل کرکے بھاگا، شیخ کے پاس آیا، اس کا مرید ہوا اور اس کے رفقاء کی جماعت میں شامل ہوگیا، شیخ جون پور سولا سانبیج سے گجرات کے شہر نہر والہ میں جس کو پٹن کہتے ہیں خان سرور کے حوض پر اترا وہاں میاں خوند میر اور اس کے اقرباء اس کے مرید ہوگئے، وہاں بھی اس کو وہی دقت پیش آئی یعنی بارگاہ سلطانی سے ان کے اخراج کا دوبارہ حکم جاری ہوا۔ شیخ اپنے پیروں کے ہمراہ پٹن کی بجائے قصبہ بدلی میں مقیم ہوگیا جو پٹن سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، میاں خوند میر جس کو مبارز الملک نے بدعقیدگی کی وجہ سے قید کردیا تھا قید خانہ سے بھاگ کر شیخ سے مل گیا۔ بدلی کے مقام پر اس کے جملہ مریدوں نے ضد کی کہ وہ پھر مہدویت کا دعوی کرے۔ شیخ نے خود اپنی زبان سے یہ کلمہ کہا **"انا المھدی مبین مراد اللہ"** (میں مہدی ہوں اور منشائے الٰہی کو ظاہر کرنے والا ہوں) اپنے جسم کی کھال کو دونوں انگلیوں سے پکڑ کر کہا جو اس ذات کے مہدی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور میں خدا سے براہ راست احکام حاصل کرتا ہوں۔ خدا فرماتا ہے کہ میں نے علم اولین و آخرین قرآن کے معانی کا بیان اور ایمان کے خزانوں کی کنجی تم کو دی، تیرا قبول کرنے والا میرا اور تیرا منکر کافر ہے۔ خوند میر اور اس کے تمام دوستوں نے جو تعداد میں تین سو ساٹھ تھے (۴) آمنا وصدقنا کی آواز بلند کی اور یہ تیسرا دعویٰ ہے جو ۹۰۵ھ ر ۱۵۰۰ - ۱۴۹۹ء میں ظاہر ہوا۔ تا دم مرگ وہ

اس دعویٰ پر قائم رہا۔ اس دعویٰ کو مہدوی لوگ دعویٰ متوکد کہتے ہیں۔ اس دعویٰ کو سن کر نہروالہ کے چند علماء قصبہ بدلی میں آئے اس سے مباحثہ شروع کیا مگر شیخ اپنے خیال سے باز نہیں آیا۔ علمائے وقت نے سلطان گجرات کو مطلع کیا۔ سلطان نے اس کے اخراج کا حکم صادر کردیا۔ شیخ اپنے مریدوں کو لے کر سندھ کی طرف نکل گیا۔ جالور، ناگور اور نصیرپور کے راستے سے سندھ کے دارالحکومت ٹھٹہ میں پہنچا، وہاں بھی کچھ لوگ اس کی مہدویت کی تصدیق کرنے والے پیدا ہوگئے۔ جب سندھ کے اہل اسلام شیخ کے عقائد پر مطلع ہوئے تو سندھ کے حاکم (جام نظام الدین) نے شیخ اور اس کے مریدوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ حاکم سندھ کے مصاحب درباریوں نے بڑی کوشش سے قتل کے حکم کو ملتوی کرادیا اور علاقہ سندھ سے اس کو باہر نکال دیا۔ شیخ اپنے مریدوں کے ہمراہ جو آٹھ سو آدمی تھے خراسان چلاگیا۔ شیخ کے ہمراہیوں میں سے تین سو آٹھ آدمی اصحاب و مہاجرین کے لقب سے ملقب تھے۔ جب وہ قندھار پہنچا تو حاکم قندھار مرزا شاہ بیگ (ارغون) نے شیخ کے حالات سے آگاہ ہونے کے بعد فرمایا کہ جمعہ کے دن ہندی (شیخ جون پور) کو جامع مسجد میں علمائے اسلام کے سامنے حاضر کیا جائے۔ ملازمین حاکم کے حکم کی تعمیل میں شیخ کو گرفتار کرکے جامع مسجد میں علمائے اسلام کے سامنے لائے۔ علمائے وقت سخت کلامی سے پیش آئے، شیخ نے تحمل اختیار کیا اور قرآن کا وعظ شروع کردیا۔ مرزا شاہ بیگ جو نوجوان تھا اس کی سحربیانی پر فریفتہ ہوگیا، وہ گرمی ٹھنڈک سے بدل گئی اور شیخ نے اس مہلکہ سے نجات پائی۔ پھر وہ منزلیں طے کرنے کے بعد شہر فراہ میں پہنچا اچانک اس شہر کے ایک عہدہ دار نے آکر شیخ اور اس کے رفقاء کے ہتھیاروں کو لے لیا، گوشہ کمان سے ان لوگوں کو شمار کیا اور کہا کہ کل تم سب قید خانہ میں چلے جاو گے۔ اس کے بعد شہر فراہ کا حاکم امیر ذوالنون شیخ کے پاس دریافت حال کی غرض سے خود آیا اور شیخ کا گرویدہ ہوگیا، نیز علمائے وقت سے فرمایا کہ وہ مہدویت کے متعلق اس کا امتحان لیں، علماء نے مباحثہ و مناظرہ شروع کردیا۔ امیر ذوالنون نے مرزا حسین، بادشاہ خراسان کے حضور میں صورت حال کی متعلق عرضداشت بھیجی اور جواب کے انتظار میں نو مہینے تک شہر فراہ میں قیام

کیا۔ (شیخ جون پور نے) ۶۳ ترسٹھ سال کی عمر میں ۹۱۰ھ ر ۵ - ۱۵۰۴ء میں بروز جمعرات داعی اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت اختیار کیا و فراہ اور رز کے درمیان دفن ہوا۔ الہ دادین جنید نے جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ شیخ کی قبر پر مرثیہ پڑھا مرثیے کے اشعار یہ ہیں۔☆

فضلش کہ بر جمیع پیمبر شد از خدا
بادا بروز حشر شفاعت گر از خدا

اعوذ باللہ من سوء الاعتقاد

(۵۱۴) مولانا محمد عابد لاہوری

مولانا محمد عابد لاہوری، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے، فقیہ، مفسر، علمی خاندان کے رکن اور بہت عبادت گزار تھے۔ ان کی مجلس میں تقریباً روزانہ دو سو علماء اور صلحاء بیٹھتے تھے۔ لاہور سے حرمین شریفین پیدل گئے، مناسک حج اور زیارت کے بعد لاہور واپس ہوئے۔ ۱۳ رمضان ۱۱۶۰ھ ر ۱۷۴۷ء کو اس جہاں سے رحلت فرمائی۔☆ (۱)

تصانیف:۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی (ناتمام) شرح خلاصہ کیدانی (فارسی)، شرح قصیدہ بانت سعاد، رسالہ وجوہ اعجاز قرآن، رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاطیۃ بعد صلوۃ الجمعہ، العشرۃ المبشرہ فی فضائل الامتہ المرحومہ۔☆☆

(۵۱۵) شیخ محمد عابد سندھی

شیخ محمد عابد سندھی، بن احمد علی بن یعقوب سندھی، فقیہ، محدث، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، مذہب حنفی کے حامی تھے۔ شہر سیوہن میں جو شہر بوبک (۱) سے متصل نہر (دریائے) (۲) حیدرآباد (سندھ) کے شمالی (۳) کنارے پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔ انھوں نے زبید (ملک یمن) میں علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ وہاں سے صنعاء پہنچے، وزیر کی بیٹی سے شادی ہوئی، امام صنعاء کی طرف سے بطور سفیر مصر گئے اور وہاں سے وطن مالوف (سندھ) واپس آئے و قصبہ نواڑی میں جو ملک سندھ میں کراچی بندر کے

قریب ہے مقیم ہوگئے پھر مدینہ طیبہ گئے۔ والی مصر نے ان کو مدینہ منورہ کا رئیس العلماء مقرر کیا۔ مواہب اللطیف علی مسند الامام ابی حنیفہ، طوالع الانوار علی الدر المختار، شرح تیسیرالوصول الی احادیث الرسول، شرح بلوغ المرام ان کی تصنیفات میں مشہور ہیں۔ بروز دو شنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ ر ۱۸۴۱ء میں وفات پائی اور، جنت البقیع میں دفن ہوئے۔☆

(۵۱۶) میر محمد عسکری جون پوری

میر محمد عسکری جون پور کے سادات عظام سے تھے،

میر محمد عسکری جون پور کے سادات عظام سے تھے۔مذہباً شیعہ تھے۔اگرچہ مروجہ درسی کتابیں اس طریقہ سے نہ پڑھیں جیسا کہ علمائے ہند کا معمول ہے مگر طبعی ذکاوت اور کتب بینی کے زور سے جمیع فنون معقول و منقول اور فروع و اصول میں کامل مہارت حاصل کرلی۔ حسن بیان اور تیزی زبان میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ ایک مدت تک افادہ علوم میں مشغول رہے، قلیل معاش پر قناعت کی۔ مولف سیرالمتاخرین لکھتا ہے کہ شیخ صدر جہاں عرف انگنوں میاں سے جو سنی المذہب کے فضلائے وقت سے تھے ابوبکر صدیق اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے مسئلہ میں بازی لے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۷۰ ستر سال کی عمر میں ۱۱۹۰ھ ر ۱۷۷۶ء میں فوت ہوئے۔☆

(۵۱۷) حافظ محمد عظیم پشاوری

کہتے ہیں کہ وہ شروع میں نہایت غبی تھے۔ خضر علیہ السلام کی دعا سے ذہین ہوگئے اور تھوڑی سی مدت میں علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کرلئے، عالم بزرگ فاضل جلیل اور واعظ بے مثال ہوئے، ان کا وعظ نہایت پر تاثیر اور باذاق ہوتا تھا۔ عربی، فارسی، پنجابی اور پشتو زبان میں ماہر اور مقرر تھے، طالب علم یا سامع وعظ کو مذکورہ زبانوں میں سے اسی زبان میں تعلیم دیتے تھے اور وعظ کہتے تھے جو وہ سمجھتا تھا، گو ان کی ظاہری بصارت مفقود ہوگئی تھی مگر نور باطن کی وجہ سے ان کو ظاہر بینائی کی ضرورت نہ تھی۔ ۱۲۷۵ھ ر ۹۔۱۸۵۸ء میں وفات پائی۔

(۵۱۸) مولوی سید محمد علی دوکوہی

مولوی سید محمد علی دوکوہی عرف امام علی بن سید غلام محی الدین ساکن دوکوہہ ضلع جالندھر، مولوی لطف اللہ ☆ ساکن علی گڑھ، مولوی حافظ محمد شوکت علی سندیلوی، مولوی محمد کمال عظیم آبادی، مولوی محمد احسن (۱) پنجابی مدرس کان پور اور مولوی عبدالحمید عظیم آبادی کی خدمت میں علوم متعارفہ حاصل کئے آج کل عظیم آباد میں مطب کرتے ہیں۔ سلمہ اللہ تعالی۔

(۵۱۹) مولوی محمد علی بدایونی

مولوی محمد علی بدایونی، بن خطیب محمد نظیف (۱) بن خطیب عبداللطیف بن ملا محمد شفیع عثمانی، ان کے دادا عبداللطیف جامع مسجد بدایوں میں خطیب تھے جسے سلطان شمس الدین التتمش نے ۶۲۰ھ ر ۱۲۲۳ء تعمیر کرایا تھا، مولوی محمد علی کی ولادت ۱۱۳۳ھ ر ۹۔۱۷۲۱ء میں ہوی۔ ان کو شروع ہی سے ظاہر و باطن میں کمال حاصل کرنے کا شوق تھا۔ ان صاحبان کمال کی خدمت میں پہنچ کر فیض حاصل کیا جو اپنے عہد میں مشہور تھے۔ لیکن اکثر علوم متعارفہ کی تحصیل و تکمیل قاضی مبارک گوپاموی اور قاضی مستعد خاں دہلوی سے فرمائی۔ میر عبداللہ دہلوی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ان کے کمالات کی تفصیل کے لئے اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۷ھ ر ۱۷۸۲ء (۱) میں مولوی شمس الدین کو یادگار چھوڑ کر رحلت فرمائی۔ کسی شاعر نے تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی محمد علی بدایونی

از وفات مولوی معنوی
گشت تیرہ ہمچو شب روز جہاں
از خرد جستم چو تاریخش بگفت
"کزو رحلت زیں جہاں قطب زماں" (۲)

۱۱۹۷ھ

(۵۲۰) مولوی محمد علی صدر پوری

مولوی محمد علی صدر پوری، ابن شیخ رمضان علی متوطن موضع صدر پور پرگنہ ملیح آباد (مضاف لکھنؤ) عالم ربانی اور شاعر حقانی تھے۔ تخلص محمد تھا۔ تیرھویں صدی ہجری کے دوسرے عشرے کے اوائل (۱) میں پیدا ہوئے۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی شافعی المذہب سے کتب تفسیر و حدیث سماعۃً اور قراءۃً پڑھیں، مولوی شاہ بشارت اللہ بہرائچی مجددی سے نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ میں بیعت سے مشرف ہوکر مستفیض ہوئے۔ اشاعت سنت اور رد بدعت میں بہت کوشش کرتے تھے۔ نہایت متقی تھے، ان کی اکثر تصنیفات قصائد و مثنوی میں ہیں جو مواعظ و نصائح پر مشتمل ہیں۔ نعت میں بھی چند تصانیف نصاب کے طرز پر ہیں۔ ۱۲۵۸ھ ر ۳ - ۱۸۴۲ء (۲) میں ٹونک تشریف لے گئے، نواب وزیر الدولہ امیرالملک نواب وزیر محمد خاں بہادر نصرت جنگ کے ملازموں میں شامل ہوئے اور رئیس موصوف کے بیٹوں کی مجالست اور مصاحبت پر مقرر ہوئے۔ آخر عمر تک یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں بہادر صولت جنگ خلف نواب سابق الالقاب (نواب وزیر محمد خاں) کی ملازمت میں رہے۔ ۱۵ رجب ۱۲۸۹ھ ر ۳ - ۱۸۷۲ء (۳) میں آدھی رات کو عالم فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوئے۔ مولوی محمد محسن نے ان کی تاریخ انتقال صوری و معنوی طریقہ پر یوں کی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی محمد علی صدر پوری

از مولوی محمد محسن

دریغا کہ آں عالم حق پرست
محمد علی فضل و دانش انیس
زعیش جہاں دل بہ پرداختہ
بگردید با ملاء اعلیٰ جلیس
محمد حسن صوری و معنوی
رقم کرد تاریخ طرز نفیس
بفردوس رفت آں معلیٰ جناب
"ز ماہ رجب نصف لیل الخمیس"

۱۲۸۹ھ

تصانیف:۔ آثار محشر در احوال قیامت دلبر و اعظین، تسرالناظرین در نکاح بیوگان، مینو نظیر در قصص بزرگان، ہدیۃ الاخیار قصہ عاد اولی و عاد اخری، وقائع احمدیہ حالات سید احمد مجاہد رائے بریلی، ترجمہ حقیقۃ الاسلام مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، نصاب گوہر منظوم، نصاب سلک گوہر، نصاب مصدر الفیوض، نصاب مفتاح الخازن، نصاب درج جواہر، نصاب عناقید الاثمار، نصاب کنزالمصادر، مثنوی تحفۃ الاخیار، مثنوی تحفۃ الاصحاب، قصائد در حمد و نعت، رکاز الہدایت (در فقہ) مثنوی عبرت افزا (قصہ زن دیندار عابدہ)☆

(۵۲۱) مولوی شاہ محمد علی ساکن بھیرا

مولوی شاہ محمد علی، بن شاہ عبدالعلیم بن شاہ ابوالغوث گرم دیوان ساکن موضع بھیرا ضلع اعظم گڑھ حافظ شاہ ابواسحاق قدس سرہ کے بھتیجے تھے۔ تحصیل علم کے شوق میں سفر اختیار کیا، طویل سفر طے کرکے ابوالعیاش ملا عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی کی خدمت میں مدراس پہونچے اور وہاں کچھ مدت قیام کیا۔ مروجہ درسی علوم سے فراغت حاصل کرکے حجاز مقدس کو گئے۔ تین سال مدینہ طیبہ علی صاحب الصلوٰۃ والتحیۃ میں مقیم رہے علم حدیث و اسماء الرجال اور اسانید مکمل سیکھے اور ۲۳ سال (۱) کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس ہوئے اور حکومت مدراس سے جو وظیفہ ان کو ملتا تھا اسی پر قانع تھے۔ کچھ دنوں وطن میں رہ کر جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔☆

(۵۲۲) ملا محمد عمران رام پوری

ملا محمد عمران رام پوری، بن ملا محمد غفران رام پوری، اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے۔ مولوی حیدر علی رام پوری کی خدمت میں بھی استفادہ کیا۔ اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے ان کی تمام عمر شریف طلباء کے افادہ علوم میں بسر ہوئی۔ رسالہ تجہیز و تکفین

میت ان کی مشہور و مطبوع تصنیف ہے۔ جس زمانہ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ کلکتہ جارہے تھے تو بمقام فتح پور ہسوہ فقیر حقیر (مولوی رحمان علی) دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، باپ اور بیٹے نہایت معمر تھے۔ ناواقف شخص دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی شمار کرتا۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۲۷۱ھ ر ۱۸۵۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور باغ رضوان میں جا پہنچے۔

(۵۲۳) مولوی محمد عمر رام پوری

مولوی محمد عمر رام پوری، دانشمند تبحر، جامع معقول و منقول، ذہین طبیعت، مناظر غالب، شاعر فصیح اور تیز زبان واعظ تھے۔ صولت تخلص کرتے تھے حاشیہ عینی شرح ہدایہ اور سماع کے متعلق رسالہ طنطنۂ صولت ان سے یادگار ہیں۔ مولوی محمد حسین لاہوری سرگروہ غیر مقلدین نے جو دس سوال مشتہر کیے تھے (انہوں نے) ہر ایک سوال کے کئی کئی جواب لکھے اور اس کا نام عشرہ مبشرہ رکھا، ان کی تصنیفات میں یہ رسالہ بھی مشہور ہے۔ ۳۶ سال کی عمر میں ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں رحلت فرمائی۔

(۵۲۴) شیخ محمد عیسیٰ جون پوری

شیخ محمد عیسیٰ جون پوری ابن شیخ احمد عیسیٰ دہلوی، امیر تیمور کے دہلی آنے سے جو ہنگامہ ہوا اس میں بہت سے اکابر جون پور چلے گئے۔ شیخ احمد عیسیٰ بھی ان ہی میں سے تھے۔ محمد عیسیٰ اس زمانہ میں سات یا آٹھ سال کے تھے۔ بچپن ہی میں سعادت ازلی اور استعداد فطری کی بناء پر شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید ہوئے۔ اپنے پیر کے حکم سے ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک مدت تک شاگرد رہے۔ قاضی موصوف نے شرح اصول بزدوی (تابحث امر) ان ہی کے لیے لکھی ہے۔ ظاہری علوم سے فراغ حاصل کرنے کے بعد شیخ فتح اللہ کی خدمت میں تصفیۂ باطن کی غرض سے مشغول ہوگئے۔ یہاں تک کہ جون پور کے اکابر مشائخ میں ان کا شمار ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے (☆)

(۵۲۵) ملا محمد غفران رام پوری

ملا محمد غفران رام پوری، ابن ملا تائب آخون ابن حافظ سعد اللہ خاں رام پوری، تراہی خیل افغان تھے، ملا فقیر آخون ولائتی کے مرید و شاگرد تھے، بعض علمائے وقت کی خدمت میں بھی استفادہ کیا، فتاویٰ فقہ سو جزو میں لکھے ہیں جو "جنگ" کے نام سے موسوم ہیں اور رئیس رام پور کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ بہت سے مشہور علماء نے ان کے دامن تربیت میں فیض پایا۔ سو سال کی عمر میں ۱۲۶۰ھ ر ۱۸۴۴ء میں انتقال ہوا۔ مصنف ابجد العلوم نے ان کو روایت کش کے لقب سے یاد کیا ہے۔ تائب بروزن صائب .بمعنی توبہ کنندہ، آخون (۱) .بمعنی معلم و استاد، جنگ(۲) بڑی بیاض کو کہتے ہیں۔

(۵۲۶) شیخ محمد غوث گوالیاری

شیخ محمد غوث گوالیاری، شطاریہ سلسلہ میں حاجی حمید کے مرید تھے۔ شروع میں بارہ سال تک کوہ چنار کے دامن میں سخت ریاضت کی۔ غاروں میں رہتے اور درختوں کے پتے کھاتے تھے، علم دعوت میں رہنما، مقتدا اور صاحب تصرف تھے۔ ہمایون بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا۔ ہمایوں کی شکست کے بعد شیر شاہ افغان شیخ کے درپے آزار ہوا، شیخ نے دکن کا سفر اختیار کیا۔ اس علاقہ کے سلاطین ان کے معتقد ہوگئے۔ شیخ وجیہ الدین گجراتی جو عالم ربانی اور بڑے فاضل تھے، ان کے مطیع اور پیرو ہوئے۔ ۹۶۶ھ ر ۹ ـ ۱۵۵۸ء میں شیخ گجرات سے آگرہ آگئے۔ اکبر بادشاہ کو اپنا مرید کیا، مگر بادشاہ جلد ہی منحرف ہوگیا۔ بیرم خاں اور شیخ گدڑی (گدائی) (۱) کو ان کی صحبت موافق نہ آئی۔ وہ رنجیدہ ہوکر گوالیار چلے گئے۔ وہاں ایک خانقاہ بنائی ایک کروڑ تنکہ معاش تھی، نہایت منکسر المزاج تھے جس کسی کو دیکھتے تعظیماً کھڑے ہوجاتے، رسالہ معراج نامہ در عروج حال خود، جواہر خمسہ، اوراد غوثیہ اور بحر الحیات ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ وہ کبھی لفظ "من" اپنی زبان سے ادا نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنے کو فقیر کہتے یہاں تک کہ غلہ کی تقسیم کے وقت کہتے تھے کہ اتنے میم و نون (من) غلہ فلاں کو دے دیجئے۔

۸۰ سال کی عمر میں ۹۷۰ھ ر ۳ ـ ۱۵۶۲ء میں رحلت فرمائی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

(۵۲۷) شاہ محمد فاخر الہ آبادی

زائرؔ تخلص تھا' شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے بیٹے' علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے' علوم ظاہری کی تحصیل اپنے بڑے بھائی محمد ظاہر کی خدمت میں کی۔ خدا تعالےٰ نے ان کو بڑی عظمت دی۔ ۲۱ سال کی عمر میں اپنے والد کی جگہ جانشین ہوئے۔ ۲۸ سال کی عمر میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں سند حدیث شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے حاصل کی' تیسری مرتبہ حج کا ارادہ فرمایا تو برہان پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ۱۱ ذی الحجہ بروز یکشنبہ ۱۱۶۴ھ ر ۱۷۵۱ء کو جان جان آفرین کے سپرد کی۔ ان کی تاریخ ولادت "خورشید" اور تاریخ وفات "زوال خورشید" سے نکلتی ہے۔ ان کا مزار برہان پور میں شاہ عبداللطیف برہان پوری کے پہلو میں یزار و یتبرک ہے۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ ان میں العہنین فی رفع الیدین' نورالسنہ اور درۃ التحقیق وغیرہ مشہور ہیں۔ اللہ ان کی سعی کو مشکور کرے۔☆

(۵۲۸) مولوی محمد فاروق چریا کوٹی

مولوی محمد فاروق چریا کوٹی' قاضی علی اکبر بن قاضی عطا رسول عباسی کے چھوٹے بیٹے تھے۔ فضل و کمال میں اپنے معاصرین میں ممتاز اور نامور تھے' علوم عقلیہ و نقلیہ کو نہایت تحقیق سے حاصل کیا' فارسی کی درسی کتابیں' عربی صرف و نحو اور علوم عقلی و نقلی اپنے بڑے بھائی مولوی عنایت رسول سے پڑھے' علم ہیئت مولوی رحمت اللہ فرنگی محلی سے' ہدایہ اور اصول فقہ مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے اور حاشیہ زاہد یہ بر شرح ملا جلال مولوی ابوالحسن منطقی سے پڑھے۔ غرض مشہور علماء سے تحصیل علم کرکے حجاز کا سفر اختیار کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے' علمائے اسلام کے دیدار اور فقراء اہل اسلام سے کسب فیض کرکے دلی مقصد کو پہنچے۔ فارسی اور عربی علوم ادبیہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور طلباء کی تعلیم میں مشغول رہتے ہیں۔☆ مختلف علوم میں ان کے رسائل' عربی اشعار اور خطبے ہیں ان میں سے کچھ بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

از قصائد فارسی

داورا! گوہر شناسا! اینکم در بزم تو — بحر معنی در دل و گنج سخن در آستین
اطلس افلاک را دانم چو نقش بوریا — جامہ عریانیم دارد از دیبائے چین
ہستم از گنج قناعت مایہ دار خرمی — نیستم دریوزہ گردے بر در تاش و تگین

جو مثنوی انہوں نے اپنے استاد مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کی مدح میں ۱۲۸۶ھ ر ۱۸۶۹ء میں نظم کی تھی اور جس کو ممدوح نے پسند کیا تھا اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

دلم در شوق زلفش نالہ سازاست — چہ (ا) می نالم غم زلفش دراز است
بدل چوں دیگ منعم گرم جوشم — بصورت صورت نبض خموشم
ولے دارم مشعبد شیشہ بازی — زبانی جادوی افسون طرازی
حدیث من فزوں جاں گدازیست — دو چشم صورت خونابہ سازیست
نوائے من صفیر ہر نشیمن — حدیثم قصہ ہر کوئے و برزن
لبے ایں خامہ سحر اور ژرف — برآرد جادوہیا از تہ حرف
گہی شب آوردگہ روز بیرون — گہی قاقم نماید گاہ اکسون'
گہی ایں خامہ در لبہائے ناشاد — بافسون خندہ جوش طرب زاد
گہی از دیدۂ دل ہائے خرم — برآرد چشم ہائے اشک ماتم
صفا شمعی است در بزم خیالم — سخن یک نغمہ ساز کمالم
نمی بینی کہ طرفہ بلبلم من — گزین اعجوبہ ہر محفلم من
بہر میدان نمودم ترک تازی — بخواندم نامہ ترکی و تازی
گہے از لوح رازی خواندہ ام حرف — گہے از حرف تازی بستہ ام طرف
گہے اندر مقام لحن شیراز — شدم با اہلی و سعدی ہم آواز
گہے در بزم گاہ نغمہ سازی — سخن راندم باہنگ حجازی
حسود آن فروزان گوہرم من — کہ شمع من بہر بزمے است روشن
قلم چوں در لغات و حرف راندم — سخن بر کرسی اعلےٰ نشاندم
بہ نحو و ہم بلاغت خامہ من — لبے شمع معانی کرد روشن

ز موجودات عالم جستم اسرار — بخواندم دفتر اعداد مقدار
لبے خار عناد ز پا شکستم — زر از چرخ و انجم طرف بستم
چو کردم راز سر چرخ ظاہر — سخن راندم ز اعراض و جواہر
رخ معلول و علت وا نمودم — گرہ از وحدت و کثرت کشودم
باحکام عقول و بحث ارواح — بدست شرح احمد کردم اصلاح
ز تاب نور آن مہر دل افروز — لبے شبہائے ظلمت کردہ ام روز
سوی آبای علوی یافتم (؟) راہ — شدم از امہات سفلی آگاہ
بنور دیدۂ اہل بصائر — نظر کردم بہ گلزار عناصر
لبے بگملشتم ناظور دل را — تماشائے بہار آب و گل را
فنا را دست در ہر صورتے دید — ز ہر یک لا جرم رخ باز پیچید
ز فکر این و آن خود را تہی کرد — بسوئے ملت بے چون رخ آورد
خیالم رفت از مہ تا بماہی — پئے اسرار آیات الٰہی
بسا جہد طلب آورد درکار — ربودم از شریعت گنج اسرار
چوگر دیدم ز راز شرع آگاہ — ندیدم درمیان جز نقش اللہ

ممدوح کی مدح لکھتے ہیں:-

چو بر اوج کمال خود رسیدم — زسنگ آستانی بوسہ چیدم
چہ سنگی سنگ ایوان شہ دین — کہ دارد از شریعت ملک و آئین
جناب اوستاد کعبہ جاہ — دلیل راہ مردان حق آگاہ
سحاب ساکب جود النوال — ہمام صائد طود الکمال
کمی فی الوغا لیث الاعادی — کریم فی الندی غیث الایادی
کریمی یوسف مصر معانی — غزال مرتع فضلش غزالی
چہ یوسف مصر معنی را عزیزے — نیر زد ملک جم پیشش بہ چیزے
بصورت شمع بزم یوسف آمد — بمعنی غیرت بو یوسف آمد
بگیتی در کمال ہم سرش نیست — جبینے خالی از خاک درش نیست

بشوق مکتب درسش فلاطون — ولے دارد چو جام بادہ پر خون
ادب گیرد بہ بستانش ارسطو — بہ پیشش بوعلی تہ کرد زانو

بقیہ اشعار آبدار کو میں نے نقل نہیں کیا، کیونکہ بحر زخار کو کوزہ میں بند کرنا ناممکن ہے۔ ان کی اعلیٰ تصنیفات کے علاوہ عربی زبان میں دو ادبی خطبے ہیں جو نہایت فصیح ہیں اور ان کے کمال بلاغت کی روشن دلیل ہیں۔ نظم و نثر کے خطبات کی ایک کتاب ہے جس میں جمعہ کے خطبے کا ایک عنوان ملاحظہ ہو:-

الحمد للہ القاسم الالاالجاسم اللاواء' المعلی الاسماء' والصلوٰتہ واسلامہ علی سید الانبیاء' محمد منقذ الا(۲) اسراء' المخصوص بالاسراء و علی الہ الطاہرین بالباساء واصحابہ القاہرین للاعداء' اما بعد فیقول العبدالخاطی الناسی' محمد فاروق الحنفی العباسی' جعلہ اللہ من حماتہ فماردبہ' واعطی کتابہ بیمینہ' انہ قد سالنی بعض من یعجنی واحبہ' واستعید نی ودہ ویتمنی حبہ' ان انشی خطباادبیہ' واجلی للعیون عرباعربیہ' ومع ذلک استسقی زلالا' ممزد جابالعسل الفکری' من کاس ادارہا ابن ناتتہ المصری' لکن لمہ یسعنی الاجابہ' لماعن بی ہموم ناصبہ' وکان لی بدعن الاعمال خائبہ' ورجل للبلاء جسانبہ' ونفس من معافرتہ العناء ذائبہ' لا کذ وب کتشب ادرکہ اللاظ' او دنف طال بہ الجواظ' اوبرد مسہ (۳) اشواظ' حتی علمت ان الارض منزل کل ہول و عناء' ومہبط کل زعزع و نکباء' ورائیت العلمہ قد نضب الیوم مانہ وخن بالامکارا لوانہ' وخفیت من النواظر اضوائہ' ونسیت من الضمائر رسمانہ' والجہل قد ملے للناس اناتہ' ورفع فی العراض لوانہ' زاوے الجسوم اروابہ' وعفی الرسوم نکبانہ' حتی غذا خمائلہ ذاویہ' ومنازلہ علی عروشہا خاویہ' فالناس ینکرون مالم یسمع اذہانہم' ویکرہون مالم یسمع آذانہم' فمن صمت فقد ربح فی ہذہ البلاد' ومن نطق وقع مسائلہ فی الکساد' ثم بعدہ ما ضی من الایام واللیال' الح لدی فی السوال' وکثر الحاحہ و طال' حتی لم یسعنی الاالانجاح' فاجبت دعوتہ متوکلا علی المولی المناح۔

سب تعریف اس معبود برحق کے لیے ہے کہ جس نے اپنی نعمتیں بندوں میں

تقسیم فرمائیں اور جس نے مصیبتوں کی بیخ کنی فرمائی وہ ذات جس کے اسماء بلند ہیں اور درود و سلام اس مقدس ہستی (محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) پر جو انبیاء کے سردار ہیں جو کہ قیدیوں کو نجات دلانے والے ہیں اور جو معراج کے ساتھ مخصوص ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر جو ہر برائی سے پاک ہیں۔ اور آپ کے ان اصحاب پر جو دشمنوں کے لیے قہر ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد بندہ قصور وار محمد فاروق حنفی عباسی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے حامیوں میں شامل فرمائے اور اس کے نامہ اعمال کو داہنے ہاتھ میں دے۔ بعض ان لوگوں نے سوال کیا جن سے میں محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور مجھے ان کی محبت مجبور کرتی ہے اور میں ان کی محبت کا متمنی ہوں کہ میں چند خطبے لکھوں اور آنکھوں کو عربی کے خطبوں سے روشنی دوں' اور اسی کے ساتھ ساتھ طلب کی زلال خالص جو شد فکری سے عبارت ہو۔ اس جام سے جس کو ابن نباتہ مصری نے گردش دی لیکن اس کی قبولیت کا امکان دشوار تھا اس لیے کہ مجبور کردینے والے آلام و مصائب کا مجھ پر غلبہ تھا اور میرے ہاتھ اس کام سے ناکام تھے' پیر مصیبتوں سے دبے ہوئے تھے اور جان دشواریوں سے پگھلی ہوئی تھی' نہ اس طرح جس طرح کہ غم زدہ پگھلتا ہے' یا ایسا دلی بیار کہ جس پر چنگاریاں چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہوں یا ایسی ٹھنڈک جس پر کہ چنگاریاں اڑ رہی ہوں یہاں تک کہ میں نے یہ جان لیا کہ زمین پر ہولناکی اور مشقتوں کی منزل ہے اور ہر آندھی اور ہولناک ہوا کا مرکز ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ علم کا پانی خشک ہوچکا ہے اور اس کی فصلیں فکروں سے پر ہیں اور آنکھوں سے اس کی روشنی چھپ گئی تھی اور دلوں سے اس کے نام تک بھلادئے گئے اور جہالت نے لوگوں کے لیے اپنے برتن بھر دئے تھے اور اس کے جھنڈے دنیا میں بلند کردئے گئے اور تمام انسانوں کو اس کی سیرابی نے سیراب کردیا تھا اور جو نشانات تھے ان کے نشان تک اس کی غیر مناسب ہواؤں نے مٹا دئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے سبزہ زار مرجھا گئے تھے اور اس کی منزلیں بلندی سے گر چکی تھیں' پس لوگ ان باتوں کا انکار کرنے لگے جو ان کے ذہنوں میں نہ سما سکیں اور ان باتوں سے کراہت کرنے لگے جنہیں ان کے کانوں

نے نہ سنا تھا۔ ہر وہ شخص جو خاموش رہا وہ اس دنیا میں فائدہ مند رہا اور جو بولا اس نے اپنی قیمت کھو دی۔ جب اس سوال پر مجھے ایک زمانہ گزر گیا اور لوگوں کا الحاح دراز ہوگیا یہاں تک کہ ان کو کامیاب کرنے کے سوا میرے پاس کوئی امکان نہ رہا تو میں نے ان کی اس دعوت کو خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے قبول کیا۔

دوسرا خطبہ مسٹر محمود جج ہائی کورٹ ممالک مغربی و شمالی خلف الصدق سرسید احمد خاں نجم الہند کے نکاح کا ہے جو صنعت اہمال یعنی صنعت (۵) غیر منقوطہ میں لکھا ہے وہ یہ ہے:۔

الحمد للہ الصمد الودود' الحکم العدل المحمود' مالک العهد الموعود' موسع العطاء المد ود' ومرسل ہود' وامر آل داود' ولا عدد عاد لعطائہ' ولا احد حلاً لالآئہ' لاالہ الا اللہ' ولا مالوہ للاحم سواہ' اللھمہ صل سلاما' وکملھما دواما لرسولک محمد اکرم الرسل' مکمل الملل مآل الامل' مومل امرسل والارمل' وھو سمک اللواء' وساعد الاسراء' وصعد السماء' وساد الرسل الکرماء' واعلی محل آدم و حواء' وارحمہ اللھم آلہ الصلحاء' داو دائبہ الرحماء' ماھمر السماء' واولھم الماء (٦) اعملوا اھل الاسلام' رحکم اللہ السلام' عمل الکرام' اعلموا المثر اسامہ الحملم' و مآلہ اعدام' و آمالہ احلام' مراحلہ آسلم' دواحلہ آلام' وصراط کحد الحسلم ، صلو اللہ' داؤد المرعود' واعد و العد و الامر المعھود' واصلحوا امور الاھل و الآل دراعوا محل العرس والمولود' کما' امرکم رسولکم المکرم المسعود' وھو رسول اللہ' الصمد الاواہ' کما احکم امورالمعلا' ورسم امر لاصلاح الاھل والاولاد' وحکمہ و للہ درامرہ صاھرالاحرار' دراصل الاطھار' وداد کرام المولد ولاحم اھل الکرم والسوود' وسلک مسلک رسولکم محمد کما عملہ المولی العادل محمود' ولد الحلاحل الکامل احمد و ھماکلو احد ھما علی الکرماء وسلا' وسرور ودھماالسرور والرساد' سماء الکرام' ودااماء الھمم اساء الکلومہ' وآس الکلوم اعطاالمحمود عمر اطال عھدا' ومالا ماحصر عدا' واولہ وعرسہ کل واحد ودا' واکرمھما مالاو ولدا' وسر ھما سرور اماالحصاہ احدا امدا'۔

تمام تعریف اس خدا کے لیے جو غنی ہے اور محبوب ہے جو حاکم منصف اور محمود ہے اور مالک روز قیامت ہے اپنے طویل بخششوں کو بہت زیادہ دینے والا ہے۔ گروہ ہود کو برباد کیا اور آل داود کو سلطنت دی' اس کی بخششوں کا کسی شمار کرنے والے نے (آج تک) شمار نہیں کیا اور نہ کوئی شخص اس کی "نعمتوں کی تحدید کرسکتاہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی دوسرا معبود برحق نہیں۔ اے اللہ درود اور سلام بھیج اپنے پیارے رسول محمد اکرم ارارسل پر جو ملتوں کی تکمیل کرنے والے اور امیدوں کی آماجگاہ ہیں' بے یارو مددگار اور بیواوں کی آرزوں کا مرکز ہیں اور وہ سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صاحب شب معراج ہیں اور آسمان کی بلندیوں کو طے فرمانے والے ہیں اور تمام بزرگ انبیاء کے سردار ہیں۔ اور مقام آدم و حوا سے بلند ہیں اور رحم کر اے اللہ! ان کے صالح متبعین پر اور ان لوگوں پر جو ان سے محبت کرنے والے ہیں جب تک کہ آسمان بارش کرتا رہے' جب تک پانی جاری رہے' اہل اسلام! عمل کرو سلامتی کا' تم پر اللہ رحم کرے جیسے کہ اچھے لوگ عمل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ انسان کے سامنے ہروقت اس کی موت ہے اور اس کا انجام فنا ہے اور اس کی امیدیں خواب و خیال ہیں اور اس کی منزلیں پُر آلام ہیں اور اس کی سواریاں مصائب سے بھری ہیں اور اس کا راستہ مثل تلوار کی دھار کے ہے' نماز اللہ کے لیے پڑھو اور قیامت کے دن کا سامان تیار کرو اور اپنے اہل و عیال کے امور کی اصلاح کرو اور شادی و پیدائش کے موقع کا لحاظ رکھو جیسا کہ تم کو تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مکرم و مسعود ہیں اور اللہ الصمد کے رسول ہیں اور گڑگڑا کر (عاجزی سے) دعا کرنے والے ہیں اور آپ نے تمام معاد کے امور مضبوط کیے اور اپنے اہل و اولاد کے لیے امور اصلاح کی نشان دہی کی اور حکم دیا کہ (واللہ کیا خوب حکم دیا) کہ سسرالی رشتہ داروں کے آزاد لوگوں کے ساتھ اور اپنے خاندان کے جو احرار ہیں ان میں تعلقات قائم کریں۔ اس حکم نے ان بزرگوں کی محبت پیدا کی جو اچھے مقام میں پیدا ہوئے اور شرفاء اور سرداروں میں تعلقات مضبوط کیے' اور رسول اللہ کا طریقہ اختیار کیجئے جیسا کہ اس پر عادل محمود نے عمل کیا

(۵۳۱) مولوی محمد لبیب بدایونی

مولوی محمد لبیب بدایونی بن مولوی محمد سعید بدایونی نے مروجہ علوم کی تکمیل و تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ جامع العلوم تھے۔ خصوصاً فقہ و فرائض میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ۴۷ سال کی عمر میں ماہ محرم (ا) ۱۲۰۵ھ ر ۱۷۹۰ء میں رحلت فرمائی اور دارالجنان میں پہنچے۔ رحمتہ اللہ علیہ وعلی اسلافہ۔

(۵۳۲) مولوی محمد مبین لکھنوی

مولوی محمد مبین لکھنوی' بن ملا محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق بن ملا محمد سعید جو کہ ملاقطب الدین شہید سہالوی کے دوسرے بیٹے تھے و ملا حسن' شارح سلم العلوم کے شاگرد رشید تھے علوم عقلی و نقلی کے عالم' رموز خفی و جلی سے واقف اور جودت ذہن و ذکاء اور زبان کی روانی میں مشہور تھے۔ ان کی تصنیفات میں شرح سلم' شرح مسلم الثبوت' حاشیہ میر زاہد رسالہ' حاشیہ میر زاہد ملا جلال' حاشیہ میر زاہد شرح مواقف' وسیلۃ النجات (حالات اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) ترجمہ حکایات الصالحین' شرح اسماء حسنی' شرح تبصرہ (تصوف) زبدۃ الفوائد' (بیان سحر رمضان) کنزالحسنات فی اتیاء الزکوۃ وغیرہ ہیں۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ ر ۱۸۱۰ء میں روضہ رضوان کی طرف رحلت کی اور باغ مولانا احمد انوارالحق واقع شہر لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ علیہ الرحمتہ والغفران۔ مصرعہ "ماہ برج علوم پنہاں گشت" (= ۱۲۲۵ھ) ان کے انتقال کی تاریخ کا مادہ ہے۔☆

(۵۳۳) مولوی محمد محسن کشو

مولوی محمد محسن کشو' خطہ کشمیر کے اکابر علماء سے تھے اور محمد امین کانی کشمیری کے شاگرد تھے' علوم عقلیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ ان کے طالب علموں میں سے کوئی بے بہرہ نہ رہا۔ ہدایہ و مطول پر حواشی و تعلیقات لکھے ہیں۔ ملا نازک کے مرید تھے۔ ۱۱۱۹ھ ر ۱۷۰۷ء انتقال ہوا۔ تاشون میں سید محمد کرمانی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔☆

(۵۳۴) حافظ محمد محسن دہلوی

حافظ محمد محسن دہلوی، مجددی نقشبندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد اور شیخ محمد معصوم مجددی کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ ۱۲۴۷ھ ر ۵ - ۱۸۳۴ء میں وفات پائی۔☆

(۵۳۵) خواجہ محمد معصوم سرہندی

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ مجدالدین محمد معصوم خلف الصدق و خلیفہ اعظم حضرت قیوم ربانی محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما۔ ان کی پیدائش ۱۰۰۹ھ ر ۱ - ۱۶۰۰ء میں ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے فارغ التحصیل ہوگئے۔ علوم عقلی و نقلی کے جامع اور کمالات صوری و معنوی کے مخزن تھے۔ مقام قطبیت اور منصب قیومیت کی بشارت اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ ان کی توجہ سے احمدیہ مجددیہ سلسلہ تمام دنیا میں شائع ہوا۔ ایک عالم نے احوال بلند اور مقامات ارجمند حاصل کئے۔ مقامات الہٰیہ کا کشف اس قدر حاصل تھا کہ ولایات بعیدہ کے رہنے والے منتسبین کے متعلق اعلان فرما دیتے تھے کہ فلاں نے ولایت موسویہ حاصل کی اور فلاں ولایت محمدیہ سے مشرف ہوا۔ نو لاکھ (۹۰۰۰۰۰) آدمی ان کے ہاتھ پر مرید ہوئے اور سات ہزار حضرات کو انہوں نے خلافت دی، ان کی خدمت میں طالب ایک ہفتہ میں مرتبہ فنا اور ایک ماہ میں مرتبہ کمال ولایت حاصل کرلیتا تھا اور کسی کو ایک توجہ میں تمام مقامات طے کرادیتے تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے اپنے عہد کے قطب تھے انہوں نے ہفت اقلیم کو منور کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۰ھ ر ۱۶۵۹ء میں ریاض رضوان میں پہنچے۔

(۵۳۶) سید معصوم نقشبندی بالاپوری

سید معصوم نقشبندی بالاپوری اپنے ہم عصروں میں ممتاز، اپنے عہد کے نامور شیخ اور قصبہ بالاپور (صوبہ برار) میں سکونت پذیر تھے۔ معافی کے چند گاؤں نظام حیدر آباد کی طرف سے عطیہ تھے۔ ان اطراف میں ظاہری علوم کی اشاعت ان کی توجہ اور

فیض سے ہوئی۔ ان کے بزرگوں میں اکثر علمائے کرام اور فضلائے ذوی الاحترام گزرے ہیں۔ ۱۲۱۹ھ ر ۵ - ۱۸۰۴ء میں فوت ہوئے اور قصبہ بالاپور میں دفن ہوئے۔

(۵۳۷) مولوی محمد معظم ساکن بنہ

مولوی محمد معظم ابن احمد صدیقی، مولوی محمد اشرف لکھنوی کے دادا تھے، بنہ میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی سے تحصیل علم کی، قرآن مجید معہ تفسیر بیضاوی حفظ تھا، علوم دینیہ میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، بہادر شاہ بن عالمگیر بادشاہ نے ان کو بنہ کا قاضی مقرر فرمایا اور چند گاؤں جاگیر میں دیئے۔ مولوی مرحوم (۱) قضاء و تدریس میں مشغول رہے۔ ان کی تصنیفات میں ایک تفسیر قرآن تھی جو سکھوں کے حملہ میں جل گئی۔ ان کی شرح مثنوی مولانا روم بھی ہے۔ ۱۱۵۸ھ ر ۱۷۴۵ء میں وفات پائی اور بنہ میں دفن ہوئے۔

(۵۳۸) مولانا محمد مفتی

مولانا محمد مفتی، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے اکابر علماء سے تھے۔ صاحب کمالات تھے۔ مدرس ہونے کے ساتھ لاہور کے مفتی بھی تھے۔ ہر بار جب صحیح بخاری اور مشکوٰۃ المصابیح کا ختم کرتے تو ایک مجلس عظیم منعقد ہوتی تھی جس میں پلاؤ اور حلوہ جات تیار کرائے جاتے تھے جو علماء اور صلحاء کو کھلاتے تھے۔ غرض ان کے مکان پر اعیان و افاضل کا مجمع ہوتا تھا۔ جب نوے سال کی عمر ہوئی تو منحنی اور کمزور ہوگئے۔ درس چھوڑ دیا تھا، ان کے سب بیٹے باپ کی طرح کمالات و فضائل کے مالک تھے۔ رحمہم اللہ۔☆

(۵۳۹) مولوی محمد مکی جون پوری

مولوی محمد مکی جون پوری، مولوی سخاوت علی جون پوری کے چوتھے بیٹے تھے۔ ان کی کنیت ابوالخیر تھی، ۲۹ جمادی الثانی ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۷ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ یعنی قاضی ضیاء اللہ مرحوم کی بیٹی کے زیر دامن پرورش پائی اور اپنے علاقی بھائی مولوی محمد جنید کے ہمراہ وطن واپس آئے، تھوڑی سی مدت میں حفظ قرآن مجید

سے فارغ ہوگئے، فارسی کی درسی کتابوں کی تحصیل کے بعد عربی علوم اپنے بھائی مولوی محمد شبلی سے پڑھنے شروع کئے۔ مولوی محمد عبداللہ ساکن موضع کوپا ضلع چھپرا (شاگرد مولوی مفتی محمد یوسف فرنگی محلی)، مولوی سعادت حسین عظیم آبادی، مولوی علی اکرم آروی اور مولوی محمد عبدالحئی فرنگی محلی سے تکمیل کی۔ طلباء اور خلائق عامہ کے درس و تذکیر اور مدرسہ ربانیہ قرآنیہ کے انتظام میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ مدرسہ جون پور کی جامع مسجد میں ان کے والد ماجد (مولوی سخاوت علی جون پوری) نے قائم کیا تھا۔ سلمه الله و وفاه الى مايتمناه۔

(۵۴۰) شیخ محمد مودود دلارے

شیخ محمد مودود دلارے، بابا نظام ابدال کے مرید تھے، مولانا عبدالغفور لاہوری سے کچھ رسمی علم حاصل کیا، بہت سے دیہات میں گھومے پھرے۔ مشاہدہ اور بیان کے درجات کو بہت اچھی طرح جانتے تھے، علوم غرائب مثلاً کیمیا وغیرہ سے واقف تھے۔ شاہ نعمت اللہ ولی اور شاہ قاسم انوار سے ملے، غرض علم توحید اور تجرید و تفرید کے علوم کے ماہرین کے مشرب کے متبع تھے۔ ۹۰۰ھ ر ۵ - ۱۴۹۴ء میں ہندوستان میں آئے۔ شیخ امان پانی پتی ان سے علم توحید میں استفادہ کرتے اور کتاب فصوص الحکم کی تحقیق کرتے تھے۔ وہ شیخ امان کے متعلق کہتے تھے کہ میں نے جوہر قابل پایا ہے۔ لیکن افسوس کہ ایک آنکھ نہیں ہے۔ خطاب کرتے وقت اکثر ان کو لفظ کو رک (اندھا) کہہ کر پکارتے تھے۔ مدتوں آگرہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد شیخ امان کی محبت اور خدمت کی وجہ سے پانی پت میں سکونت اختیار کرلی۔ وہیں ماہ رمضان ۹۰۷ھ ر ۲ - ۱۵۰۱ء میں انتقال ہوا، ان کی خوابگاہ شیخ امان کے پہلو میں ہے۔☆

(۵۴۱) شیخ محمد احمد آبادی

شیخ محمد، احمد آبادی، شیخ حسن محمد چشتی احمد آبادی گجراتی کے نام سے مشہور ہیں، ان کی کنیت ابو صالح ہے، شیخ احمد المعروف بہ شیخ میاں جی ابن شیخ نصیرالدین علوم ظاہر و باطن میں یگانہ روزگار تھے۔ بچپن ہی میں کمالات حاصل کرلئے اور اپنے باپ کے سامنے شہرہ آفاق ہوگئے، ظاہری دولت و ثروت بھی رکھتے تھے۔ بزرگوں کے عرس اور درویشوں کے طعام کا خرچ خوب کرتے تھے۔ ایک لاکھ روپیہ خرچ کرکے شہر احمد آباد میں ایک بڑی مسجد بنوائی۔ "بنائے شیخ" (۹۷۳ھ ر ۶ - ۱۵۶۵ء) اس کی تاریخ ہے۔ تفسیر محمدی اور حاشیہ تفسیر بیضاوی ان سے یادگار ہیں۔ اکتالیس برس تک مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ ۵۹ سال کی عمر میں ۲۸ ذی قعدہ یوم شنبہ، ۹۸۲ھ ر ۵ - ۱۵۷۴ء میں رحلت فرمائی۔

(۵۴۲) سید محمد جعفر بدر عالم احمد آبادی گجراتی

سید محمد جعفر بدر عالم، ابن سید جلال مقصود عالم قدس سرہ، ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ھ ر ۱۶۱۴ء میں پیدا ہوئے، اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے، علوم ظاہر و باطن میں کمال رکھتے تھے، خصوصاً حدیث و تفسیر میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، ان سے بہت سی تصنیفات یادگار ہیں ان ہی میں "روضات شاہی" ہے جس کی چوبیس ۲۴ جلدیں ہیں۔ احوال بزرگاں اور احادیث و تفسیر کا بیان ہے۔ دوسری تصنیفات بھی کافی ہیں۔ ۹ ذی الحجہ ۱۰۸۵ھ ر ۵ - ۱۶۷۴ء میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۵۴۳) سید محمد ابوالمجد محبوب عالم

سید محمد ابوالمجد محبوب عالم، بن سید جعفر بدر عالم احمد آبادی گجراتی، ۲ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ ر ۱۶۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ فطرت کی طرف سے خدا طلبی کا جذبہ اور اکتساب علم کا مادہ ان کی طبیعت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ احمد آبادی گجرات کے مشائخ و صوفیاء میں سے تھے۔ تصانیف کثیرہ کے مالک ہوئے۔ ان میں سے دو تفسیریں ہیں، ایک فارسی زبان میں اہل بیت کی روایت سے ہے، دوسری جلالین کے انداز پر عربی زبان میں ہے۔ حدیث میں زمنتہ النکاتہ فی شرح المشکوۃ ہے جس میں ہر مذہب (فقہ) سے تمسک کیا گیا ہے۔ تدریس و مطالعہ کتب علمیہ کے علاوہ بہت ریاضت و عبادات کیں۔ ۱۹ جمادی الاخر ۱۱۱۱ھ ر ۱۷۰۰ - ۱۶۹۹ء میں رحلت فرمائی احمد آباد میں دفن ہوئے۔

(۵۴۴) سید محمد پٹنی گجراتی

سید محمد پٹنی، عرف سید خدا بخش بن سید حسین ملتان سے پٹن میں آئے۔ علوم صوری و معنوی اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیے۔ فقیہ کامل اور محدث عامل ہوئے۔ چشتیہ سلسلہ میں برہان الدین قطب عالم کے مرید تھے۔ ۵ جمادی الثانی ۸۴۷ھ / ۱۴۴۳ء میں رحلت فرمائی ان کی قبر پٹن میں پرانوار و متبرک ہے۔

(۵۴۵) شیخ محمد صالح احمد آبادی گجراتی عرف پیر بابا

شیخ محمد صالح احمد آبادی گجراتی، عرف پیر بابا بن شیخ نورالدین بن شیخ محمد گجراتی، پیدائشی طور پر صاحب علم و حلم اور تقوی و سخا تھے۔ اپنے والد ماجد کے مرید اور جانشین تھے، اول سے آخر تک اپنے والد ماجد سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ سات سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن کریم حفظ کرلیا، محمد اعظم شاہ نے گجرات کی صوبے داری کے زمانہ میں ان کو اپنے حضور میں بلاکر سورہ الرحمن سنی، خلعت، نقد اور موضع تاجپور عملہ پرگنہ بیرم گام اپنی جاگیر سے مرحمت فرمایا اور اورنگ زیب کے حضور سے فرمان منگوا کر دیا۔ فرخ سیر اور محمد شاہ کے زمانہ میں دہلی بلائے گئے اور ہر ایک بادشاہ سے دو ہزار روپئے بطور زادراہ پائے، اعزاز و اکرام اور ملازمت بااختیار حاصل ہوئی اور شاہانہ عنایات سے سرفراز ہوئے۔ نقد، خلعت اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ گجرات دکن کے اکثر امراء و فضلا ان کی فضیلت و قابلیت کا اقرار و اعتراف کرتے تھے اور امثال و اقران پر ان کو فوقیت دیتے تھے۔ آخر ۱۶ جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء کو اپنے والد ماجد کی زندگی میں شاہجہاں آباد میں سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کا جسد خاکی شاہجہاں آباد سے لاکر ان کے دادا کے مقبرہ میں دفن کیا گیا ان کی تاریخ وفات "مرادبخش" (۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء) سے نکلتی ہے۔

(۵۴۶) میر سید محمد قنوجی

میر سید محمد قنوجی، ہمیشہ علوم دین کے درس اور معارف یقین کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے، شاہ جہاں بادشاہ نے آخر زمانہ حکومت میں نہایت خواہش اور اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا اور اپنی قربت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد عالمگیر نے بڑی نیاز مندی کے ساتھ اکبر آباد سے بلایا اور خصوصی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ حجۃ الاسلام غزالی کی تصنیفات خصوصاً احیاء العلوم ان کے پیش نظر رہتی۔ ہفتہ میں تین روز شاہی مجلس کے مذاکرہ علوم میں مشغول رہتے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں بڑی سعی فرمائی۔☆

(۵۴۷) حاجی محمد قائم سندھی

حاجی محمد قائم سندھی، عالم اکمل، فاضل افضل، علوم معقول و منقول کے عالم، وہبی و کسبی فیوض کے مالک اور مخدوم رحمت اللہ سندھی کے شاگرد تھے۔ حاجی ہاشم کے مصاحب تھے۔ ان کی علماء کے ساتھ علمی مباحث کے متعلق صحبتیں رہتی تھیں۔ تیزی ذہن میں اکثر اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، روزانہ عصر کے وقت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کرتے تھے اور بہت سے اہل توفیق کو ہدایت و سلوک کا راستہ بتاتے تھے۔ پہلی مرتبہ حج کرکے واپس آگئے۔ دوبارہ معہ اہل و عیال کے گئے اور وہیں توطن اختیار کرلیا۔ اس متبرک مقام پر ان کے حدیث کے درس میں تمام علماء شریک ہوتے تھے۔ ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴ء میں انتقال ہوا، ان کے شاگردوں میں ملا محمد باقر واعظ اور مخدوم نور محمد مشہور زمانہ ہوئے ہیں۔

(۵۴۸) سید جلال مقصود عالم احمد آبادی گجراتی

سید جلال مقصود عالم، بن سید محمد مقبول عالم قدس سرہما شب شنبہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ "وارث رسول" سے ان کی تاریخ ولادت نکالی گئی ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرکے تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے۔ اول تحصیل مولانا حسین سیتانی سے کی اور اس کی تکمیل اپنے والد کے مرید اور شاگرد شیخ عبدالعزیز سے کی۔ علوم باطن کی تحصیل اپنے والد ماجد کی خدمت میں کی۔ شاہجہاں کے حضور سے شش ہزاری منصب پایا اور صدارت پر فائز ہوئے۔ اس کے باوجود

تنہائی میں ریاضت و مجاہدہ کرتے تھے' تمام رات بیداری اور مناجات میں گزارتے۔ ۸ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ ر ۱۶۴۹ء کو لاہور میں رحلت فرمائی' ان کی نعش احمد آباد لائی گئی اور ان کے باپ کے مقبرہ میں دفن کی گئی۔

(۵۴۹) سید مقبول عالم احمد آبادی گجراتی

سید مقبول عالم' بن سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم قدس سرہ' گجرات دکن کے مشائخ اور علمائے صوفیہ میں سے تھے۔ ۱۴ رجب ۹۸۹ھ ر ۱۵۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ صوری و معنوی کمالات کے جامع اور ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے۔ مغربیہ سلسلہ (کذا) میں اپنے والد ماجد سے خلافت پائی اور ارشاد و ہدایات سے دنیا کو منور کیا۔ بہت سی تالیف و تصنیف کے مالک تھے۔ ان ہی میں جمعات شاہی ہے جو رات اور دن کے اوراد پر مشتمل اور مشہور ہے۔ ۱۲ رجب ۱۰۴۵ھ ر ۱۶۳۵ء میں رحلت فرمائی۔ احمد آباد میں قبر ہے۔ یزار و یتبرک۔

(۵۵۰) مخدوم محمد معین سندھی

مخدوم محمد معین (۱) سندھی' ولد مخدوم محمد امین ولد مخدوم طالب اللہ سندھی' شاگرد مخدوم عنایت اللہ جمیع فنون کے جامع' معقول و منقول پر حاوی' نحریر عصر اور علامہ دہر تھے۔ کمالات علمی کے باوجود بحر معرفت سے آشنا تھے' بہت سے بزرگان دین کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ میاں ابوالقاسم نقشبندی کے مرید ہوئے' آخر زمانہ میں سید عبداللطیف (۲) تارک کی خدمت میں ارادت و اخلاص پیدا کیا۔ ان کے اور حاجی محمد ہاشم کے درمیان ہمیشہ بحث و تمحیص رہتی۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ حکام وقت ان کی ملاقات کے لئے نہایت تعظیم سے حاضر ہوتے تھے وہ بھی ان سے بہت اچھی طرح ملاقات کرتے تھے۔ سماع کو پسند کرتے تھے۔ عین حالت سماع میں رحلت فرمائی۔ اشعار محققانہ کہتے تھے۔ فارسی میں تسلیم اور ہندی میں بیراگی تخلص فرماتے تھے۔ ۱۱۶۱ھ ر ۸ ـ ۱۷۴۷ء میں حالت سماع میں رحلت فرمائی۔

(۵۵۱) میرک محمود سبزواری ٹھٹوی

میرک محمود سبزواری' فضیلت' تقوٰی' سخاوت اور زہد سے متصف تھے۔ مدتوں شیخ الاسلامی کے منصب جلیل پر سرفراز رہے۔ بہت سے طلباء کو فیض پہنچایا۔ خط نستعلیق میں ماہر تھے۔ ان کی وفات محرم ۹۶۲ھ ر ۵ ـ ۱۵۵۴ء میں واقع ہوئی۔ "رفت میرک آہ آہ" سے ان کی رحلت کی تاریخ نکلتی ہے۔ ان کے صاحبزادے میرک عبدالباقی تمام علوم میں خصوصاً علم ہیئت و حکمت میں کامل تھے۔ چنانچہ عبدالخالق گیلانی جو مرزا جان کے مصاحب اور شاہ فتح اللہ کے مقابل تھے ان سے علمی دقائق حل کرتے تھے۔ اقلیدس میں خوب دستگاہ پیدا کی تھی اکثر اشکال خود پیدا کیں جو پسند طبع ہوئیں۔(۱)

(۵۵۲) میرک محمد ٹھٹوی

میرک محمد ٹھٹوی ابن میرک محمود' انسانی فضائل سے متصف تھے۔ ۹۷۰ھ ر ۳ـ ۱۵۶۲ء میں انتقال ہوا۔ فتاوائی نورانی (پورانی) ان کی یادگار ہے۔ (۱)

(۵۵۳) مخدوم میراں ٹھٹوی

مخدوم میراں ٹھٹوی۔ ابن مولانا یعقوب' علوم معقول و منقول کے جامع تھے۔ کچھ دنوں مرزا شاہ حسن (ارغون حاکم سندھ) کے درس و افادہ میں مشغول رہے۔ طلباء اکثر ان سے علمی فیض حاصل کرتے تھے ۹۴۹ھ ر ۳ ـ ۱۵۴۲ء میں انتقال ہوا "علامہ وارث الانبیاء" سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔ ان کا مدفن کوہ مکلی ہے۔(۱)

(۵۵۴) شاہ محمد ناصر الہ آبادی

شاہ محمد ناصر الہ آبادی' شاہ خوب اللہ الہ آبادی کے دوسرے صاحب زادے اور شاہ محمد افضل الہ آبادی کے مرید تھے۔ اپنے والد ماجد سے تعلیم و تلقین پائی' انہوں نے بھی اپنے بھائی کی طرح ظاہری علم اپنے بڑے بھائی محمد طاہر اور اپنے ماموں ملا کمال الدین سے حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں منتخب الاعمال' جواہر نفیسہ اور اذکار عشرہ مشہور ہیں۔ ۲۱ جمادی الاول وقت مغرب بروز جمعرات ۱۱۶۳ھ ر ۱۷۵۰ء کو عالم فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ فقرہ "آہ الہ آباد ویرانہ شد"(۱) ان کی تاریخ وفات ہے۔

(۵۵۵) مولوی محمد نافع فرنگی محلی

مولوی محمد نافع فرنگی محلی، مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے شاہ جہاں پور میں پڑھیں۔ باپ بیٹوں میں کچھ رنجش پیدا ہوئی جس کی وجہ سے لکھنؤ چلے آئے۔ بقیہ کتابیں مولوی محمد ولی اور مولوی محمد یعقوب سے ختم کیں۔ ذہن رسا کے مالک تھے۔ لیکن باپ سے ناموافقت ہونے کی وجہ سے بے روزگار تھے اور تدریس کا کوئی انتظام نہ ہوا۔ تلاش معاش میں کوشش کی، ٹونک میں نواب امیر خاں کے لشکر میں پہنچے۔ آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے مرض استسقاء میں مبتلا ہوگئے۔ ۲۸ شعبان، ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء کو رحلت پائی۔ وہاں ایک شاعر نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی محمد نافع فرنگی محلی

مولوی نافع آنکہ لیل و نہار — بود مشغول طاعت یزدان

با حبیب خودش چو شد حاصل — بد زمہ بست و ہشتم شعبان

با دل چاک سال رحلت گفت — محو ذات الہ ہاتف ازان (۱)

(۵۵۶) مولوی محمد نعیم فرنگی محلی

مولوی محمد نعیم فرنگی علی پسر خرد (۱) مولوی عبدالحکیم بن مولوی عبدالرب بن مولوی عبدالعلی بحرالعلوم۔ حفظ قرآن کے بعد درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور اپنے آباء واجداد کی طرح درس و تدریس کے کام انجام دئے اور اس سلسلہ میں مشہور ہوئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ عابد و زاہد اور صاحب تصانیف ہیں، راقم الحروف (مولوی رحمان علی) نے انھیں ان کے والد کے پاس تحصیل علوم کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اس زمانہ میں بھی حسن اخلاق اور شائستگی سے خالی نہ تھے۔ اس کتاب کی تالیف میں جو مدد مجھے ان سے ملی میں اس کا شکر گزار ہوں۔ سلمہ اللّٰہ تعالی وابقاہ۔

(۵۵۷) مولانا محمد وارث رسول نما بنارسی

ان کا قدیم وطن غازی پور ہے۔ ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء میں پیدا ہوئے، ان کی ولادت کی تاریخ کا مادہ "خلیفہ رسول اللہ" ہے۔ ان کے والد عالم گیر بادشاہ کے زمانہ میں بنارس کے قاضی تھے۔ اکثر اوقات اپنے والد کے پاس بنارس میں ٹھیرتے، اپنے دادا سید رفیع الدین سے قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے، ظاہری علوم میں ابراہیم (تلمیذ مولوی محمد علی تلمیذ میرزاہد) کے شاگرد تھے۔ دو سال میں کتب علوم فقہ، اصول تفسیر، حدیث منطق، حکمت، ہندسہ اور دوسرے علوم مروجہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کرلی، اور بنارس میں عالمانہ زندگی شروع کردی، طلباء کو درس دیتے تھے اور باطن کی تعلیم میں کوشش کرتے تھے۔ اچھی تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ غرض ان کی ذات پاک ظاہری و باطنی فوائد کی منبع تھی۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء میں رحلت فرمائی اور بنارس کے محلہ تیلیا نالہ میں دفن ہوئے۔

(۵۵۸) ملا محمد ولی فرنگی محلی

ملا محمد ولی فرنگی محلی، بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا محمد اسعد، ملا محمد حسن مرحوم کے چھوٹے بھائی اور ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔ پرگنہ ملاواں (مضاف لکھنؤ) کے قاضی تھے۔ وہاں سے مستعفی ہوکر اپنے گھر پر قیام کیا۔ تدریس علوم میں آخر وقت تک مشغول رہے، ایک جہان ان سے مستفیض ہو کر درجہ تکمیل تک پہنچا۔ شرح مسلم اور حواشی زواہد ثلاثہ ان کی تصانیف سے مشہور و مروج ہیں۔ سال انتقال معلوم نہ ہوسکا۔☆

(۵۵۹) سید محمد ہمدانی

سید محمد ہمدانی، امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بیٹے تھے، کثرت علم اور زہد و تقوی سے متصف تھے، بائیس سال کی عمر میں چھ سو رفقاء اور خدام کے ساتھ سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں کشمیر پہنچے۔ سلطان بغیر کسی تاخیر اور اندیشے کے ان کا مرید ہوگیا، ایک ہندو مسی بسنت جو سلطان کا وزیر اور سپہ سالار تھا خاص و عام کی ایک

جماعت کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور ملک سیف الدین اس کا لقب ہوا۔ اس نے سید موصوف کے نکاح میں اپنی بیٹی دے دی۔ سید محمد ہمدانی بارہ سال تک کشمیر میں رہے۔ بدعات کے رد اور سنت کی ترویج میں کوشش کی۔ علم تصوف میں ایک رسالہ اور منطق میں شرح شمسیہ ان کی تصنیف سے ہے۔ سید محمد حصاری ان کے معاصر اور مقابل تھے۔ سلطان سکندر بت شکن (۱۳۸۹ - ۱۴۱۳) نے سید محمد ہمدانی کے لیے ۷۹۸ھ / ۶ - ۱۳۹۵ء میں ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی جو ۷۹۹ھ / ۷ - ۱۳۹۶ء میں مکمل ہوئی اور خانقاہ مذکور کے مصارف کے لیے گاؤں مقرر فرمائے۔ سید موصوف نے خانقاہ کے پورا ہونے کے بعد مناسک حج کے ادا کرنے کی غرض سے سفر حجاز اختیار کیا۔ حج کے ادا کرنے کے بعد کولاب واپس ہوئے وہیں رحلت فرمائی اور سید علی ہمدانی کے قریب دفن ہوئے۔

(۵۶۰) ملا محمد ہروی

ملا محمد ہروی، ملا مرزا جان کے شاگرد رشید تھے۔ علوم عقلیہ میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، علم تواریخ اچھی طرح جانتے تھے۔ ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء میں ہندوستان آئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے مراحم و عنایات سے سرفراز ہوئے، ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔

(۵۶۱) سید محمد یوسف بلگرامی

سید محمد یوسف بلگرامی، ابن سید محمد اشرف الحسینی الواسطی بلگرامی، سید عبدالجلیل کے نواسے اور حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خالہ زاد بھائی تھے، عقلی و نقلی علوم کے جامع اور فروع و اصول کے عالم تھے۔ ۲۱ (۱) شوال بروز دو شنبہ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۵ء کو پیدا ہوئے۔ درسی کتابیں سید طفیل (۲) بلگرامی اترولوی سے پڑھیں۔ لغت اور سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ اپنے نانا سید عبدالجلیل سے اور علوم ریاضیہ دہلی کے بعض اساتذہ کی خدمت میں پڑھے اور کامل و مکمل ہوگئے۔ سید لطف اللہ بلگرامی سے بیعت ہوئے، موزون طبع تھے، عربی و فارسی زبان

میں اشعار کہتے تھے، ان کی اعلی تصنیفات میں ایک کتاب "الفرع النابت من الاصل الثابت" توحید شہودی کے اثبات میں ہے جو انہوں نے ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء میں تصنیف کی میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس کی تاریخ یوں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب "الفرع النابت من الاصل الثابت" مصنفہ سید محمد یوسف بلگرامی

از نتیجہ فکر میر غلام علی آزاد بلگرامی

میر یوسف عزیز مصر کمال	از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم	نسخہ تازہ بفکر عمیق
از احادیث و ز کلام اللہ	کرد اثبات حق زہی (۳) توفیق
ہست ایں نسخہ دلنشیں الحق	یادگاری ز خامہ توفیق
سال تاریخ ایں کتاب خرد	گفت "دو شمع مجالس تحقیق"

۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء

عربی میں بھی ایک طویل تاریخ نظم کی تھی۔ یہاں صرف مادہ تاریخ پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

مطوق (۴) من ریاض الھمنی

مورخا ہو فرع مثمر بھدی

سید موصوف الترجمہ (سید محمد یوسف بلگرامی) ۲ جمادی الاخر بروز پنجشنبہ ۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء کو بلگرام میں فوت ہوئے اور باغ محمود میں دفن ہوئے۔ میر اولاد محمد المتخلص بہ ذکا نے ان کی تاریخ رحلت یوں کہی ہے۔

تاریخ انتقال سید محمد یوسف بلگرامی از میر اولاد محمد ذکا

طراز آل پیغمبر چراغ دودۂ حیدر	محیط علم و عقل و نقل صاحب فطرت دوراں
ذکا تاریخ فوت او عزیزی گفت در گوشم	"زقید ہستی موہوم آمد یوسفی بیروں"

۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء

حسان الہند آزاد بلگرامی نے ان کے انتقال کی تاریخ عربی میں کہی ہے جو یہ ہے:-

مات خیر الزمان یوسفنا ولہ راحتہ و ریحان
ازتقاضیت علم رحلتہ قال قلبی "علیہ رضوان☆"
۱۱۷۳ھ ر ۱۷۵۹ء

(۵۶۲) مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی

مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی، بن ملا عبدالعزیز بن ملا محمد سعید بن ملاقطب الدین شہید سہالوی، انہوں نے درسی کتابیں ملا نظام الدین اور ملا حسن سے پڑھیں اور تدریس علوم کے (بلند) پایہ تک پہنچے۔ اپنے بزرگوں کے سجادے پر بیٹھے ہوئے علوم دینی کا درس دیتے تھے، دیانت و امانت میں مشہور رہے۔ یہاں تک کہ وزیر الممالک صفدر جنگ ابوالمنصور خاں نے ان کو شہر لکھنؤ کا مفتی بنایا۔ ۶۳ سال کی عمر میں مرض استسقاء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔☆

(۵۶۳) مفتی محمد یوسف فرنگی محلی

مفتی محمد یوسف فرنگی محلی، بن مفتی محمد اصغر بن مفتی احمد ابوالرحم، (۱) فاضل اجل، مدرس اکمل، دن رات طلباء کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے، اپنے والد کے انتقال کے بعد شہر لکھنؤ کی عدالت دیوانی میں عہدہ افتاء پر سرفراز ہوئے اور نہایت امانت و دیانت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو لکھنؤ کی حکومت کے خاتمہ تک انجام دیا (۱۸۵۶ء)۔ تقویٰ و زہد کے مالک تھے۔ اس کے بعد جون پور کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے، کچھ دنوں وہاں درس دیا اسی اثناء میں ان کے دل میں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور حج بیت اللہ کا ارادہ کرلیا، روضہ منورہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ گئے وہاں علیل ہوگئے۔ ۱۹ (۲) ذی قعدہ ۱۲۸۶ھ ر ۱۸۷۰ء میں مسافر ملک بقا ہوئے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قبہ کے قریب دفن ہوئے۔ ان کے ممتاز شاگردوں میں مولوی محمد فاروق چریا کوٹی ہیں۔☆

(۵۶۴) ملا محمود جون پوری

ملا محمود جون پوری، بن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروقی، علوم حکمیہ و ادبیہ میں بلند

مرتبہ رکھتے تھے۔ اگر ان کے وجود کی بنا پر سرزمین جون پور، شیراز پر تفاخر کرے تو بجا ہے۔ ملا (محمود) نے شروع میں اپنے دادا شاہ محمد سے تحصیل علم کی۔ اس کے بعد مولانا محمد افضل جون پوری کی خدمت میں سترہ سال کی عمر میں تکمیل درس کرلی، جون پور سے اکبر آباد گئے وہاں شاہ جہاں بادشاہ کے وزیر آصف خاں سے ملاقات ہوئی۔ جون پور واپس آگئے اور افادہ و درس علوم میں مشغول ہوگئے۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ ر ۱۶۵۲ء میں اپنے استاد مولانا محمد افضل کی زندگی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے استاد اس صدمہ سے بہت رنجیدہ ہوئے یہاں تک کہ چالیس دن تک مسکرائے بھی نہیں، چالیس دن کے بعد وہ رحلت فرما گئے۔ رحمہما اللہ۔ کتاب شمس بازغہ (حکمت) فرائد فی شرح الفوائد معہ حاشیہ (علم معانی و بیان) جس کا سال تصنیف لفظ "بلیغ" سے نکلتا ہے (۱۰۴۲ھ ر ۳ ـ ۱۶۳۲ء) اور فارسی زبان میں مختصر سا ایک چہار ورقی رسالہ اقسام زمان (۱) کے بیان میں ان کی مشہور تصانیف ہیں۔☆

(۵۶۵) قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین کاشانی، شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مریدوں میں تھے، وفور (۱) علم، زہد اور تقوی کے مالک تھے، علم و کرامت کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے "استاد شہر دہلی" مشہور تھے۔ پہلے دینی تعلقات کو چھوڑنے کا ارادہ کیا اور درویشی و مجاہدہ اختیار کیا، شیخ (نظام الدین اولیاء) نے اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ لکھا ہے اس کا مضمون یہ ہے:۔

"می باید کہ تارک دنیا باشی بسوئے دنیا و ارباب دنیا مائل نشوی و دہ قبول نکنی وصلہ بادشاہان نگیری (۲) و اگر مسافران بر تو برسند (۳) و بر تو چیزے نباشد ایں را نعمتے شمری از نعمتہائے الہی، فان فعلت ماامر تک و ظنی بک (۴) ان تفعل کذالک (۵) فانت خلیفتی وان لم تفعل فاللہ خلیفتی

چاہئے کہ تو ترک دنیا کرے، دنیا اور ارباب دنیا کی طرف
مائل نہ ہو اور گاؤں قبول نہ کر اور بادشاہوں سے صلہ نہ لے۔
اگر مسافر تیرے پاس آویں اور تیرے پاس کوئی چیز نہ ہو پھر بھی

اس کو اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کر۔ جس بات کا
میں تجھ کو حکم دیتا ہوں اگر تو نے ویسا کیا اور میرا گمان ہے کہ
تو ویسا ہی کرے گا اگر ویسا ہی کرے گا پھر تو میرا خلیفہ ہے ورنہ
اللہ میرا خلیفہ (والی) ہے۔

جب فقر و فاقہ کی شدت نے ان پر اور ان کے متبعین پر جو تعداد میں زیادہ تھے غلبہ کیا تو اس بات کو ان کے جاننے والوں میں سے کسی نے سلطان علاء الدین شاہ دہلی تک پہنچایا تو سلطان نے قضاء اودھ جو ان کا موروثی عہدہ تھا ان کو تفویض فرما دیا۔ قاضی، شیخ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ بات بغیر طلب کے اس طرح واقع ہوئی ہے مخدوم کا کیا حکم ہے۔ شیخ نے فرمایا "البتہ اس کے (طلب کے) مثل کوئی خیال تیرے دل میں آیا ہے اس لیے یہ چیز (عہدہ) تجھے پیش کیا گیا ہے۔ (۲) قاضی کو اس سے تشویش ہوئی۔ شیخ نے کاغذ کی اس تحریر کو قاضی سے واپس طلب کیا ایک سال تک شیخ کا مزاج اس بات سے برہم رہا اس کے بعد قاضی نے تجدید بیعت کی اور شیخ کی حیات میں ۷۱۹ھ / ۱۳۱۹ء میں رحلت کی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

(۵۶۶) مولوی محی الدین بدایونی

مولوی شاہ فضل رسول، بن مولوی عبدالمجید بدایونی کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء میں ہوئی۔ "مظہر محمود" سے ان کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ معقول و منقول کی مروجہ کتابیں اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پڑھیں اپنے ہم عصروں میں امتیاز حاصل کیا۔ دادا (مولوی عبدالمجید) سے بیعت و مرید ہوئے۔ تصانیف لطیف کے مالک ہیں ان میں حاشیہ میرزاہد رسالہ، حاشیہ کلیات قانون بوعلی سینا، اور رد وہابیہ میں رسالہ شمس الایمان وغیرہ مشہور رسالے ہیں۔ ۶ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء کو سہارن پور میں رہ نورد عالم قدس ہوئے۔

(۵۶۷) سید شاہ محی الدین ویلوری

سید شاہ محی الدین ویلوری، ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ عارف بزرگ، عالم

اجل اور حافظ قرآن تھے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ویلور میں ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ ہمیشہ طلباء کی تدریس میں مشغول رہتے۔ علاقہ مدراس میں علم کی جو روشنی ہے وہ سب ان کے فیض عام کی جھلک ہے، تصانیف کثیرہ کے مالک تھے۔ ان میں جواہر الحقائق، فصل الخطاب، اور جواہرالسلوک وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ ۳ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء کو مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں رحلت فرمائی۔ ان کے بڑے صاحب زادے مولوی رکن الدین ان کے جانشین ہیں۔

(۵۶۸) مخدوم مٹو ٹھٹوی

ان کا نام رکن الدین تھا۔ مخدوم بلال ساکن تلٹی ملک سندھ کے خلیفہ تھے۔ ہمیشہ بلند ہمت ہو کر وظائف، طاعات اور عبادات میں مشغول رہتے۔ علم حدیث میں بڑی مہارت تھی شرح اربعین، شرح گیلانی، (۱) اور دوسرے رسالے ان کی تصنیفات سے مشہور ہیں۔ ۹۴۹ھ / ۳ - ۱۵۴۲ء میں ٹھٹہ میں انتقال ہوا۔ کوہ مکلی پر ان کا مدفن ہے۔

(۵۶۹) مخدوم اشرف بساوری

مخدوم اشرف بساوری اپنے زمانہ کے افاضل سے تھے، ملا عبدالقادر بدایونی کے نانا تھے۔ ۲۰ رمضان ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء میں انتقال ہوا۔ ملائے موصوف نے "فاضل جہاں" سے تاریخ نکالی ہے۔

(۵۷۰) مولوی مخدوم لکھنوی

مولوی مخدوم لکھنوی، بن حافظ محمد نواز بن مولوی عبدالسمیع بن شاہ محی الدین مشہدی، ان کے دادا مشہد سے دہلی میں آئے، وہاں سے آکر لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ ملا نظام الدین بن ملاقطب الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔ ملا عبدالعلی بحرالعلوم اور وہ سماعۃ اور قراۃ (درس میں) دونوں برابر تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں بھی استفادہ کیا۔ ہمیشہ طلباء کے درس و تدریس میں مشغول رہتے، بہت سے لوگ ان سے فیض یاب ہوئے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ معقولات کی

تدریس کو ختم کرکے کتب دینی کے افادہ میں مشغول ہوگئے۔ گلستاں و بوستاں کی تصحیح کی۔ ۱۲۲۹ھ ر ۴ ـ ۱۸۱۳ء میں لکھنؤ میں رحلت فرمائی۔ شیخ امام بخش ناسخ نے تاریخ انتقال یوں کہی ہے۔

تاریخ انتقال مولوی مخدوم لکھنوی از شیخ امام بخش ناسخ

سید مخدوم از جہاں رفت   گفتند بزرگ و خرد صد حیف
تاریخ وفات گفت ناسخ   "مخدوم زمانہ مرد صد حیف"
۱۲۲۹ھ ر ۴ ـ ۱۸۱۳ء

(۵۷۱) مولوی مخصوص اللہ

مولوی مخصوص اللہ، بن مولانا رفیع الدین دہلوی، اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے تایا مولانا شاہ عبدالعزیز کے وعظ میں قرآت فرماتے تھے۔ ۱۲۷۳ھ ر ۷ ـ ۱۸۵۶ء میں وفات پائی۔ خصصه الله بلطفه.

(۵۷۲) مولوی مراد اللہ تھانیسری

مولوی مراد اللہ تھانیسری، فاروقی نسب، مجددی و مظہری مشرب، مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے خلیفہ و(۱) جانشین تھے۔ لکھنؤ میں چالیس سال سے زیادہ عرصہ مجددیہ مظہریہ طریقہ کی ترویج میں مشغول رہے، ایک جہاں کو شرک وبدعت کی تاریکی سے نجات بخشی اور ترک دنیا، تجرید، اتباع، سنت نبوی، تزکیہ نفس اور تہذیب باطن میں مخلوق کی رہنمائی فرمائی۔ ان کے عہد کے عرفاء صلحاء ان کے جلالت منزلت پر اتفاق فرماتے تھے۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۸ھ ر ۳ ـ ۱۸۳۲ء میں اس سرائے فانی سے رحلت فرمائی۔

ان کے اجل خلفاء میں مولوی ابوالحسن نصیر آبادی تھے۔ قدس اسرارہم۔

(۵۷۳) سید مرتضیٰ شریفی شیرازی

میر مرتضیٰ شریفی شیرازی، میر سید شریف جرجانی کے پوتے تھے۔ اہل تشیع میں فاضل تھے۔ موزون طبع تھے (۱) اشعار میں شریفی تخلص کرتے تھے۔ علوم ریاضی،

حکمت، منطق اورکلام میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ شیراز سے مکہ معظمہ پہنچے۔ ابن حجر مکی سے علم حدیث پڑھا اور تدریس کی اجازت پائی، وہاں سے دکن پہنچے۔ وہاں سے ۹۷۲ھ ر ۵ ـ ۱۵۶۴ء میں اکبر آباد آئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں پہلے اور بعد میں آنے والے علماء و فضلاء سے مقدم ہوئے۔ علوم حکمیہ کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ ۹۷۴ھ ر ۷ ـ ۱۵۶۶ء میں فوت ہوئے۔ اول ان کو امیر خسرو علیہ الرحمہ کے جوار میں دہلی میں دفن کیا گیا۔ جب لوگوں نے صدر الصدور، قاضی شہر اور شیخ الاسلام سے کہا کہ امیر خسرو ہندی اور سنی ہیں اور میر مرتضیٰ عراقی اور شیعہ ہیں۔ اس لئے دونوں کی روح ایک دوسرے سے اذیت پائے گی۔

روح را صحبت ناجنس عذا بیست الیم

شاہی حکم کے مطابق ان کی لاش وہاں سے نکال کر مشہد لے گئے۔ میر محسن رضوی نے ان کی تاریخ یوں کہی ہے۔

تاریخ انتقال میر مرتضیٰ شریفی شیرازی از میر محسن رضوی

رفت تامیر مرتضیٰ از دہر   علم گویا زنسل آدم رفت
بہر تاریخ رحلتش محسن   گفت "علامہ ز عالم رفت"
۹۷۴ھ ر ۷ ـ ۱۵۶۶ء

(۵۷۴) سید مرتضیٰ حسین زبیدی

قادری، حنفی، ان کا نام سید عبدالرزاق، لقب محی الدین اور کنیت ابوالفیض ہے، محدث، فقیہ، لغوی، ادیب اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ ۱۱۴۵ھ ر ۳ ـ ۱۸۳۲ء میں قصبہ بلگرام میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ وہیں تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے۔ زبید، مصر، اور حجاز کے مشائخ و علماء سے علوم ظاہر و باطن میں کسب کمالات کیا۔ چنانچہ شیخ احمد علوی، عبدالخالق زبیدی، ابوالعباس احمد بن علی نیسنی دمشقی حنفی، جمال محمد بن احمد حنبلی، ابو عبداللہ محمد بن احمد عریانی، عبدالغنی بن محمد بحرانی نزیل مخاد محمد بن زین باسمیط علوی حضرمی، محمد بن ابراہیم

طرابلسی نزیل حلب، عبدالقادر بن احمد شکعادی، عمر بن عبداللہ بن عمر قاضی، عیسیٰ بن رزیق اور سید عبدالقادر بن احمد حسینی وغیرہ نے ان کو حدیث اور فقہ وغیرہ علوم کی اجازت دی۔ چونکہ وہ تحصیل علوم کے بعد مدتوں زبید میں مقیم رہے اس لئے زبیدی مشہور ہوئے یہاں تک کہ کوئی ان کو ہندی نہیں سمجھتا تھا۔ زبید سے مصر پہنچے اور علوم کے افاضہ و افادہ میں مشغول ہوگئے۔ دوسرے فیض یافتگان کے علاوہ عبدالحمید خاں سلطان روم اور محمد پاشا صدرالوزارت نے ان سے حدیث کی اجازت لی۔ تلامذہ کی کثرت اور ان کی تصانیف ان کی زندگی ہی میں تمام دنیا میں شہرت پذیر ہونے کی بناء پر اگر ان کو تیرھویں صدی کا مجدد کہیں تو روا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کی شہرت خوب ہوئی تو بہت سے لوگ قریب کے شہر و قصبات سے ان کے پاس پہنچتے تھے تو انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور ملاقات کا دروازہ دوستوں پر بند کردیا۔ شعبان ۱۲۰۵ھ ر ۱۷۹۰ء میں طاعون کے مرض میں وفات پائی اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔

تصانیف:۔ (۱) عقود الجواہر المنیفہ فی ادلتہ امام ابی حنیفہ (۲) الازہار المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ (۳) درالضرع فی حدیث ام زرع (۴) لغتہ الغریب فی مصطلح آثار الحبیب (۵) تخریج حدیث شیبنی ہود (۶) المواہب الجلیہ فیما یتعلق بحدیث الاولیہ (۷) المرقات الجلیہ فی شرح الحدیث المسلسل بالاولیہ (۸) العروس الجلیہ فی طرق حدیث الاولیہ (۹) القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح، (۱۰) التجبیر فی الحدیث المسلسل بالتکبیر (۱۱) رسالہ اصول حدیث (۱۲) مناقب اہل حدیث (۱۳) تاج العروس فی شرح القاموس (۱۴) تکملتہ القاموس (۱۵) تخریج حدیث نعم الادام الخل (۱۶) حدیقتہ الصفانی والدی المصطفی (۱۷) الانتصار لوالدی النبی المختار (۱۸) الفیہ السند (۱۹) امالی منیفہ (۲۰) مجالس الشیخونیہ (۲۱) ایضاح المدارک فی الافصاح عن العوانک (۲۲) عقد الجمان فی بیان شعب الایمان (۲۳) القول المسموع فی الفرق بین الکوع و لکرسوع (۲۴) النفحتہ القدوسیتہ بواسطہ البفعتہ العیدروسیہ (۲۵) العقد الثمین فی طرق الالباس والتلقین (۲۶) حکمتہ الاشراق الی کتاب الافاق (۲۷) شرح الصدر فی شرح اسماء اہل بدر (۲۸)

التفتیش فی معنی لفظ درویش (۲۹) رفع نقاب الخفا عمن انتہی الی وفا ابی الوفاء (۳۰) زہر الاکمام المنشق عن جیوب الالہام بشرح صیغتہ سیدی عبدالسلام (۳۱) رشفتہ المدام المختوم البکری من صفوت زلال صنیع القطب البکری (۳۲) رشف سلاف الرحیق فی نسب حضرت الصدیق (۳۳) تنسیق قلائد المنن فی تحقیق کلام المنن (۳۴) النواضح المسکتہ علی الفوائح الکنکیہ (۳۵) ہدیتہ الاخوان فی حکم شرب الدخان (۳۶) منح الفیوضات الوافیتہ فیما سورتہ الرحمٰن من اسرار الالہیہ (۳۷) ارجوزۃ فی الفقہ (۳۸) طبقات الحفاظ (۳۹) اسعاف الاشراف (۴۰) اتحاف السادۃ المتقین فی احیاء علوم الدین (۴۱) رفع الکلل عن العلل (۴۲) شرح حزب الکبیر المسمی تنبیہہ العارف البصیر علی اسرار الحرب الکبیر (۴۳) امالتہ المنی فی سر الکنی (۴۴) القول المبثوت فی تحقیق لفظ التابوت (۴۵) حسن المحاضرہ فی آداب البحث المناظرہ (۴۶) رسالہ فی اصول المعمات (۴۷) کشف الغطاء عن الصلوۃ الوسطی (۴۸) الاحتفال بصوم الست من شوال (۴۹) اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن و الحسین (۵۰) الابتاج بذکر الحاج (۵۱) التعریف بضروریات علم التصریف (۵۲) اتحاف الاصفیاء بسلاسل الاولیاء (۵۳) اتحاف نبی الزمن فی حکم قہوتہ الیمن (۵۴) المعاقد القندیہ فی المشاہد النقشبندیہ (۵۵) الدرتہ المضیتہ فی الوصیتہ المرضیہ (۵۶) ارشاد الاخوان الی الاخلاق الحسان (۵۷) شرح الفیتہ السند (۵۸) شرح صیغتہ ابن مشیش (۵۹) شرح صیغتہ السید البدوی (۶۰) شرح ثلاث صیغ الحسن البکری (۶۱) شرح سبع صیغ المسمی بدلائل القرب (۶۲) تحفتہ العبد (۶۳) تفسیر سورۃ یونس (۶۴) لقط العجلان فیما لیس فی الامکان ابداع مما کان (۶۵) المنح العلیتہ فی طریقتہ النقشبندیہ (۶۶) کشف اللثام عن آداب الایمان والاسلام۔☆

(۵۷۵) مسعود بیگ

مسعود بیگ، (بک) سلطان فیروز (تغلق) کے قریبی عزیز تھے ان کا اصلی نام شیر خاں ہے۔ علمائے صوفیہ کرام سے تھے۔ مدتوں امیرانہ اور مرفہ الحال زندگی گزاری، ''اچانک جذبہ'' حق کا غلبہ ہوا اور وہ شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین کے مرید ہوئے، زیادہ تر سکر کا غلبہ رہتا تھا۔ علم تصوف اور توحید میں ان کی بہت تصنیفات ہیں،

ان ہی میں کتاب "تمہیدات" ہے کہ اس میں تمہیدات عین القضاہ ہمدانی کے انداز پر بہت سے حقائق و نکات بیان کئے ہیں۔ ان کے دیوان میں قصائد، غزل اور نظم کے جملہ اقسام شامل ہیں۔ اکثر قصیدے اور اشعار "امیر خسرو علیہ الرحمہ کے جواب میں لکھے ہیں۔ مگر بعض مقامات پر شاعری کے تمام انداز نہ نبھا سکے ان کی ایک تصنیف مراۃ العارفین کے نام سے حقائق و معارف کے بیان میں ہے۔ ان کی قبران کے پیر کے مقبرہ میں خواجہ قطب الدین کے مقام کے پاس لاڈو سرائے میں ہے۔ قدس اللہ سرہ۔

(۵۷۶) مولانا مسعود لاہوری

مولانا مسعود لاہوری بن سعد بن سلیمان (سلمان) لاہوری، وہ ہمدان کے رہنے والے تھے، ان کے باپ سعد بن سلیمان نے سلاطین غزنویہ کے زمانہ میں ہمدان سے آکر لاہور میں سکونت اختیار کی اور سلطان ابراہیم کے ملازم ہوئے۔ رفتہ رفتہ اعلی مرتبہ پر فائز ہوئے۔ ان کے بیٹے مولانا مسعود نے علمائے وقت سے تحصیل علم کی اور فائق و لائق ہوئے۔ موزوں طبع تھے اچھے اشعار کہتے تھے۔ سیف الدین محمود بن ابراہیم کے ہم نشین تھے۔ ۵۱۵ھ ر ۲-۱۱۲۱ء تک زندہ رہے۔ عربی، فارسی اور ہندی زبان میں صاحب دیوان تھے۔ فارسی دیوان ہند اور ایران میں ملتا ہے۔ مگر عربی و ہندی دواوین نایاب ہیں۔ (☆)

(۵۷۷) شیخ مصطفےٰ رفیقی

شیخ مصطفےٰ رفیقی بن طیب بن احمد بن مصطفےٰ رفیقی کشمیری، ان کی کنیت ابو احمد ہے۔ ۱۲۲۶ھ ر ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ عالم، عامل، فاضل کامل، فقیہ، محدث حسن المحاضرہ بلیغ العبارت شاعر اور مورخ تھے۔ صحاح ستہ اور کتب تصوف اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور دیگر عقلی و نقلی علوم میں علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ بہاء الدین، شیخ احمد، شیخ احسن اور شیخ عبدالشکور رفیقی ان کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔ بروز جمعہ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ ر ۱۸۷۷ء کو فوت

ہوئے۔

(۵۷۸) مولانا مرزا مظہر جانجاناں

شمس الدین لقب، علوی نسب، حنفی مذہب، مجددی مشرب، مرزا مظہر جانجاناں کے عرف سے مشہور ہیں۔ مرزا جان کے بیٹے ہیں۔ ان کا نسب انیس ۱۹ واسطوں سے محمد بن حنفیہ کے توسط سے ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مل جاتا ہے۔ ان کے والد ماجد مرزا جان محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے منصب دار تھے دکن سے ترک منصب کرکے اکبر آباد چلے۔ راستہ میں مالوہ کے قریب کالا باغ کے مقام پر شب جمعہ ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ ر ۱۷۰۰ء میں حضرت مولانا (مرزا جانجاناں) پیدا ہوئے۔ جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا نام "جان جانان" مقرر کیا اس تقریب سے وہ اس نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا تخلص مظہر ہے۔ صوری اور معنوی فضائل سے متصف تھے۔ علمائے وقت سے تحصیل علوم کیا۔ حدیث حاجی محمد افضل سیال کوٹی سے پڑھی۔ حضرت سید نور محمد بدایونی (مرید و خلیفہ شیخ سیف الدین مرید و خلیفہ شیخ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ۔ مرید و خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدر اسرارہم) کے مرید و خلیفہ تھے۔ نئے نئے اشعار اور مفید مکتوبات ان سے یادگار ہیں۔ اس مختصر میں ان کے مفصل اوصاف حمیدہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ۷ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ ر ۱۷۸۰ء میں ایک شیعہ نے ان کے سینہ مبارک پر طپنچہ مارا اور دس محرم الحرام کی شب ۱۱۹۵ھ ر ۱۷۸۰ء کو شربت شہادت نوش کیا۔ "عاش حمیداً مات شہیداً" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔☆

(۵۷۹) مولانا سید معزالدین

مولانا سید معزالدین، سید خیرات علی مشہدی کڑوی کے بڑے بیٹے تھے۔ احمد آباد نارہ کے رہنے والے تھے۔ لکھنؤ کے علماء سے علوم کی تحصیل کی اور فراغ حاصل کیا۔ ذہن ثاقب اور فہم کامل کے مالک تھے۔ عین جوانی میں ۱۲۵۵ھ ر ۴۰-۱۸۳۹ء میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔ اعمال حسنہ کے سوا دوسری چیز

انہوں نے نہیں چھوڑی۔ ان کی قبر احمد آباد نارہ میں ان کے بزرگوں کے مقبرہ میں واقع ہے۔ کسی شاعر نے ان کی تاریخ وفات کے متعلق مندرجہ ذیل قطعہ کہا ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولانا سید معزالدین

مشفقی مولوی معزالدین — کرد رحلت چوں زین جہاں بجناں
سال فوتش چنیں رقم کردم — "آہ او بود بے نظیر جہاں"(۱)
(۱۲۵۵ھ ر ۴ ـ ۱۸۳۹ء)

(۵۸۰) مولوی معشوق علی جون پوری

مولوی معشوق علی جون پوری دانشمند متبحر، مولوی فتح علی جون پوری کے شاگردوں میں تھے۔ نظم و نثر میں ان کی عجیب و غریب اور اعلیٰ تصنیفات ہیں۔ عہدہ منصفی کے تعلق کے باوجود درس و تذکیر میں عمر گزاری۔ ۱۲۶۸ھ ر ۲ ـ ۱۸۵۱ء میں بمقام باندہ رحلت فرمائی۔ ان کے شاگرد منشی شیخ خادم علی سندیلوی مولف تاریخ جدولیہ نے ان کی تاریخ یوں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی معشوق علی جون پوری

از منشی خادم علی سندیلوی

عاشق اللہ و معشوق علی — ذکر حق ہر لحظہ نقل محفلش
شد ازیں دار فنا بیزار و بست — بہر سیر ملک عقبیٰ محملش
از دوی بگذشت و گم شد در یکی — بود وحدت بسکہ در آب و گلش
زیں سبب ہاتف یکے کم کرد و گفت — "جنت الفردوس بادا منزلش"
(۱۲۶۹ـ۱ = ۱۲۶۸)

(۵۸۱) مولانا محمد معین لکھنوی

مولانا محمد معین لکھنوی، ابن مولانا محمد مبین لکھنوی، درسی علوم کی تحصیل اپنے بڑے بھائی مولوی محمد حیدر، مولوی ولی اللہ اور مولوی ظہور اللہ لکھنوی سے کی، حدیث کی سند مولانا عبدالحفیظ مکی حنفی علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور اسی (شغل

حدیث) میں مشغول رہتے تھے۔ ان کی اعلیٰ تصنیفات یہ ہیں۔ غایۃ البیان فیما یتعلق بالحیوان، ☆ شرح رسالہ امام نووی، غایۃ الکلام فی قرات خلف الامام، ابراز الکنوزنی احوال ارباب الرموز (بیان حالات رموز)، کتاب حصن حصین (ناتمام) حاشیہ صدرا (تابحث ہیولیٰ) اور بھی اکثر درسی کتابوں پر حواشی لکھے ہیں۔ دوم (۱) جمادی الثانی ۱۲۵۸ھ ر ۱۸۴۲ء میں دار فانی کے مکتب سے ملک جاودانی کے مدرسہ میں داخل ہوگئے اور مولانا احمد انوارالحق کے باغ واقع لکھنؤ میں سپرد خاک کیے گئے۔ ادخلہ اللہ بحبوحتہ الجنان۔

(۵۸۲) شیخ معین نبیرہ مولانا معین

شیخ معین، مولانا معین واعظ، صاحب معارج النبوۃ کے پوتے ہیں۔ صورت بشر میں فرشتہ تھے۔ اکبر بادشاہ کے حکم سے کچھ دنوں شہر لاہور کے قاضی رہے۔ انہوں نے اس زمانہ (قاضی ہونے کے زمانہ) میں ہرگز دشمن کو ملزم نہیں ٹھیرایا۔ مدعیوں سے منت کے ساتھ مصالحت کی ہدایت کرتے اور کہتے کہ تم دونوں عقلمند ہو، اکیلے مجھ نادان کو تم دونوں عقلمندوں سے کام پڑا ہے، مجھے خدا تعالےٰ کے حضور میں (کیوں) شرمندہ کرتے ہو؟ ہمیشہ قیمتی نفیس کتابیں لکھواکر ان کا مقابلہ کرتے اور جلدیں بندھواکر طلباء کو مرحمت فرمادیتے تھے۔ ان کی عمر اسی کام میں بسر ہوگئی، ہزاروں جلدیں اسی طرح لوگوں کو بخش دیں۔ ۹۹۵ھ ر ۷ ـ ۱۵۸۶ء میں دنیا کی سرائے محنت آباد سے روضہ عقبیٰ میں جا آرام فرما ہوئے۔ نوراللہ مرقدہ (۱)

(۵۸۳) مولانا معین الدین عمرانی دہلوی

مولانا معین الدین عمرانی دہلوی، سلطان محمد بن تغلق شاہ کے عہد میں بڑے فاضل اور شہر دہلی کے مدرس تھے۔ کنز، حسامی اور مفتاح کے حواشی ان کی تصنیف سے ہیں، کہتے ہیں کہ محمد بن تغلق شاہ دہلی نے قاضی عضد کو بلانے کے لئے ان کو شیراز بھیجا۔ جب شیراز کا بادشاہ اس ماجرے سے واقف ہوا تو وہ قاضی (عضد) کی جدائی پر راضی نہ ہوا، بلکہ تمام سلطنت کی املاک چھوڑ کر قاضی کے پاس پہنچا اور

التماس کی کہ تم تخت سلطنت پر بیٹھو میں تمہاری خدمت کروں گا میری بیوی کے سوا جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے۔ جب قاضی نے بادشاہ کی یہ مروت اور ہمت دیکھی تو ہندوستان کا ارادہ ترک کردیا۔ مولانا (معین الدین عمرانی) ہندوستان واپس آئے۔ شیخ نصیرالدین محمود کے مرید و خلیفہ' مولانا خواجگی' مولانا (معین الدین عمرانی) کے شاگرد تھے۔ مولانا معین الدین عمرانی' شیخ نصیرالدین محمود قدر سرہ کے منکر تھے۔ لیکن شیخ (نصیرالدین محمود) کے فرمانے کے مطابق چاول اور دہی کھانے سے مولانا کی کھانسی ختم ہوگئی۔ اس بناء پر مولانا کو انکار کی بجائے شیخ سے اعتقاد پیدا ہوگیا یہ واقعہ اخبارالاخیار میں مذکور ہے۔☆

(۵۸۴) خواجہ معین الدین کشمیری

خواجہ معین الدین کشمیری' ابن خواجہ محمود نقشبندی کشمیری' خطہ کشمیر کے علمائے کبار اور نامدار مشایخ سے تھے' شریعت کے متبع' سنت کو رواج دینے والے اور بدعت کو مٹانے والے تھے۔ زہد' تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے نظیر اور اپنے زمانہ کے علماء و صلحاء میں مقبول تھے۔ مثلاً ملا محمد طاہر بن ملا حیدر' ملا ابوالفتح کلو' ملا یوسف مدرس' مفتی محمد طاہر' مولانا عبدالغنی اور مفتی شیخ احمد وغیرہ کشمیر کے علماء ان کے گرویدہ رہتے تھے۔ فتاویٰ نقشبندیہ' کنزالسعادت (علم شریعت و طریقت) اور رسالہ رضوانی (بیان خوارق والد بزرگوار) ان کی تصانیف سے یادگار ہیں ۱۰۸۵ھ ر ۱۶۷۴ء میں رحلت فرمائی۔ (☆)

(۵۸۵) مولانا سید معین الدین

مولانا سید معین الدین' سید شاہ خیرات علی مشہدی کڑوی کے منجھلے صاحبزادے اور احمد آباد نارہ کے متوطن اور سجادہ نشین تھے۔ ان کی کنیت ابوالخیر ہے۔ علوم متعارفہ کی تحصیل مرزا حسن علی محدث لکھنوی' مولوی ظہور اللہ فرنگی محلی اور دوسرے علماء وقت سے کی۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع خصوصاً فن ریاضی میں شہرہ آفاق تھے۔ تمام عمر تدریس اور افادہ مخلوق میں گزار دی۔ بہت سے مشہور علماء ان

سے فیضیاب ہوئے۔ ادھیڑ عمر میں کثرت درس کے باوجود قرآن کریم حفظ کیا۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان مقامات (حجاز) کے علماء سے کتب احادیث کی اجازت لی۔ مسود اوراق (مولوی رحمان علی) کو دلائل الخیرات اور حصن حصین کی اجازت جناب (مولانا معین الدین) سے حاصل ہے۔ ۳ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء میں احمد آباد نارہ میں رحلت فرمائی اور وہیں اپنے بزرگوں کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ روح اللہ روحہ۔ کسی شاعر نے ان کی رحلت کی تاریخ یوں کہی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال مولانا سید معین الدین

معین جہاں کرد چوں انتقال — فلک در غم او گریباں درید
فرشتہ خصال وحید الزماں — چنیں عالمے کس ندید و شنید
بصیر ایں بگو مصرعہ سال فوت — "بروحش بود رحمت حق پدید"
(۱۳۰۴ھ)

ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک مولوی سید شاہ قیام الدین جو فراغ تحصیل کے بعد باپ کے سامنے ہی فوت ہوگئے۔ دوسرے مولوی و حکیم شاہ صدرالدین فارغ العلم موجود ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ مولانائے موصوف (سید معین الدین) کی یہ تصانیف مشہور ہیں۔ تبیان فی شرب الدخان' ہدایۃ المومنین الی سلسلۃ الصالحین۔ آداب معینہ مرقاۃ الاذہان فی علم المیزان' ہدایۃ الکونین فی شہادۃ الحسنین' رموزالقرآن' مشناۃ بالتکریر حاشیہ صدرا' رسالہ علم باری تعالیٰ' رسالہ علم ہیئت' قرابادین' طب مفردات' طب رسالہ طہر متخلل۔☆

(۵۸۶) مرزا مفلس اوزبک

مرزا مفلس اوزبک' ملا احمد جند کے شاگرد تھے۔ علوم بحث و مناظرہ میں مستعد اور مستحضر عالم تھے۔ لیکن تقریر فصیح نہیں ہوتی تھی۔ اثنائے درس میں مضحکہ خیز باتیں ان سے سرزد ہوتی تھیں' بدقیافہ آدمی تھے۔ چہرہ پر داڑھی عمر کے باوجود ظاہر نہ ہوئی تھی۔ صلاح و تقویٰ کے مالک تھے۔ ماوراء النہر سے ہند میں آئے۔ آگرہ میں

خواجہ معین الدین فرنخودی کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں ستر سال کی عمر میں رحلت کی۔☆

(۵۸۷) مولوی مقیم الدین ساکن ٹانک

مولوی مقیم الدین ساکن ٹانک' بن سلطان محمد ڈبال پتی صوبہ خیل بن احمد بن گل محمد ساکن علاقہ ٹانک یعنی موضع کوٹ ممریز' شروع میں مولوی دین محمد ساکن ٹانک سے میزان الصرف سے مینذی تک کی کتابیں پڑھیں پھر علمائے وقت یعنی مولوی مظہر نانوتوی☆ مولوی عبدالحق شمس العلماء خیرآبادی اور مولوی احمد حسن پنجابی مدرس مدرسہ دارالعلوم کان پور کی خدمت میں دوسری درسی کتابوں کی تکمیل کی۔ آج کل مدرسہ شوکت الاسلام سندیلہ میں عربی کے مدرس اول ہیں اور ان کی عمر تیس سال ہو چکی ہے۔

(۵۸۸) ملوک شاہ بدایونی

ملوک شاہ بدایونی' فاضل زمانہ اور شیخ پنجو سنبھلی کے مرید تھے۔ ۲۷ رجب ۹۶۹ھ ر ۱۵۶۲ء کو اسہال کبدی کے مرض میں وفات پائی۔ قصبہ بساور میں دفن ہوئے۔ ان کے بیٹے ملاعبدالقادر بدایونی مؤلف منتخب التواریخ نے تاریخ وفات یوں لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال ملوک شاہ بدایونی

سر دفتر فاضل دوراں ملوک شاہ — آں بحر علم و معدن احسان و کان فضل
چوں بود در زمانہ جہانے ز فضل آن — تاریخ سال فوت وے آمد "جہاں فضل"

(۹۶۹ھ ر ۱۵۶۲ء)

(۵۸۹) مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی

مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی' خواجہ کوہی خراسانی حاجی الحرمین شریفین کے پوتے تھے۔ شیخ جلال الدین ہروی کے مرید' ظاہری و باطنی کمالات کے مالک' دانشمند تبحر' خاص طور سے علم حدیث میں کمال حاصل تھا کیوں کہ علم حدیث میں ان کو سید میرک شاہ شیرازی سے اجازت تھی اور میرک شاہ کو اپنے والد سید جمال الدین محدث

مصنف روضۃ الاحباب سے اور ان کو اپنے چچا سید اصیل الدین شیرازی سے اجازت حاصل تھی۔ غرض میر کلاں پیدائشی صلاحیت کے مالک اور اسمائے حسنٰی کے مظہر تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ان کو شہزادہ نورالدین محمد جہانگیر کی تعلیم کے لیے مقرر کیا اور وہ ان سے بہت تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آتا تھا۔ میر موصوف نے سو سال کی عمر میں اکبر آباد میں رحلت فرمائی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کے ایک شاگرد ملا علی قاری ہیں' جن کی تصنیفات سے ہندوستان کے اکثر طلباء مستفید ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب ان (ملا علی قاری) کے حالات سے خالی نہ رہے۔

(۵۸۹ الف) ملا علی قاری

ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی' حنفی' ہرات میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ علماء وقت سے پڑھے اور مشکوٰۃ کی کچھ احادیث مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی سے پڑھیں پھر مکہ معظمہ گئے اور وہاں مقیم ہوگئے' ابوالحسن بکری' سید زکریا حسینی' شہاب احمد بن حجر ہیثمی' شیخ عبداللہ سندھی اور قطب الدین مکی وغیرہ وہاں کے علماء سے تحصیل علم کی۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع' سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع اور زمانہ میں بے نظیر تھے۔ ۱۰۱۴ھ ر ۶-۱۶۰۵ء میں مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی۔ کتب ذیل ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ تفسیر قرآن مجید' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح الشفاء' شرح الشمائل' شرح النخبہ' شرح الشاطبیہ' شرح الجزریہ' ناموس تلخیص قاموس' الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ' شرح ثلاثیات بخاری' نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ الشیخ عبدالقادر' شرح فقہ اکبر' ضوء المعالی' شرح قصیدہ امالی' تخریج احادیث' شرح عقائد نسفی' رسالہ تکفیر فرعون' رسالہ دربیان احوال والدین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' المنہاج العلوی فی المعراج النبوی' الاہتدائی الاقتداء' شرح قصیدہ بردہ' نور القاری شرح صحیح بخاری' شرح صحیح مسلم' حاشیہ تفسیر جلالین مسمی بہ جمالین' شرح شفائے قاضی عیاض' جمع الرسائل شرح شمائل' شرح جامع صغیر' حرز الیمین شرح حصن حصین' شرح اربعین نووی' شرح الوریۃ والجزریۃ' شرح الشرح علی نخبۃ الفکر' شرح موطای امام محمد' سند الانام فی شرح مسند الامام' شرح مناسک الحج' تزئین العبارۃ

حرف النون

(۵۹۲) مولوی سید ناصر الدین محمد ابو المنصور دہلوی

مولوی سید ناصر الدین محمد ابوالمنصور دہلوی' اہل کتاب سے مناظرہ کرنے کے فن میں امام ہیں۔ سید محمد علی بن سید فاروق علی کے بیٹے اور ہندوستان کے زبردست عالم ہیں' مذہبی مناظرہ کے فن میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں' علمائے وقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مناظرہ کے فن کے امام ہیں' اس بیان کی تصدیق رسالہ عین الیقین سے ہوسکتی ہے۔ وہ قوم نصاریٰ کے پادریوں سے بارہا مناظرہ میں غالب آئے۔ سید عبدالغفور قاضی سکت پور کی اولاد سے ہیں۔ ان کا قدیم وطن قصبہ سید آباد عرف واٰئی پور مضاف قنوج ہے۔ ان کے والد محمد علی ناگپور رزیڈنسی میں میر منشی تھے۔ وہیں سید ناصر الدین محمد ابوالمنصور پیدا ہوئے۔ علوم کی تحصیل اپنے والد اور دادا سے کی' توراۃ وانجیل کی عربی و یونانی تفاسیر اہل کتاب کے علماء سے پڑھیں اور اہل کتاب کے جواب میں بہت سی کتابیں لکھیں' کبھی کسی کی ملازمت نہیں کی' مگر کچھ دنوں نواب جہاں گیر محمد خاں رئیس بھوپال کی مصاحبت میں رہے۔ اب (۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء) ان کی عمر ۶۴ سال کی ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھ رہے ہیں' اور آیہ کریمہ کی تفسیر احادیث صحیحہ کے مطابق کرتے ہیں اور اس کی شہادت توراۃ وانجیل سے لاتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک اہم کام ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ مولوی ابو المنصور کی شادی مولوی محمد مہدی نزیل کان پور کی بیٹی سے ہوئی' جن کا علم و فضل شہرۂ آفاق تھا' دو نامی گرامی صاحب زادے ہیں' ایک مولوی سید نصرت علی اور دوسرے ناصر(☆) علی۔ آج کل اہل و عیال کے ہمراہ دہلی میں رہتے ہیں۔(☆☆)

تصنیفات عالیہ:

(۱) نوید جاوید (عیسائیوں کے مختلف سوالات کے جوابات) (۲) دولت فاروقی (تاریخ بیت المقدس) (۳) عقوبتہ الضالین (جواب ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عماد الدین) (۴) استیصال (جواب رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رام چندر) (۵) رتیمتہ الوداد (جواب نیاز نامہ پادری صفدر علی) (۶) لحن داؤدی (جواب نغمہ طنبوری مصنفہ عماد الدین پادری) (۷) انعام عام (جواب آئینہ اسلام مصنفہ پادری یونس) (۸) افحام الحصام (جواب تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس) (۹) تصحیح التاویل (جواب تفسیر مکاشفات پادری عماد الدین) (۱۰) اعزاز قرآن (جواب اعجاز قرآن مصنفہ ماسٹر رام چندر) (۱۱) میزان المیزان (جواب میزان الحق پادری فنڈر) (۱۲) مجموعہ وعظ (۱۳) یادداشت (۱۴) شلاق نی رد تہذیب الاخلاق (۱۵) حرز جان (جواب رسالہ اصلیت قرآن مصنفہ عبداللہ ادتھم عیسائی) (۱۶) تبیان (نصاریٰ کے بارہ سوالوں کے جواب) (۱۷) مصباح الابرار (رو مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فنڈر) (۱۸) تادیب (۱۹) نمونہ تحریف (۲۰) تشویش القسیس (۲۱) محاکمہ عقوبتہ الضالین و ہدایتہ المسلمین (۲۲) تصحیح التاویل (۲۳) تنقیح البیان (جواب تفسیر القران مصنفہ سید احمد خاں) (۲۴) رسالہ الحق مرّ (۲۵) تبجیل التنزیل (تفسیر قرآن زیر تالیف) (۲۶) تنزیہہ کاملین (۲۷) انکشاف (۲۸) تریاق۔

(۵۹۳) مولوی شاہ نتھن غازی پوری

ان کا نام شاہ محمود بن مولانا شاہ حسام الدین مانک پوری' ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے' اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ۸۵۳ ھ میں بطور سیاحت مانک پور سے غازی پور زمانیہ پہنچے۔ نصیر خاں لوحانی حاکم غازی پور(۱) ان کے ظاہری و باطنی کمالات دیکھ کر ان کا معتقد اور مرید ہوگیا۔ دہلی کے دربار سے ان کو غازی پور کے میر عدل کا عہدہ دلوایا' تمام عمر غازی پور میں گزار دی۔ ۹۰۵ ھ ر ۱۵۰۰ - ۱۴۹۹ء میں انتقال ہوا غازی پور میں ہی دفن کیے گئے۔(۲) ان کی اولاد غازی پور کے محلّہ قاضی ٹولہ میں رہتی ہے۔

(۵۹۴) مولوی نجم الدین خاں کاکوروی

مولوی نجم الدین خاں کاکوروی ابن مولوی حمید الدین کاکوروی، قصبہ کاکوری کے علوی ملک زادوں کے خاندان سے تھے۔ بے نظیر عالم اور چہارگانہ فضائل (حکمت، شجاعت، عفت، عدالت) سے متصف تھے "کلکتہ کے قاضی القضاۃ رہے" اس کے ساتھ طلباء کو تدریس و تعلیم بھی فرماتے تھے۔ اعلیٰ تصنیف و تالیف ان سے یادگار ہیں۔ "انموذجی" ان کا علمی سرمایہ ہے۔ انھوں نے شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی کی تاریخ انتقال آیہ کریمہ "ومن یخرج من بیتہ الایۃ" سے تعمیہ اور تخرجہ کے ساتھ نکالی ہے جو لطافت سے خالی نہیں ہے۔ ان کی وہی تقریر عربی عبارت میں لکھی جاتی ہے جس کو مولوی رضا حسن خاں کاکوروی نے رسالہ "مطارح الاذکیاء" میں نقل کیا ہے:

وہو حامداً و مصلیاً و مسلماً توفی الادیب المحقق والاریب المدقق(۱) وحید دھرہ و فرید عصرہ سند الشعراء وابلغ الفصحاء صائغاً صوغ التبر الاحمر انشائہ الفائق المنیع، و ناظماً(۲) نظم الدر والجواہر شعرہ الرائق البدیع، ناشراً لمن یحضرہ فی النوادی اشعارہ باللسان الفارسی و انصادی، الشیخ غلام قطب الدین العباسی الالہ آبادی، سلخ ذی القعدۃ المنسلکۃ فی شہور السنۃ السابعۃ(۳) والثمانین الواقعۃ فی الماۃ الثانیۃ من الالف الثانی من الھجرۃ النبوۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ بعد ماخرج من وطنہ المالوف مریداً الادراک حج بیت اللہ و زیارت قبرنبیہ و مصطفاہ فی رفقۃ صلحاء وتبعۃ اتقیاء وطے مراحل البرای ان قعد غارب مرکب البحر فلماوصل الی بلاد الحجاز و نزل من ظہر ذلک الجماز ولم یکن حینئذٍ اوان الحج واداء نسک الشج والعج فی المکۃ المعظمۃ، لیعتمر فاقام فیہ شہور اثم سارفی الطیبۃ الطیبۃ زادھا اللہ تعالیٰ بھاء ونوراحتی تشرف بتقبیل عتبۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام و زیارۃ قبور بعض صحابتہ واھل بیت المدفونین فی ذلک المقام فاذاقرب الموسم فرمی معلا والیٰ ام القریٰ فلحقہ فی بعض منازلھا المرض الوبیل و ضرب علیہ طبل الرحیل الی ان اماتہ اللہ فی تلک البقعۃ المبارکۃ و دفن ھنالک اللھم اوض منتھی کرمک ورضاک واللہ درہ وعلیہ سبحانہ اجرہ حیث وقعت الآیۃ

الکریمہ "ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ و رسولہ ثمہ یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفوراً رحیماً۔" التی نزلت فی جندب ابن حمزۃ حملہ بنوہ علی سریرہ متوجھا الی المدینۃ فلما بلغ التنعیم اشرف علی الموت فصفق بیمینہ علی شمالہ فقال اللھم ھٰذہ لک و ھٰذہ لرسولک وابائعک علی ماباایع علیہ رسولک فمات حمیداً کما ذکر فی البیضاوی وغیر من کتب التفاسیر مناسبتہ نشان ذلک العالم الھمام والحبر القمقام بل یخرج منھا تاریخ عام وفاتہ بضعتہ غریبتہ معجبتہ الافھام

و طریقہ ان یقال فی معنی قولہ تعالیٰ ومن یخرج من بیتہ ان لفظ من باعتبار عددہ الذی ھوتسعون(۹۰) ویخرج من عدد لفظ بیتہ اربع ماتہ وسبعتہ عشر فیبقی للثماتہ وسبعتہ و عشرون مہاجراً الی اللہ و رسولہ والحال انہ یھاجر مجموع ذلک الی اللہ ورسولہ من جھتہ اعداد الباقیتہ بعد الاخراج فتصیر سبعمایتہ واحداً واربعین ثم یدرک الموت ای یصلہ عدد لفظ الموت وھو اربعمایتہ وستتہ اربعون فا المجموع الف ومایتہ و سباتہ و ثمانون الذی ھی سنتہ ارتحال ذلک العلام الی دارالسلام ولیعلم ان ذلک تقدیر العزیز العلیم حیث ودع رکازھٰذا البدیع فی زوایا کلام القدیم لیستخرجہ المعتصم بحبلہ المتین عبدہ محمد نجم الدین غفراللہ لہ ولا بویہ واحسن الیھوا والیہ انتھی۔

حمد و سلام کے بعد واضح ہو کہ ادیب محقق، فاضل مدقق جو اپنے زمانہ میں یکتا اور منفرد تھے، جو شاعروں کے لیے سند تھے اور فصحاء میں سب سے بلیغ اور مثل کندن کے تھے، ان کی انشاء میں بہت بلند پروازی اور ان کی نظم موتی اور جواہرات کی طرح مرصع ہے اور ان کے اشعار نہایت نادر روزگار ہیں۔ جو شخص ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں وہ ان کے فارسی اشعار کو موتیوں کی طرح اپنے دامن میں بھر لیتے ہیں۔ ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کا نام شیخ غلام قطب الدین عباسی الہ آبادی تھا۔ ان کی وفات ذی قعدہ کی آخری تاریخ ۱۱۸۷ھ کو ہوئی جب کہ وہ اپنے وطن سے حرمین شریفین کی زیارت کی نیت سے نکلے تھے۔ صلحاء اور اتقیاء ان کے رفقاء اور متبعین میں تھے، انھوں نے خشکی و تری کا راستہ طے کیا۔ پس جب وہ حجاز پہنچے اور اونٹوں کی

پشت سے اترے چوں کہ حج اور ارکان ادا کرنے کا موسم نہیں تھا' لہٰذا وہ مکہ معظمہ میں عمرہ کی نیت سے مقیم ہوئے اور کئی ماہ کے بعد مدینہ تشریف لے گئے (اللہ تعالیٰ اس کی قدر و منزلت میں اضافہ کرے) یہاں تک کہ آستانہ روضہ مبارک کو بوسہ دیا اور جو صحابہ و اہل بیت وہاں دفن ہیں ان کی قبور کی زیارت کی اور جب حج کا زمانہ آیا تو مکہ مکرمہ کی طرف واپس تشریف لائے۔ راستہ میں بدہضمی کے مرض میں مبتلا ہوگئے اور کوچ کا نقارہ بج گیا یہاں تک کہ خدائے قدوس نے ان کو اس سرزمین میں موت عطا فرمائی اور یہیں وہ دفن کیے گئے۔ اللہ ان سے اپنی انتہائی مہربانیوں کے ساتھ راضی ہو۔ اللہ ہی کے لیے ان کی خوبیاں ہیں اور اللہ ان کا بدلہ دے گا۔ اس آیہ کریمہ سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (سورۂ نساء رکوع ۱۰) جو جندب ابن حمزہ کے مقابلہ میں نازل ہوئی تھی۔ جن کو ان کے بیٹے تخت پر اٹھا کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور جب تنعیم میں پہنچے تو موت آگئی۔ پس انھوں نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ اے اللہ! یہ تیرا ہاتھ ہے اور یہ تیرے رسول کا ہاتھ ہے اور میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت کی تھی۔ پس انھوں نے اچھی موت پائی جیسا کہ بیضاوی وغیرہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے۔

اس بڑے عالم کے مرتبہ کے لائق اور اس سے ان کی وفات کی تاریخ بھی نکلتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ من کے نوے (۹۰) عدد بیتہ کے چار سو سترہ (۴۱۷) میں سے نکال دیے۔ پس تین سو ستائیس (۳۲۷) باقی رہے اور الی اللہ و رسولہ کے چار سو چودہ (۴۱۴) عدد اس میں جوڑے' پس مجموعہ گیارہ سو ستاسی ۱۱۸۷ ہوگا اور یہی اس بڑے عالم کی وفات کی تاریخ ہے اور یہ پروردگار عالم کی تقدیر ہے کہ اس کے کلام سے یہ عجیب تاریخ دستیاب ہوئی جس کو اس دین متین کی مضبوط رسی کو پکڑنے والے اس کے بندے محمد نجم الدین نے برآمد کیا۔

اللہ اسے اور اس کے ماں باپ کو بخشے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے (☆۵)
نجم الدین خاں قاضی القضاۃ نے بروز سہ شنبہ ۱۳/ ربیع الثانی ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۳ء

میں تین صاحبزادے ہمولوی حکیم الدین (☆☆) مولوی علیم الدین (☆☆☆) ہصدر الصدور اور مولوی خلیل الدین (☆☆☆☆) سفیر شاہ اودھ چھوڑ کر وفات پائی۔ مولوی فتح علی جونپوری نے تاریخ انتقال کے متعلق چند قطعے لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔ (۶)

قطعہ تاریخ انتقال قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین کاکوروی

از مولوی فتح علی جون پوری

بحر حکمت شمس ملت نجم دین قاضی قضاۃ
چوں کہ در باغ جنان باحور عین ہمدوش گشت
سر فرو بردم پے تاریخ و در گوشم رسید
علم و فضل و ورع و زہد و دیں ہمہ روپوش گشت (۱)

(۵۹۵) میر نجم الدین بھکری

میر نجم الدین بھکری' بن محمد رفیع رضوی (۱) مخدوم محمد معین کے شاگرد اور بھانجے تھے۔ فضائل و کمالات کے مالک تھے۔ اپنے استاد کی زندگی میں مدرسہ کو بہت اچھی طرح سنبھالا اور طلباء کو صاحب کمال بنایا۔ عجیب تصانیف کے مالک تھے۔ ان میں ایک رسالہ "یک روزی" نام کا ہے جو رسالہ "منطقیہ" کے جواب میں تحریر کیا ہے یہ رسالہ اس سے (رسالہ منطقیہ سے) اچھا اور بڑا ہے۔ اور مختلف علوم پر مشتمل ہے' ایک دن میں تصنیف کیا ہے۔ فارسی نثر میں نخشبی سے اچھا طوطی نامہ لکھا ہے۔ اشعار خوب کہتے تھے۔ عزلت تخلص کرتے تھے۔ ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء میں انتقال ہوا۔

(۵۹۶) مولوی نجم الدین چریا کوٹی

مولوی نجم الدین چریا کوٹی' ابن مولوی احمد علی بن شیخ غلام حسین بن شیخ سعد اللہ عباسی چریا کوٹی' تمام درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے پوری استعداد اور مہارت کے ساتھ پڑھیں۔ تکمیل و تحصیل' کتابوں کے مضامین کی یادداشت' مسائل کی بحث کو وسعت دینے حجت اور دلائل کی مضبوطی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شروع میں تعلیم و تدریس کا مشغلہ تھا لیکن اب اس طرف توجہ نہیں ہے' فارسی نظم و نثر کی

طرف طبیعت کا رجحان ہے' ان کی نثر بے مثال اور نظم نادر زمانہ ہوتی ہے۔ ان کی تصنیفات میں رسالہ ہفت اقسام حسینی (صرف) اور اعراب اربعہ (نحو) اس علاقہ میں بہت مشہور ہیں۔ مثنوی فیض الٰہی (ہم پلہ نیرنگ عشق) مثنوی چہار ضرب (حالات مختلفہ) کتاب متعلق عروض و قافیہ' فسانہ سیلاب (سیلاب کی تاریخ جو ۱۲۸۸ھ ر ۱۸۷۱ء میں اعظم گڑھ میں دریائے ٹونس کے جوش کی وجہ سے ظاہر ہوا تھا) خمسہ محمدیہ دربیان میلاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے نتائج فکر سے ہیں۔ مثنوی فیض الٰہی کا مطلع یہ ہے۔

خداوندا بجولان معانی   کمیت خامہ ام زادہ روانی

اس مثنوی میں چریا کوٹ کی تعریف یوں کی ہے

چریاکوٹ خوانندش عوامش   و لیکن یوسف آباد است نامش
فلک تا طرح این آباد بنہاد   ز خاک پاک جنت کرد بنیاد
چراغ آسمان روشن ز دودش   زجنت می رسد ہر دم درودش

مثنوی چہار ضرب کا نمونہ یہ ہے۔

مئے حمد ریزم بکام قلم   بگوش در آوردہ جام قلم

چناں تنگ شد عرصہ رزم گاہ   کہ از دیدہ بیرون نمی شد نگاہ

ز جا نجنبدہ و در گردش است قبلہ نما   بجائے خویش غریبم در وطن بے تو

اگر ز نام من بے نشان چومی پرسی   ہمیں بس است کہ آوارہ خانمان ہستم

(۵۹۷) مولوی نجف علی جھجری

مولوی نجف علی جھجری سلمہ اللہ' المخاطب بہ تاج العلماء محمد نجف علی خاں بن محمد عظیم الدین قاضی قصبہ جھجر' اپنے زمانہ کے نامی گرامی فاضل ہیں' نواب یمین

الدولہ وزیر الملک محمد علی خاں بہادر صولت جنگ فرماں روائے محمد آباد ٹونک کے یہاں ملازم ہیں اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہیں' تیز ذہن اور شاعرانہ طبیعت رکھتے ہیں' تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں' کافل الاسعاد و شرح قصیدہ بانت سعاد و تکملہ صولت فاروقی (بحر متقارب میں پچاس ہزار سے زائد اشعار) و سحرالکلام (عربی زبان میں غیر منقوطہ عبارت میں مقامات حریری کی شرح)' تفسیر غریب' شرح دیوان متنبی' شرح حماسہ' حاشیہ مطول' بیزا (پاژندی دساتیر کی شرح) رمان و سفرنگ (دری زبان کے دوسرے دساتیر کی شرح) ان کے علاوہ پچاس رسالے دری' پاژندی' عربی' فارسی اور اردو پانچ زبانوں میں لکھے ہیں' یہ ان کی تمام تصنیفات ہیں۔ ۱۲۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں حاکم نامدار (نواب محمد علی خاں والی ٹونک) کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ ان تین قصائد قصیدہ بانت سعاد' قصیدہ بردہ اور قصیدہ امالی کی شرحیں متوسط طریقہ پر عربی' فارسی اور اردو زبانوں میں لکھیں تاکہ عام لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ **اللھم یسر ولا تعسر** (☆)

(۵۹۸) مولوی نجف علی سندیلوی

مولوی نجف علی' ابن روشن علی بن چودھری نصرت اللہ' مولوی حیدر علی سندیلوی کے شاگرد تھے۔ مذہب شیعہ اور پیشہ نوکری تھا۔ ڈھول پور کے رانا کے خاندان کی تاریخ کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ ۲۸ ر ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ ر ۱۸۴۰ء میں فالج کے مرض میں وفات پائی۔

(۵۹۹) مولوی نصراللہ خاں

مولوی نصراللہ خاں' خورجہ کے رہنے والے' خویشگی افغانوں کے قبیلہ سے تھے' ان کا نام عبدالعلیم تھا۔ مولوی احمد علی چریا کوٹی وغیرہ علمائے زمانہ سے مروجہ رسمی علوم کی تکمیل کرکے کامل استعداد حاصل کی اور ہمیشہ علمی مشاغل میں مصروف رہتے' انگریزی سرکار میں ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ اس حکومت سے پنشن پانے کے بعد نظام حیدر آباد کی حکومت نے صدر تعلقہ دار کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ ارشاد البلید فی اثبات التقلید' شرح رباعیات یوسفی (طب) شرح خلاصہ کیدانی (فقہ) وغیرہ

رسالے ان کی تالیفات ہیں۔ ۱۲۹۹ھ ر ۲-۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۶۰۰) مولوی نصرت علی خاں قیصر دہلوی

مولوی نصرت علی خاں متخلص بہ قیصر دہلوی، ابن مولوی ناصر الدین محمد ابو المنصور (امام فن مناظرہ اہل کتاب) بن سید محمد علی، ۱۷ ر شوال ۱۲۶۴ھ کو پیدا ہوئے۔ رسمی علوم استعداد کے ساتھ حاصل کیے۔ فارسی، عربی، ترکی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں خوب ماہر ہیں۔ نصرت المطابع کے نام سے اپنا مطبع جاری کیا ہے، اس سے نصرت الاخبار، ناصر الاسلام اور مہر درخشاں جرائد ہندی (اردو) عربی اور فارسی شائع ہوتے ہیں۔ غرض صاحب ترجمہ (مولوی نصرت علی) نے اپنی ذاتی لیاقت کی بناء پر ممالک ہند، ایران، روم، مصر اور فرنگستان میں خوب شہرت حاصل کی۔ سلطان روم کے دربار سے تمغہ مجیدیہ حاصل کرکے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہیں۔

تصانیف مشہورہ:-

(۱) مفید عام در زبان اردو، فارسی، عربی، انگریزی زبان کی تعلیم کے متعلق (۲) نصرت اللغات در اردو، فارسی، عربی و انگریزی لغات (۳) مرات السلاطین تمام دنیا کے بادشاہوں کے تاریخی حالات کے بارے میں اور ہر ایک کی تصویر اور مشہور عمارتوں کے نقشہ کے ساتھ (۴) جواہر بے بہاء در رسالہ خوش نویسی جو خط نسخ، نستعلیق، تعلیق، کوفی، شکست، شفیعہ، جنی، طغرا اور گلزار وغیرہ پر مشتمل ہے (۵) سراب عالم اسباب در بیان بے ثباتی دنیا و مافیہا (۶) قیصریہ تاریخ سلطنت روم (۷) جواہر زواہر مختلف خوشنویسوں کے قلم کے مختلف قطعات پر مشتمل (۸) احسن الدلیل فی معلومات التوراۃ والانجیل بطور فرہنگ (۹) گلدستہ شاداب در مناظرہ اہل کتاب (۱۰) کلمتہ الحق (جس میں) قصہ حضرت منصور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات سے تطبیق کی ہے (۱۱) رحمت عظیم در ذکر اولیاء کرام (۱۲) گلدستہ رؤساء نوابوں اور راجاؤں کے تاریخی حالات بارے میں (۱۳) ذخیرہ حسنات عربی، فارسی، اردو شعراء کی غزلیات کا مجموعہ جو انھوں نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھی ہیں (۱۴) تاریخ

انگلستان (۱۵) صلاح فلاح در ترغیب نکاح بیوگان (۱۶) تاریخ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ (۱۷) اتالیق، ترکی، اردو، فارسی، عربی، انگریزی زبان کی تعلیم کے متعلق (۱۸) انشاء نصرت فارسی، اردو، عربی (۱۹) تعلیم بلا معلم (۲۰) معلم چہل زبان (۲۱) تحریف اناجیل (۲۲) ضیاء النورین (۲۳) تخطئہ (۲۴) معیار (۲۵) ذخیرۂ نصرت (۲۶) نصرت العلوم والفنون۔(☆)

(۶۰۱) قاضی نصیر الدین گنبدی

قاضی نصیر الدین گنبدی، دانشمند متبحر اور درویش کامل تھے۔ دنیا کی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے اور اہل دنیا کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، کہتے ہیں کہ ان کے طلباء ان کو خانقاہ میں زنجیر پکڑوا کے کھڑا کرتے تھے تاکہ فاقہ کے ضعف کی وجہ سے زمین پر نہ گر پڑیں۔

منقول ہے کہ جب قاضی شہاب الدین نے کافیہ کا حاشیہ لکھا تو ان کی خدمت میں بھیجا اور درخواست کی کہ وہ اس حاشیہ کا درس دیں تاکہ دوسرے بھی قبول کریں، انھوں نے باطنی اوراد و اشغال کے غلبہ کی وجہ سے اور بحث و نزاع کو ختم کرنے کی غرض سے اس کو کہیں کہیں سے دیکھا اور کہا کہ خوب لکھا ہے۔ ہمیں درس میں پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، ان کی قبر جون پور میں ہے۔(☆)

(۶۰۲) قاضی نصیر الدین محمود اودھی

قاضی نصیر الدین محمود اودھی، بن یحیٰی بن عبداللطیف یزدی خطہ اودھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے مولانا عبدالکریم شروانی سے جو اپنے زمانہ کے دانشمندوں میں سے تھے ہدایہ اور بزدوی تک پڑھا، اس کے بعد مولانا افتخار الدین محمد گیلانی سے ہر علم کے متعلق کچھ نہ کچھ حاصل کیا۔ ۲۵ سال کی عمر میں ترک دنیا کرکے ریاضت و عبادت میں مشغول ہوگئے۔ چالیس سال کی عمر میں اودھ سے دہلی پہونچے اور حضرت نظام الدین اولیا کے مرید ہوئے۔ حضرت کے مشہور خلیفہ اعظم اور دہلی کے صاحب ولایت ہوئے ان کے دلچسپ حالات اخبار الاخیار اور تذکرۃ الاصفیاء میں تفصیل سے مذکورہ ہیں۔ ۱۸ ر

رمضان ۷۵۷ھ ر ۱۳۵۶ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۶۰۳) قاضی نصیر الدین برہان پوری

قاضی نصیر الدین برہان پوری' ولد قاضی سراج الدین' اپنے زمانہ کے مشہور فضلا میں سے تھے۔ ۱۸ سال کی عمر میں شکر اللہ خاں المخاطب بہ افضل خاں شیرازی پر اعتراض کیا۔ شیخ علم اللہ جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور ان کے خسر تھے ان سے متفق نہ ہوئے۔ چوں کہ قاضی حدیث کی ہر قسم کو ترجیح دیتے تھے اور قیاس کا انکار کرتے تھے' مابث علمای امتی کانبیاء بنی اسرائیل کو موضوع کہتے تھے' شیخ علم اللہ نے داماد ہونے کے باوجود ان کو جلانے اور مار ڈالنے کا فتویٰ دیا اور ایک محضر لکھا۔ شیخ محمد فضل اللہ اور شیخ عیسیٰ جو وہاں کے مشائخ کبار سے تھے' کے علاوہ تمام علماء نے اس پر مہر کردی' خانخاناں محمد قاضی تھے(کذا)(۱)۔ چوں کہ ان دونوں عالموں (شیخ محمد فضل اللہ و شیخ عیسیٰ) نے مہر نہ کی تھی اس لیے ان کو کوئی مضرت نہ پہنچی۔ جب جہانگیر بادشاہ نے خانخاناں پر اعتراض کیا اور مدعیوں نے وہ ماجرا بیان کیا تو قاضی نصیر الدین اور شیخ علم اللہ کی طلبی کے لیے فرمان پہنچا۔ شیخ (علم اللہ) ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور چلے گئے اور قاضی نے عربستان کا راستہ لیا (اور) حرمین شریفین اور مقدس مقامات کی زیارت کی۔ پانچ سال کے بعد وطن کا ارادہ کیا' جہاز فرنگیوں کے ہاتھ پڑگیا۔ فرنگی قاضی کے کمالات سن کر ان کو اپنے حاکم کے پاس لے گئے' وہ آداب جو ضروری تھے شیخ نے پورے نہیں کیے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم نے حاکم کے آداب کیوں پورے نہیں کیے' جواب دیا وہ آداب جو تم بجالاتے ہو ہم نہیں کرسکتے۔ وہاں سے رہائی پاکر بیجاپور پہنچے۔ ابراہیم عادل شاہ دو تین کوس سے استقبال کرکے اپنے ہمراہ لے گیا۔ جہانگیر بادشاہ نے جب یہ ماجرا سنا تو ان کی طلبی میں فرمان بھیجا اور حکیم خوشحال پسر حکیم ہمام کو تاکید فرمائی کہ ان کو لشکر میں روانہ کرے۔ طوعاً و کرہاً وہاں (بیجاپور سے) چل دیے اور اپنے وطن برہان پور پہنچے اور پختہ ارادہ کرلیا کہ گھر سے باہر نہ نکلیں گے۔ اس زمانہ میں شاہ جہاں اپنے والد کی طرف سے دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوا اور برہان پور میں آیا۔ قاضی کو طلب فرمایا' قاضی نے اس سے احتراز

کیا۔ آخر حیلہ و حوالہ کے بعد شاہزادہ شاہجہان کے حضور میں آئے اور آداب پورے نہیں کیے۔ شہزادے نے اس کا خیال نہیں کیا اور کہا' کہ اے قاضی! ہم تو تمہارے مشتاق تھے' قاضی نے کہا کس لیے؟ شہزادے نے فرمایا تمہارے کمالات سن کر' قاضی نے جواب دیا۔ وہ حالت اب مجھ میں نہیں رہی۔ آخر گفتگو میں ناخوش گواری پیدا ہوگئی۔ قاضی کو زبردستی دربار شاہی میں روانہ کیا۔ دارالحکومت آگرہ پہنچے۔ بادشاہ کی سواری باغ سے محل شاہی کی طرف جاری تھی راستہ میں شرف ملازمت حاصل کیا' اور تسلیم کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بغل میں لے لیا' چند روز کے بعد برہان پور جانے کی اجازت مل گئی بقیہ عمر اللہ کی رضا میں بسر کردی۔ ۱۰۳۱ھ ر ۲-۱۶۲۱ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۶۰۴) مولوی سید نصیر الدین برہان پوری

عبید اللہ(۱) لقب تھا۔ دینی اور دنیوی کمالات کے جامع' صوری اور معنوی علوم کے ماہر و فاضل افضل' محدث اجل و فقیہ اکمل۔ سید جلال الدین عرف اللہ والے صاحب برہان پوری کے بیٹے اور شاگرد تھے اور سید جلال الدین اپنے زمانہ کے بڑے عارف اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ سید نصیر الدین فقہ' حدیث اور تفسیر اپنے والد ماجد سے پڑھ کر کامل و مکمل ہوئے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے درج ذیل کتابیں مشہور ہیں۔

ذریعتہ الاستشفاع فی سیر سید المطاع' مستوفی الحقوق فی ذم العقوق' روضتہ لریحان فی فضائل رمضان' صاعقتہ الرابیہ علی الفرقتہ الوہابیتہ الکذابیہ' ایضاح الارتداد' ساطع الانوار من کلام سید الابرار' تیسیر فی مہمات التفسیر' برہان الہدیٰ فی تفسیر الرحمان علی العرش استوی' لباب النقائح' براہین ساطعہ' تنبیہہ الاجبیا' کشف المعضلات' غالیہ' مقامتین وغیرہا۔ ان کا انتقال ۱۲۹۲ھ ر ۱۸۷۵ء میں برہان پور میں ہوا۔ رحمتہ اللہ علیہ (☆)

(۶۰۵) مولانا نظام الدین محمد بدایونی قدس سرہٗ

ان کا نام نامی محمد بن احمد بن علی البخاری اور ان کا لقب سلطان المشائخ و نظام

الدین اولیاء ہے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کے خلیفہ اور اللہ کے محبوب و مقرب تھے۔
ان کے اوصاف حمیدہ دفتروں میں نہیں سماسکتے۔ ان کے دادا علی بخاری اور نانا خواجہ
عرب' دونوں بخارا سے آئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں رہے۔ اس کے بعد بدایوں میں
سکونت اختیار کرلی۔ صغرسنی میں ان کے والد خواجہ احمد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب
مولانا بڑے ہوئے تو والدہ نے ان کو مکتب بھیجا۔ کلام اللہ پڑھنے کے بعد دوسری
کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ چھوٹی سی عمر میں جب کہ بارہ سال کے تھے تو لغت کی
کتاب پڑھتے تھے۔ اس کے بعد تعلیم کی غرض سے دہلی پہنچے اور علم حاصل کیا۔ شمس
الملک جو صدر ولایت تھے ان کے شاگرد ہوئے اور علم ادب اور حدیث پڑھا' طلباء
ان کو نظام الدین بحاث کہتے تھے۔ اس کے بعد مرید ہونے کے شوق میں حضرت فرید
الدین گنج شکر کے پاس اجودھن پہنچے۔ ان کی عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ قرآن
مجید کے چھ سیپارے شیخ فرید الدین سے پڑھے۔ عوارف کے بھی چھ باب پڑھے۔
تمہید ابوشکور سلمی اور بعض دوسری کتابیں بھی شیخ سے پڑھیں۔ اس کے بعد نعمت
خلافت سے مشرف ہوئے اور دہلی آئے۔ ان کو جو قبولیت حاصل ہے وہ اظہر من
الشمس ہے۔ ان کی بزرگی (کے بیان سے) سیر الاولیا اور مشائخ کرام کے ملفوظات و
مکتوبات بھرے ہوئے ہیں۔(☆) ۱۳ ربیع الآخر ۷۲۵ھ ر ۱۳۲۴ء میں رحلت فرمائی
اور دہلی میں دفن ہوئے۔

(۶۰۶) شیخ نظام الدین امیٹھوی

شیخ نظام الدین امیٹھوی نے پہلے ظاہری علوم کی تحصیل شیخ معروف چشتی جون
پوری کی خدمت میں کی جو مولانا الہداد شارح کافیہ وغیرہ کے مرید تھے۔ چوں کہ
فطرت بلند رکھتے تھے ہمیشہ کتاب کے مطالعہ میں مشغول اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے
تھے۔ سلوک و جذب سے متصف تھے۔ ذکر و شغل باطن سے غافل نہیں رہتے تھے۔
آخر شیخ معروف موصوف کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ شیخ سے ارشاد و تکمیل کی اجازت
پاکر قصبہ امیٹھی میں قناعت گزیں ہوگئے۔ جامع مسجد حی (کذا) کے علاوہ کہیں نہیں
جاتے تھے۔ مگر کبھی کبھی مخدوم شیخ سعد کے مزار کی زیارت کی غرض سے اور شیخ اللہ

دیا خیرآبادی کی ملاقات کی غرض سے خیرآباد اور قاضی مبارک گوپاموی سے دوستی کی
وجہ سے گوپا مئو جاتے تھے۔ سماع سے پرہیز کرتے تھے اور مریدوں کو بھی اس سے منع
کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اختلاف میں کیوں پڑتے ہو اگر تقلید کرتے ہو تو پہلوں کی
اور بڑوں کی تقلید کرو۔ عبادات و معاملات میں احیاء العلوم' عوارف المعارف' رسالہ
مکیہ' آداب المریدین اور اس طرح کی کتابوں پر ان کا مدار تھا۔ نماز جمعہ میں
بادشاہوں کی تعریف بالکل نہیں ہوتی تھی۔ مرید بھی بہت کم کرتے تھے' شغل و تلقین
نہیں فرماتے تھے۔ عبدالقادر بدایونی نے ان کی تاریخ وفات ۹۷۹ھ ر ۱۵۷۱ء (ا) اور شیخ
عبدالحق محدث دہلوی نے ۹۸۱ھ ر ۷۴-۱۵۷۳ء لکھی ہے اور دونوں ہی معاصر ہیں۔
واللہ اعلم بالصواب(☆)

(۶۰۷) شیخ نظام الدین تھانیسری

شیخ نظام الدین تھانیسری' بن شیخ عبدالشکور عمری تھانیسری ظاہری و باطنی علوم کے
جامع' صوری اور معنوی کمالات سے متصف' شریعت و طریقت معرفت و حقیقت کے
رموز سے واقف اور شیخ جلال الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم غریبہ مثلاً
کیمیا وغیرہ جانتے تھے۔ چوں کہ ان کے مصارف آمدنی سے زائد تھے اس لیے
حاسدوں کی کوشش سے اکبر بادشاہ نے ان کو دو مرتبہ ہندوستان سے جلاوطن کیا۔ پہلی
مرتبہ وہ حرمین شریفین گئے اور شرف زیارت کے بعد ہندوستان واپس ہوئے۔ جب
برہان پور پہنچے تو شیخ عیسیٰ سندھی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پا برہنہ ان کا استقبال کیا
اور ان سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ دوسری مرتبہ جب جلاوطن ہوئے تو بلخ گئے
وہاں کا حاکم ان کا مرید ہوگیا۔ شرح سوانح امام غزالی' شرح لمعات' تفسیر نظامی' رسالہ
حقیقت اور رسالہ بلخیہ وغیرہ ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ ۱۰۲۴ھ ر ۱۶۱۵ء میں
رحلت فرمائی ان کا مرقد بلخ میں ہے۔(☆)

(۶۰۸) ملا نظام الدین سہالوی

ملا قطب الدین شہید سہالوی کے تیسرے فرزند تھے' علوم متعارفہ کی تحصیل اپنے
والد ماجد کی شہادت کے بعد حافظ امان اللہ بنارسی اور مولوی قطب الدین شمس آبادی

سے کی۔ فاتحہ فراغ مولوی غلام نقشبند لکھنوی سے پڑھی۔ وہ مولانا شہید (قطب الدین) کے بیٹوں میں وحید عصر، فرید دہر اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ ان (ملا نظام الدین) کی تدریس کے مقابلہ میں اس علاقہ کے تمام علماء و مدرسین کی محافل تدریس سرد تھیں، مشرق و مغرب اور دور و دراز کے شہر و قصبات سے لوگ ان کے پاس آتے اور تعلیم حاصل کرتے۔ برصغیر ہندوستان میں شاید ہی کوئی ہوگا جو ان کا یا ان کے بیٹوں کا یا ان کے شاگردوں کا شاگرد نہ ہو۔ معقولات و منقولات میں مبسوط کتابیں لکھیں۔ شاہ عبدالرزاق بانسوی کے مرید تھے۔ شاہ صاحب سے کامل استفادہ کیا۔

حضرت شاہ بانسوی قدس سرہٗ (ملا نظام الدین) کو ان لوگوں میں سے شمار کرتے تھے جن کے متعلق ارشاد ہے **"ان الذین آمنو و عملوا الصالحات"** ایک جہاں کو اپنے باطنی علوم و معارف سے مستفید کیا۔ خلق کثیر نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی ان کی تعلیم و تربیت سے علماء و فضلاء کی ایک بڑی جماعت فارغ ہوئی۔ ان فضائل کے باوجود بے نفسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور اپنے کو ناچیز محض سمجھتے تھے۔ شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ ۹ ر جمادی الاول ۱۱۶۱ھ ر ۱۷۴۸ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت ہوئے۔ **اکرم اللہ بنعیم الجنات۔**

تصنیفات الرایقات: حاشیہ شرح ہدایہ الحکمہ مصنفہ علامہ صدر الدین شیرازی۔ شرح مسلم الثبوت۔ صبح صادق شرح منار۔ شرح میارزیہ۔ حاشیہ شمس بازغہ۔ حاشیہ شرح عقائد دوانی۔ ملفوظات شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ۔(۱)

(۶۰۹) قاضی نظام الدین احمد آبادی گجراتی

قاضی نظام الدین، بن مولانا نور الدین بن شیخ محمد، حافظ قرآن، فاضل محقق و مدقق، فن ریاضی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ بہمہ وجوہ لائق اور انشاء و شعر میں سب سے فائق تھے۔ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت اختیار کی، فاخرہ خلعتیں اور ہاتھی ملے۔ دہلی کے بادشاہ کی طرف سے ۱۱۵۱ھ ر ۹-۱۷۳۸ء میں احمد آباد کے قاضی مقرر ہوئے اور وطن آئے۔ احکام شرع کے اجراء میں بہت کوشش کی۔ ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء میں کفار نے شہر کے اندر محلہ شاہ پور میں مسجد کے قریب ایک بت خانہ بنالیا تھا وہ نماز و اذان

کے وقت ناقوس بجاتے تھے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے۔ انھوں (قاضی نظام الدین) نے کفار کے غلبہ کے باوجود صوبہ دار کی مدد کے بغیر مسلمانوں کی جماعت کے ہمراہ اس بت خانہ پر چڑھائی کی اور اس کو ڈھادیا۔ جب احمد شاہ بادشاہ دہلی نے یہ خبر سنی تو خوش ہوا اور ان کے لیے خلعت خاصہ اور ہتھنی بھیجی۔ ۱۲ ر ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ ر ۱۷۵۲ء کو عالم فانی سے سرائے جاودانی کی راہ لی اور اپنے باپ کے پہلو میں مشرقی جانب دفن ہوئے، رسالہ فضیلت عالم، رسالہ میزان الساعۃ، تفصیل الفصول، رسالہ قہوۃ اور دوسرے رسالے ان سے یادگار ہیں۔(☆)

(۶۱۰) شیخ نظام برہان پوری

شیخ نظام برہان پوری، قاضی نصیر الدین برہان پوری کے شاگرد تھے۔ شہزادگی کے زمانہ میں جب پہلی مرتبہ عالم گیر ناظم دکن ہوا تو اس نے شیخ کو اپنی ملازمت میں لیا۔ شیخ تقریباً چالیس سال اس کی خدمت میں رہے، منصب ہزار پانصدی (۱۵۰۰) سے سرفراز ہوئے(۱) اور فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں مدد دی، کورنش(۲) اور دوسری تکالیف ان کو معاف تھیں، اگرچہ ان کی عمر اسی (۸۰) سال سے زیادہ ہوگئی تھی مگر قویٰ میں فرق نہ آیا تھا۔(☆)

(۶۱۱) قاضی نظام بدخشی

قاضی نظام، بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ ملا عصام الدین کے شاگرد تھے، نیز ملا سعید سے بھی استفادہ کیا، بدخشاں اور ماوراء النہر کے بڑے عالم تھے۔ تصوف سے بھی کافی حصہ پایا تھا۔ شیخ حسین خوارزمی سے بیعت ہوئے۔ ۹ جمادی الثانی ۹۸۲ھ ر ۵-۱۵۷۴ء (۱) کو بمقام خان پور (مضاف جون پور) جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور بہت رعایت حاصل کی۔ پہلے ان کو قاضی خاں پھر غازی خاں کا خطاب دیا۔ فصیح زبان اور خوش بیان تھے۔ ان کی تصانیف لائق اعتبار ہیں، ان میں سے ایک رسالہ تحقیق و تصدیق ایمان کے بیان اور بحث میں ہے۔ شرح عقائد پر حاشیہ لکھا ہے۔ تصوف میں متعدد رسالے تحریر کیے ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فتح پور میں بادشاہ کو سجدہ تحیتہ ادا کیا۔ **اعوذ باللہ من شرور انفسنا،** ستر سال کی عمر میں ۹۹۲ھ ر ۱۵۸۴ء میں اودھ میں انتقال ہوا۔(☆)

(۶۱۲) مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی

مولوی نعمت اللہ فرنگی محلی، بن ملا نور اللہ بن ملا محمد ولی(۱) بن قاضی غلام مصطفےٰ، علوم رسمیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد اور اپنے چچا ملا ظہور اللہ سے کی، اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، فنون عقلی و نقلی خصوصاً حل ریاضیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اگرچہ بہت نحیف الجثہ اور نازک دماغ تھے۔ آہستہ سے بات کرتے تھے کہ ان کے قریب بیٹھنے والا شخص بھی مشکل ہی سے سمجھتا، شاہی زمانہ میں فیض آباد میں منصب عدالت پر فائز تھے۔ اس کے بعد حکیم کاظم علی خاں موہانی کے اتحاد کی وجہ سے اور رئیس (بڑودہ) کے بلانے پر بڑودہ ملک گجرات تشریف لے گئے۔ ۱۲۹۰ھ / ۴-۱۸۷۳ء میں اس جہاں نابود سے رخصت ہوئے۔ رضوان اللہ علیہ۔(☆)

(۶۱۳) مولوی نعیم اللہ بہرائچی

مولوی نعیم اللہ بہرائچی، علوی نسب، حنفی مذہب اور مجددی مشرب تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اکتساب طریق باطن کی غرض سے کمر ہمت باندھ کر آستانہ فیض آشیانہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ پر جاکر جبین نیاز جھکائی۔ اور چار سال تک طریقہ علیہ مظہریہ میں فیوض و برکات حاصل کیے اور مرتبہ کمال کو پہنچے، اجازت مطلقہ پاکر وطن مالوف (بہرائچ) کو واپس ہوئے، پرہیزگاری، توکل اور قناعت ان کا شعار تھا۔ لکھنؤ کے محلہ بنگالی ٹولہ میں کچھ دنوں مقیم رہے اور ایک مسجد بنوائی اور طالبان حق کی ہدایت میں مشغول ہوگئے۔ ان کی تالیفات میں ایک کتاب معمولات مظہریہ مشہور ہے۔ ان کی وفات شہر بہرائچ میں ۱۲۱۸ھ / ۴-۱۸۰۳ء میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ(☆)

(۶۱۴) مولوی نعیم اللہ فرنگی محلی

مولوی نعیم اللہ فرنگی محلی، بن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، مولوی ولی اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، درسی کتابوں کی تحصیل کرکے منشی کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ علم حساب و فرائض میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ۱۶ شوال شب شنبہ ۱۲۸۲ھ

/ ۱۸۶۶ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور خلد بریں میں جاپہنچے۔ مولوی لطف اللہ نے ان کا مادۂ تاریخ یوں کہا ہے۔(☆)

"بقصر جنت الماواش دیدم"

(۶۱۵) حاجی نعمت اللہ نوشہروی

حاجی نعمت اللہ نوشہروی، ملا مہدی علی کڑوی کی اولاد اور شیخ الاسلام امان اللہ شہید کے شاگرد تھے۔ صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ ۱۱۸۲ھ / ۹-۱۷۶۸ء میں فوت ہوئے۔(☆)

(۶۱۶) مولوی نقی علی خاں بریلوی

مولوی نقی علی خاں بریلوی، بن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیل کھنڈ (شمالی مغربی یوپی) یکم رجب ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی اور ان ہی سے درسی علوم سے فراغ حاصل کیا۔ ذہن ثاقب(۱) اور رائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالےٰ نے ان کو اپنے ہم عصروں میں معاش و معاد میں ممتاز فرمایا تھا۔ فطری شجاعت کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغناء کی صفات سے متصف تھے۔ اپنی عمر عزیز کو سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں صرف کیا۔ دینی مناظرہ کا اعلان تاریخی نام "اصلاح ذات بین" سے ۲۶ / شعبان ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں شائع کیا۔ مسئلہ امتناع مماثلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت کوشش کی جس پر رسالہ "تنبیہہ الجہال" شاہد ہے۔(☆) ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت کی تمام سلاسل جدیدہ و قدیمہ کی اجازت و خلافت کا حکم نامہ اور سند حدیث حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سید احمد زین دحلان وغیرہ علمائے مکہ سے دوبارہ علم حدیث کی سند حاصل کی۔ ذی قعدہ کی آخری تاریخ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور روضہ رضوان میں جاپہنچے۔ روح اللہ روحہ و نور ضریحہ۔

تصانیف:

(۱) الکام الاوضح فی تفسیر الم نشرح (ایک ضخیم جلد ہے) (۲) وسیلتہ النجاۃ در سیرت سید

عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب جو وسیلتہ النجاۃ کا خلاصہ ہے (۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان صوم و صلوٰۃ وغیرہ ارکان دین کے بیان میں (۵) اصول الرشاد تصحیح مبانی الفساد در بدعت نجدی (۶) ہدایت البریہ الی الشریعتہ الاحمدیہ جو متعدد فرقوں کا رد ہے جو اس زمانہ میں انگریزی فساد کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ (۷) ازاتہ الاثام لمانعی عمل مولد والقیام (۸) ازالتہ الاوہام در فرقہ نجدیہ (۹) تزکیتہ الایقان فی رد تقویتہ الایمان (۱۰) فضل العلم و العلماء (۱۱) الکواکب الزہرا فی فضائل العلم و آداب العلماء (۱۲) الروایتہ الرویہ فی الاخلاق النبویہ (۱۳) النقادۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ (۱۴) لمعتہ النبراس فی آداب الاکل و اللباس (۱۵) التمکین فی تحقیق' مسائل التزئین (۱۶) احسن الدعالاداب الدعا (۱۷) خیرالمخاطبہ فی المحاسبتہ والمراقبہ (۱۸) ہدایتہ المشارق الی سیرالانفس والافاق (۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب (۲۰) اجمل الفکر(۲) فی مباحث الذکر (۲۱) عین المشاہدہ لحسن المجاہدہ (۲۲) تشوق(۳) الاواۃ الی طرق محبتہ اللہ (۲۳) نہایتہ السعادہ فی تحقیق الہمتہ والارادہ (۲۴) اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقہ (۲۵) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح۔

(۶۱۷) قاضی نور اللہ شوستری

قاضی نور اللہ شوستری' شیعہ مذہب تھے' عدالت' نیک نفسی' حیا' تقویٰ' علم اور پارسائی کے اوصاف سے متصف اور علم' جودت فہم' جدت طبع اور صفائی طبیعت میں مشہور تھے۔ لائق تصنیفات کے مصنف تھے۔ ان ہی میں کتاب مجالس المومنین ہے۔ شیخ فیضی کی غیر منقولہ تفسیر (سواطع الالہام) پر ایک توقیع لکھی جس کی توصیف و تعریف احاطہ بیان سے باہر ہے' موزوں طبع تھے۔ حکیم ابوالفتح کے ذریعہ سے اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے۔ جب لاہور کے قاضی معین الدین بڑھاپے کی وجہ سے معزول ہوئے تو ان کی بجائے نور اللہ شوستری اکبر بادشاہ کے حضور سے لاہور کے عہدۂ قضاء پر مقرر ہوئے اور اپنے عہدہ کو دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیا۔ ۱۰۱۹ھ ر ۱۱-۱۶۱۰ء میں انتقال ہوا۔(☆)

(۶۱۸) آخوند نور الہدیٰ کشمیری

آخوند نور الہدیٰ کشمیری بن اخوند عبداللہ مقیم السنتہ ملقب بہ علامتہ الوریٰ

۱۱۲۹ھ ر ۱۷۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد مُلا سعد الدین صادق اور شیخ رحمت اللہ سے تحصیل علم کی' مرتبہ افادت پر سرفراز ہوئے۔ ہمیشہ علوم کی اشاعت اور طلباء کے افادہ میں مشغول رہتے۔ ملامقصود متو' میر نظام الدین' بابا اسد اللہ' ملا محمد ولی اور شیخ الاسلام مولوی قوام الدین محمد وغیرہ علمائے کشمیر' ان کے شاگرد تھے۔ ملا عبداللہ اور ملا انور کو بطور اپنی یادگار چھوڑا جو دونوں صاحب علم و فضل تھے۔ ماہ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ ر ۱۷۸۵ء میں انھوں نے رحلت کی۔

(۶۱۹) مولوی نور احمد بدایونی

مولوی نور احمد' بن مولوی محمد شفیع بن مولوی عبدالمجید(☆) بدایوں کے اکابر علماء و صلحاء میں تھے۔ ۱۲۳۲ھ ر ۱۷-۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل مولوی فیض احمد بدایونی سے کی۔ شاہ عبدالمجید بدایونی کے مرید تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ وہ صاحب برکت تھے جس نے ان سے سبق پڑھا وہ علم سے بے بہرہ نہ رہا۔ آج بدایوں اور اس کے اطراف میں شاید ہی کوئی ہوگا کہ اس کی شاگردی کا سلسلہ ان سے جدا ہو۔ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ ر ۱۸۸۵ء میں خلد برین کی طرف روانہ ہوئے۔ ادخلہ اللہ بحبوحتہ الجنان۔ (☆)

(۶۲۰) میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی

میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی' بن سید قمر الدین اورنگ آبادی' ۱۷ ر ربیع الاول ۱۱۵۳ھ ر ۱۷۴۰ء کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے' اپنے والد کے شاگرد اور مرید تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں درسی علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کرلی اور قرآن مجید حفظ کیا' اپنے والد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے پھر وطن واپس آئے۔ عمر عزیز تدریس و افادہ میں گزار دی۔ اپنے والد کی مصنفہ کتاب مظہر النور کی شرح لکھی ہے۔ ان کا سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔(☆) احسن اللہ الیہ والی والدیہ۔

(۶۲۱) مولوی نور الحق دہلوی

مولوی نور الحق دہلوی' بن مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی' اپنے والد کے شاگرد

اور خواجہ محمد معصوم مجددی کے مرید تھے۔(☆) شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں اکبر آباد کے قاضی ہوئے۔ ان کی تصانیف بہت ہیں جن میں تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری اور شرح صحیح مسلم مشہور ہیں۔ نوے سال کی عمر میں ۱۰۷۳ھ ر ۲۔۱۶۶۲ء میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۶۲۲) ملا نورالحق فرنگی محلی

ملا نورالحق فرنگی محلی، خلف اکبر ملا احمد انوار الحق بن ملا احمد عبدالحق، عالم ظاہرو باطن، اپنے والد کے خلیفہ خاص تھے۔ تدریس علوم اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ بندگان خدا کی پاسداری اور انکسار نفس میں مشہور تھے۔ ۲۳ ر ربیع الاول شب یکشنبہ ۱۲۳۸ھ ر ۱۸۲۲ء کو انتقال ہوا۔(☆) شعرائے وقت نے ان کی تاریخ انتقال نظم میں لکھی ہیں۔

قطعہ تاریخ انتقال مولوی نورالحق فرنگی محلی

از بسمل

پے تاریخ ترحیلش چو بسمل — در معنی بہ کلک فکر می سفت
سروش غیب ناگہ با دل زار — بسوئے حق برفتہ نور حق گفت

۱۲۳۷ + ۱ = ۱۲۳۸

از شاعر دیگر

آں نور کہ بود نور انوار — در نور چوں آں ظہور پیوست
دل کرد خبر ز نور پاکش — "در جلوۂ نور نور پیوست"

۱۲۳۸ھ

شاعر دیگر

علامہ عصر مولوی نورالحق — جاں را باجل سپرد ہیہات، اے وائے
تاریخ وفات او نمودم مرقوم — "نورالانوار مرد ہیہات اے وائے"

(۶۲۳) نورالدین محمد ترخاں سفیدونی

نورالدین محمد ترخاں سفیدونی، نوری تخلص، علوم ہندسہ، ریاضی، حکمت اور کلام کے جامع تھے، نصیر الدین ہمایوں کے ہمراز مصاحبوں میں تھے، جود و سخاوت اور بذل و ایثار کی صفات سے متصف اور خوش صحبت تھے۔ اسی لیے ترخان کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ شاعری میں ایک دیوان مرتب کیا، چوں کہ پرگنہ سفید ون (توابع سرہند) کے جاگیردار تھے، اس لیے لوگ ان کو سفیدونی کہتے تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے شروع دور حکومت یعنی ۹۷۶ھ ر ۹۔۱۵۶۸ء میں ایک نہر دریائے جمنا سے پچاس کوس سے زیادہ علاقہ میں کھدوا کر کرنال کی طرف لے گئے۔ لوگوں نے اس پانی سے زراعت کی اور اس سے عام رعایا کو بہت فائدہ ہوا۔ چوں کہ وہ نہر ان ہی دنوں میں مکمل ہوئی جب کہ شاہزادہ سلیم شیخ سلیم چشتی کے یہاں پیدا ہوا تھا اور اکبر بادشاہ شہزادہ سلیم کو شیخو بابا کہتا تھا۔ اس لیے اس نہر کو "شیخونی" سے موسوم کردیا اور اس سے اس کا سال اتمام (۹۷۶ھ ر ۹۔۱۵۶۸ء) بھی نکلتا ہے "نی" ہندی زبان میں نہر کو کہتے ہیں۔ جب اکبر بادشاہ نے ۹۸۹ھ ر ۱۵۸۱ء میں حکیم مرزا پر لشکر کشی کی، خان مذکور نے وعدہ خلافی کی اور پنجاب سے لوٹ کر اپنی جاگیر کو چلے گئے۔ اس سے ان کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوگئی۔ جب (بادشاہ) واپس فتح پور پہنچا تو ان کو حساب و کتاب میں کھینچا اور چند سال قید رکھا، آخر زمانہ کی ناموافقت سے ان کا زور ختم ہوگیا۔ جب اکبر ۹۹۴ھ ر ۱۵۸۶ء میں اٹک کی طرف روانہ ہوا تو ان کو مقبرہ ہمایوں کی تولیت سپرد کردی اسی سال وہیں انتقال ہوا۔(☆)

(۶۲۴) مولانا شیخ نورالدین احمد آبادی گجراتی

مولانا شیخ نور الدین احمد آبادی، بن حاجی الحرمین شریفین شیخ محمد قدس سرہما، ۱۰ جمادی الاول ۱۰۶۳ھ ر ۱۶۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ خدا طلبی اور طالب علمی کا جذبہ ان کی فطرت اور جبلت میں تھا۔ چناں چہ کتاب گلستان سعدی علیہ الرحمہ بچپن ہی میں معانی کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ سے سات روز میں پڑھ لی تھی۔ اکثر علوم ظاہری کی تحصیل

اخوند مولانا احمد بن اخوند مولانا سلیمان سے کی۔ علم باطنی' قرات' حدیث سید محمد ابوالمجد محبوب عالم کی خدمت میں تکمیل کئے اور ان ہی (محبوب عالم) سے سہروردی نیز تمام سلسلوں میں ارادت و خلافت حاصل تھی۔ عربی ادب میں یگانہ آفاق تھے۔ مولانا کے علم کا شہرہ تمام دنیا میں پھیل گیا اور دور و نزدیک کے طلباء ان کے پاس پہنچے اور مدرسہ ہدایت بخش میں قیام کرکے مولانا سے تحصیل علم کرتے اور اپنی حیثیت کے مطابق وظیفہ پاتے تھے۔ ہزاروں آدمی ان کی صحبت بابرکت سے مرتبہ کمال کو پہنچ گئے۔ غرض کہ ان کی ذات شریف اگلے بزرگوں کا نمونہ تھی اوراد و وظائف کے علاوہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے اور روزانہ دو بار صلوٰۃ اللیل پڑھتے تھے اور ہر بار جب کروٹ لیتے تو ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے۔ ۱۵ سال کی عمر سے آخر زمانہ تک اربعین و اعتکاف فوت نہ ہوا۔ ۱۰۴۳ھ / ۴-۱۶۳۳ء میں زیارت حرمین شریفین سے زادہما اللہ شرفاً تعظیما مشرف ہوئے اور وطن واپس آئے' چوں کہ عمر شریف زیادہ (باقی) نہ تھی اس لیے جب ایک سال پورا ہوا (۱) تو بوقت دوپہر یوم سہ شنبہ ۹ / شعبان' ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں وصال ذوالجلال پایا۔ مدرسہ ہدایت بخش کے قریب اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ "اعظم الاقطاب' / ۱۱۵۵ھ تاریخ وفات ہے۔ نوراللہ مرقدہٗ۔

مولانا شیخ نورالدین کی ہر علم میں تصانیف و توالیف ہیں جن کا شمار ایک سو ستر سے زائد کتابوں تک پہنچتا ہے(۱) ان ہی میں یہ کتابیں ہیں۔ تفسیر مختصر کلام اللہ' التفسیر النورانی السبع المثانی بارہ ہزار اشعار میں' تفسیر سورۃ بقر مسمی بہ تفسیر ربانی' ہزار اشعار ہیں' حاشیہ تفسیر بیضاوی (شروع حصہ پر)' نورالقاری شرح صحیح البخاری' حاشیہ قدیمہ، حاشیہ شرح مواقف، حل المعاقد لحاشیہ شرح المقاصد الحاشیہ شرح المقاصد وحاشیہ شرح مطالع وحاشیہ تلویح وحاشیہ عضدی ومعول حاشیہ مطول وحاشیہ شرح وقایہ وحاشیہ شرح ملا جامی برکافیہ شرح وقایہ، شرح شرح ملا جامی برکافیہ، حاشیہ منہل، حاشیہ میر (منطق) حاشیہ تہذیب المنطق، طریق الامم شرح فصوص الحکم ابن عربی۔

مدرسہ ہدایت بخش کی بنیاد محمد اکرم الدین المخاطب بہ شیخ الاسلام خاں صدر صوبہ احمد آباد نے مولانا موصوف کے مرید و شاگرد تھے ایک لاکھ چند ہزار روپے سے مولانا موصوف کے لیے ۱۱۰۲ھ / ۱-۱۶۹۰ء میں رکھی۔ جس کی تعمیر ۱۱۰۹ھ / ۸-۱۶۹۷ء میں مکمل ہوئی۔ (...)

(۶۲۵) شیخ نورالدین رفیقی کشمیری

شیخ نور الدین رفیقی کشمیری' بن عبداللہ بن مصطفٰے رفیقی کشمیری ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے چچازاد بھائی شیخ طیب بن احمد بن مصطفٰے سے علوم باطن کی تحصیل کی اور دوسرے مروجہ علوم مولوی محمد حسن بن نظام الدین سے حاصل کیے۔ اکثر شہروں کی سیر و سیاحت کی' مشائخ وقت کی خدمت میں حاضر ہوکر مستفید ہوئے۔ تمام عمر مجرد رہے' موزوں طبع تھے' لطیف اور مرغوب اشعار ان سے یادگار ہیں۔ ۹ رجب ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء کو فوت ہوئے۔(☆)

(۶۲۶) ملا نور محمد کشمیری

ملا نور محمد کشمیری' نور بابا چٹلو کے نام سے مشہور تھے' ملا عبدالستار کشمیری کے شاگرد تھے' دہلی میں مولوی حسام الدین محمد' قاضی مستعد خاں اور قاضی مبارک سے تحصیل علم کرنے کے بعد کشمیر آئے اور طلبہ کے افادہ و افاضہ میں مشغول ہوگئے۔ مطول اور خیالی پر حاشیئے لکھے ہیں۔ ۴ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء کو انتقال ہوا' مقبرہ داتا گنج بخش واقع کشمیر (۱) میں دفن ہوئے۔

حرف الواؤ

(۶۲۷) مولوی وارث علی سندیلوی

مولوی وارث علی، بن شاہ امین اللہ بن شاہ وصف اللہ بن مولوی فضل اللہ بن شاہ غلام علاء (۱) الدین مخدوم زادہ سندیلہ، ۱۲۰۴ھ ر ۸۰ - ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی ابوالحسن سندیلوی سے ابتدائی (۲) تعلیم پائی۔ اس کے بعد مولوی نورالحق لکھنوی، مولوی سراج الحق لکھنوی، مولوی جعفر علی کمنڈوی، مولوی مظہر علی سوداگر لکھنوی اور حکیم فرزند حسین فرخ آبادی کی شاگردی اختیار کر کے خوب فیض حاصل کیا۔ طلباء کی تدریس اور مریضوں کے معالجے میں خوب کوشش کرتے تھے۔ اپنے دادا کے مرید و خلیفہ اور مخدوم صاحب کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے۔ ۱۰ (۳) رمضان ۱۲۴۷ھ ر ۱۸۳۲ء کو انتقال ہوا۔ مخدوم صاحب کی درگاہ کے احاطہ میں قصبہ سندیلہ میں دفن ہوئے۔

(۶۲۸) شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی

شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی، ماہ محرم ۹۱۱ھ ر ۱۵۰۵ء میں جاپانیر (چپانیر) مضاف گجرات میں پیدا ہوئے۔ ظاہری علوم ملا عماد طاری کی خدمت میں حاصل کیے۔ اور شیخ قاضن (۱) کے مرید ہوئے۔ ظاہری و باطنی خوبیوں میں کمال حاصل کیا، خدا تعالے نے اسم شافی کا ان کو مظہر بنایا تھا۔ ہر جمعہ کو ان کے آستانے پر مریضوں کی ایک بہت بڑی جماعت پہنچتی تھی اور ان سے دعا کی درخواست کرتی تھی۔ اور اس کا اثر جلد ہوتا تھا۔ غرض مخلوق خدا کو ہمیشہ ان کی ذات مقدس سے فیض پہنچتا، زمانہ کے اکابر و اخیار ان کے مکان پر پہنچتے تھے اس کے باوجود ہمیشہ تدریس و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ وضع اور لباس میں کسی شخص سے ممتیز نہیں رہتے تھے، موٹے کپڑے پہنتے تھے۔ جو کچھ فتوحات سے ملتا تھا وہ سخاوت و ایثار میں خرچ کر دیتے تھے۔ جب سلطان محمود

گجراتی کے زمانہ میں شیخ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ گجرات پہنچے تو شیخ علی متقی نے جو اس علاقہ کے بڑے شیخ اور ممتاز عالم تھے شیخ محمد غوث کے قتل کا فتوی لکھا۔ سلطان محمود گجراتی نے اس کا نفاذ شیخ وجیہہ الدین کی رائے پر موقوف رکھا۔ شیخ وجیہہ الدین نے شیخ محمد غوث سے ملاقات کی تو فوراً ان کے جمال باکمال کے گرویدہ ہوگئے اور استفتاء کو پارہ پارہ کردیا۔ شیخ محمد غوث نے اس مہلکہ سے نجات پائی، عوام نے ان کی طرف رجوع کیا، اور علاقہ کے حکام ان کے معتقد ہوگئے۔ شیخ وجیہہ الدین نے ۲۹ صفر بروز یک شنبہ ۹۹۸ھ ر ۱۵۸۹ء کو رحلت فرمائی۔ احمد آباد گجرات میں دفن ہوئے۔ "ولھم جنات الفردوس نزلا" سے ان کی تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

تصانیف:۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، شرح النخبہ در اصول حدیث، شرح عضدی، حاشیہ تلویح، حاشیہ بزدوی، حاشیہ ہدایت الفقہ، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ مطول، حاشیہ مختصر، حاشیہ تجرید، حاشیہ اصفہانی، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ برحاشیہ قدیمہ محقق دوانی، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح چغمنی، شرح تحفہ شاہیہ، شرح رسالہ ملا علی قوشجی، حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی، شرح ابیات منہل شرح جام جہاں نما در تصوف، شرح کلید مخازن، رسالہ حقیقتہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جاپانیر بہ فتحہ جیم معجمہ عربی و بای فارسی مفتوحہ بین الفین و کسر نون و ہای تحتانی مجہول و در آخر رای مہملہ گجرات دکن میں ایک شہر ہے۔

(۶۲۹) مولانا وجیہہ الدین پائلی

مولانا وجیہہ الدین دانشمند تبحر، استاد وقت اور زہد و تقوی میں ممتاز تھے۔ آخر میں شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مرید ہوئے اور ان سے بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کی قبر دہلی میں حوض شمسی کے کنارے دہلی میں قاضی کمال الدین حیدر خاں اور قتلغ خاں کے حظیرہ میں ہے جو مولانا کے شاگرد تھے رحمتہ اللہ علیہ۔

(۶۳۰) مولوی وزیر علی سندیلوی

مولوی وزیر علی، بن مولوی انور علی بن مولوی اکبر علی بن مولوی حمد اللہ سندیلوی، کلکتہ میں تحصیل علوم کی خاص طور سے عربی ادب میں خوب تکمیل اور

دستگاہ پیدا کی۔ عربی کے چند دیوان ہیں۔ کلکتہ کے مدرسہ میں دو سو پچاس روپے ماہوار مشاہرہ پاتے تھے۔ اس زمانہ میں وہاں مدرس تھے۔ جب نصیرالدین حیدر لکھنؤ کے حکمراں تھے، کلکتہ میں رحلت پائی۔

(۶۳۱) سید شاہ ولی ٹھٹوی

سید شاہ ولی ٹھٹوی، ابن شاہ ابوالقاسم، بزرگانہ صفات سے متصف، فضیلت، نیک حالت کے مالک اور مخدوم رحمت اللہ ٹھٹوی کے شاگرد تھے، املا، انشاء اور شاعری میں صاف اور تیز طبیعت تھے، ان کی طبع روشن کا نتیجہ، ایک جامع تصنیف تحفتہ المجالس ان کی یادگار ہے جو چند علوم پر مشتمل ہے۔ ۱۱۵۰ھ / ۸ - ۱۷۳۷ء میں موضع جگت پور میں انتقال ہوا۔

(۶۳۲) مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی

ان کا نام نامی اور لقب گرامی ولی اللہ بن عبدالرحیم العمری الحنفی النقشبندی المحدث الدہلوی ہے۔ بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب ۴ شوال ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے، ان کا تاریخی نام "عظیم الدین" قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کے اعداد (۱۱۱۵ھ) ہوتے ہیں۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کرلیا۔ اسی سال ان کے والد نے ان کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ کتب فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں دس (۱) سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی، چودہ سال کی عمر میں شادی ہوگئی، پندرہ سال کی عمر میں سلسلۂ نقشبندیہ میں مرید ہوئے، صوفیائے باصفا کا خرقہ اور فراغ علمی اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیا اور درس کی اجازت ہوگئی، ان کے والد ماجد نے اس تقریب میں ہر خاص و عام مسلمان کی ضیافت کا سامان کیا اور بڑے حوصلے سے سب (۲) کو کھانا کھلایا، جب سترہ سال کی عمر ہوئی تو ان کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا، ان کی وفات کے بعد چند سال تک درس و ارشاد میں مشغول رہے چونکہ وہ ظاہری و باطنی فضائل کے مالک تھے اس لیے فقہائے محدثین کا طریقہ اختیار فرمایا۔

۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی دوران میں اس علاقہ میں کچھ دنوں ٹھیر گئے اور شیخ ابوطاہر مدنی وغیرہ حرمین شریفین کے مشائخ سے خوب فیض حاصل کیا۔ ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۳ء میں مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان واپس ہوئے اور مخلوق کے ہدایت و ارشاد میں دن رات لگے رہتے تھے۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں چار بیٹوں کو چھوڑ کر انتقال فرمایا۔

ہر فرزند "الولد سر لابیہ" کے مصداق تھا۔ رحمتہ اللہ علیہ و علی الالہ۔

اولاد عظام:۔ (۱) مولانا شاہ عبدالعزیز (۲) مولانا رفیع الدین (۳) مولانا عبدالقادر (۴) مولانا عبدالغنی قدس اسرارہم۔

تصانیف شریفہ:۔ (۱) فتح الرحمان (ترجمہ قرآن، فارسی) (۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (۳) المسوی (شرح الموطاء ۔ عربی) (۴) المصفی (شرح الموطاءفارسی) (۵) القول الجمیل (۶) فیوض الحرمین (۷) انسان العین فی مشائخ الحرمین (۸) عقدالجید فی احکام الاجتہاد و التقلید (۹) ہمعات، (۱۰) الطاف القدس (۱۱) مقالہ مرضیتہ فی النصیحتہ والوصیتہ (۱۲) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، (۱۳) لمعات (۱۴) سطعات (۱۵) المقدمتہ المنیر فی انتصار الفرقتہ السنیہ (۱۶) انفاس العارفین (۱۷) شفاء القلوب (۱۸) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (۱۹) البدور البازغہ (۲۰) زہراوین (۲۱) الخیرالکثیر (۲۲) الانتباہ (۲۳) الدرالثمین (۲۴) حجتہ اللہ البالغہ (۲۵) ازالتہ الخفاعن خلافتہ الخلفاء (۲۶) تفہیمات (۲۷) الجزء اللطیف فی ترجمتہ العبدالضعیف (۲۸) وصیت نامہ (۲۹) رسالہ دانشمندی (۳۰) الفتح الخبیر فیمالابدمن حفظہ فی علم التفسیر (۳۱) سرورالمحزون (۳۲) مکتوبات المعارف الاعتقادا تصحیح وغیرہ۔

انھوں نے رسالہ دانشمندی میں اپنے علم کی اسناد اس طرح تحریر فرمائی ہیں:۔

"اما بعد فقیر ولی اللہ ابن عبدالرحیم نے فن دانشمندی اپنے والد سے حاصل کیا اور انھوں نے میر محمد زاہد بن قاضی اسلم ہروی سے اور انھوں نے ملا محمد فاضل سے اور انھوں نے مرزا جان سے اور انھوں نے ملا محمود معروف بہ یوسف کوسنج (۳)

شیرازی سے اور انھوں نے ملا جلال الدین دوانی سے اور انھوں
نے اپنے والد ملا اسعد بن عبدالرحیم سے اور ملا مظہر الدین
گازرونی سے اور ان دونوں نے ملا سعد الدین تفتازانی اور سید
شریف جرجانی سے اور انھوں نے قطب الدین رازی سے اور
انھوں نے اور ملا سعد الدین تفتازانی نے قاضی عضد سے اور
انھوں نے ملا زین الدین سے اور انھوں نے قاضی بیضاوی سے
اور ان کی سند ابوالحسن اشعری تک پہنچتی ہے جو کتب تواریخ میں
مشہور و معروف ہے۔"

(۶۳۳) مولوی ولی اللہ برہان پوری

مولوی ولی اللہ برہان پوری، بن مولوی غلام محمد، پہلے علوم مروجہ اپنے والد ماجد سے حاصل کئے پھر کتب حدیث کی سند مکہ معظمہ میں شیخ ابوالحسن آفندی محدث سے حاصل کی اور پھر اپنے وطن برہان پور میں واپس آئے، اپنے والد کی حیات تک وہیں طلباء کے تدریس و افادہ میں مشغول رہے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد بندر سورت پہنچے اور توطن اختیار کرلیا اور اپنی عمر عزیز طلباء کو فائدہ پہنچانے میں بسر کردی۔ ۱۲۰۷ھ ر ۹۳-۱۷۹۲ء میں رحلت فرمائی۔ سورت کے محلہ سید پور میں دفن ہوئے۔

(۶۳۴) مولوی ولی اللہ فرخ آبادی

مولوی ولی اللہ فرخ آبادی، ابن احمد علی، عالم باعمل اور فاضل اجل تھے۔ تفسیر نظم الجواہر ۱۲۳۶ھ ر ۲۱-۱۸۲۰ء میں تصنیف فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ جواہر کی لڑی ہے۔ اس کے نام سے تاریخ تصنیف نکلتی ہے ۱۲۴۹ھ ر ۳۴-۱۸۳۳ء میں رحلت فرمائی۔ بردالله مضجعه۔

(۶۳۵) مولوی ولی اللہ لکھنوی

مولوی ولی اللہ، بن ملا حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی، ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد سے اور درمیانی کتابیں مسلم الثبوت تک اپنے چچا ملا محمد مبین (۱) سے

پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد علوم کی تحقیق و تکمیل میں بہت کوشش کی اور اپنی عمر عزیز طلباء کی تدریس میں صرف کردی، ان سے ایک جہان مستفیض ہوا، جامع علوم عقلی و نقلی اور حاوی فنون فرعی و اصلی تھے، تصانیف کثیرہ ان سے یادگار ہیں۔ ۱۰ صفر ۱۲۷۰ھ ر ۱۸۵۳ء کو ۸۸ سال کی عمر میں دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔☆ حکیم ظہیر الدین المتخلص بہ جواد نے ان کی تاریخ وفات اس طرح کہی ہے۔

کز وفاتش شدند بے سروپا
ورع و شرع و فضل و علم و عمل

تصانیف:- نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت، تفسیر معدن الجواہر، حاشیہ ہدایۃ الفقہ (عبادات و معاملات)، حاشیہ برحاشیہ کمالیہ، شرح عقائد جلالیہ، حواشی زواہد ثلثہ حاشیہ صدرا، شرح غایۃ العلوم، معارج العلوم، تذکرۃ المیزان، تکملہ شرح سلم ملا احمد عبدالحق، تکملہ شرح سلم ملا حسن، رسالہ تشکیک، کشف الاسرار فی خصائص سید الابرار، مراۃ المومنین، تنبیہ الغافلین فی مناقب آل سید المرسلین، آداب السلاطین، رسالہ عمدۃ الوسائل، رسالہ اغصان اربعہ۔

(۶۳۶) حافظ ولی اللہ لاہوری

حافظ ولی اللہ لاہوری، دانشمند تبحر، فقیہ مناظر اور معتبر واعظ تھے۔ نصاریٰ کے عقائد کے رد میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ مروجہ علوم مولوی غلام رسول قلعہ والا، مولوی نور احمد ساکن کھائی کوٹلی اور مولوی احمد الدین بگوی سے حاصل کیے۔ لاہور کے لوگ ان سے فتویٰ لیتے تھے۔ ہر جمعہ کو لاہور کی جامع مسجد میں وعظ کہتے تھے۔ مباحثہ دینی، صیانتہ الانسان من وسوسۃ الشیطان اور ابحاث ضروری ان کی یادگار تصانیف ہیں۔ بروز جمعہ بوقت ظہر ۲۴ جمادی الاول، ۱۲۹۶ھ ر ۱۸۷۹ء کو مرض اسہال میں (۱) رحلت فرمائی۔

حرف الہاء

(۶۳۷) ہمایوں شاہ

اس کا نام نصیرالدین محمد بن بابر بادشاہ تھا۔☆ ہند میں تیموری سلطنت کی بنیاد رکھنے والا' فرشتہ خصائل اور صوری و معنوی کمالات سے آراستہ تھا۔ علم ہیئت' نجوم اور تمام عربی علوم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اہل فضل و کمال کا مربی اور اہل تقویٰ کا مرجع تھا' کبھی بے وضو نہیں رہتا تھا اور خدا و رسول کے نام کو بغیر طہارت نہیں لیتا تھا۔ گالی اور بدکلامی سے بات نہیں کرتا تھا' جب نہایت غصہ کی حالت میں ہوتا تو بھی معتوب کو "سفیہ" (نادان) کہہ دینے پر ہی اکتفا کرتا تھا۔ گھر اور مسجد میں کبھی بایاں پاؤں پہلے نہیں رکھتا تھا۔ بہت باحیا اور بامروت تھا۔ ۷ ربیع الاول ۹۶۳ھ ر ۱۵۵۶ء کو شاہ دین پناہ کتب خانہ کی چھت سے اتر رہا تھا۔ اس کے چھت سے اترتے وقت مؤذن نے اذان دی' بادشاہ اذان کی تعظیم کی غرض سے بیٹھ گیا' اٹھتے وقت عصا کے خطا ہوجانے کے باعث اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ چند سیڑھیوں سے لڑھک کر زمین پر گرا۔ ماہ مذکور کی ۱۵ تاریخ کو اس عالم بے وفا سے رحلت کی۔ مولانا قاسم کاہی نے اس کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے:۔

قطعہ تاریخ انتقال نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ

ہمایوں بادشاہے ملک معنی ندارد کس چو او شاہنشہی یاد
ز بام قصر خود افتاد ناگہ و زاں عمر عزیزش رفت برباد
پے تاریخ او کاہی رقم زد "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد"

۹۶۳ھ ر ۱۵۵۶ء

اس کی عمر اکیاون سال کی تھی اور ۲۵ سال اور کچھ مدت حکومت کی۔ انار اللہ مرقدہ۔☆

(۶۳۸) حاجی ہاشم سندھی

حاجی ہاشم سندھی' ولد عبدالغفور' مخدوم ضیاء الدین کے شاگرد' ممتاز اور مشہور عالم تھے بہت سے علماء کے مقابلہ میں اقبال و انتظام کے اعتبار سے فائق تھے۔ اگرچہ اپنے زمانہ کے علماء مثلاً مخدوم محمد معین (۱) وغیرہ سے مخالفت رکھتے تھے' لیکن اہل سنت و جماعت کے دین کو قوت اور سنت کو رواج دینے میں زمانہ میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ایسے زبردست کام جو دین مبین کے لیے باعث تقویت ہوں ان کے زمانہ میں محض اللہ کی خاطر انجام دیے جاتے تھے۔ مشرکوں اور معاندین پر ان کا عمل خوب چلتا تھا۔ ان کے زمانے میں سینکڑوں ذمی دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ سلاطین وقت مثلاً نادر شاہ و احمد شاہ سے پیغام و سلام رکھتے تھے' دین کی تقویت کے احکام ان کی درخواست کے مطابق حسب دلخواہ جاری ہوتے تھے اور بہت اچھی طرح نافذ ہوتے تھے۔ غرض ان کی ذات غنیمت تھی۔ ہر علم میں بہت سی تصنیفات تھیں۔ ۱۱۷۴ھ ر ۱۷۶۰-۱ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

(۶۳۹) مولوی ہادی علی لکھنوی

مولوی ہادی علی لکھنوی' بن شیخ حسین علی بن شیخ مجیب الدین بن شیخ غلام قادر۔ لکھنؤ کے شیوخ سے تھے کہ جو "بجنوریوں" کے عرف سے مشہور ہیں۔ نہایت ذہین اور متقی تھے۔ تحصیل علم سے فارغ ہوکر لکھنؤ کے مطابع میں کتابوں کی تصحیح کے کام میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ نسخہ "گوہر منظوم" جو تاریخی نام ہے' ابواب صرفیہ کے خواص کے بیان میں' اور دوسرے رسائل' ان کی تصنیف سے ہیں۔ ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۷-۸ء میں جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اپنا منظومہ رسالہ فوائد جلالیہ ان کی خدمت میں پیش کیا تھا جسے انہوں نے پسند فرمایا۔

حرف الیاء تحتانی

(۶۴۰) سید یٰسین گجراتی

سید یٰسین گجراتی، سید شاہ میر کے بنی اعمام میں تھے۔ اکثر مروجہ کتابیں گجرات میں میاں وجیہہ الدین سے پڑھیں اور ان ہی کے مرید ہوئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہاں علم حدیث حاصل کیا اور اجازت پائی پھر ہندوستان واپس آئے اور کچھ دنوں لاہور میں رہے، پھر سرہند میں مشایخانہ زندگی گزاری، اپنے نیلے کپڑے پہننے والے خادموں کو تربیت کرتے تھے۔ پھر بنگال کی طرف چلے گئے۔

(۶۴۱) مولانا یعقوب شافعی سنجری

مولانا یعقوب سنجری، علوم معقول و منقول کے جامع اور صاحب تصانیف تھے۔ ولایت سنجر سے الف خاں سنجر کے ہمراہ نہوالہ (۱) گجرات میں تشریف لائے اور وہیں توطن اختیار کرلیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان سنجر نے الف خاں سنجر کو ستر ہزار سوار اور پیادوں کے ہمراہ راجہ بیر دھول باگیلہ (بگھیلہ) کی حکومت کے زمانہ میں پٹن نہوالہ کی تسخیر کے ارادہ سے بھیجا، پانچ سال اور گیارہ ماہ تک اس سے مقابلہ و محاصرہ رہا۔ اس زمانہ میں الف خاں نے قلعہ ارک کے مقابل پتھر کی ایک مسجد کی بناڈالی۔ ابھی کام ختم نہ ہوا تھا کہ سلطان سنجر کی وفات کی خبر ملی، الف خاں راجہ سے نقدی لے کر اپنے ملک کو واپس لوٹ گئے۔ مولانا یعقوب جو الف خاں کے ہمراہ تشریف لائے تھے ہمیشہ اس مسجد میں درس دیتے تھے، الف خاں نے رخصت ہوتے وقت دس ہزار تنکے مولانا کی خدمت میں پیش کئے۔ یہ مقدس مسجد ماہ ذی قعدہ ۶۵۵ھ ر ۱۲۵۷ء میں مکمل ہوئی۔

(۶۴۲) مولانا یعقوب پٹنی

مولانا یعقوب پٹنی، بن خواجگی علوی، قاضی زین الدین چشتی دولت آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم حاصل کرکے شیخ رجب کی خدمت میں فیض حاصل کیا۔ ۱۳ جمادی الثانی ۸۰۰ھ ر ۱۳۹۸ء کو انتقال ہوا۔

(۶۴۳) قاضی یعقوب مانک پوری

قاضی یعقوب مانک پوری، قاضی فضیلت کے خویش تھے۔ علم فقہ اور اصول فقہ خوب جانتے تھے۔ خوش طبع اور شگفتہ مزاج تھے۔ عربی اشعار ہندی بحروں میں کہتے تھے جو مضحکہ سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان کے قاضی القضات ہوئے اس کے بعد منصب کے تنزل کے باعث بنگال کے عہدہ قضاء پر مامور ہوئے، (۱) جب انہوں نے معصوم کابلی کے ساتھ مخالفت میں شرکت کی، تو ان کو بنگال سے طلب کرکے، گوالیار کے قلعہ میں قید کرنے کا حکم ہوا۔ گوالیار کے راستے میں فوت ہوگئے۔

(۶۴۴) شیخ یعقوب صرفی کشمیری

شیخ یعقوب صرفی کشمیری، بن شیخ حسن گنائی عاصمی، کشمیر کے بزرگوں میں تھے۔ ۹۷۸ھ ر ۱۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں ذہانت، تیز فہمی اور بزرگی کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ مروجہ علوم مولانا محمد شاہ آنی، تلمیذ مولانا عبدالرحمان جامی (۱) اور ملا نصیر کی خدمت میں حاصل کئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شیخ حسین خوارزمی سے تعلیم باطن اور شیخ ابن حجر مکی سے سند حدیث حاصل کی اور مشائخ کی طرح سفر کئے۔ اکثر عرب و عجم کے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اکتساب فیض کیا اور ارشاد و ہدایت کی اجازت حاصل کی، ان کے مرید بہت تھے۔ شب پنج شنبہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ ر ۱۵۹۵ء کو رحلت فرمائی۔

تصانیف:۔ تفسیر قرآن مجید (ناتمام)، مسلک الاخیار، مثنوی وامق و عذرا، مثنوی لیلیٰ مجنوں، مغازی النبوت، مقامات مرشد، (آخر الذکر) پانچوں کتابیں مولانا جامی کے خمسہ کے جواب میں لکھی ہیں۔ مناسک حج، شرح صحیح بخاری، حاشیہ توضیح تلویح، حاشیہ روائح، حاشیہ رباعیات اور رسالہ اذکار وغیرہ۔

(۶۴۵) مفتی یعقوب علی ساکن راجمندری

مفتی یعقوب علی، بن مولوی فضل علی خاں ۱۲۰۷ھ ر ۳-۱۷۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ قاضی ارتضا علی خاں اور مولوی تراب علی خیر آبادی کی خدمت میں علوم معقول و منقول حاصل کئے اور کچھ دنوں انگریزی سرکار کی طرف سے مفتی کے عہدہ پر مامور رہے۔ اس کے بعد ملازمت چھوڑ کر شہر راجمندری (علاقہ مدراس) میں توطن اختیار کرلیا اور طلباء کے افادہ میں مشغول ہوگئے، مدراس کے اکثر طلباء نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ۲۰ رمضان ۱۲۸۳ھ ر ۱۸۶۷ء کو وفات پائی اور راجمندری میں دفن ہوئے۔

(۶۴۶) شیخ یوسف دہلوی

شیخ یوسف دہلوی، خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی، عالم ربانی، حدیث اور تفسیر قرآنی کے ماہر تھے۔ ایک کتاب تحفتہ النصایح کے نام سے نظم کی ہے جو فرائض و سنن کے احکام و آداب پر مشتمل ہے، اس کے قافیہ کا آخری لفظ، رائے مہملہ (غیر منقوط) ہے۔ ۷۷۴ھ ر ۳-۱۳۷۲ء میں وفات پاکر غریق رحمت ہوئے۔

(۶۴۷) شیخ یوسف ملتانی

سید یوسف ملتانی، بن سید جمال حسینی، علوم معقول و منقول کے فاضل اور مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد تھے۔ ان کے اجداد میں ایک شخص مشہد سے ملتان میں آیا اور وہیں توطن اختیار کرلیا۔ (یوسف ملتانی) سلطان فیروز (تغلق) کے زمانہ میں سپاہیانہ لباس میں ملتان سے دہلی آئے۔ جب سلطان مذکور نے ان کی قابلیت اور

استعداد دیکھی تو اس نے اپنے مدرسہ کا درس کردیا جو متصل حوض قاضی تعمیر کرایا تھا، چند سال تک وہ مسند درس و افادہ پر متمکن رہے اور عوام و خواص کو مستفید کیا۔ قاضی ناصر الدین بیضاوی کی مصنفہ کتاب لب الالباب فی علم الاعراب کی جو علم نحو میں ایک سنجیدہ کتاب ہے اس پر ایک مفصل شرح، شرح یوسفی کے نام سے لکھی اور علم اصول میں توجیہہ الکلام شرح منار بھی ان کی تصنیف سے ہے۔ ۷۹۰ھ ر ۱۳۸۸ء میں انتقال ہوا، اور حوض مذکور پر دفن ہوئے(*)۔

(۶۴۸) شیخ یوسف بدہ ایرچی

ان کے آباء واجداد بعض حوادث روزگار کی وجہ سے خوارزم سے ہندوستان میں آئے اور علاقہ ایرج میں توطن اختیار کیا۔ وہ خواجہ اختیار الدین کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے۔ سید جلال بخاری اور شیخ راجو قتال کی خدمت میں بھی رہے اور نعمت خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے، ان کی عجیب و غریب تصانیف ہیں۔ منہاج العابدین مؤلفہ امام غزالی کا ترجمہ کیا ہے۔ اشعار بھی کہتے تھے، تاریخ محمدی کے مؤلف جو ان کے مریدوں میں سے ہیں لکھتے ہیں:

"ایک دن اپنی خانقاہ میں سماع سن رہے تھے کہ اسی حالت میں جان بحق تسلیم کی۔"

یہ واقعہ ۸۳۳ھ میں رونما ہوا، اپنی خانقاہ کے صحن میں دفن ہوئے۔ سلطان علاء الدین سندوی نے ان کے مزار پر ایک بڑا گنبد تعمیر کرا دیا ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

(۶۴۹) مفتی یوسف چک کشمیری

مفتی یوسف چک کشمیری۔ علم فقہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ملا فاضل اور ملا عبدالرزاق کشامرہ ان کے کمال کے معترف تھے، اکثر خواجہ (خاوند) محمود کشمیری کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور فقہ و تفسیر کے نکات حل کرتے تھے۔

حواشی

حرف الف

(۱)

(☆) فتح سندھ کا سال ۹۳ ھ / ۷۱۲ء ہے۔ ملاحظہ ہو چچ نامہ' ص : ۱۰۲ (حاشیہ) و تاریخ سندھ از مولوی ابوظفر ندوی' ص' ۳۶ (ق)

(۱) داہر بن چچ کے لیے ملاحظہ ہو : فتح نامہ سند المعروف بہ چچ نامہ تالیف علی بن حامد بن ابی بکر الکوفی تالیف ۶۱۳ ھ' بہ تصحیح عمر بن محمد داؤد پوتہ مطبوعہ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۸ ھ / ۱۹۳۹ (ن)

اس کا نیا اور بہتر تصحیح شدہ ایڈیشن فارسی و انگریزی میں ڈاکٹر این۔ اے۔ بلوچ نے شائع کیا ہے۔

(۲) محدثین کرام در ترجمہ اول (الف)

درحقیقت محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء تا ۷۱۶ء کے ۶ صد میں سندھ و ملتان فتح کیا تھا۔ اس وجہ سے غالباً مصنف کو غلط فہمی ہوئی۔ (الف)

(۲)

(☆) نہایت عالم فاضل تھے' درس و تدریس میں بھی مصروف رہے۔ تمیز الکلام فی بیان الحلال والحرام' ان کی تصانیف میں مطبوعہ موجود ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کا رد کیا ہے۔ ان کا عقد مولانا عبدالحکیم کی صاحبزادی سے ہوا تھا' لاولد فوت ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

تذکرہ علمائے فرنگی محل از مولوی محمد عنایت اللہ' لکھنؤ ۱۹۳۰ء' ص ۴۱: (ق)

(۳)

☆ مولوی ابوالحسن بن نورالحسن' نصیر آباد کے رہنے والے تھے جو رائے بریلی سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ مولوی تراب علی لکھنوی اور دیگر علماء سے تحصیل علم کی اپنے عہد کے نامور عالم اور شیخ تھے۔ ملاحظہ ہو:۔ نزہتہ الخواطر' جلد ہفتم' ص : ۱۲ (ق)

(۴)

☆ شاہ ابو سعد بن شاہ صفی القدر فاروقی ۲ / ذی قعدہ ۱۱۹۶ ھ / ۱۷۸۱ء میں رام پور (روہیل

کھنڈ یوپی) میں پیدا ہوئے۔ "حافظ و عالم ولی بادا" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا۔ فن تجوید قاری نسیم سے حاصل کیا۔ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اس کے بعد حضرت شاہ درگاہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت و خلافت حاصل کی سلوک مجددیہ طے کرنے کے لئے ۱۲۲۵ ھ / ۱۸۱۰ء میں شاہ غلام علی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی نے چند ماہ کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ۱۲۳۹ ھ / ۱۸۲۳ء میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور خانقاہ میں اپنے فرزند شاہ احمد سعید کو جانشین بنایا۔ بعد فراغ حج و زیارت واپس تشریف لائے۔ ۲۲ رمضان ۱۲۵۰ ھ / ۱۸۳۵ء کو ٹونک میں داخل ہوئے۔ عیدالفطر کے دن سکرات موت شروع ہوئی۔ ان کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی ہمراہ تھے ان کو وصیت کی کہ اتباع سنت کرنا' اہل دنیا سے پرہیز کرنا' اگر دنیا داروں کے پاس جاؤ گے تو ذلیل ہوگے ورنہ دنیا دار کتوں کی طرح تمہارے دروازے پر لوٹیں گے۔ عیدالفطر کو شنبہ کے دن ۱۲۵۰ ھ / ۱۸۳۵ء کو انتقال فرمایا۔ چار فرزند' شاہ احمد سعید' شاہ عبدالغنی' شاہ عبدالرشید اور شاہ محمد عمر یادگار چھوڑے۔ ہدایتہ الطالبین و مرقاۃ السالکین' اربع انہار (۲) اور رفیق الطلاب وغیرہ ان کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔ مولف تذکرہ علمائے ہند نے ۱۲۴۹ ھ / ۱۸۳۴ء تاریخ وفات صحیح نہیں لکھی قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

امام و مرشدنا شاہ ابو سعید سعید
بہ عید فطر چوشد واصل جناب خدا
ولے شکستہ و مغموم گفت تاریخش
"ستون محکم دین نبی فتادہ ز پا"
۱۲۵۰ ھ / ۱۸۳۵ء

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

حدائق الحنفیہ' ص ص : ۴۷۱ - ۴۷۲
تذکرہ کاملان رام پور' ص ص : ۳ - ۵
علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری (جلد اول) ص : ۲۶۱
آثار الصنادید / باب چہارم' ص ص : ۱۵ - ۱۶
یادگار دہلی' ص : ۸۹
واقعات دارالحکومت دہلی' ص ص : ۳۹۳ - ۳۹۴
تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان' ص ص : ۳۶۷ - ۳۶۸

مفتاح التواریخ' ص : ۲۹۰

نزہتہ الخواطر' جلد ہفتم' ص ص : ۱۳ - ۱۴

الیانع الجنی' ص : ۷۱

خزینتہ الاصفیاء' جلد اول' ص ص : ۷۰۱ - ۷۰۳

انوارالعارفین' ص ص : ۴۹۷ - ۴۹۹

مزارات دہلی از محمد عالم شاہ فریدی' ص ص : ۲۲ - ۲۳

حدیقتہ الاولیاء از مفتی غلام سرور' ص : ۶۷

(۱) رک : مشترک ۳ : ۲۱۱۹ وہاں ہدایت الطالبین کے پاکستان میں موجود اکیس (۲۱) قلمی نسخوں کی بالتفصیل نشاندہی کی گئی ہے۔

(۲) "اربع انہار" کا اصل نام "انہار اربعہ" ہے اور یہ صاحب ذکر کے بیٹے شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۱ء) کی تصنیف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مشترک ۳ : ۱۲۹۳ وہاں اس کے پانچ قلمی نسخوں کا پتہ بھی بتایا گیا ہے۔ (ن)

(۵)

☆ ملاحظہ ہو :۔

منتخب التواریخ' ص : ۲۷۳

نزہتہ الخواطر' جلد چہارم' ص ص : ۹ - ۱۰

بوستان اخیار از مولوی سعید احمد مار ہروی' آگرہ ۱۳۳۱ھ ر ۱۹۱۲ء' ص : ۳۶ (ق)

☆ فیضی کے دیوان کا نام "طباشیرالصبح" ہے۔ ۹۹۳ھ ر ۱۵۸۵ء میں خمسہ نظامی کے جواب میں ایک خمسہ لکھا' مرکز ادوار' ترجمہ مہا بھارت اور انشائے فیضی بھی فیضی کی یادگار ہیں۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :۔

(۶) ☆ دربار اکبری از شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد' ص ص : ۴۳۵ - ۵۱۶

ماثرالکرام دفتر اول' ص ص : ۱۹۸ - ۲۰۰

منتخب التواریخ' ص ص : ۵۱۳ - ۵۱۷

بزم تیموریہ' ص ص : ۷۳ - ۷۷

رود کوثر' ص ص : ۱۳۸ - ۱۴۰

مفتاح التواریخ' ص ص : ۲۰۰ - ۲۰۲

ابجد العلوم' ص ص : ۸۹۷ - ۸۹۸

طبقات اکبری' جلد دوم' ص ص : ۴۸۶ - ۴۸۸

ذخیرۃ الخوانین' از شیخ فرید بھکری (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) جلد اول' ص ص : ۶۴ - ۶۷

انسا ئکلو پیڈیا آف اسلام' جلد دوم' ص ص : ۴۳ - ۴۴

سخندان فارس' ص ص : ۱۰۰ - ۱۰۶ (ق)

(۱) فہرست مشترک کا مصنف احمد منزوی کہتا ہے کہ یہ فیضی کے نام غلط طور پر منسوب ہے دیکھیے مشترک ۳ : ۳۱۶'

(۲) فہرست مشترک ۳ : ۲۱۶۰ میں فیضی کی تصانیف کے مندرجہ ذیل نام دیئے گئے ہیں۔

(۱) دیوان' (۲) خمسہ فیضی : (الف) مرکز ادوار' (ب) سلیمان و بلقیس' (ج) نل دمن (د) ہفت کشور' (ہ) اکبر نامہ

(۳) موارد الکلم (عربی) ۴۔ سواطع الالہام (تفسیر بے نقط) ۵ لطیفہ فیاضی : انشائی فیاضی' ۶۔ گلدستہ نثر و نظم' ۷۔ تذکرۃ الشعراء' ۸۔ لیلاوتی ۹۔ مہابھارت' ۱۰۔ بھاگوت گیتا' ۱۱۔ رسالہ بنام اکبر بے نقط)

(۴) مزید حالات کے لیے دیکھئے: تذکرہ شعرای کشمیر ۳ : ۱۰۹۸ تا ۱۲۲۲۔ مشترک ۵۔ (ن)

(۷)

☆ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:۔

دربار اکبری' ص ص : ۵۷۷ - ۶۳۸

بزم تیموریہ' ص ص : ۷۷ - ۸۰

رود کوثر' ص ص : ۱۶۰ - ۱۷۱

مفتاح التواریخ' ص ص : ۲۰۴ - ۲۰۶

توزک جہانگیری' ص ص : ۱۱' ۵۲ - ۸۳

ذخیرۃ الخوانین' جلد اول' ص ص : ۶۷ - ۷۷

سخندان فارس' ص ص : ۱۰۶ - ۱۱۸۔ (ق)

(۱) انشای ابوالفضل اور مکاتبات علامی بھی اسی کتاب کے معروف نام ہیں۔پاکستان میں موجود اس کتاب کے قلمی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے : مشترک ۵ : ۸

ابوالفضل علامی کے بارے میں مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ

ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی کتاب "ابوالفضل" (احوال و آثار) شائع کردہ ادارہ تحقیقات

پاکستان' دانشگاہ پنجاب لاہور' ۱۹۷۵ء ۔ (ن)

(۸)

☆ "جانب شمال" ترجمہ اول ندارد ۔ (الف)

(۹)

☆ حکیم ابوالفتح کی تصنیفات میں فتاحی شرح قانونچہ ۲۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیاسیہ برائے نام اخلاق ناصری کی شرح ہے تخمیناً چودہ سو صفحہ کی کتاب ہوگی خطوط اور نثر کا مجموعہ چار باغ (۲) کے نام سے مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

دربار اکبری' ص ص : ۷۸۷ ۔ ۷۹۷

منتخب تواریخ' ص : ۴۷۲

بزم تیموریہ' ص ص : ۸۴ ۔ ۸۵

مفتاح التواریخ' ص ص : ۱۹۳ ۔ ۱۹۴

نزہتہ الخواطر' جلد چہارم' ص ص : ۱۰ ۔ ۱۱

(۱) رقعات ابوالفتح گیلانی (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری' علی گڑھ)۔ (ق)

(۱) رک مشترک ۱ : ۲۶ ' ابوالفتح گیلانی سے منسوب ایک کتاب "خواص اغذیہ" جو پانچ فصلوں پر مشتمل ہے اس کا قلمی نسخہ اوچ گیلانیاں میں کتب خانہ سید شمس الدین گیلانی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ نیز مندرجہ ذیل تصنیفات کا ذکر بھی مذکورہ حوالہ میں کیا گیا ہے۔

رقعات ابوالفتح گیلانی' فتاحی شرح قانونچہ ابن سینا' قیاسیہ شرح اخلاق ناصری' چہار باغ "رقعات" افادات

(۲) "چہار باغ" : رقعات ابوالفتح کی تفصیلات اور مخطوطات کے لیے ملاحظہ ہو مشترک ۵ : ۴۲ تا ۴۴

مزید حالات کے لیے دیکھئے رقعات ابوالفتح کا مقدمہ از ڈاکٹر بشیر حسین مطبوعہ ادارہ تحقیقات پاکستان' لاہور ۱۹۶۸ء ۔ (ن)

(۱۰)

☆ ۸۶۸ ھ ر ۴ ۔ ۱۴۶۳ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

نزہتہ الخواطر' جلد سوم' ص ص ۳ ۔ ۴

حدائق الحنفیہ' ص : ۳۲۵

اخبار الاخیار' ص : ۱۶۳

خزینتہ الاصفیاء' جلد اول' ص : ۳۹۷ (ق)

(۱) متن فارسی اور ترجمہ میں "علائی" ہے۔ جب کہ ہمارے دیگر پیش نظر ماخذ میں "علائی" اور "علا" ہے

(۲) "گیسو" ترجمہ اول ندارد

(۳) مختلف فہارس مخطوطات اور ماخذ میں اس کتاب کا نام "مشاہد" اور بعض میں "مشاہدہ" آیا ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخوں کے لیے ملاحظہ ہو۔ مشترک ۳ : ۱۹۲۲ یہاں مذکورہ ناموں کے علاوہ "مشاہدات" اور "کاشف الجلباب" نام بھی آئے ہیں۔

مزید ملاحظہ ہو : انوار صوفیہ' ص : ۳۶۹

(۴) منجد در ترجمہ اول ۔ (ن)

(۱۱)

☆ ملاحظہ ہو :۔ مفتاح التواریخ' ص : ۱۹۸۔ (ق)

(۱۲)

☆ ملاحظہ ہو:۔ حدائق الحنفیہ' ص : ۳۲۵ ۔ (ق)

(۱) "فاضل" در ترجمہ اول ۔ (ن)

(۱۳)

☆ ملاحظہ ہو :۔

منتخب التواریخ' ص : ۴۵۶

نزہتہ الخواطر' ص ص : ۱۱ ۔ ۱۲ ۔ (ق)

(۱) "اپنے زمانے کے نامور و جید عالم اور متبحر و ذی وقار فاضل تھے" در ترجمہ اول

(۲) "بہت سے مستعد شاگردوں نے ان سے فیض حاصل کیا" در ترجمہ اول (الف)

☆ ملاحظہ ہو :۔

نزہتہ الخواطر' جلد ششم' ص ص : ۱۶ ۔ ۱۷

تحفتہ الکرام' ص : ۶۷۲۔ (ق)

(۱) "ابن مفتی محمد داؤد" در ترجمہ اول ۔ (ن)

(۲) "مدرس" در ترجمہ اول ۔ (ن)

وکیل شرعی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے رعایا کو انصاف بہم پہنچانے کے لیے اپنی طرف سے
وکیل شرعی دارالحکومت اور تمام شہروں میں مقرر کئے تاکہ اگر کسی فرد کو شہنشاہ کے خلاف کوئی
دعویٰ ہو تو وکیل شرعی سے رجوع کرکے ثبوت پیش کرے اور واجبات (یا ہرجانہ) وصول کرلے۔
یہ بھی انتظام دراصل اس کی اسلامی اصلاحات کا ایک حصہ تھا۔
شرعی وکیل تمام صوبہ جات میں مقرر کئے گئے تھے اس ہی سال سلام شرعی مسلمانوں کے لیے
لازمی قرار پایا۔ (الف)

KHAFI KHANS HISTORY OF ALAMGIR Tr. Dr. S. Moinul Haq
Karachi 1975, P. 251

(۱۵)

☆ منتخب التواریخ میں تحریر ہے کہ عزیز بخاری کے شاگرد، خلیفہ اور داماد تھے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے :۔
منتخب التواریخ، ص ص : ۴۶۵ - ۴۶۶
نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ص : ۱۶۰ (ق)
(۱) "لکھواسکتے تھے" در ترجمہ اول۔ (ن)

(۱۶)

☆ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :۔ لطائف قدوسی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ ر۔ (ق)
(۱) "۲ ر ربیع الثانی" در ترجمہ اول... (ن)

(۱۷)

☆ ملاحظہ ہو :۔
منتخب التواریخ، ص : ۴۶۱
نزہتہ الخواطر، جلد پنجم، ص ص : ۴ - ۵
بوستان اخیار، ص ص : ۳۶ - ۳۸
گلزار ابرار از محمد غوثی مانڈوی، ص : ۴۲۳۔ (ق)
(۱) اکبر نے فتح پور سیکری میں یہ عمارت تعمیر کرائی تھی اور اس ہی میں مذہبی مباحث منعقد ہوا
کرتے تھے۔ (الف)

(۱۸)

☆ ملاحظہ ہو :۔
برکات الاولیاء، ص ص : ۶۸ - ۶۹
نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ص : ۴

☆ معلم شیخ ابراہیم بن مولوی عبدالاحمد بمبئی کے علماء میں نہایت ممتاز تھے۔ ان کی تصنیفات میں
تحفتہ الاخوان (فقہ شافی) اور نعم الانتباہ بہت مشہور ہیں۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :۔ گلدستہ صلحاء سورت از شیخ بہادر عرف شیخو میاں سورتی، ص : ۵۶
(ق)

(۲۰)

☆ مولوی احسان الغنی کے والد کا نام شیخ جعفر تھا۔ ملاحظہ ہو :۔
نزہتہ الخواطر، جلد ہفتم، ص : ۲۱۔ (ق)

دونوں قطعات تاریخ سے مطلوبہ سال ۱۲۹۴ حاصل نہیں ہوتا۔ (ن)
(۱) طب احسانی کا ایک قلمی نسخہ پشاور میں پشتو اکیڈمی میں فہرست فارسیہ شمارہ ۴-۷ پر موجود
ہے۔ رک مشترک ا: ۷۲۱ (ن)

(۲۲)

☆ امام محمد شیبانی اور امام ابو یوسف "صاحبین" کہلاتے ہیں۔
ملاحظہ ہو:۔
حدائق الحنفیہ، ص ص : ۳۶۶ - ۳۶۷
اخبار الاخیار، ص ص : ۱۸۴ - ۱۸۶
خزینتہ الاصفیاء، جلد اول، ص : ۴۱۲ - ۴۱۵
گلزار ابرار، ص ص : ۲۲۸ - ۲۲۹۔ (ق)
(۱) "امام محمد شیبانی" ترجمہ اول ندارد
(۲) "۱۵ سال" در ترجمہ اول
(۳) "امور" در ترجمہ اول
(۴) "اساتذہ" در ترجمہ اول

(۵) "علماء کا" ترجمہ اول ندارد

(۶) متن کے صفحہ ۹ پر حاشیہ دیا تھا جو ترجمہ اول میں نہیں ہے حاشیہ یہ ہے:
"مندو شہر کا نام ہے جو مالوہ میں ہے اور سلاطین مالوہ کا دار الحکومت رہا ہے۔ (ن)

(۲۳)

☆ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علوم ظاہری و باطنی میں فاضل کامل تھے، فراغ علمی حاصل کرنے کے بعد علم و عرفان کے دریا بہانے شروع کر دیے۔ ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء میں اپنے وطن سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دہلی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے ملاقات کی، اور بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ نقشبندیہ سلسلہ کا خوب شیوع کیا، اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے عہد اکبری میں علمائے سوء کی وجہ سے اسلام کی جو صورت مسخ ہوئی تھی اور شریعت محمدیہ کو جو نقصان پہنچا تھا اس کی اصلاح کی۔ حضرت مجدد نے پوری پوری کوشش کی، بدعات کا رد کیا، وحدت الشہود کے نظریہ کی اشاعت کی، جب جہانگیر بادشاہ نے مجدد صاحب کو قید کر دیا تھا تو حضرت نے تسلیم و رضا کا مظاہرہ کیا، ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں داعی اجل کو لبیک کہا، حضرت مجدد کی تصانیف میں ان کے مکتوبات بہت مشہور ہیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد اول، از مولانا محمد میاں، ص ص: ۱۶۔ ۳۱۹۔

گلزار اولیاء از مولوی مظفر حسین ص ص ۳۳ ۔ ۳۷

سفینۃ الاولیاء، ص ص: ۲۴۷۔ ۲۴۸

رود کوثر، از شیخ محمد اکرم، ص ص: ۲۰۹ ۔ ۲۸۵

سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، از غلام علی آزاد بلگرامی، ص ص: ۴۷۔ ۵۳

زبدۃ المقامات از محمد ہاشم (مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ)

حضرات القدس، جلد دوم (مطبوعہ لاہور)

مفتاح التواریخ، ص ص: ۲۳۰ ۔ ۲۳۱

حدائق الحنفیہ، ص ص: ۴۰۵ ۔ ۴۰۶

نزہۃ الخواطر، جلد پنجم، ص ص: ۴۱ ۔ ۵۳

خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص: ۶۰۷ ۔ ۶۰۹

ابجد العلوم، ص ص: ۸۹۸ ۔ ۹۰۰

الیانع الجنی، ص ص: ۶۳ ۔ ۶۶

سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی، از محمد احسان اللہ عباسی، (ہمدرد کمرشیل پریس دہلی ۱۹۲۶ء)

حیات مجدد از محمد فرمان (مطبوعہ)

انوار العارفین، ص ص: ۳۷۹ ۔ ۳۸۷

توزک جہانگیری ص ص: ۲۷۴ ۔ ۲۷۵ ۔ (ق)

۱ ۔ "مولانا" ترجمہ اول ندارد

۲ ۔ "محدث" ترجمہ اول ندارد

۳ ۔ "تفسیر، صحاح ستہ" ترجمہ اول ندارد

۴ ۔ "الزام" در ترجمہ اول

۵ ۔ "لے کر" در ترجمہ اول ۔ (ن)

(۲۴)

(۱) "محمد ولی" در تذکرۂ اول

(۲) مذکورہ مصرع سے بحساب ابجد ۱۰۹۷ اعداد بر آمد ہوتے ہیں۔ (ن)

(۲۵)

☆ ملا احمد ولایتی کے نام سے مشہور تھے۔ مفتی شرف الدین کے خسر تھے۔ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں کہ قدیم باشندے دریائے راوی پار کے تھے۔ احمد شاہ کے حملہ کے بعد میں لاہور آئے۔ مولوی عالم اور مولوی برکت سے کتب درسیہ پڑھیں، غوث گڑھ اور رام پور میں ممتاز اور باعزاز رہے، امراء کی محفلوں میں سب سے اونچی جگہ بیٹھتے تھے اور جو چاہتے تھے کہتے تھے اور سب ان کی باتیں سنتے تھے۔ انتقال غالباً بارھویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔

ملاحظہ ہو:۔ (۱) تذکرۂ کاملان رام پور، ص ص: ۱۰ ۔ ۱۱

(۲) علم و عمل (جلد اول) ص ص: ۷۸ ۔ ۷۹ ۔ (ق)

☆ ملا احمد عبدالحق نے شاہ عبدالرزاق بانسوی کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ سخت ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ شرح سلم العلوم ۱۱۳۶ھ / ۲۴۔ ۱۷۲۳ء میں مکمل ہوئی۔ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی ماہر کامل تھے۔

۹ ر ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ ر ۱۷۵۴ء بروز جمعہ انتقال ہوا۔ مولانا احمد عبدالحق کے دو عقد ہوئے۔ پہلی بیوی سے ملا محب اللہ اور دو صاحبزادیاں ہوئیں اور دوسری بیوی سے مولانا انوار الحق اور مولانا ازہار الحق پیدا ہوئے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ص : ۲۳ - ۲۵

آثار الاول من علمائے فرنگی محل' ص : ۵۔ (ق)

(۲۷)

☆ مدت العمر درس و تدریس اور احیاء مراسم دین میں مشغول رہے۔ ان کی تصنیف سے کوئی چیز یادگار نہیں ہے۔ ایک صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑ کر وفات پائی۔

ملاحظہ ہو:۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل' ص : ۴۲

آثار الاول بن علمائے فرنگی محل' ص : ۸۔ (ق)

(۲۸)

☆ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

تذکرہ علمائے فرنگی محل' ص ص : ۲۵ - ۲۸

احوال علمائے فرنگی محل' از مولوی شیخ الطاف الرحمان' ص ص : ۱۳- ۱۴

آثار الاول من علمائے فرنگی محل' ص ص : ۶ - ۷ - (ق)

۱۔ "فطرت" ترجمہ اول ندارد

۲۔ "ماموں" در ترجمہ اول (ن)

"تذکرہ علمائے فرنگی محل" (ص ص ۲۵ تا ۲۸) میں بھی واضح طور پر بیان ہے کہ بارہ سال کی عمر تک ملا احمد نے اپنے والد سے تربیت حاصل کی اور ان کے انتقال کے بعد اپنے بڑے بھائی مولوی محب اللہ سے تربیت حاصل کی۔ پھر تحصیل علم سے فارغ ہوکر بعض کتب ملا احمد حسین بن ملا رضا بن قطب شہید' ملاحسن بن قاضی غلام مصطفٰے ابن ملا اسعد شہید سے اور مطولات مولانا بحرالعلوم عبدالعلی سے پڑھیں۔

روحانی تربیت کے لیے والد ماجد سے روحانی تعلق رہا اور پھر بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوئی۔ (الف)

(۲۹)

☆ "بنہ" در ترجمہ اول ۔ (الف)

(۳۰)

☆ مولوی عبدالجلیل بن ریاض الدین اسرائیلی ساکن کول (علی گڑھ) ۱۲۲۵ھ ر ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ اکثر کتابیں مولانا بزرگ علی مارہروی سے پڑھیں پھر دوسرے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ وطن آکر درس جاری کیا۔ نواب محمود علی خاں نے چھتاری بلالیا۔ مدتوں وہاں درس دیا۔ بہت سے علماء نے ان سے فیض حاصل کیا۔ سید احمد شہید کے مرید تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا انگریزوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ علی گڑھ کی جامع مسجد میں مزار ہے۔ (نزہتہ الخواطر' جلد ہفتم ص : ۲۳۸)

(☆ ☆) مولوی احمد حسن قنوجی' نواب صدیق حسن قنوجی کے بڑے بھائی تھے۔ تحصیل علم قنوج' کانپور' فرخ آباد' بریلی' علی گڑھ اور دہلی میں کی' قلیل مدت میں علوم عقلی و نقلی سے فراغ حاصل کرلیا' عرشی تخلص تھا۔ غالب کے شاگرد تھے۔ مولوی احمد حسن علاوہ فضل و کمال کے فنون سپہ گری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مولوی احمد حسن کی تالیفات میں ایک کتاب شہاب ثاقب ہے۔ تقلید کے رد میں بھی کئی رسالے لکھے مولوی محمد عباس رفعت نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے۔

عرشی عالی گہر احمد حسن
در طفیل مصطفےٰ مغفور باد
رخت بربست از جہاں سوئے بہشت
زیر طوبیٰ ہم نشیں حور باد
گفت رفعت از پئے تاریخ او
با امام المتقیں محشور باد

۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء

تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

مآثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاہی۔ حصہ اول' ص ص : ۴۷ - ۱۱۰

نزہتہ الخواطر' جلد ہفتم' ص ص : ۲۲ - ۲۵

ابجد العلوم ص ص : ۹۳۵ - ۹۳۶

اتحاف النبلاء ص ص: ۲۲۲ - ۲۳۰ (ق)

۱ "سید" ترجمہ اول ندارد

۲ "فاضل" در ترجمہ اول

۳ "علامہ" در ترجمہ اول (ن)

(۳۴)

☆ ملاحظہ ہو:-

منتخب التواریخ، ص: ۴۳۵

نزہتہ الخواطر، ص: ۳۱ (ق)

(۱) "مشہور عالم" در ترجمہ اول (الف)

☆ "حافظ قرآن تھے۔ اپنے والد ماجد سے تلمذ تھا مگر فاتحہ الفراغ اپنے بڑے بھائی مولوی عبدالقدوس سے پڑھی۔ ایک مدت تک درس دیتے رہے، تمام علوم میں مفتی صاحب کو ملکہ حاصل تھا، خاص کر کتب فقہ میں بڑی مہارت تھی، نواب سعادت علی خاں کے زمانہ میں مفتی عدالت مقرر ہوئے۔ نواب صاحب موصوف کو مفتی صاحب کی دیانت و امانت پر پورا بھروسہ تھا۔ بیعت آپ کو شیخ العصر سید عبداللہ بغدادی سے تھی۔ مفتی صاحب موصوف صاحب باطن بھی تھے، آپ نے دو صاحبزادے مولوی اکبر اور مفتی اصغر اور ایک صاحب زادی چھوڑیں۔"

تذکرہ علمائے فرنگی محل، ص: ۳۷

مزید ملاحظہ ہو:-

احوال علمائے فرنگی محل، ص: ۱۹

آثار الاول من علمائے فرنگی محل، ص: ۷ - (ق)

(۱) "پر مہارت تامہ" رکھتے تھے در ترجمہ اول (الف)

(۲) "لکھنوی" ترجمہ اول ندارد (ن)

(۳) "عمدہ" در ترجمہ اول (الف)

(۳۵)

☆ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ ر ۱۹۲۱ء کو انتقال ہوا۔

☆ ☆ مولوی محمد حسن سنبھلی، ابن شیخ ظہور حسن بن شمس علی، حضرت عبداللہ بن سلام صحابی کی اولاد میں تھے۔ بنی اسرائیل کہلاتے تھے ۱۲۶۴ھ ر ۱۸۴۸ء میں سنبھل میں پیدا ہوئے۔

نہایت ذہین تھے اول قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر مفتی عبدالسلام سنبھلی، مولانا عبدالکریم خاں، مولوی سدید الدین خاں دہلوی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ کچھ دنوں مولوی یونس علی بدایونی سے تعلیم کی غرض سے بدایون میں رہے۔ پھر نول کشور پریس سے علاقہ کرلیا تھا۔ ان کی تصنیفات میں القول البسیط فی الحمل المولف و البسیط، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ اصول شاشی اور درالفرائد بہ شرح عقائد (نسفی) مشہور ہیں۔ یہ سب کتابیں عربی میں ہیں۔ مولوی محمد حسن سنبھلی کا ۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۸ء میں سنبھل میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے "مولانا محمد حسن سنبھلی از مولانا مفتی محمد ابراہیم حسنی پوری بدایونی۔ العلم کراچی ص ص: ۹۶- ۹۷ (جنوری تا مارچ ۱۹۵۹ء)

☆ ☆ ☆ مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کے سوانح حیات مولوی ملک ظفر الدین بہاری صاحب نے "حیات اعلیٰ حضرت" کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کیے ہیں۔ پہلی جلد ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی ہے۔ دوسری جلد کا مسودہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول پر مولوی محمد سلیمان بدایونی نے تبصرہ کیا ہے۔ سوانح نگار کی بعض تاریخی اور واقعاتی غلطیوں کی خاص طور سے نشان دہی کی ہے۔ اس تبصرہ کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"مولوی احمد رضا خاں مرحوم بن مولوی نقی علی خاں روہیلہ بڑھیچ پٹھان (حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے خاندان سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا) ۱۰ ر شوال ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۶ء مطابق ۱۴ ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوئے تاریخی نام "المختار" ہے اپنے والد مولوی نقی علی خاں، مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولوی عبدالعلی رام پوری (ف ۱۲۹۷ھ ر ۱۸۷۹ء) اور شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی (ف ۱۳۳۴ھ ر ۱۹۱۵ء) سے تحصیل علم کی۔ طبع رسا، ذہن حاضر اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔ بہت سے رسالے اور کتابیں لکھیں۔ خوب شہرت و ناموری حاصل کی۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے رنگ کے مخصوص عالم تھے۔ بریلی (روہیل کھنڈ) یوں تو روہیلوں کے زمانہ سے مشہور ہے لیکن مولوی صاحب کی وجہ سے "بریلی" اکناف و اطراف ہند و پاک میں خوب مشہور ہوئی۔ "بریلوی" اور "بریلویت" جیسے الفاظ بطور اصطلاح استعمال ہونے لگے۔ ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ ر ۱۹۲۱ء کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ مولوی حامد رضا خاں اور مولوی مصطفےٰ رضا خاں دو بیٹے یادگار چھوڑے، اول الذکر فوت ہوچکے ہیں۔ مولوی مصطفےٰ رضا خاں بریلی میں موجود ہیں .... کتاب (حیات اعلیٰ حضرت) مختلف واقعات اور روایات کا کشکول بن کر رہ گئی ہے۔ سوانح نگار نے واقعات کی صحت اور روایت کو درایت کے اصول پر

پرکھنے کی کوشش قطعاً نہیں کی، جو بات جس سے سنی شامل کتاب کردی کتاب میں واقعات کی تکرار عام بات ہے.... کتاب کے سرسری مطالعہ کے بعد ایسی تاریخی غلطیاں نظر آئیں جن کی صحت اور نشاندہی ضروری سمجھی گئی تاکہ یہ واقعات آئندہ مزید غلطیوں کا سبب نہ بنیں۔"

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

حیات اعلیٰ حضرت از مولوی ملک ظفر الدین بہاری (مکتبہ رضویہ، کراچی ۱۹۵۵ء)

نقد و نظر حیات اعلیٰ حضرت از مولوی محمد سلیمان بدایونی العلم (کراچی) جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء

وصایا شریف مرتبہ مولوی حسنین رضا خاں بریلوی، ص ص: ۲ ـ ۲۴ (طبع دوم، لاہور)

مظہر العماء فی تراجم العماء وا لکملاء از مولوی محمد حسنین ابن بخشش علی ساکن قصبہ سید پور ضلع بدایوں (قلمی) ص: ۱۷ (مخزونہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں۔) (ق)

(۱) "سید" ترجمہ اول ندارد

(۲) "دہلان" در ترجمہ اول

(۲ ـ الف) "کے" در ترجمہ اول

(۳) حنیف در ترجمہ اول

(۴) "تسبیح" در ترجمہ اول

(۵) "خاور المحبوب" ایضاً

(۶) "ستہ" ایضاً

(۷) "تشبیہ" ایضاً

(۸) "حلال" ایضاً

(۹) "جودی" ایضاً

(۱۰) "محربہا" ایضاً

(۱۱) "من ہدمن لہ حرام" ایضاً

(۱۲) "ناتوادی" ایضاً

اضافہ: (۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس سے زائد فنون پر تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے:

(۱) اعظمی، ڈاکٹر حسن رضا: فقیہ اسلام، کراچی: ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا

(۲) انوار رضا، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز

اعلیٰ حضرت بریلوی پر لکھی جانے والی کتاب "حیات اعلیٰ حضرت" پر مترجم نے مولوی محمد سلیمان بدایونی کا جو تبصرہ شامل کیا ہے وہ یہاں اس کی ضرورت نہ تھی اعلیٰ حضرت پر لکھی جانے والی کتابوں کی فہرست کے لیے دیکھئے "انوار رضا" حوالہ مذکور ص ص: ۳۵۵ تا ۳۵۸ (ن)

اضافہ: (۲) تحریک خلافت کے زمانہ میں (۲۲-۱۹۲۰ء) جمعیت العلماء ہند نے فتویٰ متفقہ شائع کیا جس میں مسلمانوں سے یہ کہا گیا کہ ہنود سے اشتراک جائز ہے اور انگریزوں سے ناجائز بلکہ حرام اور تعلیمی اداروں کے لیے حکومت کی گرانٹ لینا بھی حرام ہے۔

اس فتویٰ کے بنا پر مولانا آزاد، مولانا محمد علی وغیرہم نے علی گڑھ کالج اور اسلامیہ کالج لاہور کو خلافت تحریک کے لیے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ علی گڑھ کالج کو تعطیلات کے نام سے بند کرکے بچایا گیا اور اسلامیہ کالج لاہور سے اس کے اسٹاف کے ایک مولانا نے ڈاکٹر اقبال کے کہنے پر اس کے خلاف فتویٰ دیا اور بعد مولانا احمد رضا خاں سے رجوع کیا۔ مولانا رضا نے جمعیت العلماء ہند کے فتویٰ کو غلط قرار دیا اور گورنمنٹ گرانٹ کو جائز قرار دیا کیوں کہ وہ ہندوستان کے مالیہ سے دی جاتی تھی۔ اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔

فتویٰ متفقہ میں دارالعلوم دیوبند کے علماء کی اکثریت شامل تھی۔ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے ساتھی دیوبند کے مخالف تھے اس اختلاف کی جھلک دونوں مسالک کے تراجم قرآن مجید میں اب بھی نظر آتی ہے۔ (الف)

(۳۶)

☆ ۹۶۳ھ / ۵۶-۱۵۵۵ء میں انتقال ہوا، ملاحظہ ہو، نزہۃ الخواطر، جلد چہارم، ص ص: ۲۲-۲۳ (ق)

(۳۷)

☆ ۸۲۰ھ میں انتقال ہوا، ملاحظہ ہو:۔

نزہۃ الخواطر، جلد سوم، ص: ۸ ـ ۱۳

اخبار الاخیار، ص ص: ۱۴۴-۱۴۶

ماثر الکرام، دفتر اول، ص ص: ۱۸۶-۱۸۸

خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص ص: ۳۷۹-۳۸۰

سبحۃ المرجان، ص ص: ۳۷ ـ ۳۸

ابجد العلوم، ص ص : ۸۹۲ ـ ۸۹۳ (ق)

شیخ عبدالحق نے مولانا احمد کے قصیدہ کے ۳۵ اشعار نقل کئے ہیں۔ قصیدہ عربی میں ہے اس کے علاوہ مولانا کے دو اشعار اور بھی دیے ہیں جو انھوں نے شیخ سعدی کے جواب میں لکھے ہیں:

ای در بقای عمر تو نفع جہانیاں
ای بیش از انکہ در قلم آید ثنای تو
باقی مباد انکہ نخواہد بقای تو
واجب بر اہل مشرق و مغرب دعای تو

حملۂ تیمور میں متعلقان اسیر ہوئے۔ فتنہ فرو ہونے پر رہائی ملی۔ تیمور کی مجلس میں شیخ الاسلام نبیرہ مولانا برہان الدین مرغینانی سے بحث کی۔ تیمور نے اس سلسلہ میں معاملہ دوسری مجلس پر رکھا۔ مولانا غالباً فرصت غنیمت سمجھ کر کالپی روانہ ہوگئے۔ (الف)

(۳۸)

☆ ملاحظہ ہو:۔

منتخب التواریخ، ص : ۴۷۷

نزہتہ الخواطر، جلد چہارم، ص ص : ۳۰ ـ ۳۱ ۔ (ق)

۱۔ "نگارستان" کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کشف الظنون ۲ : ۶ ۱۹ (ن)

۲۔ بحساب جمل "نسخ جہان آرا" کے اعداد ۹۷۱ برآمد ہوتے ہیں . (ن)

۳۔ دیبل سولھویں صدی سے پہلے ہی ختم ہوچکا تھا۔ اس کی جگہ بند رلاہری تھا۔(الف)

(۴۰)

☆ شیخ احمد عرب کی تصنیفات میں حدیقتہ الافراح، منہج البیان، الشافی، بحرالنفائس، جوارس التفریح اور الجوہر الوقادی شرح بانت سعاد بھی قابل ذکر ہیں۔

ملاحظہ ہو : نزہتہ الخواطر، جلد ہفتم، ص : ۳۴ ۔ (ن)

(۱) "نزول" در ترجمہ اول

رک : الذریعہ ۲۳ : ۲۵۸ وہاں اس کا کتاب نام "نفحۃ الیمن فیما یزول بہ الشجن" ہی لکھا ہے (ن)

بقول مصنف "نزہتہ الخواطر شیخ احمد بلدہ حدیدۃ ملک یمن میں ۱۱۹۱ ھ میں پیدا ہوئے۔ (الف)

مزید رک : مولانا محمد حنیف گنگوہی، "حالات مصنفین درس نظامی" کراچی ۳۸۹ اور ص ۴۹۰ (الف)

(۲) متی (Mathew) ترجمہ اول ندارد ۔ (الف)

(۴۱)

(۱) "مشہور اکابر اور علما" در ترجمہ اول

(۲) "علم" در ترجمہ اول

(۳) "چوں کہ طبع صافی، روش اور تیز رکھتے تھے اس لئے" ترجمہ اول ندارد۔

(۴) "اور غیر درسیہ" ترجمہ اول ندارد

(۵) "مہینے" ترجمہ اول ندارد

(۶) "فقیہ" در ترجمہ اول ۔ (ن)

(۴۲)

(۱) "نادر" ترجمہ اول ندارد (الف)

(۴۳)

☆ ملاحظہ ہو:۔

اخبار الاخیار، ص : ۱۵۴ • ۱۵۵

خزینتہ الاصفیار، جلد اول، ص ص : ۳۷۸ ـ ۳۷۹ (ق)

(۱) "عہدیداری کے منصب" در ترجمہ اول

عہدیداری کوئی منصب نہیں ہوتا تھا بلکہ دونوں ہم معنی ہیں۔ (الف)

(۲) "کے مال قلیل" ترجمہ اول ندارد (الف)

(۴۴)

☆ "شرح اسباب و علامات" کے اعداد (۱۱۲۲) ہوئے اور ان میں سے چار الف اور ایک واؤ کے اعداد جو دس ہوتے ہیں منہا کئے جائیں تو مجموعہ ۱۱۱۲ باقی رہتا ہے نہ کہ ۱۱۰۸ ھ جیسا کہ مولف نے لکھا ہے ملاحظہ ہو، کیٹا لاگ فارسی مخطوطات (برٹش میوزیم)، جلد اول، ص ص : ۴۷۸ ـ ۴۸۰ (ق)

(۱) "زیب" ترجمہ اول ندارد

۲۔ حکیم ارزانی کی ان تمام طبی تصانیف کے متعدد قلمی نسخے پاکستان میں پائے جاتے ہیں اور

کتابیں متعدد بار شائع ہو چکی ہیں۔ اہم پاکستان میں موجود ان کے قلمی نسخوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان جلد اول' تالیف احمد منزوی

۳۔ طب اکبر کا سال تالیف ۱۱۲۳ھ ہی ہے۔ مصنف کو یہاں اشتباہ ہوا ہے۔ دک مشترک جلد ۱: ۷۱۸۔ (ن)

(۴۵)

☆ مولوی مہدی علی واصف نے سن انتقال ۱۲۷۰ھ / ۵۴-۱۸۵۳ء لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو:۔

حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام نمبر شمار ۲

معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ' جلد اول' ص ص: ۴۲۱ - ۴۲۲

ارمغان یاور' ص ص: ۱۶ - ۱۷ (ق)

(۱) "علی" ترجمہ اول ندارد (ن)

(۲) "درس" در ترجمہ اول۔ (ن)

(۳) "میر زاہد اور" ترجمہ اول ندارد (ن)

(۴۶)

☆ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

تذکرہ علمائے فرنگی محل' ص ص: ۲۸ - ۲۹

احوال علمائے فرنگی محل' ص ص: ۱۵-۱۶

نزہۃ الخواطر' جلد ہفتم' ص ص: ۵۰ - ۵۱ (ق)

(۱) "مولانا موصوف ... اور اکثر" ترجمہ اول ندارد (ن)

(۲) "کی مطولات" ترجمہ اول ندارد۔ (الف)

(۳) "اور معقول کی تحصیل ملا حسن سے کی" ترجمہ اول ندارد۔ (الف)

(۴) "بوہار" در ترجمہ اول (ن)

برائے "بھار" (بضم الموحدۃ) ضلع بریلی

رک نزہۃ الخواطر' جلد ہفتم' ص: ۵ (الف)

(۴۷)

☆ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

منتخب التواریخ' ص: ۳۱۸ - ۳۱۹

نزہۃ الخواطر' جلد چہارم' ص: ۳۲ - ۳۳

طبقات اکبری' جلد دوم' ص: ۴۶۰ (ق)

(۴۸)

☆ مفتی محمد اسد اللہ ۱۲۳۰ھ / ۱۵-۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ صرف و نحو زین العابدین کڑوی سے بعض درسی کتابیں مولانا عبدالرحیم شاہ جہاں پوری سے اور اقلیدس وغیرہ مولوی جلال الدین رام پوری سے پڑھیں' ظہور محمد بن خیرات علی کالپوی کے مرید تھے۔

ملاحظہ ہو:۔

اکمل التاریخ' جلد دوم' ص: ۲۳

نزہۃ الخواطر' جلد ہفتم' ص: ۵۳

انشائے بے خبر مرتبہ انتظام اللہ شہابی' ص ص: ۳۴- ۳۶

مظہر العلماء' ص: ۲۳ (ق)

(۱) نزہۃ الخواطر (ایضا) نے جون پور میں صدر الصدور ہونے کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ (الف)

(۵۰)

☆ ترجمہ تحفہ اثنائے عشریہ کے علاوہ مولوی اسلمی مدراسی کی تصانیف میں سفینہ' زرینہ (علم عقائد) اور تفسیر قرآن (چہار جلد) بھی ہیں۔ مولوی اسلمی کا انتقال ۱۲۷۲ھ / ۵۶-۱۸۵۵ء میں ہوا۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:۔

حدیقۃ المرام۔ از مولوی محمد مہدی واصف نمبر شمار ۳

ملفوظات شاہ عبدالعزیز' ص ص: ۷۰-۷۱ (ق)

"مصنفہ ۔ دہلوی" ترجمہ اول ندارد (الف)

(۵۱)

☆ سید اسماعیل بلگرامی بن سید ابراہیم' میر طفیل محمد بلگرامی سے تحصیل کی پھر شیخ عبدالرزاق بانسوی سے بیعت و خلافت حاصل کی' میر غلام علی آزاد بلگرامی نے قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔